UNIVERSAL
LIBRARY
OU_232712
UNIVERSAL
LIBRARY

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ط

الحمد للہ کہ وہ کتاب جو نادر تفاسیر کا لُبّ لُباب اور جسمیں بعد ترجمہ با محاورہ و ترکیب نحوی و ربط آیات

و حلِ لغات و بیانِ نکات و اظہارِ خلاصۂ مراد و شانِ نزول کے مخالفوں کا جواب ہے یعنی

تفسیرِ فتح المنّان

مشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

کی جلد ثانی جو پارۂ اوّل کی تفسیر ہے اور جسمیں یہود و نصاریٰ و مجوس اور حکماءِ قدیم اور حکماءِ حال

اور دہریوں اور نیچریوں اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتوں کے تمام اعتراضات کا جواب تحقیقی دلزامی ہے

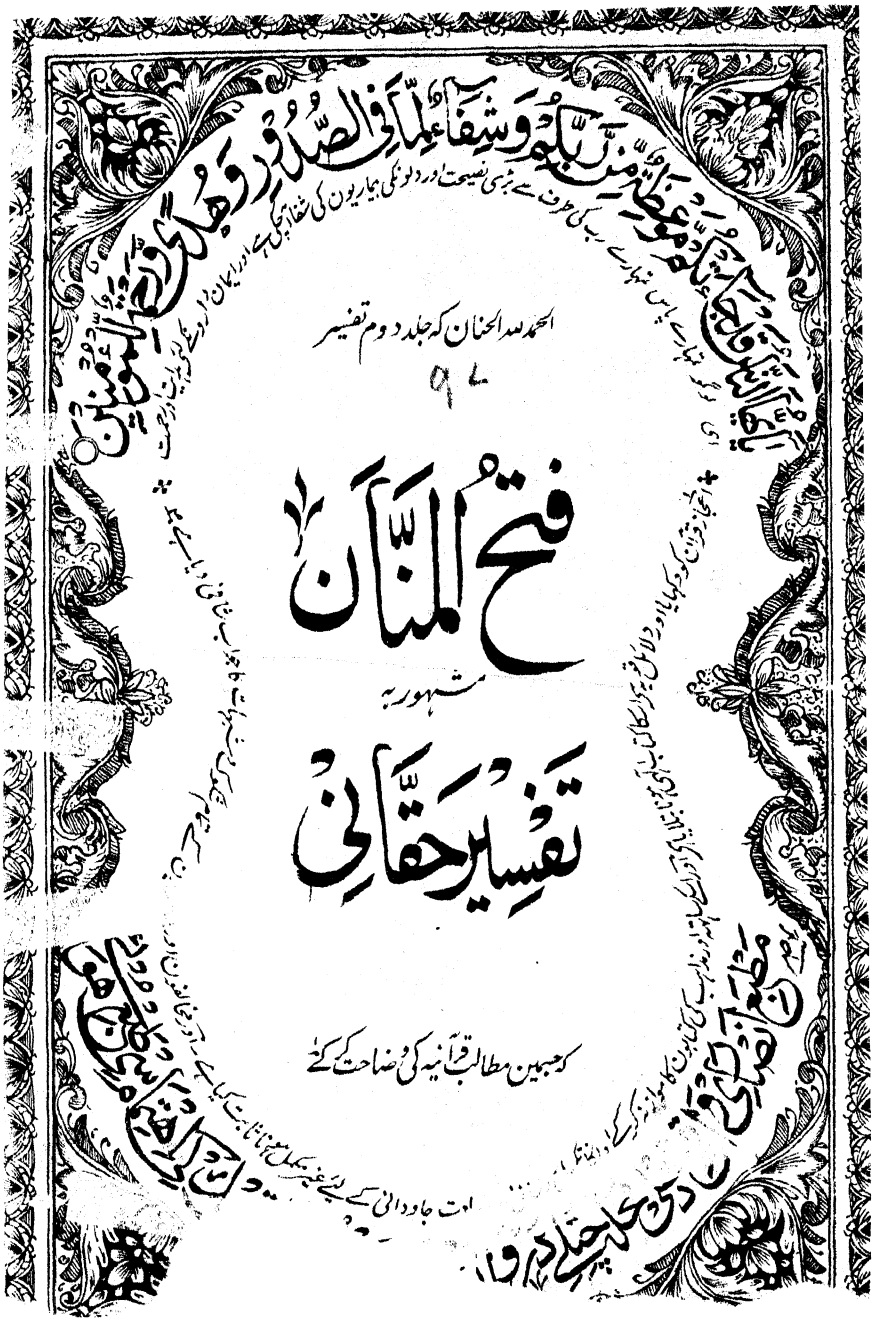
طبع شد در مطبع حامیِ اسلام دہلی کوچہ چیلان بہتمام منشی فیض بخش

تصحیح

غلطنامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۵	زنانہ	زنانہ
۲۸	۱۷	اورنہ	اورنہ
۲۹	۱۹	تقناطیسی	مقناطیسی
۳۴	۱۳	ایاک لنعبدالخ	نکرر ہے
۳۵	۶	میرے	تیرے
۴۴	۱۳	کو	پر
۴۴	۲۳	سیچے	مسیحی
۴۶	۵	ہیہ	ہیہ
۵۱	۷	زینۃ الدنیا	زینۃ الدنیا
۵۳	۲۲	نکارت	انکارت
۵۴	۱۲	عرض	غرض
۵۶	۱۱	ردانی	روحانی
۶۲	۳	درا	ذرا
″	۱۵	القلوب	القلوبُ
۶۳	۲۳	میجہ	منتجہ
۶۶	۱	حقیقت	حقیقت مین
۶۹	۱۴	ان فی	ان فی خلق الخ
″	۲۶	واذکرُوا اللہ کثیرا	ذکرا کثیرا
۶۹	۱۹	الار	الارد
۷۲	۸ ساتیر	حق کی	حق
۷۲	انجیل ۱۹	اوراخیم الیہود	اوراخیم سے الیہود
۷۶	۲-۱۰	اوس ذات کی	اوس ذات کی قسم
۷۸	۵	شعری	اشعری
″	۲۳	چپ کرے	چپ نہ کرتے
۷۹	۲	لیجائے	کیجائے
۸۱	۹	دنیویہ مین	دنیویہ
۹۵	۱۰	فتجی	متجی
۹۶	۱۳	جانتے	جانتے ہون
۹۹	۷	کوئی	کسیکو
۹۸	۱۷	سمجا	سمجھا
″	۲۰	پین	مین
۱۰۱	۱۱	ہر	ہنر
۱۰۲	۶	برس	برس بعد
۱۰۷	۱۴	اعفال	اغفال
۱۰۸	۱۰	شہ عین	شرع مین
۱۱۴	۲۰	شرطیہ	شرط
۱۱۳	۱۹	اصول پین	اصول یہ مین
۱۳۴	۱۴	قریب	قرب
″	۱۵	بین	مین بین
″	۱	لو	د

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۵	۲۰	لہ	کہ
۱۴۷	۳	الاہیت	الماہیت
۱۵۴	۲۲	عبادت	عبارت
۱۵۶	۹	اشفقنا	اشفقن
۱۵۷	۱۱	اجسام	انسان
۱۶۷	۱۲	اوراوراوصاف	اورصاف
۱۷۱	۲۳	صافت	اضافت
۱۷۲	۲۱	سے	ت
۱۷۸	۲	جانیوالون	پڑجانیوالون
۱۸۵	۸	خدالقالے	خدالقالے نے
۱۹۱	۳	والصلوۃ	والصلوۃ
۱۹۲	۵	کسیقدر	کسقدر
″	۱۰	اوسکو	اورونکو
″	۱۷	اسمہ الشائیہ	الشائیہ
۱۹۵	۱	بجھتکم	تجھتکم
۱۹۷	۲۱	پس	اوس
۱۹۹	۱۵	ہو	ہوا
۲۰۲	۱	کریگا	کرونگا
۲۰۴	۶	خبر	خمیر
۲۰۶	۱۶	چھوڑے	چھوئے
۲۰۷	۱۱	ابلیس	آبیس
۲۱۲	اکلام ۲	سے	الیسے
۲۱۹	۲۰	وہ مرگیا	پس وہ مرگیا
۲۲۱	۱۳	مین	طین
۲۲۳	۳	مرنے کے	مرنے کے بعد
″	۱۷	قول	اس قول
۲۲۴	۶	کے	نے
۲۳۲	۷	کر	ایک
۲۳۴	۲۲	کرنے	ہمکرنے
۲۳۶	۱۵	ب	ہی
۲۳۵	۱۰	اسکے پین	اسکی
۲۳۹	۳	فضل	قضل
۲۴۳	۲	فضل	فضل
۲۵	۲۱	غبطبہ	غبطہ
۲۵۴	۴	کہ	کہو
۲۶۲	۱۳	ہوی	تہوی
۲۶۵	۰	اس صفحہ کو غلطی سے ۲۶۹ کھا گیا اور اخیر تک یہی غلط ہندسہ چلا گیا ہے	
۲۹۲	۱۳	یالصرانیت	یہودیت یالنصرانیت


الحمد للہ الحنان کہ جلد دوم تفسیر
فتح المنان
مشہور بہ
تفسیر حقانی
کہ جسمیں مطالب قرآنیہ کی وضاحت کی گئی

۵۴۸۵

خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اسبغ النعم علی العباد ؛ فارسل الانبیاء الھداۃ الی سبیل الرشاد ؛ بالحجج البینات والبرھان ؛ وآتاھم الآیات الباھرات و انزل علیھم الصحف والقرآن ؛ حتی محقت دجیۃ الضلال ؛ واشرقت الارض بنورربھا ونارت الجبال ؛ فیا واجب الوجود ویا غایۃ کل مقصود صل وسلم علی جمیع انبیاءک وعلی جملۃ اصفیائک خصوصاً علی سید المرسلین وتاج النبیین الذی ترشح من لسانہ ماء الحیات وسالت من بنانہ انھار النجات ؛ الذی نوّر الارض بعد ما ملأت من الظلمات ؛ وافشا التوحید بعد ما عُبدت المخلوقات سیدنا ومولانا **محمد** ﷺ خاتم فص الرسالۃ فص خاتم العدالۃ ؛ الذی افحم مصاقع الخطباء من العرب العرباء بقصر سور القرآن واعجز بکلمۃ من الکلم الحکمیۃ حکماء الزمان ؛ صاحب مفاتیح الناسوت والملکوت ؛ ناظورۃ دیوان الجبروت واللاھوت لا یدرک لواصف المطرے خصائصہ ؛ وان یک سابقا فی کل ما وصف ؛ وعلی آلہ الابرار وصحابہ الاخیار الذین حرکاتھم سکناتھم وافعالھم وکلماتھم معیار لتھذیب الاخلاق والذین ھدوا العالم ودعوا الناس الی دین الاسلام بالکرامات الھی مثل معجزات انبیاء بنی اسحاق ؛ حتی وضحت الطرق وانکشف المحجۃ ولم یبق للمنکرین حجۃ ؛

اما بعد فقیر حقیر **ابو محمد عبد الحق** بن محمد امیر یہ کہتا ہے کہ اہل اسلام کی خیر خواہی اور دین و دنیا کی بھلائی ہر زمانہ اور ہر ملک میں جدا گانہ ہے ؛ کبھی زبان تلوار کا کام دیتی ہے اور جبکہ کجرو کج فہم تقریر سے نہیں سمجھتے تو (جسطرح شفقت پدر بیجے کو امور مصلحت پر مجبور و مقہور کرتی ہے اسیطرح) " تغیر متناہی بوسیلہ خاصان درگاہ سیاست سے کام لیتی ہے جب بنی العباس کے عہد میں حکمت **یونانیہ** وفلسفہ اسلام پر حملہ کیا تو علماء کلام کے اقلام نے نیزوں کا کام دیا جب صحابہ اور

جسطرح مدرسہ اندلس مین صدہا علوم[۵] دنیویہ کا اپنے اور بیگانون کو درس دیا گیا اسیطرح قرآن مجید کے متعلق بیشمار علوم[۵۱] کو مدون کیا گیا کہ جسکا دسوان حصہ بھی عہد آدم سے لیکر ابتک کسی قوم نے اپنی کتاب الہامی کے لیئے ایجاد نہین کیا اسی لیئے زمانۂ نزول سے ابتک جسطرح قرآن مجید محفوظ ہے کوئی کتاب نہین - اور جسطرح اسلام کا شجر طوبے اثر زمین پر ابر رحمت کیطرح پھیلتا گیا ہر ملک اور ہر شہر کو اُسنے اپنے حیات بخش پھلون اور پھولون سے بہرہ ور کیا اور اپنے ظل عاطفت سے بہرہ یاب فرمایا تو دین خدا تعالےٰ نے اہل سیف و قلم کو اُسکا حامی بنایا - جنہون نے بوم منش اور موش طبع لوگون سے اسکو ہر طرح سے بچا یا چنانچہ ہندوستان [illegible] تاریکی جہالت و بت پرستی سے چھوڑایا اور اپنے قدرتی نور سے منور فرمایا تو یہان [illegible] سے حامی اور مددگار پیدا کر دیئے جسقدر حصہ سر [illegible] خاصان خدا اسکو بنسیم لطف اور ابر رحمت سے بجھاتے رہے - پس جسطرح آمد بہار سے پہلے درختون پر خزان آتی اور باغ مین ہوا صرصر [illegible]

---

[۵] چنانچہ علم ریاضی کے متعلق نسبح[۱] اور الجبرا[۲] اور صطرلاب[۳] اور مرایا[۴] و مناظر کہ جسکا اثر آج کل فوٹوگراف و نقشہ نویسی[۵] اور جبر و مقابلہ[۶] وغیرہ علوم زندہ کیا اور رصد بنائی[۷] اور ستارونکی چال وغیرہ فنون ہیئت مین صدہا ایجاد کیئے - حساب ہندسہ[۸] کے صفر کو از سر نو قائم کیا - فن عمارت و فلاحت[۹] مین یورپ استاد زمانہ مانے گئے - مساحت[۱۰] کے اصول سب سے پیشتر عربی نے قائم کیئے - جہازرانی[۱۱] اور ستارون کے حساب سے سمندرون مین سفر کرنا اول اسلامیون ہی نے روا کیا - پھر طبعیات مین علم العناصر[۱۲] کہ جس سے ہوا اور پانی اور زمین اور کرہ نار کے عجائب حالات معلوم ہوتے ہین اور پھر علم الجمادات[۱۳] کہ جس سے زمین کے معدنیات کی کیفیت اور جواہرات اور زمین سے سونا چاندی نکالنے کی کیفیت اور پہاڑون اور دریاؤن اور چشمون کے پیدا ہونیکے حالات منکشف ہوتے ہین اور علم النبات[۱۴] کہ جسمین درختونکے سرخ سبز پھول آنے اور اونکے ثمرات کے مختلف مزہ ہونے اور زمین کی جڑی بوٹیونکے خواص سے بحث ہوتی ہے - اور علم الحیوان[۱۵] کہ حیوان کے انواع و اصناف کے عجائب حالات سے گفتگو کیجاتی ہے اور علم کیمیا[۱۶] کہ جسکو کیمسٹری کہتے ہین جسمین اسکے حالات عناصر سے بحث ہوتی ہے وغیرہ علوم اہل اسلام ہی استاد ہین - پھر جسقدر منطق[۱۷] اور فلسفہ کو ہمارے اسلام نے ترقی دی وہ ہی ظاہر ہے - قدمائے یونان کی کتابون مین ایسا خوجی ہنی کیا یحنس اور غیرہا چند سڑے بسے مسائل مذکور ہین لیکن اسلامیون نے تو اسکو اس حد تک پہنچایا کہ جسکے بعد پھر ترقی کا کوئی مرتبہ ہی باقی نرہا - اور اسیطرح علم ملت[۱۸] نظر غائر سے پرکھ نرکے یونان کے اغلاط پر بحث کر کے ایک نیا فلسفہ قائم کر دیا کہ جسکو علم کلام مین بطور ریاضی کے ذکر کیا جاتا ہے ۶ اسیطرح حکمت عملیہ مین تہذیب اخلاق اور سیاست مدن[۱۹] اور تدبیر منزل کے وہ اصول قائم کیئے کہ جنکو اسوقت کے فلاسفر بھی مانتے ہین - پھر جغرافیہ[۲۰] اور تاریخ[۲۱] مین بھی ہمارا اسلام ستا نائے گئے ہین - اور اُن عجائب صنعتون کے ذکر کی تو یہان گنجایش ہی نہین کہ جنکو اسلامیون نے اپنے زمانہ مین ایجاد کیا تھا چنانچہ ہارون رشید کے حکم سے بغداد کے دو عالمون نے کوفہ اور سنجار کے صحرا کا ایک درجہ محیط ناپ کر زمین کا محیط تخمیناً ساڑے چوبیس ہزار میل ثابت کیا اقلیدس اور مجسطی کی شرح کی بطلیموس کے زیج کو درست کیا - منطقہ البروج کی تعدیل کا حساب لگایا - سمرقند مین رصد بنائی ہیئت احمد بن حنین بغدادی نے نور کی رفتار کا اندازہ نکالا اور اسیطرح توپ و بندوق کا ایجاد بھی انہین کے زمانہ مین ہوا ہے اور جرثقیل[۲۲] کا بھی اور فن طب[۲۳] مین بھی جو کچھ ترقی اونکے عہد مین ہوئی وہ بیان سے باہر ہے + اور فن عروض[۲۴] و قوافی[۲۵] تو خاص انہین کا حصہ ہے چونکہ اس بیان کی تفصیل کو بڑی ضخیم کتاب درکار ہے لہذا اس بیان کو مین صرف دو باتون پر تمام کرتا ہون (۱) یہ کہ اس وقت مین جن چیزونمین ترقی اہل یورپ کی ہے جیسا کہ تار برقی ریل گاڑی دخانی جہاز تار ہیڈو ڈائنامیٹ وغیرہ عمدہ صنعتین اور کپڑا بنانے کے کارخانے اور دیگر کارخانجات یہ سب تخمیناً پچاس ساٹھ برس سے مختلف ملکون مین مختلف لوگون کے ہاتہ سے مروج ہوئے ہین - روم اور مصر کے اہل اسلام بھی انہین شریک ہین اور لندن کی کچھ خصوصیت نہین فرانس جرمن روس وغیرہ کل ممالک مین ہین انکے اصول پہلے بھی اہل اسلام مین تھے اور یون ہمیشہ زمانہ مابعد مین ترقی و تنزل ہوتا آیا ہے (۲) یہ کہ یورپ کے بڑے بڑے محقق بھی اس گردی اہل اسلام کے مقر ہین - چنانچہ سدلیو جو علم [illegible] کے ملک مین بڑا مدرس تہا [illegible] ہسٹری آف اسلام مین کہتا ہے کہ قوم عرب بلاشک ہمارے یعنی یورپ کے استاد ہین جسکے انکار نہین ہو سکتا اور انہون نے وہ سامان مہیا کیئے کہ جن سے [illegible] یہ تاریخین نہین اور انہون ہی نے حالات سفر کو قلمبند [illegible] رع کیا الخ اور وہی صناعی اور دستکاری مین

چند عرصہ سے اس شجر اسلام پر بھی خزان کے جھونکے چل رہے ہین جس سے دشمن خوش اور دردمند کف افسوس مل رہے ہین ۔ جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسکے انصار مددگار شراب غفلت و نفاق پیکر بیہوش اور مست خواب خرگوش ہوئے تو مخالفون نے میدان خالی پاکر اپنا کام کیا ۔ اسکی دولت اور اسکی شوکت اور اسکی سلطنت و حکومت اور اسکے علوم و فنون کا کام تمام کیا ۔ تخمیناً سو برس کے عرصہ سے بڑی دور دور سے ایک قسم عیسائی دانشمند آزادی پسند دنیاوی کامون اور صنعتون مین ہوشیار کاروبار مملکت مین پرفن و بیدار ہندوستان مین آئی اور اپنے ساتھ ہی صدہا جہاز اور آگبوٹ الحاد اور شراب خواری و زنا وغیرہ کے لائی اول تو یون ہی مسلمانونکی حالت خراب تہی اوسپر اس آزادی اور الحاد کی برانڈی نے تو وہ آفت ڈہائی کہ ؎ ازان افیون کہ ساقی درے افگند ❊ حریفا نرا نہ سر ماند و نہ دستار ❊ جس سے غفلت اور باہمی نزاع اور بیدینی نے ہر طرف سے غلط ہوکر دینی و دنیوی ترقیون سے محروم کردیا ۔ اور مخالفونکا دل خوش کرنیکو ایک قسم نے تو وہ طرز اختیار کیا کہ گویا اہل یورپ کا پورا جامہ ہی پہن لیا ۔ جسطرح وہ لوگ برائے نام عیسائی ہین اور درحقیقت سخت ملحد نہ خدا کے قائل نہ ملائکہ و حشر نشر ثواب عقاب حلال و حرام طاہر و نجس کے مقر نہ کون ایک فارمر (ناصح) الہام اور کلام ملائکہ کیا مجنونونکی خیالی بڑ اسیطرح یہ لوگ

اس مرتبہ کمال کو پہنچے جسکی انتہا نہین الخ اور جہانتک ہمکو معلوم ہے ۔ گویا وہ ایک شعبہ عرب کی اوس اصلی فضیلت کا ہے کہ جو آجتک ہمکو معلوم ہی نہین ہوئی ہر کہ ف عرب کی قوم ہمارے جملہ فضل و کمال کا اب ہی سرچشمہ ہے ۔ اور جن کمالات کو ہم بہ سمجھتے تھے کہ یہ اور لوگونکی ایجاد ہونگے وہ اب ہمکو اور ہی ن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا چلا جاتا ہے کہ جہل مین سب سے موجد عرب ہی ہین ۔ پھر ہیڈنوس اپنی تائید مین سکندر ہیمبلٹ جرمنی کا یہہ قول نقل ہے دعرب کی قومونکو خدا تعالے نے اسلیے پیدا کیا تہا کہ وہ علوم و فنون اور سب باب تمدن کو ان مختلف قومون تک جو ہونچا دین جو فرات کے کنارہ سے اسپانیہ کی ملدوی کیطرف پہلی بسے ہین ۔ چنانچہ ان تمام قومون نے جملہ کمالات اسی قوم عرب سے حاصل کیے تھے الخ اور مانیا کی قوم نے باب تمدن مین جو کچھ حاصل کیا یا جو کچھ اوسکو آیا وہ عرب ہی کے فتوحات کے زمانہ طویل کے بعد آیا ۔ اور عرب ہی سے اوسنے سیکہا عرب جہان جاتے تھے اپنے طریق تمدن کو گویا ساتھ لیجاتے تھے اور جہان وہ قیام کرتے تھے وہان اوسکی طریق تمدن پہیل جاتا تہا چنانچہ اونکی عادت تہی کہ جس ملک مین وہ گئے وہان انہون نے اپنی زبان اور اپنے علوم اور اپنا دین اور اپنے اخلاق مہذب کو شائع کرنا شروع کیا الخ انتہے مخلصاً اور تاریخ ڈوی مین جسکا مصنف فرانس کا وزیر اعظم ہے یہہ لکہا ہے کہ ایک زمانہ مین اہل یورپ تاریکی جہالت مین ٹکرین مارتے پہرتے تھے کہ دفعتہ اون پر سمت اسلامیہ کی جانب سے ایک نور علوم ادبیہ اور فلسفیہ اور فنون صناعی اور دستکاریون وغیرہ کا پرتو انکی ہوئی ۔ جسکا مرکز بغداد اور بصرہ اور دمشق اور قیروان اور قرطبہ اور غرناطہ اور توطبہ وغیرہ علوم و فنون اور صناعی کے مراکز تھے اور جہان کہین کمالات علمی اور عملی پہیلے انہین شہرون سے پہیلے اور قرون متوسطہ مین اہالیان یورپ انہین شہرون سے علوم و فنون کو لاکر اپنے ملکون مین پہیلے ۔ اور گاڈفری ہیگڈس کہتے ہین (۱۱۰) مین بخوبی جانتا ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون اور اونکے مذہب اور انکی ہر ایک شے پر نظر حقارت سے دیکہتے ہین مگر جو تحقیق کرین تو معلوم ہوجائے کہ اہل اسلام اپنے مذہب پر قائم ہوئے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تمام روے زمین پر سب سے زیادہ فیاض اور سب سے زیادہ باعلم قوم ہوگئی ۔ اور متقدمین کے علوم مفیدہ ہی ہمکو میسر اور انہین کے ذریعہ سے ہم پہونچے ۔ مسلمانون کے مذہب مین فیاضی اور تہذیب اخلاق کے اکثر مسائل ہین ۔ اور جاہل متعصب سوا اونکے مذہب پر الزام لگانا جیسا کہ وہ اس زمانہ مین رسوا ہے محض بیجا ہے جیسا کہ دین عیسوی کو اوسکے پادریون اور اوسکے معتقدون سے ہے (۱۱۱) فرنگی اوس فوقیت پر (کہ جو انکو مسلمانون پر علوم اور فنون اور فوج مین ہے) بڑے نازان ہین اور جو کوئی انکی گفتگو سنے تو یہی جانے کہ زمانہ سابق مین کوئی قوم اس سے عہدہ اور منصب خاص مین کبہی فائق نہین ہوئی حالانکہ یہ دہوکا ہے کیونکہ بجز چند فروعات اوس حکمت عملی کے کہ جو تجربہ سے متعلق ہے اور سوائے کارخانون کے اور کوئی بات ایسی نہین کہ جو خلفاء کی رعایا مین نہ تہی اور اب گریٹ برٹن مین حاصل ہے انتہے ملخصاً اور جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب مین مسلم موسیو کا یہہ قول نقل کرتے ہین یہ بات یقینی ہے کہ اوس زمانہ مین اہل عرب کے تک پیانہ اخلاق

نبی اور ملائکہ اور الہام اور جبرئیل اور خرق عادت انبیاء علیہم السلام کے معجزات نعماء جنت اور جہنم کے وہ عقوبات کہ جو نصوص قرآن سے ثابت ہین ان سب باتون کے منکر اور حلال وحرام وطہارت ونجاست وغیرہ جملہ احکام اسلام سے نافرمان ہین اوسپر نام کے مسلمان ہین پھران کفریات اور پادریون اور ملحدان یورپ کے معتقدات کا نام تحقیق اور ترقی اسلام رکھکر صدہا دولت مندون آزادی پسندون کو تفسیر کے پیرایہ مین ملحد وگمراہ بلکہ حقیقی سلام کا بدخواہ بنادیا حیف صدہا کو روحانی زہر کا پیالہ پلادیا لہذا اس فقیر کو بھی حمیت ایمانی اور اہل سلام کو نفع رسانی نے مجبور اور الہام الہی نے مجھ سے بے لیاقت کو اُردو مین ایسی تفسیر لکھنے پر مامور کیا۔ اے آلہ العلمین تو قادر مطلق اور تیرا کلام مقدس اور تیرے سب انبیا برحق مین تیرے وعدہ مین کوئی شک وشبہ نہین مجھکو وہ بات اس کتاب مین تلقین فرماکہ کہ جو تیرے نزدیک حق اور بجا ہو اور لغزش وخطا سے بچا۔ انک علی کل شئ قدیر وبالاجابۃ جدیر انت حسبی ونعم الوکیل

بہت سے مدرسہ جاری کئے تھے اور ان مدرسون مین ہزارون طلبا عربی فلسفہ وحکمت کی تعلیم پاتے تھے اور یہان علوم نواسیسان تھے۔ ہمین سبات کا یقین کرنا چاہیئے کہ تمام قسم کے علم یعنے طب اور طبعیات اور فلسفہ اور ریاضی جو دسویں صدی سے یورپ مین جاری ہوئی یہ سب اصل مین عرب کے مدارس فلسفہ سے سیکھے گئے تھے بالخصوص اندلس کے اہل سلام تو فلسفۂ یورپ کے بانی خیال کئے جاتے ہین انہی اہل روما اور گوتھ لوگون نے ہتھیا یہ کو دوسو برس مین فتح کیا تھا اگر اہل عرب نے صرف بیس برس مین اس ملک کو فتح کیا اور کوہ پرنیز سے اوترکر اوس طرف فرانس مین پہنچ گئے اونکو علمی ترقی بھی ایسی جلد حاصل ہوئی جیسی اونھون نے فتوحات حاصل ہوتی تھین انتہے ملخصاً اور ہنری لوئیس کی تاریخ فلسفہ مین یہ لکھا ہے۔ مسلمانون ہی کی وجہ سے یورپ مین علوم اور فلسفہ پہنچا اس مرخاص مین یورپ [illegible] اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ انہون نے علم ہندسہ اور طب اور کیمیا مین بڑی کوشش کی اور انہین کی [illegible] سے اکثر یورپ فرانس ہو کر فرنگستان مین علم پہلا انتہے اور ڈاکٹر میلکر سکندر دفتر نیز رانی کتاب حصہ مین کہتا ہے کہ فرنگستان مین جو علوم کا چرچہ ہوا سو وہ عربون سے ماخوذ ہوا ہے الخ عربون نے خاص اون کتابون سے التفات کی اور طبی اور الہی مندرج تھے۔ اور فرنگستان کے ممالک مغربی ہی عرب کے ترجمون کے وسیلہ سے ان علمون سے آگاہ ہوئے شلا [illegible] ان علمونکو زبان عربی سے لاطینی مین ترجمہ کردیا۔ وستکاری کے صنائع بدائع ممالک فرنگستان مین بہت کم تھے مسلمانون [illegible] معماری ہی اہل فرنگ نے عربون سے حاصل کیا جسمین بڑی شان وانداز اور پاکیزگی نمایان ہوتی ہے انتہے ملخصاً اسکے [illegible] اقوال مین جنکے ذکر کا یہان مقام نہین۔ مگر یہی تصدیق کے لئے لارڈ ڈفرن صاحب ہمارد ولیسرائے [illegible] ہوئے جہازسے اوترتی ہی بیٹے مین اسلامیون کی بابت بیان کی ہے۔ اور جیکو جنوری ۱۸۸۵ء مین انگلستان کے اخبارات نے چھاپا ہے کافی وافی ہے۔ اس بیان سے میری غرض یہ نہین کہ اہل اسلام کے سوا اور کسیکو دنیاوی امور مین ترقی نصیب نہین ہوتی مقصود یہ ہے کہ جن لوگون کا یہ خیال ہے کہ (یا بندہی ملت اسلامیہ دنیاوی ترقیون سے مانع ہے) محض غلط ہے اور اسپر کوٹ تیلون ہینکر اسلام کو بنظر حقارت [illegible] اور دنیاوی ترقی کی طمع دیکر سادہ لوح مسلمانونکو ملحد بنانا اور کچھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان سیکھکر بے تکلف یورپین بنجانا سخت بیوقوفی اور بڑی حماقت ہے اگر پابندی اسلام مانع ترقی ہوتی تو اہل اسلام ترقی مین سب پر سبقت نہ لیجاتے۔

حاشیہ ۲ متعلق صفحہ ۱ وہ علوم کہ جو قرآن مجید سے متعلق ہین اور جنکو خاص علماء اہل اسلام نے ایجاد کیا ہے بہت سے ہین یہان بطور نمونہ کے چند علوم ذکر کرتا ہون

(۱) صرف کہ جس مین مصدر سے ماضی مضارع بنانا وغیرہ باتین مذکور ہوتی ہین (۲) علم نحو کہ جس مین لفظ عربی سے باعتبار اعراب وبناء کے بحث ہوتی ہے اور ان دونون علمون بغیر زبان عرب پر واقفیت مشکل ہے۔ (۳) علم معانی کہ جس مین کلام عرب کے اون حالات سے بحث ہوتی ہے کہ جنکی وجہ سے کلام مقتضے حال اور مقام کے مطابق ہوتا ہے کہ جسمین اسناد خبری اور سند الیہ اور مسند اور متعلقات فعل اور قصر اور انشاء اور فصل وصل یکبارگی اطناب مساوات مکے احوال بیان ہوتے ہین (۴) علم بیان کہ جسسے ایک مطلب کو باعتبار وضاحت وخفاء کے چندطور سے ادا کرنا معلوم ہوجاتا ہے اور اسمین تشبیہ اور مجاز اور کنایہ واستعارہ وغیرہ انہی امور سے بحث ہوتی ہے کہ جن سے انسان کلام مین تعقید معنوی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ دونون علم فصاحت وبلاغت کلام سے متعلق ہین جو اہل زبان مین وہ تو اپنے ذوق سلیم سے جانتے ہین پر نہ اس علم کی

سورۂ فاتحہ

یہہ سورۃ مکیہ ہے یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر مکہ مین سورہ اقرا اور نون و مزمل و مدثر کے بعد نازل ہوئی تہی نزول مین گو موخر ہے مگر قرآن مجید مین سب سے اول یہ سورۃ ہے اور اسی سے قرآن شروع ہوتا ہے اور اسی لیئے اسکو فاتحہ کہتے ہین ۔ اسکا یہی نام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو قرار پاکر صحابہ مین مشہور و معروف تہا ۔ گو اسکے اور بہی نام ہین جیسا کہ سورہ شفا کہ اسکی تاثیر سے روحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے ۔ اور ام القرآن کہ یہہ تمام قرآن کی اصل ہے اور علوم قرآن اسمین جمع ہین ۔ اور تعلیم المسئلہ کہ اسمین خدا تعالے نے بندونکو سوال کرنا سکہایا اور آداب عبادت کو بتلایا ہے ۔ اور سبع المثانی کہ اسکی سات آیت ہین اور ہر نماز مین دوبارہ پڑہی جاتی ہے ۔ لیکن الحمد تو اسکا (اسلیئے کہ اسمین خدا کی حمد ہے) مشہور نام بین العوام ہے ۔ اور اسیطرح کافیہ اور کنز اور اساس وغیرہ بلحاظ صفات اور بہی نام ہین کہ جن سے اس سورۃ کی فضیلت اور عظمت ثابت ہوتی ہے ۔

وجہ سے قرآن کے اسرار و فصاحت و بلاغت ظاہر ہوتی ہین اور اعجاز ثابت ہوتا ہے (۵) **علم بدیع** کہ جس سے کلام کی معنوی اور لفظی خوبیان معلوم ہوجاتی ہین اسمین استخدام اور ترصیع و تجنیس وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے (۶) **علم مفردات** کہ جسمین باعتبار معنی اصلی کے الفاظ سے بحث ہوتی ہے ۔ (۷) **علم رسم الخط** کہ جسمین قرآن کی طرز کتابت سے بحث ہوتی ہے کہ فلان لفظ کو یون اور فلان کو یون لکہنا چاہیئے (۸) **علم تجوید** کہ جسمین طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے اس علم مین آنحضرت کے لب لہجہ کو جو ادا قرآن سے متعلق ہے محفوظ رکہتے ہے کہ یہہ اور لوکم نمی وغیرہا عدہ عدہ باتین اس فن مین مذکور ہوتے ہین (۹) **علم عروض و قوافی** اس علم کو خلیل وغیرہ نے ایجاد کیا ہے گرچہ اسمین تائید ۔ کس فن کا نظم سے ہے مگر فواصل آیات کی پوری کیفیت اسی علم سے معلوم ہوتی ہے ۔ (۱۰) **علم کلام** کہ جسمین ادلہ عقلیہ نقلیہ سے مبدء و معاد کے بابت جو کچہ قرآن یا پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے رد کیا ہے اس فن مین باری تعالے کی ذات و صفات و نبوت و ملائکہ و عالم آخرت وغیرہا کے متعلق جو کچہ اہل اسلام کے عقائد ہین اونسے بحث ہوتی ہے (۱۱) **علم فقہ** کہ جسمین قرآن و احادیث و اجماع و قیاس سے جو مسائل کہ قوت عملیہ کے متعلق ثابت ہین مذکور ہوتے ہین اس فن مین نماز و روزہ و حج و زکوۃ بیع و شراء کے متعلق جو کچہ قرآن مین آیا ہے اونکا خلاصہ مذکور ہوتا ہے جطرح کہ کلام مین خلاصہ عقائد (۱۲) **علم الفرض** یہی اسیکی ایک شاخ ہے (۱۳) **اصول فقہ** کہ جس سے ادلہ اربعہ قرآن و حدیث اجماع و قیاس سے مسائل فقہ استنباط کرنیکا سلیقہ حاصل ہوتا ہے اس فن مین عام مباحث مشترک ماؤل ۔ عبارت النص اشارۃ النص دلالۃ النص اقتضاء النص محکم و متشابہ ظاہر و نص وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے ۔ منطق اور علم کلام اور الہیات کے مسائل بہی اس فن مین بطور مسلمہ کے لیئے جاتے ہین حسن و قبح عقلی کی بحث بہی اس فن مین ہوا کرتی ہے ۔ یہہ علم دریا بیکنار ہے اسکی شاخ (۱۴) **علم الجدل والخلاف** ہے مدرسین ما بہتوں قیاس سے از حد ارتباط ہے اور (۱۵) **علم مناظرہ** کہ جسمین بحث کے قواعد مذکور ہین اسی فن کی ایک شاخ ہے (۱۶) **علم اصول حدیث** کہ جسکی وجہ سے نقل اور روایت مین جو کچہ غلطیان اور جہوٹے لوگونکی ملونیان ہین طرح جدا ہوجاتی ہین کہ جطرح دودہ سے پانی اس فن مین متواتر اور مشہور اور عزیز و غریب وغیرہ اقسام روایت مذکور ہوتے ہین اور (۱۷) **علم اسماء الرجال** بہی اسیکی ایک شاخ ہے جسمین راویون کی تاریخ اور اونکی راست گوئی اور دیانت داری اور حافظہ وغیرہ وہ حالات کہ جو روایت سے متعلق ہین مذکور ہوتے ہین ۔ (۱۸) **علم حدیث** کہ جسمین نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال افعال و سکوت اور اسیطرح صحابہ و تابعین کے اقوال افعال و سکوت کو نقل کیا جاتا ہے یہ وہ فنون ہین کہ جن پر اہل اسلام تمام بنی آدم پر فخر کرسکتے ہین ۔ انہین فنون کے وسیلہ سے مسلمانون نے اپنے نبی علیہ السلام کی سیرت کو نہایت صحت اور تحقیق کے ساتہ اپنی کتابون مین جمع کر دیا ہے ۔ امام بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہم محدثین کو خدا تعالے نے وہ قوت حافظہ عطا کی تہی کہ جنکو بالاتفاق حرف بحرف سنہا و ہزارہا احادیث یاد تہین اور کہرے کہوٹے کے پرکہنے مین انکی زبان معیار رہی اسلیئے جو مصنف مزاج اہل اسلام کے اصول روایت اور کتب حدیث کو جانتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اہل کتاب کے میل کو صحیح بخاری سے صحت روایت مین کچہ بہی نسبت نہین ۔ حضرت مسیح کی تاریخ کو گرچہ بربناس وغیرہ بہت عیسائیون نے بڑی احتیاط سے لکہا ہے کہ خلوصیائی الہامی اور حضرت مسیح کی اصلی انجیل سمجہتے ہین مگر خود ان پانچ چہ جزر کی کتابون مین مصنفون نے بہت غلطیان کی ہین اور ایکنے دوسرے کے برخلاف بیان کیا ہے اور ان مین سے متے اور مرقس اور لوقا اور یوحنا کی انجیلین (تاریخین) صحیح بخاری و مسند احمد بن حنبل کا مبیوان

تفسیر ۔ ۔ ۔

تفسیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع اللہ کے نام سے کہ جو نہایت مہربان اور رحمت کرنیوالا ہے۔ یہ تو علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اس سورہ فاتحہ کے سات آیتین (جملہ) ہین مگر اسمین اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ بھی اونمین داخل ہے کہ مجموعہ کا نام سورہ فاتحہ رکھا جاوے یا بسم اللہ کو (کہ جو قرآن مجید کا جزء اور بلاشبہ کلام الٰہی ہے) اس سورۃ کے اول بلکہ سب سورتون کے اول مین اسلیئے لکھدیا گیا کہ ایک سے دوسری سورۃ مین فرق ہوجاوے۔ اور اس سے سورہ کا ابتداء کرنا باعث تبرک سمجھا جائے پس مدینہ اور بصرہ اور شام کے قاریون اور فقہاء کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ یہ جزء سورۃ نہین محض فصل اور تبرک کیلئے لکھی گئی ہے۔ اور یہی بات قوی ہے کیونکہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے اور سیطرح طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابوداود وغیرہم محدثین کی روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت نمازمین بسم اللہ کو آہستہ پڑہتے تھے اور الحمد للہ رب العالمین کو پکار کر پڑہتے تھے پس جب یہ ہے تو بسم اللہ الحمد کا جزء نہین کیونکہ سورہ مین سے ایک جزء کا خفیہ پڑہنا کوئی وجہ نہین رکھتا اگر یہہ جزء ہوتی تو اسکو بھی پکار کر پڑہتے۔ اور مکہ اور کوفہ کے قاری اور فقہاء اسکو جزء الحمد سمجھتے ہین اور امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی مذہب ہے اور اسلیئے یہ لوگ اسکو نماز مین پکار کر پڑہتے ہین۔ اور انکے پاس بھی دلائل ہین ۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ نے اس بارہ مین کسی بات کی صراحت نہین کی دونون فریق اپنی اپنی راے سے اپنے مذاہب کو احادیث سے ثابت کرتے ہین ۔ پھر جو اسکو جزء الحمد کہتے ہین اونکے دو قول ہین بعض کی یہ راے ہے کہ یہہ آیت پوری ہے اور بعض کہتے ہین آیت کا ٹکڑا ہے بلکہ اگلا جملہ ملکر ایک آیت ہوتی ہے۔ پس جنکے نزدیک بسم اللہ بھی ایک آیت پوری ہے تو اونکے نزدیک صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ایک آیت ہے۔ اور جنکے نزدیک نہین تو وہ صراط الذین انعمت علیہم ایک آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو دوسری آیت کہتے ہین واللہ اعلم ۔

ترکیب

لفظ با جار اور اسم مجرور مضاف اللہ مضاف الیہ موصوف اور لفظ الرحمن الرحیم دونون یکے بعد دیگر اسکی صفت موصوف وصفت جو مضاف الیہ ہے اپنے مضاف سے ملکر جار کا مجرور ہوا۔ اور یہہ جار متعلق ہے ایک فعل محذوف کے اور یہان اقرأ ہے کیونکہ جس چیز پر بسم اللہ پڑہی جایا کرتی ہے وہان اوسی قسم کا فعل محذوف مانا کرتے ہین جو کہاتے وقت پڑہین گے تو وہان آکل اور پیتے وقت اشرب علے ہذا القیاس پس سب اپنے فعل محذوف کے ساتھ ملکر

جملہ فعلیہ ہوا۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سورت میں یہہ بتلاتا ہے کہ یوں کہا کرو۔ نہ یہہ کہ وہ خود اپنی طرف سے یہہ کہتا ہے میں خدا رحمن رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں تاکہ آگے چلکر یہہ کہنا پڑے کہ وہ کسی مخاطب سے یہہ کہتا ہے کہ میں تیری ہی عبادت کرتا اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں الخ۔ پس حاصل مطلب یہہ ہوا کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو تعلیم کرتا ہے کہ یوں کہو کہ ہم خدا کے نام سے شروع کرتے ہیں کہ جو بڑا مہربان اور رحیم ہے الخ۔ ان مسائل کا ذکر اس تفسیر میں مفید عام نہیں اسلئے اُنسے قلم کو روکتا ہوں کہ بسم اللہ میں جو اسم ہے وہ سمو سے مشتق ہے کہ جسکے معنی بلندی کے ہیں جیسا کہ اہل بصرہ کہتے ہیں یا سمہ سے کہ جسکے معنی علامت ہیں جیسا کہ اہل کوفہ کہتے ہیں۔ اور یہہ کہ لفظ اللہ کونسے لفظ سے مشتق ہے اور رحمن متصرف ہے یا غیر متصرف۔ لیکن یہہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بسم اللہ میں اصل باسم اللہ تھا الف کو کثرت استعمال سے حذف کرکے اُسکی جگہ کتابت میں ب کو طویل کر دیا اس لئے عربی میں لبسم اللہ لکھتے ہیں نہ بسم اللہ +

نکات متعلقہ بسمہ

وقعہ ۱ چونکہ دنیا میں انبیاء علیہم السلام اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کا رستہ دکھاویں اور اُس معبود حقیقی تک پہونچا دیں کہ جو عالم حس میں دکھائی نہیں دیتا نہ کسی قوت سامعہ ولامسہ وذائقہ وشامہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور جسکے وجود میں وہ لوگ شک کرتے ہیں کہ جنکو ان حواس خمسہ کے سوا اور کوئی کامل قوت ادراک عطا نہیں اور جو عطا ہے تو اُسپر شکوک وشبہات کی ہزاروں موٹی خاکیں پڑی ہوئی ہے اور وہ تمام کاروبار کو صرف عالم محسوس پر منحصر جانتے ہیں۔ اور جو وجود کے قائل ہیں تو ہر امر میں اسباب ظاہریہ اور اپنی تصرفات ہی کو موثر حقیقی جانتے ہیں اور اسی لئے جو چیز اسباب ظاہرہ پر مبنی نہیں (جیسا کہ معجزات وکرامات) اُن کا وجود نہیں مانتے ہیں اور اسی لئے توکل کو لغو جانکر حصول دنیا میں سرگردانی اور ناکامیابی پر سخت پشیمانی اُٹھاتے ہیں الغرض ہر کاروبار میں اُس حقیقی فاعل کی طرف کہ جو اس پردہ میں آپ سب کچھ کر رہا ہے توجہ نہیں کرتے **پس** اُنکے لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی کی معرفت اوّل یہی سبق دیا کہ ہر کاروبار میں بسم اللہ کیا کریں اور ہر چیز کا فاعل حقیقی اور موثر تام جانکر برکت اور استعانت کے لئے مجھی کو یاد کیا کریں سو اس لئے نبی صلعم نے کھانے پینے ہر کام کے خیر میں بسم اللہ پڑھنیکا حکم دیا اور یہہ سنا دیا کہ جو کام اس سے خالی ہوگا وہ گو عادت اللہ کے موافق اپنے اسباب پر مرتب ہو جائیگا مگر اُس میں وہ روحانی برکت جو منعم حقیقی اور فاعل اصلی کی یاد اور اُس کی استعانت سے ہوتی تھی نہ ہوگی (احیاء العلوم اور اکثر جوامع احادیث میں وارد ہے) اُس کے یہی معنی ہیں اور اسی لئے اپنے کلام مقدس میں سب سے اوّل بسم اللہ کو منزل من اللہ بنا کر لکھوا دیا **جو** شخص بین دستے خدا تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہے اور تعلیم عباد کے لئے سلسلہ نبوت کو برحق مانتا ہے

اور آسمانی دستور العمل کو بھی تسلیم کرتا ہے تو اوسکے نزدیک مکتب نبوت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے بہتر کوئی سبق عقل مین نہین آسکتا۔ یہہ بات تعلیم کتاب آسمانی کے لیئے ضرور ہے اور جس الہامی کتاب مین اول یہ نہین تو اوس کتاب مین مقصود ہے

(۲) ہر کار بار مین موثر حقیقی اور خالق اسباب بلکہ جملہ کائنات سمجھکر اوسکا نام لینا اور اوس سے برکت و استعانت چاہنا گرچہ ایسا بدیہی حکم ہے کہ جسکو فطرت سلیمہ بہت جلد تسلیم کرتی ہے اور جسمین کسی خدا پرست کو انکار نہین مگر قران نے جو خدا کا نام لینا بتلایا ہے تو اون خوبیون کے ساتہ بتلایا ہے کہ جنکا کچھہ بیان ہی نہین۔ از انجملہ یہہ کہ باللہ الرحمن نہ فرمایا بلکہ بسم اللہ الخ فرمایا تاکہ یہہ معلوم ہوجاے کہ جسطرح خدا تعالے کی ذات پاک سے برکت اور استعانت طلب کیجاتی ہے اسیطرح اوسکے نام مین بہی وہی اثر ہے دوم یہ کہ بندہ کی رسائی اور اوسکا ارتباط بحالت ابتدائی اوسکے نام ہی تک ہے کیونکہ کیا خوب کہا ہے ؎ دامن تلک تو تیرے کہان دسترس مجھے ۔ تیری گلی کی خاک ہون تو بہی ہے بس مجھے ۔ سوم چونکہ مشرکین باسم اللات والعزے کہتے تہے اونکے مقابلہ مین رد شرک کے لئے بسم اللہ کہنا مناسب ہوا از انجملہ یہہ کہ تین نام ذکر کیئے اللہ رحمن رحیم اور انسان کیا بلکہ ہر ممکن کے تین حال ہین اول عدم کہ جب اسکی ہستی کا نام و نشان بہی نہ تہا جیسا کہ خود بہی فرماتا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ کہ بلاشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بہی گزرا ہے کہ جسمین اسکا نام و نشان تہا دوم یہہ ہستی دنیا جسکو عرف عام مین زندگانی کہتے ہین سوم اس عالم سے کوچ کرجانا کہ جسکو موت کہتے ہین یا یون کہو اول وہ زمانہ کہ جسمین اسکی روح اس قید جسمانی سے آزاد اور عالم قدس مین خاد تہی یعنی دنیا مین پیدا ہونے سے پیشتر دوم یہ زندگی مجازی کہ جسمین ہزارہا حاجات اور بیشمار بلیات ہر طرف سے گہیرے ہوئی ہین تیسرے پہلے سے آزادی حاصل کرکے اپنے اصلی وطن مین جانے اور وہان عالم قدس مین اپنے اعمال کی جزا پانے کا زمانہ ہے پس اسلیئے ابتدا کلام مین (کہ جو ہر کام کے ابتدا مین پڑہنا بندہ کو مناسب ہے) اپنے وہ تین نام ذکر فرمائے کہ جو تینون حالتون سے مناسب ہین تا بندہ کو اپنے تینون حال یاد آجاوین اور تینون حالون مین خدا تعالے کے ساتہ تعلق خاص اور احتیاج بالاختصاص کا تصور آکر جمیع امور دنیا و آخرت مین نیک چلنی اور ہر طرح کی بہلائی پر دل آمادہ ہوجاوے اور روحانی معلومکی سب تعلیم کو برحق جانکر بصدق دل اونکو قبول کرے۔ سو اسلیئے سب سے پیشتر اللہ کا نام ذکر کیا کہ جو اوس ذات مقدسہ پر دلالت کرتا ہے کہ جسمین ہر طرح کی صفات کمال و جلال پائے جاتے ہین کہ جنمین سے قدرت کاملہ بہی ہے کہ وہ معدوم سے موجود اور موجود سے معدوم کرسکتا ہے یہہ نام پہلی حالت کو یاد دلاتا ہے اور خالق سے رابطہ بڑہاتا ہے جب اس نام کا تصور دلمین جگہہ پکڑتا ہے تو پہر دنیا مین کسی چیز کی ہستی آنکہون مین نہین جچتی چہ جائیکہ پہر اوسکی پرستش کیجائے اور اوس سے حاجت برآری کے خیال کو بہی دلمین جگہہ دیجائے ؎ چو سلطان عزت علم برکشد ۔ جہان سر بجیب

اور کسی کتاب الہامی یا اسم کی تجلیات عارف کے دل پر پرتو فگن ہوتی ہین تو یہانتک محویت ہوجاتی ہے کہ اپنے آپ کو ہوگی سوال ہمنے اپنا بسا میری نظرون مین تو اسقدر ہے ؎ جدہر دیکھتا ہون ادہر تو ہی تو ہے ؎ اس مرتبہ کو توحید محبت ہے ہین تثلیث و تربیع کا یہان کیا ذکر ہے ۔ معلم روحانی تیری تعلیم کے قربان پہلے ہی سبق مین تکمیل کرکے سعادت کو پہنچادیا مبدء اصلی جل جلالہ سے ملادیا ۔ اسم سے ابتدا رسلوک تہی اوسکے سمے اللہ پر انتہا ہوگئی ؎ اسکے بعد لفظ رحمٰن کو ذکر کیا (کہ بروزن فعلان ہے) جسکے معنے زیادہ رحمت کرنیوالا ہے کسیلئے رحیم سے اسمین حروف زیادہ ہین اور کلام عرب مین زیادتی حروف زیادتی معنی کے لیئے آتی ہے اور اسیلئے رحیم آدمی کو کہہ سکتے ہین رحمٰن نہین کہہ سکتے کیونکہ حد سے زیادہ رحمت اوسی کا کام ہے اور جو کوئی رحمت کرتا ہے کسی نہ کسی غرض سے کرتا ہے خواہ دنیا و دین کی بہلائی ہو یا زوال جب مال یا بجنسیت کے عار و ننگ سے رہائی ہو ۔ اس سے قطع نظر اور جو کوئی رحمت کرتا ہے تو اوسکے دلمین یہ جوش اوسی کی رحمت کا پرتو ہے اور پھر یہ رحمت کرکے جو کسیکو کچھ بہلائی پہنچائیگا وہ سب چیزین خدا ہی کی مخلوق ہین الغرض یہ لفظ اللہ ہی پر بولا جاتا ہے یہہ اسم اوسحالت دوئی کے لیئے آئینہ جہان نما ہے یا تریاق جان فزا ہے سو لفظ اللہ کے بعد اسکے ذکر کرنے مین دو نکتہ ہین اول یہ کہ عالم ہستی دنیا مین اگر انسان جسمانی اور روحانی ہزارون بلاؤن مین گرفتار ہوتا ہے اور اسکو سیکڑون چیزونکی حاجت پڑتی ہے ۔ پس اس عالم کے مناسب جسمین مؤمن کافر بڑے بہلے سب ہین لفظ رحمٰن ہی کہ جو غیر متناہے رحمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جسقدر مرض اور عقدہ دوا دنیا عین حکمت ہے پس دنیا کے حوائج چونکہ غیر متناہی ہین اونکے مقابلہ مین ویسا ہی لفظ بولنا معلم روحانی کا کمال ہے دوم یہہ کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے اور رحمٰن و رحیم اسما رصفات اور قانون بلاغت یہ چاہتا ہے کہ اسم ذات کے بعد وہ اسم صفت بولا جاوے کہ جو بمنزلہ علم کے خاص ہو یہان اس لفظ رحمان مین ایک اور نکتہ بہی ہے کہ تم امور معاشرت مین اپنے بیگانے مؤمن و کافر بلکہ ہر چیز سے مہربانی اور رحمت سے پیش آؤ ۔ اور سب سے باہم رحم دلی کا برتاؤ کرو چنانچہ اسکی شرح مین وہ خود ہی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ کہ اللہ تعالے کو احسان کرنیوالون سے محبت ہے اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کہ خدا تمکو انصاف اور بہلائی کرنیکا حکم دیتا ہے ۔ اور اسکی شرح مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیشمار احادیث صحیحہ وارد ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ۔ تمام قوانین تمدن اور رفاہ عام کے لیئے یہ جملہ اصل الاصول ہے ؎ آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است ؎ باد و ستا بلطف با دشمنان مدارا ؎ اسکے بعد لفظ رحیم کو انسان کے تیسرے حال یاد دلانیکے لیئے ذکر کیا کیونکہ حسب قاعدہ لفظ رحمن مین زیادتی باعتبار کمیت کے مراد کہکر اوسکی رحمت کو عامہ و تامہ بُرے بہلون سب کے لیئے قرار دیا گیا تہا

اب مزید علیہ لفظ رحیم کو خاص ایک جنس یعنی خدا تعالیٰ کے فرماں برداروں کے لئے خاص کیا
کو لانا اُن اسباب کو بتلاتا ہے کہ اس جہان سے سفر کر کے جب ارواح وہاں جاویں گی تو اُنکے
سے اُن پر اُسکی رحمت خاص ظہور کرے گی کہ جسکی تفسیر نبی علیہ السلام نے اور خود قرآن نے واسع سعدوہ میں و
ہے کہ وہاں بمقتضاے رحمت اعمال حسنہ و عقائد صحیحہ ہر طرح کی نعمت میں متشکل ہو کر نظر آویں گی۔ اس نقطہ میں اجمالاً
آخرت کے متعلق سب باتوں کی طرف اور اُن کاموں اور عقائد کی طرف کہ جو وہاں کار آمد اور نافع ہوں گے اشارہ ہے
جس طرح کہ لفظ رحمن میں دنیاوی معاشرت کے اصول کیطرف اور لفظ اللہ میں اُسکی ذات و صفات کے متعلق باتوں
کیطرف اشارہ تھا۔ یہ بسم اللہ الخ گویا انسان کے لئے اُن تمام الہامی باتوں کا (کہ جو انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے یا
بطور الہام عقل کتب مقدسہ و کتب حکماء میں لکھی گئی ہیں) خلاصہ یا فہرست ہے گویا سب کو جمع کر کے اور سب کا عطر
برد یا گیا ہے کہ پھر اسکی شرح باقی الحمد اور اُسکی شرح تمام قرآن اور اُسکی شرح تمام کتب نافعہ ہیں
یا یوں کہو تعلیم روحانی اور الہام قرآنی ایک شجر خوبی اثر ہے کہ جسکا سیدہ اولیٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے جسطرح کہ درخت کا
سیدہ تخم ہوتا ہے اور پھر اجمالی طور پر تمام پھل پھول شاخ و برگ اسمیں لپٹے ہوتے ہیں اور پھر وہ درجہ بدرجہ حالت تفصیلی
میں آتے جاتے ہیں ؂

دفعہ ۳ اس بسم اللہ کا ابتدا قرآن میں ان تین مخصوص سورتوں کے ساتھ آنا اور ہر کار کی ابتدا میں اس سے خدا تعالیٰ
کو یاد کرنا ایک لطیف بات کیطرف بھی اشارہ ہے اور وہ یہ کہ انسان جواہرات کو پیدا نہیں کرتا ہے بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی پیدا
کی ہوئی چیزوں میں تصرف کرتا ہے پس لفظ آلہ میں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ چیزیں کہ جنسے ہم نفع لے رہے ہیں اُن جامع صفات
جلال و جمال کے مخلوق ہیں بلکہ سمجھ کر کرنا چاہیے اور لفظ رحمن میں اسطرف اشارہ ہے کہ جسطرح ان اشیاء کا وجود اُسکی طرف سے ہے
اسیطرح انکی بقا بھی محض اُسکی رحمت کاملہ کا نتیجہ ہے اور لفظ رحیم میں اسطرف اشارہ ہے کہ ان چیزوں سے انتفاع کہ جو اُن کے
پیدا کرنیکا نتیجہ اور علت غائیہ ہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ہوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً سے زمین کی سب چیزیں تمھارے
لئے پیدا کی ہیں) محض اُسکی صفت رحیمیت کا اثر ہے **قطعہ** ایر بادو مہ و خورشید فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و
بغفلت نخوری ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ؂ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری ؂ اگرچہ اور
بھی بہت سے اسرار اس تھوڑے سے کلام میں ودیعت رکھے گئے ہیں کہ جنکے بیان کو ایک دفتر
جدا گانہ چاہیے۔ مگر آپ کو یہ تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسقدر تھوڑے سے
کلام میں اسقدر تعلیم روحانی اور مقاصد الہامی بھرے ہوئے ہیں کہ جو آدم سے لیکر اب تک

اور کسی کتاب الہامی یا غیر الہامی مین نہین پائی جاتی اب اس سے بڑھکر اور کون سی ضرورت قرآن اور الہام کے لیئے ہوگی **سوال** ہمنے ایک انجیل عربی کا پرانا نسخہ بچشم خود دیکھا ہے کہ اوسمین ہر انجیل کے ابتدا مین اس بسم اللہ سے بسم اللہ لکھہ رکھی ہے۔ اور اسیطرح پارسیون کے دساتیر مین ہر نامہ کے اول ایک اسی قسم کی بسم اللہ لکھہ رکھی ہے مانیا نبی علیہ السلام نے یہ وہانسے لیکر اپنے قرآن مین داخل کر دی ہوگی اور اسیطرح بہت سے مضامین قرآن مجید کے کتب عہد عتیق و عہد جدید و دساتیر وغیرہ سے ملتی ہین چنانچہ ایک پادری نے ایک کتاب **عدم ضرورت قرآن** لکھکر یہ بات خوب ثابت کر دی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ مضامین اور الہامی کتابون سے لیکر اپنی کتاب بنائی ہے پس جب یہ ہے تو پھر قرآن نازل ہونیکی کیا ضرورت تھی **جواب** اس سوال سے تو اور بھی جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری تصدیق ہوتی ہے کسلیئے کہ جسقدر انجیل کے نسخہ صحیح کرکے پادریون نے لندن اور فرانس اور دیگر بلاد مین چھپوائے ہین اونمین اوس بسم اللہ کا کہین نام و نشان بھی نہین البتہ اوس عربی انجیل مین کہ جسکا آپ حوالہ دیتے ہین ہمنے بھی وہ بسم اللہ دیکھی ہے کہ جسکی یہ عبارت ہے۔ باسم الاب والابن والروح القدس پس اسمین کسیکو شبہ نہین کہ اس انجیلی نے چونکہ عربی دان تھا قرآن خوان تھا تقلیداً یہہ بسم اللہ بنا کر لکھی جس سے یہ یقین ہوگیا کہ غیر لوگون کے دلون مین بھی اس کلام الٰہی کی خوبی بس گئی اور انھون نے چاہا کہ ہماری کتابون مین یہہ ہو تو بہت خوب ہو چنانچہ بخوف ثبوت سرقہ بجنسہ اصل کلام الٰہی کو تو نہ لکھا اور اوسی طرز پر کچھہ الٹ پلٹ کر لکھدیا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بھر کبھی ایران مین تشریف نہین لیگئے نہ کسی مجوسیونکے مدرسہ مین تعلیم پائی نہ کوئی مجوسی کتب خانہ یا مدرسہ عرب مین تھا بلکہ یہودی اور عیسائی مذہب کا تو کچھہ چرچا ہی تھا پارسیون کے مذہب سے تو وہ لوگ محض ناآشنا تھے پھر آنحضرت علیہ السلام اونکی کتاب مین سے سیکھنے کیونکر گئے اور اوس زمانہ مین اونکی یہ کتابین خود انہین لوگون مین بھی پوری شائع نہ تھین جسطرح کہ عیسائیون اور یہودیون کے ہان کتاب کی کثرت تھی اونکے ہان بھی اور جو کوئی کتاب تھی تو اوسکو بڑے متبرک لوگونکے پاس مقدس جگہہ مین رکھتے تھے غیر قومون سے از حد چھپاتے تھے یہ جہاں پہ نہ تھا کہ جسکے بدولت ہر کتاب گلی گلی مین عام لوگون تک دست بدست گردان پھرتی ہے۔ اور یہہ گمان کرنا کہ عجمی غلام سلمان فارسی وغیرہ آپکے پاس رہتے تھے یہ سیکھہ کر لکھی ہوگی محض خیال خام ہے کیونکہ اول تو یہہ غلام کچھہ اپنے مذہب کے عالم نہ تھے کہ انھون نے تعلیم کر دیا ہوگا دوم اگر یہہ تھا تو پھر اون غلامون پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ ایسے شخص کے ہاتھہ پر اس صدق دل سے ایمان لائے کہ ہر چند اونکے مالکون نے اس بات پر اون پر کوڑے برسائے دھوپ مین چومینکا کیا بھوک پیاس کی تکلیف دیکر سخت مشقت مین گرفتار کیا مگر وہ پھر بھی حضرت کے دین سے نہ پھرے۔ سو اسمین بھی کوئی شبہ نہین کہ ایرانیون

مسلمانون سے سُنکر اس کلام کو اوڑا لیا اور بلکر اپنی کتاب مین لکھ لیا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر کے کسی نسخہ مین یہ نہین دلو فرضنا ہوا بھی تو ہین یہ خوبی کہان ہے کیونکہ بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر مین لفظ کمر ہے اور یہہ بھی ظاہر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جسقدر محرف کتابین اور اوہام آمیز مذہب یا لوگون کی رسم و عادات تھی سب غلط اور ناحق نہ تھے کیونکہ جھوٹی باتون مین بعض سچی باتین اور بُری عادتون مین بعض بھلی عادتین بھی ہوتی ہین پس اوس نبی کا کہ جو تمام جہان کی صلاح اور فلاح کا بیڑا اوٹھاوے یہ کام نہین کہ وہ حق و ناحق سبکو مٹاکر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بناوے جیسا کہ خود پسند کیا کرتے ہین بلکہ ہر مذہب اور ہر کتاب مین اور ہر رسم و رواج مین جو کچھہ حق اور فطرت کے موافق ہو اوسکو قائم رکھے اور غلط کو مٹادے نہ یہہ کہ سبکا انکار کرے اور نہ یہہ کہ سبکو تسلیم کرے پس جب یہ بات ہر دانشمند کے نزدیک متفق پر فرض ہے تو اب ضرور ہے کہ اوس مجموعہ تعلیم حقانی کے بعض اجزا کسے مذہب ملت کے مطابق ہون اور بعض اجزا بعض دیگر کے مطابق ہون اور اسیطرح بعض عادات و رسوم کا حال ہے ۔ پادری صاحب آپکے عہد جدید مین کونسی نئی بات ہے کہ جو اور تاریخون اور کتب اخلاق یا عہد عتیق مین نہین ہر اس فرضی انجیل کو کتاب الٰہی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ براہ مہربانی اوسکو بھی بیان کر دیجیے ۔ یہہ آپکی کتاب کا اجمالی جواب ہے اور تفصیلے بشرط فرصت بہر گوش گزار کرون گا ۔

دفعہ ۴ جو شخص کسی کی اطاعت کرتا ہے اور اوسکے حقوق و عہد کو قائم رکھتا ہے تو یا اوس سے خوف اور مضرت کا ڈر ہوتا ہے یا کسی انعام و اکرام بھلائی کی امید ہوتی ہے ۔ سو یہہ دونون چیز تو وہ ہین کہ جن پر عموماً اطاعت کا مدار ہے (دیکھیے عام لوگ بادشاہ سے ڈر کر اور ملازمین انعام و اکرام کی طمع دلمین دہر کر اوسکی اطاعت کیا کرتے ہین اور جہان یہ دونون باتین ہوتی ہین تو وہان اطاعت کے ساتھہ محبت بھی ہوتی ہے اور جو اطاعت کہ محبت سے مرکب ہوتی ہے وہ اطاعت صرف سے بہتر ہوتی ہے اور اسی لیئے ایمان کو امید و بیم دونونکے اندر رکھا ہے کیونکہ محض خوف سے نفرت اور محض امید سے جرات ہو جاتی ہے) اور بعض مخلص لوگ کہ جنکا عشق محویت کے درجہ تک پہونچا ہے وہ بلا لحاظ امید و بیم اوس سے محبت ذاتی رکھتے اور اطاعت کرتے ہین وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ اور نبی کو (کہ خدا اور بندون مین واسطہ ہے) ضرور ہے کہ بندونکو اوسکے جلال سے ڈرائے اور اوسکی محبت دلمین پیدا کرکے اطاعت پر آمادہ کرے کیونکہ تمام دنیا و آخرت کی مصلحتین اسی پر موقوف ہین پس اسلیئے اپنے ابتدا کلام مین وہ رعایت رکھی کہ جس سے یہہ مطلب نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا ہوگیا کیونکہ لفظ اللہ زبان عرب مین اوس شاہنشاہ حقیقی اور پروردگار عالم کا نام ہے کہ جسکی ہیبت سے

ضرورت قرآن کا اجمالی جواب

لرزتے ہین ۔ اس نام کے ذکر کرنے سے اوسکے ہیبت ظاہر کرنا اور خوف دلانا مقصود ہے اور رحمٰن اور رحیم سے

امید دلانا اور محبت پیدا کرنا مطلوب ہے۔ تاکہ لوگ اوس سے ڈرین اور رحمت کے امیدوار ہوکر طاعت کرین اور خالص لوگونکو تو لفظ اللہ ہی سے بلالحاظ رحمت و غضب محبت ذاتی پر تنبّہ ہوجاتا ہے جسطرح بسم اللہ مین سیر الی اللہ ہے اسیطرح الرحمٰن الرحیم مین سیر من اللہ ہے یعنی اسمٰ مسمّٰی کے علامات و آثار مین سے ہے پس عارف اس نشان سے معبود حقیقی تک پہنچتا ہے اور پھر وہانسے لغار والا رکیطرف توجہ کرکے مخلوق کی جانب آجاتا ہے۔ اور چونکہ امید سے خوف زیادہ تر اس امر مین مؤثر ہے اسلیئے لفظ اللہ کو مقدم کیا۔ اور یون بھی عَلَم اور بالخصوص مقام تبرک کا مقتضے یہی ہے کہ لفظ اللہ جسطرح ذات مین مقدم ہے ذکر مین بھی مقدم رہنے۔ اور بعد لفظ رحمٰن کے رحیم اسلیئے ذکر ہوا کہ عالم پر جو رحمت ہوتی ہے اوسکی دو شاخ ہین اول یہہ کہ ہر چیز کے لیئے اوسکی تمام حاجات اور ضروریات کو پورا کیا جاوے دوم اوسکو مخالف اور منافی چیزون سے بچایا جاوے اول شاخ چونکہ نہایت بڑی اور اہم ہے اوسکے لیئے لفظ رحمٰن کہ جسمین رحمت زیادہ ہے مناسب ہوا اور دوسری چھوٹی شاخ کے لیئے لفظ رحیم بولا گیا۔ اور اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا کے بادشاہون سے بڑی چیزون کا سوال کیا جاتا ہے اگر اونسے کوئی کمتر درجہ کی چیز مانگتا ہے تو خفا ہوتے ہین بخلاف خدا تعالےٰ کے کہ اوس سے چھوٹے بڑے ہر چیز کا سوال کیا جاتا ہے پس اس مزکے لیئے رحمٰن اور رحیم دو لفظ بولے تاکہ دونون باتون پر دلالت کرین رحمٰن بڑی باتون پر رحیم چھوٹی باتون پر۔ اور ایک پلہ مین لفظ اللہ ہے کہ جس سے ہیبت و لرزہ طاری ہوتا ہے تہربان اس پلہ مین دو لفظ تسلی بخش کے بعد دیگر سُنا کر مطمئن بنایا تاکہ جسقدر اوسکا خوف دل پر پیدا ہو اوسکی کمی فی الجملے انہی کا وجوہ گر ہو کیونکہ افراط و تفریط مصلحت نبوت و منصب رسالت سے بعید ہے عیسائیون نے الوہیت مسیح و کفارہ ثابت کرنے کے لیئے اول تو وہ خوف زائد از حد دلایا کہ خدا گناہ کو توبہ سے معاف ہی نہین کرسکتا اور وہ جو آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تہا تمام بنی آدم پر پشت بہ پشت چلا آتا تہا (حالانکہ کسیکا گناہ خدا کی عدالت تو کیا بندونکی عدالت مین بھی دوسرے شخص پر لازم نہین ہوتا) اوسکی سزا دینی خدا کو از حد ضرور تہی اسلیئے خود دنیا مین بشکل حضرت مسیح نو مہینے رحم مین خون کہا کر مقام مخصوص سے پیدا ہوا اور تمام دنیا کے گناہونکی (دہوبی کی لادی کیطرح) گٹھری باندہکر اپنی پشت پر لاد کر لیگیا اور تین روز جہنم مین رہا اور ملعون ہوا حالانکہ یہہ عقیدہ چند وجوہ سے رد ہے (۱) تو خدا قادر اور رحیم و غفور ہے توبہ سے گناہ معاف کرنا اوسکا قدیم دستور ہے۔ (۲) عیسائیون کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر جسقدر انبیاء اور اونکے فرمانبردار ہین سب مسیح کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نجات یافتہ ہین بلکہ مسیح اور حواریون کے کلام سے بھی ثابت ہوتا ہے پھر اگر کفارہ ضرور تہا تو اونکی نجات کیون ہوئی اور اونکے گناہ معاف ہوئے (۳) خود حضرت مسیح اور یوحنا (یحییٰ)

علیہ السلام لوگونکو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیتے تھے بلکہ خود مسیح نے ایک شخصکے گناہ معاف کردئے پس اگر کفارہ مسیح پر نجات کل بنی آدم موقوف تھے تو استغفار اور توبہ اور یہہ گناہ معاف کرنا کیونکر ہوا؟ اور پھر امید اور رجا کا یہان تک دروازہ فراخ کیا کہ تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح پر ایمان لانیوالے کی حق مین پولوس نے ہر حرام اور ناپاک چیز کو پاک کردیا اور شریعت پر چلنے والیکو لعنتی قرار دیکر مطلق العنان اور سانڈ بنا دیا حالانکہ حضرت مسیح فرما چکے ہین کہ توراۃ کا ایک شوشہ نہین مٹے گا اور خود تورات مین شریعت کے تارک پر سخت تہدید ہے تورات تو کیا اوسکے احکام عشرہ کو بھی مٹا دیا۔ اس افراط و تفریط کا کیا ٹھکانا ہے منجملہ اور ضرورات نزول قرآن کی ایک یہہ بھی ضرورت تھی کہ اس سخت گمراہی کو اوٹھا دے۔ فرمایئے پادری صاحب اس سخت ضرورت کو سوائے قرآن کے اور کس کتاب آسمانی نے پورا کیا۔ منجملہ بیشمار معجزات کے آنحضرت علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ کلام حکمت التیام بھی ہے کہ جسمین ہزاروں خوبیان ہین اور جس کا مثل بنانا پڑے اور ان پڑھ سے ممکن نہین +

ضرورت قرآن

فضائل

جن کلمات کا عالم برزخ یا عالم مثالی مین کوئی نہ کوئی ایسا اثر خاص ہوتا ہے کہ جسطرح عالم عنصری مین دواؤن کا اثر محسوس ہوتا ہے منجملہ اونکے یہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی ہے جس سے برکت کا نازل ہونا اور شیطان خبیث کا اثر ہٹنا وغیرہ فوائد علاوہ اوس روحانی فائدہ کے ہین کہ جسکی ہم ابھی شرح کر آئے ہین اور کسی موقع پر بیان کرینگے مگر اب بعض وہ فوائد کہ جو مشاہدہ ثقات مین آئی ہین ذکر کرتا ہون از انجملہ یہہ ہے کہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک شخص نے بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھایا یا جب ایک لقمہ باقی رہگیا تو بسم اللہ اولہ و آخرہ کہکر اوسکو منہ مین رکھ لیا اس بات پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئی پھر فرمایا کہ اسکے ساتھ شیطان کھاتا تھا جب اسنے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے جو کچھ کھایا تھا کھڑا ہو کر نے کر دیا۔ اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہین پڑھی جاتی اوسمین شیطان کا حصہ ہو جاتا ہے از انجملہ وہ ہے کہ جو ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب بیت الخلا مین جاکر کوئی شخص بسم اللہ پڑھتا ہے تو اوسکے ستر اور جنون کی آنکھون کے بیچ مین یہہ کلام پردہ ہو جاتا ہے ۔

---

۱ انجیل متی باب سوم ۱۲ ۲ انجیل لوقا باب ۵ آیت (۲۰) اور (۲۴) ۳ پولوس کا وہ نامہ جو طیطس کو لکھا ہے اوسکے اول باب ۱۵ درس مین ہے ۱۲ منہ
۴ پولوس کے نامہ گلتیون کا ۳ باب اور اسمین مسیح علیہ السلام کو ملعون بھی لکھا ہے ۱۲ منہ ۵ یہ خیال مت کرو کہ مین تورات یا نبیون کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہون مین منسوخ کرنے نہین بلکہ پورا کرنے آیا ہون کیونکہ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجائے تورات کا ایک نقطہ یا شوشہ ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچھ پورا نہو۔ پس جو کوئی ان حکمونمین سے چھوٹے کو ٹالے اور ویسا ہی آدمیونکو سکھائے آسمان کی بادشاہت مین سب سے چھوٹا کہلائیگا انجیل متی باب ۵ درس ۱۷ تا ۲۱ ۱۲ منہ

گو یہہ احادیث خبر احاد ہین اور بالخصوص اس خبر حدیث کے سلسلہ مین ترمذی نے کلام بھی کیا ہے اور بعض علمار نے ان کو معنی مجازی پر محمول کیا ہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ در اصل شیطان یا جن یا ہمزاد جو کہو ایک ایسی چیز مخلوق الٰہی مین سے ہے کہ جو محسوس نہین ہوتی اور انسان کے اکثر امور مین شریک ہوتی اور اوسکی نقل کرتی ہے جسکا صدہا لوگون کو مشاہدہ ہوا ہے چنانچہ **حجۃ اللہ البالغہ** مین حضرت شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہین کہ ایکبار میری ملاقات ایک دوست آیا مینے اوسکو کھانا دیا وہ کہانے لگا کہ اوسکے ہاتھ سے روٹی کا ایک ٹکڑا چھوٹ کر خلاف عادت از خود دور تک اسطرح لڑکتا ہوا چلا گیا کہ جس سے سب حاضرین جلسہ کو تعجب ہوا پھر اگلے روز محلہ مین ایک شخص کے سر پر وہ خبیث آکر یون بولا کہ فلان جگہہ ہمنے فلان شخص سے کل ایک روٹی کا ٹکڑا چھینا تہا مگر اوسنے ہمسے لے ہی لیا ہمکو ندیا اور اسیطرح کی بیشمار حکایات صادقہ ہین پس اب یہ کیا تعجب ہے کہ اس قوم جن کو ذکر الٰہی سے ایک جبلی نفرت ہے اور اسکی تاثیر مکیت اوسکو سخت ایذا پہونچاتی ہو کہ جسسے وہ لوگ ہٹ جاتے ہون **شبہ** حضرت سلامت یہ تو پورانے خیالات اور فاسد توہمات ہین کہ جنکو آج کل اہل یورپ بالخصوص نئی روشنی والے اور اونکے مقلد محض لغو سمجھتے اور اپر ہنستے ہین اور اسیطرح عیسائی بہی ان باتون کو نہین مانتے الغرض روشن دماغ اور تربیت یافتہ لوگ قائل نہین **جواب** مہربان اس انکار بلا دلیل کا تو کوئی علاج ہی نہین۔ اہل یورپ کا کیا کہنا ہے وہ تو کل غیر محسوس چیزون کے منکر ہین حتی کہ خدا تعالے کا وجود بہی صدہا نہین مانتے جرمن اور فرانس کے ملحدون بولنجر وغیرہ کی کتابین دیکھئے وہ حضرت عیسے و موسے و تورات و انجیل سب الہام کے قصہ ہی کو لغو سمجھتے ہین۔ اور پھر ہزارہا اہل یورپ و عیسائیون کے بلانے اور اپنے باتین کرا دینے اور بلا دینے کے بہی قائل ہین۔ چنانچہ **لندن** مین ایک کمیٹی بڑی زور سے یہ دعوے کرتی ہے جسکے ممبر ہندوستان مین بہی موجود ہین۔ اور عیسائیون کی اناجیل مین جب شیطان اور دیو اور ناپاک روحون کا نکالنا حضرت عیسے سے لکہا ہے تو پھر اس قوم کا انکار جن بلا دلیل چہ معنی دارد؟ اور جب دلائل عقلیہ و نقلیہ سے یہہ قوم ثابت ہو چکی ہے تو پھر اسکے افعال ناشائستہ اور کلام الٰہی کے اثر کا انکار اور بہی طرفہ ہے۔ اگر امام روشن دماغی ہے تو اس روشنی ظلمت مآب کے کیا کہنے ہین۔ **از انجملہ** وہ قصہ ہے کہ جسکو امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ حضرت **خالد بن ولید** سے مقابل لوگون نے یہہ کہا کہ تم مدعی اسلام ہو کوئی کرامت تو دکہاؤ تاکہ تمہارے دین کی صداقت معلوم ہو اور اس زہر قاتل کے شیشہ کو پیجائے اگر کچہہ اثر نکیا تو یہہ دین حق ہے چنانچہ خالد نے اونکے ہاتہ سے وہ زہر لیکر اونہین کے روبرو بسم اللہ کہکر پیلیا اور پہر وہین کہڑے رہے مگر کچہہ بہی اثر نہوا۔ اور اسی قسم کے صدہا شواہد[1] ہین **سوال**

[1] چنانچہ بچہو کے زہر دفع کرنیکے لیے اس نام الحروف کے پاس اس کلام کے متعلق ایسا عمل ہے کہ جسسے فوراً زہر دور ہو جاتا ہے بارہا

ہین مگر ہکواس قسم کی کوئی بات معلوم نہین ہوتی **جواب** خواہ دوا ہو خواہ کوئی کلام ہو اوسکی تاثیر کے لیئے دو بات ضرور ہین اجتماع شروط ارتفاع موانع - دیکھیے تریاق کے اثر مین کسی انشمند کو شک نہین مگر جب اوسکی ایک بھی شرط فوت ہوجاتی یا کوئی مانع حائل ہوجاتا ہے بہرتاثیر نہین کرتا - اسیطرح خلوص نیت وصدق اعتقاد ورابطہ الٰہی وغیرہ ان باتون کے لیئے شرط ہین اور ریاکاری اور خیالات فاسدہ وتوہمات شیطانی ان چیزون کے لئے موانع ہین - اب کلام کو یہین تمام کرکے باقی الحمد للہ کی تفسیر لکھتا ہون ✤

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (

سب طرح کی خوبیان اللہ کے لیئے ہین جو کل مخلوقات کا پروردگار ہے والا - جو نہایت مہربان بڑا رحم والا - جزا کے دن کا مالک ہے

ترکیب

الحمد مبتدا، للہ ثابت کے متعلق ہوکر اوسکی خبر ہوئی - رب العالمین اوسکی صفت اول (گو یہہ نکرہ ہے مگر معنی لحاظ سے معرفہ ہے کیونکہ رب العالمین سوائے خدا کے اور کسی پر صادق نہین آتا) الرحمن الرحیم صفت اوسکی صفت دوم مالک یوم الدین مضاف ومضاف الیہ ملکر اوسکی صفت سوم - یہہ موصوف اپنی تینون صفات سے ملکر ثابت کے متعلق ہوکر مبتدا کی خبر ہوئی اور خبر ومبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوا - گو مقام انشا حمد جملہ فعلیہ چاہتا ہے مگر چونکہ خبر حمد بھی انشا حمد ہے دوام وثبات کے لیئے جملہ اسمیہ لایا گیا ✤

تفسیر

ان تین آیتون مین خدا تعالے بہت سی حکمتین رعایت رکھکر اوس تقرب کو بتلاتا ہے کہ جسکی طرف بسم اللہ مین اشارہ تہا - بسم اللہ مین لفظ اللہ سے ہیبت اور رحمن ورحیم سے رغبت دلاکر اپنی ذات پاک کی طرف متوجہ کرنا مجملاً بتلایا تہا لیکن اوس وصول اور تقرب کا کوئی طریق صراحۃً مذکور نہوا تہا کہ وہ کیونکر اوسکی طرف متوجہ ہو اور کون سی روحانی سڑک پر چلکر شہر مقصود تک پہونچے آیا کسی درخت مین اولٹا اسکے یا دنیا کے تمام طیبات چہوڑ کر لنگوٹا باندہ کر کسی مندر یا تالاب یا دریا کے کنارے بیٹہا کرے یا کسی گرجا مین باجا بجا کر کوئی راگ یا بجہن گایا کرے یا پیالہ لیکر گہر گہر بہیک مانگتا پہرے یا کوئی اور جتن کرے کہ جس سے اوس محبوب عالم معبود حقیقی کا وصال اور جمال بالکل نصیب ہوتا کہ کمال حقیقی اور سعادت عظمے ملے سو اس وادی پرخار اور اس بحر ذخار مین سیکڑون بہٹک کر مر گئے اور بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون کی کشتیان غرق ہوگئین ✤ درین ورطہ کشتی فرو شد ... تختہ برکنار ✤ اسلئے رحمن ورحیم نے اپنی رحمت سے الہام کے

ذریعہ سے اس مشکل کو حل کر دیا اور اپنی طرف آنیکا رستہ سہل کر دیا کہ اے طالبان راہ نجات اور اے جویندگان آب حیات تم زبان سے یون کہو اور ان الفاظ کے رنگ معانی سے اپنی روح کو رنگین بناؤ کیونکہ جب تم ان الفاظ کے معنی کو خوب دلمین جماؤ اور خیالمین لاؤ گے تو تمہاری روح کی تمام کثافت اور ظلمت بہیمیت دور ہو جائیگی پس جب آئینہ کا زنگ دور ہوا تو اُسیوقت آفتاب جہانتاب کا عکس پڑ کر پرنور ہوا۔

تفصیل

اِس اجمال کی یہہ ہے کہ انسان در اصل روح ہے کہ جسکو **نفس ناطقہ** بھی کہتے ہین اور جو اس جسم سے پیشتر تھی اور اسکے مفارقت کے بعد بھی رہیگی ۔ اور یہہ جسم خاکی کمالات حاصل کرنے کے لئے اوسکا آلہ یا مرکب ہے جسطرح آئینہ مین ذاتی جوہر ظاہر کرنیکے لئے راکھہ یا کہر یا لگا دیتے ہین تاکہ اسکے بعد رگڑنے سے اوسکا جوہر اصلی نکل آئے اور یہہ خوب صاف و شفاف ہو کر چمکنے دمکنے لگے اسیطرح حضرت روح کو اس جسم کے ساتھ اسی غرض سے پابستہ کیا ہے پس اصل بالذات روح کی صفائی مقصود ہے تاکہ یہہ اوس مبدء نور سے تشبہ حاصل کر کے اوس سے جا ملے اور اسی کو **سعادت عظمےٰ** اور اسیکو **کمال اصلی** اور اسیکو **اتمام سلوک** کہتے ہین لیکن اس سلوک کو جو لوگ اپنی عقل سے تمام کرتے ہین تو اونکو وہم اور تخیلات فاسدہ کے راہزن (کہ جو اس جسم اور اوسکی بہیمیت سے پیدا ہوتے ہین) مقصود تک نہین پہونچنے دیتے بلکہ وہ ان توہمات و تخیلات کی وجہ سے مخلوق پرستی یا بنیاد جسم کے گرانے اور اس وسیلہ سے روح کو چمکانے کے درپے ہوتے ہین جیسا کہ درخت مین اولٹا لٹکنا الخ اور جو انبیاء علیہم السلام اور الہام کی روشنی مین اوس سیدھی سڑک پر چلتے ہین کہ جسکو خدا تعالےٰ نے قائم کیا وہ مقصود تک پہنچ جاتے ہین کما قال تعالےٰ **وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ** ط کہ بعض رستے سیدھے خدا تک پہنچتے ہین اور بعض ٹیڑھے ہین ۔ اور خود اسی رہ مین آگے چلکر یہ تعلیم کرتا ہے کہ یون کہو **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** الخ کہ ہمکو وہ سیدھی راہ دکھا کہ جو انبیا کی راہ ہے، **الغرض** یہہ متفق علیہ ہے کہ جب تک روح کو صفائی نہین اوس تک رسائی نہین۔

لہ کیلئے کہ جب تک طرفین مین کوئی مناسبت نہین ہوتی اوسوقت تک تقرب نہین ہوتا پس نور محض اور لطیف نہایت نورانی اور کثیف نہایت ظلمانی کو کیونکر ادراک کر سکتا ہے۔ پس جب انسان اپنی روح کو ظلمانیت سے نورانیت کی طرف لاتا ہے تو ظلمانیت اور تاریکی ہو لانیت دور ہو جاتی ہے ۔ اور انوار عالم قدس سے بہرہ مند ہوتا ہے ۔ اسطرح پڑھنے کہتے ہین کہ جسطرح آئینہ مین عکس آفتاب ۔ ہو بحضرت بارگاہ قدس اور سخنہون نفس مین باریاب اور جمال باکمال سے فیض یاب ہوتا ہے ۔ پس اس طریق کو خدا نے اسقدر مین نہایت لطف کے ساتھ بیان فرمایا ۱۲ منہ

اور یہ ظاہر ہے کہ روح مین کئی طور سے تاریکی پیدا ہوتی ہے (۱) یہہ کہ باتوسرے سے خدا تعالےٰ کے وجود اور اوسکے جمیع صفات قدرت وعظمت کا قائل نہو اور تمام مخلوقات یا بعض چیزون کی ہستی کو از خود جانے جیسا کہ **دھریہ** اور **طبیعیہ** یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ یہہ چیزین از خود طبیعت عناصر سے پیدا ہوجاتی ہین اور جب تک طبیعت اپنے تصرفات برقرار رکھتے ہے یہہ زندہ رہتی ہین اور جب حرارت غریزیہ تحلیل ہوجاتی ہے تو فنا ہوجاتی ہین اور یہ سب کاروبار گردش فلک اور طبائع اجسام سے ہوتے ہین نہ زمانہ کی ابتدا ہے نہ انتہا یہہ رہٹ ہمیشہ سے یونہین بہرتا ہے اور یونہین بہرتا رہیگا چنانچہ اس خراب عقیدہ کے لوگ پہلے بہی بہت تہے اور اب بہی بالخصوص یورپ مین ہزارون ہین (۲) یہ کہ خدا تعالےٰ کو خالق تو جانے مگر بعد پیدا ہونے کے خلق کو اوسکے اسباب شروط کی وجہ سے خالق سے مستغنی جانے جیسا کہ بعض **آریہ سماج** کا عقیدہ ہے کہ بعد مخلوق ہونے کے پہر اوسکی طرف کچہہ حاجت باقی نہین رہتی (۳) یہہ کہ اس مجموعہ عالم مین سے کسی جزو کو اوسکے کمالات ذات ووجود مین مستقل جانے اور پہر اسکو بہی اختیارات الوہیت مین شریک سمجہکر اوس سے بہی واسطہ عبودیت رکہے جیسا کہ قدماء یونان وفارس اور زمانہ جاہلیت کے عرب اور ہندو لوگ آگ اور پانی ہوا اور آفتاب وماہتاب اور تارون اور غیر مرے ارواحون کے نسبت یہ عقیدہ رکہتے تہے بلکہ رکہتے ہین (اس تاریکی روحانی کو زبان الہام مین **شرک** کہتے ہین) (۴) یہہ ہے کہ آدمی بعض حاجات اور کاروبار کے پورا ہونے کی وجہ سے (کہ جنکو رحمت الٰہی مصلحت ملک یا شہر یا اوس شخص سے خلاف جانتے ہی) اوسکو سراسر پر غضب اور بخیل اور بلا کو جانکر اوس سے محبت نکیجائے اور دلمین نفرت پیدا ہوجائے جس سے اوسکے ابرار اور اوسکے ہادی لوگون سے دشمنی کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ بعض **یہود** نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور خدا کی دشمنی پر کمر باندہی (۵) یہہ کہ گو خدا اور انبیاء کا اقرار ہو مگر قیامت اور اوسکی جزا وسزا کا انکار ہو جیسا کہ یہود مین فرقہ **صدوقیہ** کا عقیدہ تہا اور اب یہی صدہا دینون اور دیگر بعض مذاہب کے لوگون کا عقیدہ فاسد ہے بلکہ وہ بار بار جزا وسزا کا اسی عالم پر **تناسخ** کے وسیلہ سے (جیسا کہ ہنود اور مجوس کا عقیدہ ہے) یا مال واولاد تندرستی وبیماری میں محرومی وبرخورداری کے وسیلہ سے جانتے ہین جیسا کہ بعض جہلاء کا عقیدہ ہے (۶) یہ کہ قیامت اور جزا وسزا کا تو اعتقاد ہو مگر اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بعض شخصونکی نسبت یہہ عقیدہ ہو کہ وہ یہی وہان جسطرح چاہین گے اپنے معتقدون اور پرستش کرنیوالون کو فائز المرام کرینگے اور خدا تعالےٰ کے عذاب وعقاب سے مانع آوینگے اسلیئے خدا کے ساتہ نذر ونیاز استمداد وپرستش مین اونکو شریک کرتے ہین اور اوہی خدا کا جزو یا خدا کے یہم شریک یہم جانتے ہین جیسا کہ **نصاریٰ** حضرت مسیح (عیسےٰ) علیہ السلام کو

ہر ایک نقل کفر کفر نباشد

فریبی مین پڑکر کہتے ہین پس اہ جو اجکل اہل اسلام مین سے ایک فرقہ نیچریہ کہلاتا ہے وہ گو بہ سبب مسلمان ہونے کے درحقیقت طبیعیہ ہین چنانچہ اس فریق کے سرگروہ نے سرسید کی ہے اوسمین اور تہذیب الاخلاق اخبار مین اونکے عقائد ہمارے اس قول کے شاہد عدل ہین

کفارہ سمجھکر بالکل مطمئن ہوگئے ہین اور اونکو خدا اور کبھی جزء خدا سمجھتے ہین اور اسیطرح اور بھی صدہا جہلا ہین کہ وہ اپنے بزرگون کو مالک و مختار جانتے ہین۔ **سوال** اہل اسلام بھی تو اپنے نبی علیہ السلام کو شفیع روز محشر جانتے ہین **جواب** شفاعت تو یہ ہے کہ خدا تعالے رحیم ہے اپنے نبی علیہ السلام کی معرفت رحمت ظاہر کریگا اور اپنے وعدہ کو پورا فرمائیگا نہ یہہ کہ آنحضرت علیہ السلام خدا کے شریک و سہیم ہوکر اوسکے عذاب کو دفع کرینگے اور خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے اوسکے معتوب و مغضوب کو جنت مین لیجائینگے یہہ کسی اہل اسلام کا عقیدہ نہین بلکہ جو کچھہ آپ سے سرزد ہوگا بمرضی الٰہی ہوگا **پس** یہہ ہے طور اون روحانی تاریکیون کے اصول ہین کہ جو قرب خدا سے مانع ہین۔ اور یہ قرب سے محروم رہنا آخرت مین دوزخ اور طوق و زنجیر وغیرہ چیزون کی صورت مین ظاہر ہوکر **جہنم** ہوجاویگا بلکہ ہوچکا اور طرح طرح کی سختیان دکھاویگا۔ کیونکہ روح کی راحت (کہ جو بکل **جنت** ظہور کریگی بلکہ کرچکی) یہ ہے کہ اوسکے مرکز اصلی کیطرف پہنچنے مین کوئی چیز حائل نہوجائے۔ دیکھئے دنیا مین جب کوئی چیز کسی چیز کی حیز طبعی یا مرکز اصلی کے بیچ مین مانع اور عائق ہوجاتی ہے تو وہ چیز اپنے حیز اور مرکز اصلی کی طرف جانے مین کیسی پھڑپھڑاتی ہے اور یہ پھڑپھڑانا اور کشاکشی کے صدمات اوٹھانا اوسکے لئے جہنم ہے (علے قدر مراتب) باقی ان تاریکیون کے فروعات سو دو سو نہین اور ہزار در ہزار ہین اونکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ان پانچون طریقون کی ظلمانیت کو عرف شرع مین **کفر** اور **الحاد** کہتے ہین اور **ساتوان** طور تاریکی روحانی کا ایک اور ہے کہ جو اس جسم کے اعمال سے [illegible] ہے یعنی جسطرح وہ یہہ طور قوت **نظریہ** یعنی اعتقاد سے متعلق ہین یہہ **قوت عملیہ** سے علاقہ رکھتا ہے [illegible] وہ باتین بولے اور ہاتھ پاؤن سے وہ کام کرے کہ جو بزور فطرت کے خلاف ہون جنکو عرف شرع مین **حرام** اور **مکروہ** کہتے ہین جیسا کہ کلمات کفر بکنا گالی دینا غیبت کرنا جھوٹہہ بولنا فحش کی باتین مونہہ سے نکالنا قتل کرنا چوری کرنا زنا کرنا شراب پینا لوٹ مار کرنا وغیرہ وغیرہ وہ افعال و اقوال کہ جنکی تاریکی روح پر اثر کرتی اور بہیمیت زور دیتی ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تشریح فرمادی ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے پھر وہ پھیل کر تمام دل کو گھیر لیتا ہے رواہ البغوی **یہہ سات** چیزین تمام گمراہی کی باتون کے اصول ہین کہ جنکے مٹانے کے لئے سلسلہ وار انبیاء علیہم السلام دنیا مین آیا کئے اور تمام کتب آسمانی بلکہ جمیع کتب حکمت و اخلاق انہین سات چیزون کی شرح ہین۔ خود قرآن مجید مین بھی مختلف عنوان سے اسکو بیان کیا ہے چنانچہ ایک جگہہ ایک ہی جملہ مین اسکو ختم کردیا **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا** کہ جسنے اپنی روح کو پاک اور منور کیا اوسنے مراد پائی اور جسنے آ[illegible]

توحسارت اور تباہی اور ایک جگہہ اس نجات اور ابدی حیات کو اور لطف سے بیان فرمایا فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ کہ جو چاہے اپنے رب کے پاس آنیکا ٹھکانا بنالے۔ اور ایک جگہہ اور ہی خوبی سے اسکو ادا کر دیا يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ط کہ اے انسان تو اپنے رب کی طرف کہنچ کرکے چلا آتا ہے آخر اوسکے پاس پہونچے گا۔ وغیرہا من الآیات۔ پس ان جہان ساتوں کو چہوڑانکے برخلاف مین جو سات عمدہ اصول ہین اونکی طرف موہنہ موڑتا ہے تو مقصود اصلی کو پہنچ جاتا اور سعادت عظمےٰ پاتا ہے ۞ پس ان آیات مین خدا تعالےٰ نے اپنے پاس آنے کا رستہ اسطرح سے بتایا کہ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا ان صفات کے ساتہ کرو تا کہ روح منور ہو جائے اور جناب قدس تک گزر ہو جائے۔ اب ہم یہ بات بتلاتے ہین کہ کونسے جملہ سے کس بات کی طرف اشارہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ { کہ تمام خوبیان اللہ کے لیئے ہین } مین اول بات کیطرف اشارہ ہے کیونکہ حمد اوس ثنا و صفت کو کہتے ہین کہ جو کسی شخص کے کمالات ذاتیہ و اختیاریہ کی وجہ سے زبان پر آوے جسطرح کہ مدح کمالات غیر اختیاریہ پر ہوتی ہے حمد اختیاریہ پر۔ موتی کی صفائی اور کسی مکان وغیرہ غیر ذی عقل کی صفائی و زیبائی کو جو بیان کرینگے تو اسکو مدح کہینگے نہ حمد اور شکر کسی انعام و اکرام کی وجہ سے ہوتا ہے خواہ زبان سے ثنا و صفت کر دیجائے یا کوئی تعظیم کا کام کر دیا جاوے یا دل ہی مین خوشنودی پیدا کیجائے۔ شکر اور حمد مین عموم و خصوص من وجہ ہے جو حمد کہ کسی انعام و اکرام کی وجہ سے ہو وہان اوسکو شکر بہی کہہ سکتے ہین۔ پس جب بندہ نے دل سے یہہ کہا اور صحیح اعتقاد کیا کہ تمام خوبیان خدا کے لیئے ہین تو خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کمالیہ کا اقرار پایا گیا دہریا پن جاتا رہا۔ اور جب کہا رب العالمین کہ وہ تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے۔ اس سے دوسری اور تیسری بات جاتی رہی کیلیئے کہ عالم بروزن فاعل بالفتح اوس چیز کو کہتے ہین کہ جس سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو جاوے اور وہ خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات کے سوا ہر موجود و مخلوق کو شامل ہے کیونکہ ان سے انکی پیدا کرنے والے خدا تعالےٰ کا علم حاصل ہوتا ہے دیکہیئے جب ہم کسی تخت یا مکان کو دیکہتے ہین تو ہمکو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ضرور اسکا بنانے والا کوئی بڑہئی اور معمار تہا کہ جسکے ہاتہ سے یہہ بنے ہین اسیطرح مخلوقات کو غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور کوئی قادر ہیچون و چرا ہے کہ جو اسکو عدم سے ہستی مین لانے والا ہے۔ پہر اس عالم کے بیشمار انواع و اقسام ہین عالم مجردات

ل ملائکہ ہین جو چھپے ہوئے

چیزین ہو تا ہے پہلی چیزین کہ جو جسم عنصری و جرم سماوی سے بری ہین اور ہمکو بسبب لطافت کے دکہائی نہین دیتین۔ دوسرے کہ عالم عنصری مین ہو اور لطافت سے دکہائی نہین دیتی جیسا کہ ملائکہ اور ارواح **عالم** جہانیات پہر اسکی دو قسم ہین **عالم** علویات جیسا کہ آسمان اور آفتاب و ماہتاب و ستارے اور **عالم** سفلیات پہر اسکی بہی دو قسم ہین ایک **عالم** لطیفات یعنی وہ چیزین کہ جو بسبب لطافت کے دکہائی نہین دیتین جیسا کہ ہوا اور کرہ آتش اور دیگر بسائط کہ جو علوم جدیدہ سے ثابت ہوئے ہین اور وہ چیزین کہ جنکا مادہ صرف یہہ لطیف عناصر ہین یا یہہ غالب ہین جیسا کہ **جن** اور شیطان اور دیگر مخلوقات الٰہی کہ جنکو ہم نہین جانتے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا ھُوَ۔ دوسرا **عالم کثیفات** پہر اسکی بہی دو قسم ہین **عالم مفردات** جیسا کہ پانی اور خاک **عالم مرکبات** پہر اسکی چار قسم ہین **عالم کائنات جوّ** یعنے وہ چیزین کہ جو زمین سے اوپر ہین جیسا کہ ابر اور اولے اور قوس قزح وغیرہ چیزین دوم **عالم جمادات** یعنی پہاڑ اور دیگر معدنیات چاندی سونا ہیرا بلور وغیرہ سوم **عالم نباتات** درگہاس اور جڑی بوٹی وغیرہ چہارم **عالم حیوانات** یعنی انسان گدہا گہوڑا جاندار چیز خواہ بری ہو خواہ بحری ان تینون اخیر کو **موالید ثلاثہ** کہتے ہین **عالم انسان** مشرف ہے بلکہ اپنے روحانی علاقہ سے تو ملائکہ سے بہی دو چار قدم آگے ہے ان سبکو جمع کر کے خدا نے رب العالمین کہا تو کوئی چیز اوسکی تربیت اور پرورش سے باہر نہی اور تربیت یہہ ہے کہ درجہ بدرجہ کسی چیز کو پورا کیا جاوے اور اوسکے اوس کمال تک پہنچایا جاوے۔ اور عالم محسوسات مین تو آپکو بہی صدہا بلکہ ہزارہا چیزون کا درجہ بدرجہ تربیت پانا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ سب سے اول اشرف المخلوقات حضرت انسان ہی دیکہئے کہ اول غذاؤن سے نطفہ بنتا ہے پہر عورت کے پیٹ مین علقہ اور مضغہ بنکر پورا بچہ بنتا اور پہر آتا ہے۔ اور پہر ایک ہی بار جوان و قوی نہین ہو جاتا بلکہ رفتہ رفتہ اسطرح سے کہ پہلے بیٹہنے لگتا ہے پہر گہٹنیون چلتا ہے پہر دیوار پکڑ کر پہر بڑہتے بڑہتے ڈاڑہی موچہہ آکر قوی جوان ہو جاتا ہے۔ اور پہر اسیطرح منزل بمنزل بے اختیار گہٹتا جاتا ہے۔ اور یہی حال درخت کا ہے۔ اور یہی حال سب چیزون کا ہے۔ خواہ وہ ہمکو معلوم ہون یا نہون۔

اب مین آپکے روبرو ایک ایسی دلیل بیان کرتا ہون کہ جس سے آپکو تمام عالم کے مجموعہ کا حادث ہونا بخوبی معلوم ہوجائیگا
عالم یعنی خدا تعالیٰ کی ذات صفات کے سوا جو کچھ ہے یا جوہر ہے یعنی بذات خود قائم جیسا کہ درخت و پتھر وغیرہ سبکو
یا عرض کہ جو کسی اور مین ہوکر پایا جاتا ہے جیسا کہ رنگ سیاہی سفیدی کہ جو بغیر کسی جسم کے پائی نہین جاتی اور
انمین سے ہر ایک **حادث** ہے یعنی پہلے معدوم تھا پھر موجود ہوا ہے اور جب عالم کے دونو جز حادث ہوئے تو مجموعہ
عالم بھی **حادث** ہے اور ہر حادث کے لیئے ایک **مُحدث** یعنی پیدا کرنیوالا ضرور ہے کیونکہ جب تمام عالم
حادث ہوا تو قطعاً ضروری الوجود نہین ورنہ عدم کو قبول کرنیکے کیا معنے بلکہ وجود و عدم اوسکی ترازو کے دونو پلڑے ہی
مین پس کوئی مرجح یعنے اس وجودی پلّہ کا جھکانیوالا ضرور ہے اور وہ عالم سے الگ ہے اور عالم کے جمیع اوصاف و خصائص
سے بھی اسیطرح مبائن ہے کہ جسطرح اپنی ذات مین مبائن ہے ✣ اب رہا یہہ ثبوت کہ کل اعراض حادث ہین سو وہ
یون ہے کہ بعض کا حادث ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریکی چلی گئی روشنی ہوگئی اور سبز پتّا سفید ہوگیا
اور بعض کا یون کہ ہر عرض قابل عدم ہے اور جو قابل عدم ہے وہ قدیم نہین سو یہہ تقریب ہر عرض قدیم نہین ہر جو قدیم نہین وہ
حادث ہے ۔ اور کل جواہر کا حادث ہونا ہی ظاہر ہے کیونکہ کوئی جوہر ایسا نہین کہ جسپر کوئی نہ کوئی عقل کی
اور نہین تو حرکت و سکون سے تو کوئی نہ کوئی خالی نہین کیونکہ اگر دو آن تک ایک جگہہ مین ہے تو ساکن جسمے
پس جو حوادث کا محل ہے وہ خود بھی حادث ہے ورنہ قدم حوادث لازم آوے گا جسکے سوا اور بھی بہت سے دلائل ثابت ہین
اس امر پر مین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ۔ پس جب آپکو یہہ معلوم ہوگیا کہ یہہ تمام عالم حادث ہے تو یہان
بھی کوئی شک نرہا ہوگا کہ یہ **ممکن** ہے اور ممکن تو اپنی ذات و صفات مین ہر وقت **واجب تعالے** اور خوبیان
اور ہر لمحہ ہر بات مین فقیر کیطرح اوسکی جھولی پھیلائے رہتا ہے اور وہ رحمن و رحیم ہاتھ رہا ہے
سے وجودات اور صفات اور کل حاجات کے ٹکڑے ڈالتا رہتا ہے تاکہ ہر وقت اسکو اوس سے رہا ہا ۔ اور بات
ایکبارگی حاصل کرکے دعوی استقلال نکرنے لگے اور خدائی کا دم نہ بھرنے لگے ۔ اور اسی احتیاج ہمہ وقت کے روا کرنیکو
تربیت اور اوس روا کرنے والے کو **رب** کہتے ہین اس عمدہ مطلب کو (کہ جسپر حکماء و عقلاء دلائل و براہین لانے مین
بڑی سخت مشقت اوٹھاتے ہین) کس سہل طور سے ایک لفظ رب العالمین مین بیان کردیا کہ جسکو عالم و جاہل
حکیم و فلاسفر برابر سمجھتے ہین اور جسکو اونٹ بکری چرانیوالے عرب کے بدو بھی سمجھکر حظ اوٹھاتے تھے کیونکہ تمام عالم
مین سے اکثر چیزون کا ممکن ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہے اور باقی چیزون کی نسبت عقل یہ فیصلہ کرسکتی ہے کہ جب وے
بھی ممکن ہین تو پھر جسطرح انکو ہر وقت احتیاج ہے اونکو بھی کوئی ترجیح کی وجہ معلوم نہین ہے اس لفظ رب العالمین سے

چند امور ثابت ہوئے (۱) خدا تعالیٰ کی ذات مقدسہ کا اور اوسکے تمام صفات کمالیہ کا ثبوت کیلئے کہ اس عالم کونان کے تربیت بغیر حیات۔ قدرت۔ علم۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ تکوین۔ اور پھر رافت رحمت۔ حلم وغیرہ کے نہیں ہوسکتے اور تمام حدوث بالعصران کی باتو سے بری ہونا کیونکہ ممکن اور واجب رب اور مربوب بین تفاوت ذاتی ہے پس جہالت عجز حدوث کھانے پینے سونے چلنے پھرنے سے وہ پاک ہے اسیطرح بچوں دیوانی بچانے اور مجسم و مشکل ہونے اور کسی مکان خاص زمان اور زمانہ مین پائی جانے سے پاک ہے کیونکہ یہہ باتین مربوب کا حصہ ہین نہ رب کا (۲) یہہ کہ اوسکا نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم نہ ہمجنس نہ کفو نہ باپ نہ بیٹا کسیلئے کہ اب جو کوئی دوسرا ہوگا تو عالم مین داخل ہوگا اور جب وہ ایک عالم کا رب ہے تو پھر اوس کا کوئی شریک و سہیم کب ہے۔ یہان سے توحید کا کامل ثبوت ہوگیا (۳)

لوفات کہ جسطرح اپنے خالق کیطرف ابتدا وجود مین احتیاج ہے اسیطرح بعد وجود کے بھی ہر وقت ہر بات مین اوسکی دست نگر اور محتاج ہے جیسا کہ لفظ تربیت باواز بلند کہہ رہا ہے پس جو مستقل مانتے اور اسنا و شروط کو مستقل بالتاثیر جانتے ہین محض تاریکی جہالت اور وادی ضلالت مین ہین (۴) عالم بلکہ اوسکے جسقدر عالم متصور ہوسکتے ہین جائین ان دونون مین سے کوئی فرد اور کوئی جزو ایسا نہین کہ اپنے کسے کمال یا کسے وصف جلال سے اس مرتبہ مین پہونچ جائے کہ وہ اوسکی ہر وقت کے دست نگری سے آزاد ہوجائے پس جب خود ہر وقت محتاج ہے تو پھر اوسکی کیا حاجت روائی اور کارباری کرسکتا ہے پھر اوسکی پرستش اور اوسکے سوال و استعانت خام خیال اور رد رح کیلئے وبال ہے۔ سبحان اللہ ایک لفظ رب العلمین مین کیسی دوسری اور چوتھی صورت ظلمت روح کو کسطرح سے منا کر کسطرح منور بنایا ہے بلکہ اسی لفظ مین پانچوین کیطرف بھی اشارہ ہے کیونکہ جو رب العلمین ہے تو اوسکو مہربان اور نہایت رحیم ہونا لازم ہے ورنہ تربیت محکم نہین اور جب مہربان اور ہر وقت تربیت کرنیوالا ہے تو یہہ بات خیال کرکے دل از خداوس سے محبت کریگا اور جانسے زیادہ پیار کریگا لیکن ان باتو کیطرف لفظ الرحمن الرحیم مین اور بھی صراحت کردی پس جو اوسکو رب العلمین سمجھیگا اور پھر اوسکے ساتھ ہے جس درجہ کی بھی دل پر لغزش ہونگی تو ایک دم محبت ہوش مین آئیگا اور شعلہ عشق بندہ کے لبون پر لگی کا اور جہان عقل کے ذریعہ سے برہان پر پہنچا وہان عشق کے بدولت ایک تحقیق حال دالے دلکی جب بچہ اپنی ان سر عاقلانہ طور پر سوال کرتا ہے تو وہ اوسکے [illegible] پر شفقت ہوتی ہے اور جب وہ اوسکی مہربانی اچھی طرح ان لیتا ہے تو پھر اوسکے گلے سے چمٹ جاتا ہے تو پھر اوسکے دل مین بھی محبت کا بیج بوتا ہے [illegible] حال بندہ کا خدا سے ہے جب کہ [illegible] تو اپنے بندے کی [illegible] خود فرماتا ہے [illegible]

كُلَّ شَيْءٍ ط کہ میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے ۔ اور فرماتا ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۔ کہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر یہ ادا کرو تو اللہ تعالےٰ تمہین عذاب کرکے کیا کریگا۔ اور جبکہ رحمت پر زیادہ نازان ہونا باعث جرات تہا تو اس ترازو کو برابر رکھنے لیئے مالک یوم الدین بہی فرمادیا اور اسمین پانچوین اور چہٹی اور ساتوین بات کیطرف اشارہ ہے کیلیئے کہ انسان جب مالک یوم الدین کی تصویر پر نظر کریگا نہ تو انکار قیامت کریگا اور نہ عدم سزا وجزا کا قائل ہوگا نہ تناسخ کو دہیان مین لائیگا ۔ اور جب اوس دن کا اوسکو مالک مختار سمجہیگا تو مخلوق مین سے کسی چیز کو بہی اس امر مین حصہ دار نہ بانیگا نہ حضرت مسیح کو نہ کسی پیر وغوث ولی ونبی کو نہ فرشتہ کو کیونکہ یہ وہ روز ہے کہ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جسمین خدا کی اجازت بغیر کوئی بات بہی نکر سکیگا ۔ اور جب خدا کے روبرو جانے اور اوس روز کے حکومت مین حاضر ہونیکو دلمین جما دیگا تو ادنی گناہ سے بہی اوسکے دلمین لرزہ آویگا ۔ پہر شتر بیمہار ہوکر لذائذ دنیا مین مستغرق ہونا اور فسق وفجور مین عمر کہونا تو کجا ایسی باتین ہی کرتے ہین جو قیامت سے نہین ڈرتے ہین ۔ اس تہوڑیسے کلام مین تمام مضامین ہدایت کو ختم کردیا اور تین آیتون مین بیشمار الہامی اور روح کو زندہ کرنیوالی باتونکو بہر دیا ۔ اب جو کوئی اس کلام سے واقف ہوکر ان الفاظ سے خدا کی ثناء صفت کرکے اوسکو یاد کریگا بالخصوص نماز مین کہ جہان طہارت جسمانی بہی ہے اور پہر ہر حضور سے مضمون محبت بہی ادا کیا جاتا ہے کبہی دست بستہ کہڑا ہوکر یہہ کلام موہنہ سے بولتا ہے کبہی شوق مین آکر پاؤن پڑتا ہے تو اسقدر دل پر انوار الٰہی اور فیوض نامتناہی فائض ہونگے کہ بیان سے باہر ہین اس مطلب کے علاوہ اس کلام مین اور جو چہہ اسرار ہین بیشمار ہین مین دو ایک بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون ؎

ا یہہ کہ ہر ایک جملہ دوسرے سے بنجیر کے حلقون کیطرح مربوط ہے گویا کہ ایک دوسرے کی دلیل ہے چنانچہ الحمد للہ کل تمام تعریفین اور خوبیان خدا ہی کے لیئے ہین کہ ایک بڑا بہاری دعوے ہے کہ جسکا منکر انکار کرسکتا ہے کہ بعض خوبیان فلان کے لیئے بہی ہین یا سرے سے ہم اللہ کو نہین مانتے یا اون خوبیون کا خدا کے لیئے ثبوت نہین مانتے پس جب اسکے بعد رب العالمین کہا تو ان تمام شکوک کو بڑی دلیل قوی سے دفع کردیا (جیسا کہ آپ جان چکے ہین) پہر جب الرحمن الرحیم کہا تو گویا تمام عالم کے رب ہونے کے لیئے کامل شہادت ادا کردی کیلیئے کہ تمام عالم کی پرورش اوسیکا کام ہے کہ جو رحمن ورحیم ہے اور اسمین اسطرف بہی اشارہ ہے کہ وہ یہہ تربیت باختیار خود کرتا ہے نہ بمجبوری جیسا کہ حکماء یونان سمجہتے تہے ۔ اور مالک یوم الدین گویا الرحمن الرحیم کے لیئے تتمہ اور تکملہ ہے کیلیئے کہ گو دنیا کی لاکہون نعمتین اور بیشمار خوبیان کسیکو اوسکی رحمت سے حاصل ہوجائین

مگر تا بکے آخر غریبانہ اس ملک سے جانا اور ہر چیز کو چھوڑ جانا ہے۔ کیونکہ یہہ ترکیب[1] اجسام ایک روز منہدم ہونیوالی ہے یہہ خاک کا گھر مٹی مین ملنے والا ہے۔ ہمارے بدنکے وہ حالات کہ جو تیس برس یا چالیس برس بعد پیش آتے ہین زبان حال سے یہ خبر سناتے ہین ادہر بال سفید ہونے لگے ادہر چہرہ کی تازگی مین فرق آنے لگا۔ آنکہہ کان بہی جواب دینے لگے سب کیل و پرزے ڈہیلے ہونے لگے طبیعت اپنے کاروبار سے معطل ہونے لگی ایک دن بلبلہ سا بیٹہہ گیا سب عیش و آرام خواب و خیال ہوگئے سب نعمتین جاتی رہین پس جب تک اوس عالم مین سب نعمار اور ہر طرحکی فرحت نصیب نہوئی تو کچہہ بہی نہوا پس مالک یوم الدین ہونا اس رحمت کو کمال تک پہنچا دینا ہے۔ کیونکہ مالک و زجزا وہان یہان سے بڑہ کر دیگا۔ اور اوس غیر متناہی زمانہ مین بہت کچہہ سلوک اور احسان کریگا یہ کمال رحمت ہے

۲ آپ یہ تو جان ہی چکے ہین کہ بنی بندون اور خدا مین ایک واسطہ ہے کہ جو بندون کو خدا سے ملاتا اور باہم میل و جول پیدا کرتا ہے۔ پس اوس کلام مین کہ جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس البتہ اور میل جول کے متعلق تمام باتین اجمالاً یا تفصیلاً ہونی ضرور ہین اور اس باہمی ارتباط اور رشتہ کا مدار چند چیزون پر ہے۔ (**اول**) یہہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات اور جمیع صفات کا بندون کو یقین کرادے اور مشاہدہ سا کرکے دکہادے نہ یہہ کہ صرف بیان غیر کافی اور دعوی غیر شافی پر بس کرے۔

---

[1] ترکیب اجسام کے لحاظ سے جسے بے بنیاد یہہ نرم جسم حیوانات اور نباتات ہے یہہ جمادات اسلیے دنیا مین جسقدر جمادات ہی عمر سے وہ حیوانات نباتات کی نہین۔ یہہ جمادات وہ ہین کہ جو قدرتی ترکیب سے مرکب ہین۔ جیسا کہ چاندی سونا ہیرا وغیرہ ورنہ ترکیب صناعی کو وہ استحکام کہان بنا جہانی عمارتیں بہی کئی سو سال بعد بہلنے لگتی ہین۔ ایکے دست کا مکان دیکہنے کا بعد مدت کے اتفاق ہوا کیا دیکہتا ہون کہ ہر جگہہ کا چونا چہڑ گیا دیوارون مین ادہر ادہر سے درزین پڑگئین ذکرہ یہ رہ رونق ہے نہ کڑی تختہ کا وہ حال یہہ دیکہکر ترکیب انسان کی طرف دہیان آیا کہ اسیطرح یہہ گل بہی مرجہا تا ہے۔ اور اس خانہ تن کا نقشہ چند روز مین کیسا بگڑ جاتا ہے

۵ حیف کز گلرخان کفن پوش شدند ۔ وز خاطر کیے گرفراموش شدند ۔ آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند ۔ آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

پہر چند احباب و اقارب کی وہ شکلین کہ جو ہمارے روبرو خاک مین مل گئین ہمین آنکہون کے سامنے کہڑی ہوگئین۔ اور بے اختیار دل آنکہون سے آنسو ہو کر بہنے لگا ۶ مقدر ہو تو خاک سے پوچہون کہ اے لئیم ۔ تو نے یہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیئے ۔ ۷ اس بے بنیاد ہستی مین یہ چہ غفلت اور خرستی اور مصائب پر بیقراری اور دکہہ پر آہ وزاری ۸ اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کیلیئے ۔ تہوڑی سی رہ گئی ہے اسے بہی گزار دے اس مضمون کو قرآن مجید نے اکثر مقام پر بڑی خوبی کے ساتہ بیان کیا ہے۔ ایک جگہہ گہاس کے ساتہ تشبیہ دیکر بے ثباتی بیان کی ہے۔ جیا کہ فرماتا ہے۔ کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یہیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما۔ الآیۃ ۱۲ منہ

اور یہ بات عالم جاہل حکیم و فلاسفر سب کے حصہ میں کم و بیش قدر استعداد تمام بنی آدم سوائے اعتدالی دماغ کے باطنوں کے ہر شخص اس سے پورا بفضلہٖ وحی سو یہ بات اور سوا تب ہیں کہ جب سلسلہ نبوت کو تمام کرنا منظور ہوا جو حد ضرورت اور یہ بڑی بھاری بات ہے بلکہ جو شخص رہنمائی کا بیڑا اُٹھا دی اور سلسلہ نبوت کا خاتمہ برا سکیلئے کرامت اور معجزہ ہے۔ اور یہ اول امر اسلئے ضروری ہے کہ انسانی جبلی عادت کہ وہ غیر محسوس چیز کا مثل ہی قابل بتانا اور ذوات باری ہی تعالیٰ میں اسلئے سیکڑوں بحدس وہمی شکوک میں سر نکالا کرتی اور سیکڑوں کی چشم حقبین پر ظلمات کے پردہ پڑ گئے۔ اور یہ مقتضی حسمانی اور اثر شیطانی ہے (دوم) وہ نبی اپنی نبوت میں سچا ہے یہ اسکا انتہا سطر سے دکھا دیوے کہ عقل کی نزدیک سطح اوس چیز کی ابتدا انتہا میں کہ جسکو اپنی آپ دیکھا پرکھا ہے دیکھا کوئی شک نہیں رہتا ایسا ہی مجموعہ کائنات کی ابتدا انتہا میں کوئی شک باقی نہ رہے تاکہ سوائے خدا کی نیکو قابل عبادت سمجھی نہ کسی کی مدد مانگی نہ کسیکو الوہیت کا حصہ جانی اور یہانتک چیزونکو فانی اور نعما دنیا اور مصائب ہر کو آنی جانی جانکر عالم اوسیکا خیال کبھی اور پر آنیکو مسافر نہ جانے کیونکہ تمام صدر اسعادت اسی پر موقوف ہیں (سویم) یہ کہ خدا تعالیٰ کی وہ محبت پیدا کرادی کہ جو سلیم کی نزدیک دنیا کی ساتھ جائز نہ ہو یعنی ہزار جان نبی آل و سر قربان ہونیکو آمادہ رہے بلکہ عشق یا حقیقی محبت کہتے ہیں نہ یہ کہ صرف زبانی یہ کہہ کر بس ہی کہ خدا سے محبت کرو اور ایسی ویسی محبت کرو کیونکہ سب سے آخیر روحانی حکیم کا یہی کلام نہیں کہ وہ یہ کہکے چلا جاوے کہ تندرستی حاصل کر دیمار کو دفع کرو بلکہ اپنی تدبیر خسخانہ سے علاج کر کے مرض زایل کر دی اسلئے کہ تمام انبیاء کی تعلیم کی یہی علت غائی اور مقصود اصلی ہے (چہارم) یہ کہ نیک چلنی اور تمام دینی اور دنیاوی کاروبار میں راہ راست کو اختیار کرنے پر پہلے لوگونکے احچھے حالات اور اونکے نیک نتیجہ کو یاد دلا کر خوب آمادہ کیا جاوے کہ اونکی دلمیں بری باتوں کا خوف اور نیک باتوں کا شوق پیدا ہو جاوے اور جسطرح دنیاوی کاروبار کی نتیجہ پر یقین کر نیسے از خود اختیار کرتے اور اونکی بجالانیمیں جو کچھ مشقت اٹھاتے ہیں اوس نتیجہ کے شوق میں ہی ظاہر میں نہیں لاتے میں سطرح ہر عمل نیک کا نتیجہ پر یقین کر نیسے وہ از خود نیک عمل بجا لاوے اور بد کاموں سے بچے میں سعی کریں۔ نہ یہ کہ فقط اسی پر کہ فلاں کام کرو اور فلاں نہ کرو اور یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں کہکر قصہ خوانوں کی طرح سے محفل کا رنگ جماوے اور وہ بھی بلا سود ہے کتابوں کو زنانچہ یا تاریخ بنا دے یہ وہ چار اصل الاصول ہیں کہ جن پر عقلاء عین اگلوں نے صاد کرتے ہیں اور جنکی خوبی کا ہر اہل مذہب دم بھرتے ہیں اب دیکھئے کہ

ان چارون کو

خدا تعالیٰ نے کہ خوبی کیساتھ اپنی ایک تھوڑیسی کلام میں بیان کر دیا کہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہو تو وہی اس کلام مقدس پر سو جان سے ایمان لاوے (اول) امر کو الحمد رب العلمین میں مشاہدہ کرا دیا کیونکہ جب تمام عالم و جمیع جزئیات کمال کو دیکھ بوجھ لیا اور اوسکا ہر جزو فوقاً فوقاً پرورش پاتا جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اور مشاہدہ بھی ہو سکتا ہے تو اب اس تمام عالم اور مجموعہ کائنات عالم و ایک شخص کے موجود ہونے میں کہ جو مربی اور قادر اور علیم و حکیم مرید و سمیع و بصیر جس و جمیع ہے البتہ اوس عقل کے اندر کچھ شک نہ ہوگا کہ جو اوس

وکرسی کو دیکھکر اُسکے بنانیوالے کے وجود اور صفات صحت وقدرت میں شک کرتا ہے ورنہ عقلمند کو تو شاہد سے بڑھکر یہ یقین ہوگا۔ دیکھیے جب کوئی کسی پردہ کے پیچھے سے کوئی دیوار بنائے اور رفتہ رفتہ چنکر اُسکو تیار کرے پر اس دیوار کی حالت دیکھنے والے کو اُس شخص کے وجود کا ایسا ہی یقین ہوگا کہ جسطرح اُسکو بنیاد دیکھنے سے ہوتا اور اُسکی صفات اور اُس دیوار کے حدوث میں بھی کوئی شک باقی نہ رہیگا اسیطرح جو شخص ہر چیز کو خدا ہی کی بیقدرت پرورش پاتے اور گھٹتے بڑھتے دیکھتا ہے وہ بھی اُسکی ذات اور صفات پر اعلےٰ درجہ کا یقین رکھتا ہے اگرچہ یہاں سے بھی اُسکی صفات معلوم ہوتے تھے مگر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین میں اور بھی کھولدیا اور مشاہدہ کرکے دکھا دیا۔ اب غور کیجیے کہ یہ برہان مفید ہے یا یہ کہنا کہ ابتدا میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا ایسا کہنا سب سے اول توراۃ میں کہا گیا ہے نہیں ہرگز نہیں کیونکہ کہو تو وہی مانیگا کہ جو خدا کا قائل اور الہام کا بالخصوص اس کلام کا معتقد ہوگا ورنہ وہ کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے کہ آسمان زمین قدیم ہوں اور خدا موجود نہ ہو بخلاف اس عبارت قرآنیہ کے کہ اسنے سنکڑوں ملیوں کے نام شکوک وشبہات کی جڑ اکھاڑ دی اور اسبات کو اس قوی برہان سے ثابت کردیا گویا مشاہدہ کرادیا لہذا اسلیے بھی قرآن کا نازل ہونا ضروری تھا اور دیگر کتب انا جیل وغیرہ میں تو اسا بھی نہیں جیسا کہ ہم ہر گرجا کا سنتا۔ کیکہ آپکو ابھی دکھاتے ہیں۔ **امر دوم** کو بھی اسی جملہ الحمد للہ رب العلمین سے شاہدہ کرادیا کیونکہ جب عقل نے اپنی آنکھوں سے عالم کو مرتبہ ایک فقیر شخص کا محتاج دیکھ لیا کہ جو غیب سے اسکو ہستی کا حصہ عطا کرتا ہے اور یہ ہر آن اُسکی تربیت سے فیض اُٹھاتا ہے تو اب کے **حادث** ہونے اور اسکی ابتدا اور انتہا میں کیا شک باقی رہگیا یہ بات بھی ایسی فطری الیقین ہے کہ جیسی پہلی بات ہیں برہان تربیت پر جو شخص ذرا بھی غور کریگا تو اپنی عقل کی دونوں آنکھوں سے جسطرح خدا تعالیٰ کو بجمیع صفات مشاہدہ کریگا اسیطرح اُسکے مربوب ومصنوع عالم کے احتیاج اور حدوث اور فنا پذیر ہونیکو بھی دیکھ لیگا۔ ایک بڑا حکیم اور فلسفی جو فن الٰہیات میں بیشمار دلائل سے ان دونوں باتوں کو ثابت کرکے لطف اٹھاوے یا کوئی مضامین روحانی اپنے مکاشفہ اور نور نبوت سے یہانتک پہنچ جاوے تو اُسکا علم اور یقین اس امر میں اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ جو اس برہان سے فیض پانیوالیکو حاصل ہے۔ تو رات کا جملہ مذکورہ تو اس امر میں کسی نقصان پہنچے جو پہلے امر میں تھا۔ اور کتابوں میں تو تناسب نہیں یہ بھی نزول قرآن کے لیے ایک بڑی **ضرورت** تھی (**امر سوم**) کو الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین سے ثابت کیا بلکہ دلوں میں جما دیا کیونکہ محبت کی دو قسم ہیں ایک **ذاتی** کہ بغیر طمع کسی نفع کے اُسکی ذات سے ایک جذب مقناطیسی کیسی کیفیت پیدا ہوجائے دوسری **صفاتی** کہ کسی سے پہلے حقوق اور حال کی نعمتوں اور آیندہ کی اُمیدوں سے محبت کیجائے۔ پھر صفاتی کی تین قسم ہیں ایک پہلے حقوق کے لحاظ سے دوسرے حال کی بخششوں و نعمتوں سے تیسرے آیندہ کے بے بہتری اور [illegible] کی امید سے۔ اور تمام دنیا کی محبتوں کو بھی جو آپ غور کرینگے تو وہ انہیں تین سے ایک نہ ہوگی۔ پس کسی کی ذمیں [illegible] یہی صورت ہے کہ یا اُسکو جلوہ ذات دکھا جائے یا ان تینوں صورتوں میں سے ایک کو یاد دلایا جائے بلکہ ضعیفوں کو

ضرورت قرآن

کلمہ پڑھا جاوے۔ اور جہاں کہ جلوۂ ذات اور یہ تینوں حالات بھی ساتھ کھڑے کر دیے جاویں تو وہاں محبت کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں اسکے مقابلہ میں زبانی محبت کرنیکا حکم دینا وہ نسبت رکھتا ہے کہ جو کسی پیاسے کو برف کے شربت پلانے سے زبانی پانی پیو پانی پیو کہنا نسبت رکھتا ہے پس اہل ہم امر کو خدا تعالیٰ نے ان تینوں جلووں سے دلوں پر نقش کر دیا اور ہر قسم کی محبت سے دلکو بھر دیا الحمد للہ میں تو اپنی ذات مجمع الصفات کا جلوہ دکھا کر ذاتی محبت کا پیالہ پلا دیا اور رب العلمین میں حقوق سابقہ ولاحقہ تربیت اور حاجت روائی کو یاد دلا کر شیدا بنا دیا اور الرحمن الرحیم سے اپنی ہمہ وقت رحمت و عنایت کا امیدوار بنا کے مفتون کر دیا اور مالک یوم الدین سے تو آخرت کی فنا و باقیہ و رضا یت غیر متناہیہ کا نقشہ دلپر جما کر اپنا دیوانہ کر دیا اور مجنوں بنا دیا۔ اور اسی لیے ایک جگہ قرآن مجید میں اس کلام ایمان لانیوالیکی نسبت یہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ کہ اہل ایمان اللہ سے سب چیزوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اور بھی کئی جگہ اسطرح پر ارشاد ہے۔ ہوقت میں جو لوگوں نے الہامی کتابیں فرض کر رکھی ہیں انمیں اس اہم مسئلہ کا پتا بھی نہیں چنانچہ اُنکے سرسری سے آپکو معلوم ہوگا اور جو کہیں بھٹکتی کبھی ہے تو صرف محبت کرنا فرمایا ہے نہ محبت کا طریق بتلایا ہے نہ سکھلانا بتایا ہے۔ اسی لیے جو قرآن امت محمدیہ میں محبان خدا گزرے ہیں اور اب بھی ہیں اور آئندہ ہونگے کسی میں سوا اس حصہ بھی نہیں کیونکہ محبت کا نتیجہ اول تو پوری پوری اطاعت ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کہ اگر تم خدا سے میرا کہا مانو کیونکہ اطاعت رسول عین اطاعت الٰہی ہے سو یہ فرمانبرداری اور جاں نثاری جو قرآن امت میں اپنے رسول کے لیے پائی جاتی ہے اسکا بیسواں حصہ بھی کسی میں نہیں موسیٰ علیہ السلام کی امت کی سرکشی تو ضرب المثل ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے بارہ حواری گو مطیع تھے مگر آنحضرت علیہ السلام کے صحابہ سے کیا نسبت جنہوں نے حضرت پر اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالکر خدا کے دشمنوں سے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور مسیح علیہ السلام کے ایک حواری نے تو چند روپے لیکر اُنکو دشمنوں کے پنجہ میں پھنسا دیا اور حضرت شمعون پطرس اور دیگر حواری کافور ہوگئے (جسپر عیسے علیہ السلام نے سب کو بے ایمانی اور سخت دلی کا لقب عطا کیا (انجیل مرقس باب ۱۶) اور اخیر مرتبہ محبت کا یہ ہے کہ اُسکے شوق میں اپنی جان اور جسم کو اُپر فدا کر کے اُسکے وصال کا طالب ہو ؎

خرم آن روز کزیں منزل ویراں بروم ۔ راحت جاں طلبم سوئے جاناں بروم ۔ تو دزدیدہ صفت رقص کناں ۔ تا لب چشمۂ خورشید درخشاں بروم ۔ اس مرتبہ کو زبان شریعت میں **شہادت** اور عرف طریقت میں **فنا فی اللہ** کہتے ہیں اس محبت الٰہی نے اسلام میں یہانتک ترقی کی کہ مرنے جینے کھانے پینے ہر کار و بار میں اُسیکا واسطہ اور اُسیکا ذکر مقدم سمجھا جاتا ہے ؎ کار عاشق و بار عاشق است ۔ حاصل روزگار عاشق است ۔ اور شہدا اور اولیا اللہ اس اُمت میں انبیا بنی اسرائیل کے ہم پلہ گزرے ہیں جنکے خرق عادات و کرامات کا ایک عالم مقر ہے یہ فیض حواریوں میں رہکر منقطع ہوگیا اس اُمت میں قیامت تک رہیگا دوسرے صحیح عیسوی سے لیکر اب تک عیسائی بھی کسی سچے عیسائی کا پتا نہیں بتلاتے کہ جسپر زہر اثر نکرے سانپوں کو اُٹھالے ہلکا ہاتھ

ضرورت قرآن

لگتے ہی بیمار تندرست ہوجاویں۔ (انجیل مرقس) یہ بھی نزول قرآن کے لیے ایک بڑی ضرورت تھی واضح ہو کہ جب انسان کے دل پر یہ تینوں باتیں خوب جلوہ گر ہوجاتی ہیں تو پھر کسی کی ہستی مستقل نہیں معلوم ہوتی چہ جائیکہ کہ اُسے طلب حاجات و ادا عبادات بلکہ وہ ہر کام میں اسی سے استعانت چاہتا اور اسکی عبادت کرتا ہے اسلیے ان تینوں آیتوں کے بعد ایک نعرہ و ایک استعین بندے کے منہ سے کہلوایا (اہم چہارم) گویا ہم نے صراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں واضح کردیا کیونکہ جب بندے کو ہم مرتبہ راست چلنے کی ترغیب ہی اور سیدھی راہ چلنے والوں کو جو کچھ نیک نتیجہ ملا وہ بتلادیا اور اُسکے برخلاف افراط و تفریط کرنیوالوں کا ثمرہ غضب الٰہی اور گمراہی بیلوں کا حال بیان کرکے جتلادیا تو گویا ہر کام کا نیک و بد نتیجہ دنیاوی و اُخروی آنکھوں سے دکھادیا۔ پس جسطرح ان تینوں مضامین کی شرح قرآن مجید میں جابجا ہے اسیطرح اہم چہارم کی شرح کیلیے بھی موسیٰ و فرعون اور دیگر انبیاء اور اُنکے اعداء کا حال بیان کرکے متنبہ کردیا اور پھر عالم آخرت کے نیک بد نتائج مختلف طور سے بیان کرکے تو دل کو عالم آخرت کے شوق اور اپنے خوف سے بھر دیا۔ چونکہ تورات و انا جیل میں یہ بات نہیں بلکہ صرف موعظہ پر اکتفا ہے اسلیے اخیر تک وعظ و نصیحت نویسی کی ہی اسلیے اسکی اصلاح کے لیے بھی قرآن کا نازل ہونا پر ضرور تھا (۳) ان تینوں آیات میں رحمت اور غضب کی جیسی رعایت منصب الہام کو ضرور تھی ویسی ہی رکھی چنانچہ اس سورت مرحومہ کے لیے یہ مناسب تھا کہ آثار غضب کی بہ نسبت باطوار رحمت کو زیادہ ظاہر کیا جاوے اسلیے رب العلمین اور الرحمن الرحیم دو جملہ تو وہ بیان کیے کہ جنسے رحمت ٹپکتی ہے اور پھر خوف دلانیکو جیسا آگے میں مالک یوم الدین کو بھی ذکر فرما کر چونکا دیا تاکہ رحمت پر غرور ہو کر جرأت نہ پیدا ہوجاوے الغرض افراط و تفریط سے کامل اجتناب کیا نہ سراسر رحمت نہ بالکل غضب بلکہ مناسب مناسب۔ یہ کمال حکمت ہے (۴) مبدء و معاد کو بھی برابر یاد دلایا جسطرح الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم میں آفرینش اور پرورش دنیا کا ذکر تھا تو اسیطرح مالک یوم الدین میں آخرت کو یاد دلادیا (۵) ہر ایک موقع پر وہ مناسب لفظ بولا گیا کہ اگر اور لفظ بولا جاتا تو مطلب فوت ہوجاتا چنانچہ الحمد کی جگہ المدح و الشکر میں یہ بات حاصل نہ ہوتی کیونکہ مدح غیر اختیاری کمالات پر بھی ہوتی ہے اور یہاں خدا تعالیٰ کے کمالات کا اختیاری اور عدم اضطراری ہونا ثابت کرنا مقصود تھا تاکہ فلسفہ یونان کا یہ نقطہ خیال رد ہوجاوے کہ یہ عالم اس سے باایجاب (بالاضطرار) سرزد ہوا ہے اور وہ بے اختیار ہر چیز کی پرورش کرتا ہے اور اسیطرح شکر کسی انعام کرنے پر ہوتا ہے نہ کمالات ذاتیہ پر بخلاف حمد کے کہ وہ سب پر ہوتی ہے پس اسلیے لفظ حمد کو اختیار کیا۔ اور اسکے ساتھ اللہ کا لفظ ملادیا تاکہ افادۂ استغراق دیوے اور ہر حمد اُسکے لیے ثابت ہوجاوے۔ کلام عرب میں الف لام اکثر اسم نکرہ پر آتا ہے جیسا کہ انگریزی میں لفظ (نکرہ) پر لفظ دی آتا ہے اور یہ لام چار قسم ہے کہ لیے کہ اگر اس سے کوئی شخص خاص مراد ہے جیسا کہ الرجل یعنی وہ آدمی تو اس کو لام عہد خارجی کہتے ہیں اور اگر ماہیت مراد ہے تو پھر یا صرف ماہیت بلا لحاظ تحقق افراد ہے تو اسکو لام جنس کہتے ہیں جیسا کہ [illegible] میں جنس رجل (مرد) مراد ہے اور اگر وہ ماہیت افراد میں متحقق ہونیکے لحاظ سے ہو تو یا کل افراد مراد ہونگے تو [illegible] کہتے ہیں جیسا کہ الحمد میں کل افراد حمد مراد ہیں خواہ کوئی حمد کسی کی کرے سب انجام کار خدا ہی کی حمد

جسکی کوئی حد کرے گا تو کسی کمال پر کرے گا سو وہ اوسکے ہاتھ سے آیا ہے - نوکرونکے جود وسخا کی تعریف درحقیقت آقا کے جود وسخا کی تعریف ہے کہ جسکے مال کو اوسکی اجازت سے دیتے ہین - اور اگر کل افراد مراد نہین بلکہ بعض غیر معین تو اسکو لام عہد ذہنی کہتے ہین جیسا کہ کوئی شخص اپنے نوکر کو کہے اعط الرجل کہ کسی شخص کو یہہ صدقہ دے یعنی جو ملے کسیکی خصوصیت نہین اس تقسیم کے بیان کرنے مین علما اصول اور بیان کے مختلف عنوان ہین تلویح اور مطول مین علامہ سعد الدین علیہ الرحمہ نے اسکی خوب تحقیق کی ہے اور اسیطرح اللہ کی جگہہ للغفور یا کوئی اور نام آتا تو یہہ مطلب حاصل نہوتا اسلیئے کہ دعوے یہ ہے کہ کل خوبیان خدا کو ہین سو اسکے لیئے وہ اسم لانا چاہیئے کہ جسمین کل خوبیان مجتمع ہون تاکہ اوسی دعوے مین دلیل پیدا ہو کر ایک عجیب لطف حاصل ہو سو اسکے لیئے سوائے لفظ اللہ کے کہ جو اوس ذات واجب الوجود کے لیئے مقرر کیا گیا ہے کہ جسمین تمام صفات کمالیہ ہون اور کوئی اسم صلاحیت نہین رکہتا کیونکہ اور اسمار صفاتیہ ہین اون مین خاص ایک صفت کا لحاظ ہے - اور اسیطرح رب العالمین مین رب کی جگہہ اگر صانع اور خالق کہتے تو مقصود حاصل نہوتا اسلیئے کہ مقصود یہہ تھا کہ ہر دہریہ اور منکر کے روبرو ذات باری تعالے کو ثابت کیا جاوے سو یہہ بات لفظ رب مین حاصل ہے کہ جس سے ہر چیز کا ہر وقت حادث اور محتاج ہونا دیکہکر جلد یقین ہو جاوے کہ آخر اس سلسلہ ممکنات کا ہر وقت پرورش کرنے والا ضرور کوئی واجب الوجود جامع الصفات ہے ورنہ اگر یہہ چیزین خود بخود ہوتین تو پھر انکے وجود کی باگ کون روکنے والا ہے کہ جو ٹہہر ٹہہر کر ہر چیز عطا کرتا اور تدریجاً میدان ہستی مین آنے دیتا ہے - کیون یکبارگی نہو گئین بخلاف لفظ خالق و صانع کے کہ اونمین یہ بات حاصل نہین - اور اسلیئے خدا تعالے کے ثبوت وجود کے لیئے اس برہان تربیت سے کوئی دلیل بڑہکر کیا برابر بہی نہین - اور اسیطرح اگر عالمین مین جمع کی جگہہ لفظ مفرد عالم لاتے اور رب العالم کہتے تو وہ مدعا کہ جو ہمنے بیان کیا حاصل نہوتا - کیونکہ گو حکماء یونان اور زردشتیون اور کیومرثیون اور قدماء ہنود اور بہت سے لوگون کا یہہ عقیدہ غلط ہے (کہ ہر نوع کے لیئے ایک رب ہے کہ جسکا بت بناکر اپنے اپنے دستان مین ہنود پوجتے ہین - اور جہلاء عرب نے بہی ہر کام کا ایک حاجت روا بناکر سیکڑون بت کعبہ مین اور دیگر مقامات مین رکہہ چہوڑے تہے) مگر اونکے مقابلہ مین خدا کو رب العالم کہنا نفی شرک اور بت پرستی مٹانے کے لیئے خوب مؤثر نہوتا اور جب رب العالمین کہا تو سبکو خدا کی بے نہایت قدرت وعظمت بتلاکر

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ ہم تیری ہی عبادت کرتے - اور تجھہی سے (ہر کام مین) مدد مانگتے ہین ؛

ترکیب نعبد فعل اور ضمیر نحن فاعل ایاک مفعول ہے کو تخصیص کے لیئے مقدم کر دیا گیا ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا + واو حرف عطف نستعین فعل با فاعل ایاک مفعول مقدم برائے تخصیص فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر

تفسیر بندہ جبکہ اوسکی حمد اور اوصاف کرتا کرتا کہ جسکی تجلی نے خدا تعالے کی ہستی اور صفات کمالیہ کا دلنشہ اسکے دلپر جمایا کہ اوسکے سوا ہرا ور کوئی نظرون مین نہ سمایا تو اس شوق غائبانہ نے اوسکو بارگاہ حضور تک پہونچایا پس جیسا کہ وہ ابتدا مین خدا تعالی کو بن دیکھے اوسکے صفات مخصوصہ سے یاد کرکے ثنا و ستایش کرتا تھا اسیطرح اب اوسکے روبرو ہوکر یہ کہنے لگا کہ اے میرے معبود مین تجھہ پر قربان تیرے سوا کون ہے مین تیری ہی عبادت کرتا ہون اور تجھہی سے ہر کام مین مدد مانگتا ہون آپکو اس آیت کا پہلی آیتون سے **ربط** معلوم ہوگیا کہ یہ اون دلائل کا نتیجہ اور اوس تعلیم کا ثمرہ ہے اور غائبانہ سے حاضر ہوکر کلام کرنیکا سر بھی منکشف ہوگیا مگر اس کلام کے سر اور معانی بیان کرنے باقی ہین سو پیشتر ہم معانی بیان کرتے ہین

معانی عبادت نہایت درجہ کی عاجزی اور انکساری ہے کہ جو کسیکی تعظیم کے لیئے عمل مین آوے اور یہہ عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے طریق معبد اے مذلل اوس رستہ کو عرب معبد کہتے ہے کہ جسپر کثرت سے لوگ چلتے ہون اور وہ پاؤنمیں روندا جاے پس اسی سے عبادت ہے کہ عابد اپنے معبود کے آگے بچھا جاتا ہے - عبادت دو قسم ہے اول وہ کہ جو ظاہر اعضاء بدن سے متعلق ہے - دوم وہ کہ جو قوی باطنیہ سے علاقہ رکھتی ہے - پہر اول کی دو قسم ہین بدنی اور مالی پہر بدنی کے دو قسم ہین

ایاک یہہ کہ کوئی فعل تعظیماً عمل مین آوے - جیسا کہ سجدہ کرنا رکوع کرنا جسکو نماز کہتے ہین اور اسکا نام زبان سے تبرکا لینا اوسکی تسبیح و تقدیس کرنی اوسکی کلام کو تبرکا پڑہنا اوسکے اون مقدس مقامات مین تبرکا جانا کہ جہان اوسکے ابراز کے نشان و ظہور برکات ہون جیسا کہ **حج** طواف و سعی وغیرہ مصائب اور حاجات مین اوسکو پکارنا اوسکے نام کی دہائی دینا دعا مانگنا **دوم** اوسکے خوف اور ادب سے کسی کام کو عمل مین نہ لانا جیسا کہ جماع و اکل و شرب کو کہ جو نفس کے نزدیک نہایت مرغوب ہین اوسکے لیئے ترک کرنا جسکو شرع مین **صوم** یعنی روزہ کہتے ہین اور جیسا کہ مقامات متبرکہ مین شکار نہ کھیلنا و انکے درخت نہ کاٹنا جیسا کہ حرم اور احرام مین نہین کرتے اور مالی عبادت اوسکے نام پر کچھہ دینا جیسا کہ **زکوۃ** اور **صدقہ** ۔ اور جو قوے باطنیہ سے متعلق ہین وہ بہی چند قسم ہین - اوسکے آیات اور عجائبات قدرت مین غور و فکر کرنا اوس سے دلی اور حقیقی **محبت** رکہنا - اوسکی دل سے نہایت **تعظیم** اور عظمت کرنا اذکار **روح** اور **نفس** اور **قلب** اور **خفے** اور **سر** بہی اسی قسم مین داخل ہین کہ جنکو باب طریقت عمل مین لاکر **قدسی** ہوجاتے ہین - یہہ اصول ہین باقی اونکے فروع اور اسباب دست و طاعت ہمارے ہین

پس جب اوسکے روبرو حاضر ہوکر بندے نے یہہ کہا کہ ایاک نعبد کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے اور آیندہ

کرینگے تو اقرار کرلیا کہ یہ امور خاص تیرے ہی لیئے عمل مین لاوینگے اور کسیکو شریک نکرینگے - اب غور کرو کہ ایک تو بندے کو یہ حکم دینا کہ تو بت کو سجدہ نکیجیو کسی تصویر کو نہ پوجیو جیسا کہ تورات مین مذکور ہے اور ایک یہ کہ اون دلائل کا پر توڈال کر کہ جو پہلے تین آیتون مین مذکور ہوئین بندہ کے مونہہ سے یہ اقرار کرادینا دونون مین کون زیادہ اثر رکھتا ہے چونکہ پہلی کتابین اس امر مین قاصر تہین اسلیئے نزول **قرآن** کی ضرورت ہوئی - اور جسطرح رد شرک مین یہ کلام بے نظیر ہے اسیطرح ہر قسم کی بندگی اور عبادت الہی کی ترغیب مین اپنا مثل نہین رکہتی کیونکہ ایک تو یہہ کہنا کہ تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے جی سے اوسکی بندگی کر (تورات سفر استثنار) اور ایک اون دلائل سے کہ جو پہلے مذکور ہوئے بندہ کی آنکہون مین اور کسیکو قابل عبادت نہ رکہکر اور اپنی پرورش اور رحمت یاد دلاکر خواہ سکے مونہہ سے یہ اقرار کروانا - ان مین زمین آسمان کا فرق ہے اور اسیطرح یہ آیت محبت الہی کے پیدا کرنے مین بہی مثل ہے ہے - تورات مین تو صرف یہی ہے کہ تو اپنے سارے زور سے اپنے خداوند کو دوست رکہہ (استثنار) وہان نہ محبت کا طریق بتلایا ہے نہ وجوہات محبت ذکر کیئے ہین اور بجگہہ دونون باتین ہین کیلیئے کہ وجوہات محبت تو (پرورش کرنا ہر طرح کی حاجات کا روا کرنا بعد مرنیکے آرام و راحت پہنچانا) اول کی تینون آیتون مین ذکر ہو چکے اور یہان طریق محبت بتلادیا کہ اوسکی عبادت کرو ورنہ اسکے سوا محبت کا اور کیا طور ہے؟ کیا کسی لکڑی یا بت کو گلے سے لگاکر پیار کیا کرتے

واضح ہو

کہ دنیا مین جو لوگ وہم اور خیالات فاسدہ کی پابند ہین جن خیالی معبودونکی پرستش کرتے ہین - اونکی چند قسم ہین کیونکہ بعض تو جسمانی چیزونکو شریک عبادت کرتے ہین - اور بعض غیر جسمانی چیزون کو اول اعنی جسمانی معبودونکی دو قسم ہین - ایک جسم سفلی دوسرا جسم علوی پہر وہ معبود کہ جو جسم سفلی ہین اونکی بہی دو قسم ہین **بسیط** اور **مرکب** بسائط جیسا کہ آگ اور پانی اور ہوا چنانچہ ان چیزون کی ابتک **ہنود** اور **مجوس** پرستش کرتے ہین اور دساتیر اور **وید** اور پرانون مین مذکور ہے اور پہر وہ معبود کہ جو اجسام مرکبہ ہین اونکی بہی چند اقسام ہین **معدنیات** پتہر اور چاندی اور سونا اور تانبا اور پیتل چنانچہ ان چیزونکی بہی ابتک اہل ہند پرستش کرتے ہین - اور **درخت** وغیرہ نباتات چنانچہ پیپل کو ابتک ہندو لوگ پوجتے ہین اور اوسکے کاٹنے کو بڑا گناہ جانتے ہین اور **حیوانات** چنانچہ گائے اور بیل اور سانپ وغیرہ جانورون کو ابتک ہندو پوجتے ہین اور اونکے ذبح کرنے کو گناہ عظیم جانتے ہین - اور **انسان** چنانچہ راجہ رام چندر اور کرشن اور مہادیب اور **بشن** وغیرہم بہت سے انسانون کو ابتک خدا جانتے اور اونکے نام کی

خیالی صورتین پتھروں کی بناکے مندروں مین رکھتے ہین اور اونکے آگے گا بجا کر اور بھوگ لگا پوجا کرتے سجدہ کرتے ہین اونسے حاجات طلب کرتے ہین - اور اسیطرح عیسائی حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا جانتے ہین اور بعض بیوقوف یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی خدا کا بیٹا کہتے تھے اور وہ بھوت باطل کہ جو اجسام علویہ ہین اونکی بھی کئی قسم ہین **آفتاب** اور **ماہتاب** اور ستارے چنانچہ انکو بھی ہندو اور مجوس اب تک پوجتے ہیں دساتیر مین ہر ایک ستارہ اور آفتاب و ماہتاب کی تسبیح اور پرستش کا طریق مندرج ہے اور **وید** اور پرانون مین بھی سورج دیوتا کی پوجا کے طریق مندرج ہین اور گاتری منتر بھی ہندو اسکی پوجا کرنے مین بڑے اعتقاد سے پڑھتے ہین جسمین آفتاب کی بڑی مدح ہے اور بعض تو ایسے دہرماتما ہین کہ جب تک سوج دیوتا کے درشن نہین کرتے اَن جَل کے پاس نہین جاتے - اور **آسمان** چنانچہ بہت سے جہلا عرب اور مجوس آسمان کو ہر بات کا خالق سمجھتے تھے - اور جب ایران مین آکر اہل اسلام آباد ہوئے تو اونکی اولاد مین بعض پر مجوس کا خیال قدرے مؤثر ہوا اور اپنے اشعار مین آسمان کو مخاطب کرنے لگے اور پھر جب اردو مین شعر نے جنم لیا تو اونہین ایرانیون کے تقلید سے یہان کے شعرا بھی بیچارے آسمان کے پیچھے پڑگئے اور سارے گلہ شکوہ ناکامیابی کے اسیکے سر پر لگا کر دل کا بخار نکالیان دینا ضرور سمجھنے لگے اور جو اجسام نہین تو اونکی بھی چند قسم ہین - ایک قسم نور و ظلمت اعنی **چاندنا** اور **اندھیرا** چنانچہ فرقہ **مانویہ** اور **ثنویہ** کہ مجوس ہین اندھیرے اور چاندنے کو مدبر عالم جانکر پوجتے اور خدا سمجھتے ہین دوسری قسم **ارواح** چنانچہ ایک قوم کا عرب مین بھی عقیدہ تھا کہ ملائکہ ارواح فلکیہ ہین اور ہر ملک کے لئے ارواح فلکیہ مین سے ایک روح مدبر اور کارکن ہے اور اسیطرح اس عالم مین سے ہر نوع کے لیئے ایک روح مدبر اور رب ہے سو یہ لوگ ہر روح کی ایک خیالی صورت پتھر یا پیتل کی بناکر پوجتے تھے - چنانچہ ہندو بھی اب تک یہی کرتے ہین - اور ایک قسم **خیر و شر** چنانچہ مجوس مین سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اس عالم کے دو خدا ہین اور وہ دونو بھائی ہین ایک **یزدان** جو خیر ہے اور تمام اچھی باتین وہی کرتا ہے اور ایک **اہرمن** کہ جو شر ہے اور تمام بُری باتین وہی کرتا ہے - گرچہ پادری موحد ہونیکا دعوی کرتے ہین مگر باہمی مناظرات سے یہی اور اونکی بعض کتابون سے بھی یہ بات معلوم ہوئی کہ شر کا خالق خدا تعالے نہین گو اہرمن کے قائل نہون مگر اوسکی جگہہ دوسرا مستقل خدا انسان کو مانتے ہین حالانکہ ہمنے اونکو سمجھا یا بھی کہ خالق ہونا اور چیز ہے اور کاسب ہونا اور چیز خدا خالق ہے اور بندہ کاسب اور اوس فعل کے ساتھ کاسب متصف ہوتا ہے نہ خالق دیکھو سیاہی بنانے والے کو سیاہ نہین کہتے بلکہ اوسکو کہ جسکے بدن پر لگی ہو لیکن اونکی سمجھہ مین یہ باریک بات نہین آئی - اور اسلیئے اہل اسلام مین سے بھی بعض لوگ کہ جنکو **قدریہ** یا **معتزلہ** کہتے ہین بہک کر شر کا خالق بندے کو قرار دیتے ہین جس سے عالم کے لیئے دو مستقل خالق ماننے

پڑتے ہین فساد ہوتا ہے پس یہہ تمام گروہ ان چیزون کو نفع کی امید اور بُرائی کے ڈر سے پوجتے تھے اور اب بھی پوجتے ہین اور جسکی عبادت یا اطاعت کرتا ہے تو انہین دونون باتون سے کرتا ہے۔ اور جو ذاتی عبادت کرتے ہین تو وہ بہت ہی کم ہین ۔ اور مخلہ نبوت کے لیئے یہ ضرور ہے کہ وہ اس خراب بات کو مٹاوے بالخصوص اوس نبی کے لیئے کہ جو تمام عالم کا نبی ہو اور اسوقت تمام عالم مین انہین خیالات فاسدہ کی اندھیریان ہر طرفسے محیط ہون اور اس گمراہی نے تمام عالم کو تاریک کر رکھا ہو ۔ اور اس خیال فاسد کے مٹانیکے لیئے تنہا معجزات کافی نہین اسلیئے کہ کچھ عجب نہین کہ اس نبی کو بھی ان معجزات و کرامات سے منجملہ اور معبودون کی ایک معبود سمجھہ بیٹھین مطلب برعکس ہو جاوے جیسا کہ **عیسائیون** نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا سمجھہ لیا اور اوسکا بیٹا بنا دیا **بلکہ** کسی برہان قوی سے ان تمام چیزون کا بلکہ مجموعہ عالم کا اور جسقدر عالم فرض کیئے جاوین اون سبکا محتاج اور حادث ہونا اور اونکے سب کمالات بلکہ اونکی حیات کا مستعار ہونا دکھا دیا جاوے اور کسی مالک مختار قادر علیم و رحیم کا ہر وقت دست نگر ہونا مشاہدہ کرا دیا جاوے تاکہ پھر اور کسی چیز کو استحقاق عبادت عقل سلیم کے نزدیک نرہے اور نہ کسی سے مدد مانگنے کی حاجت پڑے اسلیئے خدا تعالےٰ نے اپنے کلام مین ایسا ہی کر دیا کہ اول تینون آیتون مین تمام عالم کا محتاج ہونا اور اپنا ہر طرح کا قادر و رحیم و کریم ہونا ثابت کرکے بندہ کے دلپر وہ تجلی ذاتی کی کہ ہر چیز اوسکی نظرون مین گر گئی اور خدا ہی کی عبادت و استعانت کا اقرار کرنا پڑا ۔ پس ان تینون آیتون کے بعد ایاک نعبد نے تمام جہان کے جھوٹے معبودون کی خدائی کو جہین کر کلمۂ لا الہ الا اللہ کو برہان قطعی سے ثابت کر دیا ۔

استعانت معونت (مدد) کا طلب کرنا ہے ۔ استعانت کے اصول چار ہین (۱) دلمین کسی کام کا ارادہ پیدا کرنا اور اسکی خوبی اور نتیجہ کا حسن دلپر نقش کر دینا کہ جسکی وجہ سے انسان اوسکی طلب مین سرگرم ہوتا ہے (۲) اوس کام کے آلات و اسباب اور سب ساز و سامان بہم پہنچا دینا ۔ پھر اس ساز و سامان کی دو قسم ہین ایک ضروری کہ جس بغیر کام تمام نہو مگر آسانی ملحوظ نہو دوسرے زائد از ضروری کہ جس سے بآسانی وہ کام تمام ہو جائے مثلاً ایک تو صرف پیٹ بھر دینا خواہ عمدہ غذا ہو یا بُری دوسرے یہ کہ عمدہ غذا سے پیٹ بھرنا پس قسم اول کے ساز و سامان کو **قدرت ممکنہ** اور دوسرے کو **قدرت میسّرہ** کہتے ہین ۔ اور استطاعت بھی اسیکو کہتے ہین ۔ پھر یہہ ساز و سامان بشمار ہین ۔ سلامت حواس ظاہرہ و باطنہ اور خارجی اسباب کا بہم پہنچانا وغیرذلک (۳) ارتفاع موانع یعنی اوس کام مین جو چیزین خلل انداز ہین (خواہ اوس کام مین یا اوسکی حسن و خوبی مین) اونکو دفع کرنا کیونکہ گو کسی کام کا ارادہ دلمین مصمم ہو اور اوسکے سب سامان بھی بہم پہنچین مگر تاوقتیکہ اوسکے خارج اور خلل انداز اور مانع آنے والی چیزون کو دور نکیا جاوے وہ کام کبھی انجام کو نہ پہنچے گا

(۴) اوس کام پر غرض کا مترتب ہونا کیونکہ گو ایک گروہ کی یہ رائے ہے (کہ جب دونون چیزین ہونگی یعنی ساز وسامان اور ارتفاع موانع ہوگا تو خواہ مخواہ اوس فعل کا نتیجہ یا غرض پیدا ہوگی) مگر ہم خدا تعالےٰ کو قادر مطلق مان چکے ہین ہر چند اوسکی عادت یون ہی جاری ہے کہ وہ ان دونون باتون کے بعد اثر کو فعل پر مرتب کرتا ہے لیکن وہ قادر ہے چاہے تو نہونے دے۔ چنانچہ جسطرح کبھی کبھی اپنا ید قدرت دکھانے کو بغیر سامان وسباب کے اثر مترتب کر دیتا ہے اسیطرح گاہے اسباب پائے جانے اور موانع نہونے پر بھی اثر کو مترتب نہین ہونے دیتا۔ کبھی آگ نہین جلاتی یا پانی سیرابی نہین حاصل ہوتی بے لشکر کے فوجون کو ہزیمت دیدیتا ہے۔ بے ساز وسامان غیب سے کام کر دیتا ہے اسکو **خرق عادات** کہتے ہین جو اپنے خدا کو عاجز کہے وہ اسکا انکار کیا کرے ہمین اوس سے کیا مگر ہمارا خدا تعالےٰ قادر ہے۔ اس چوتھی قسم کو **برکت** بھی کہتے ہین پس جن کامون پر اثر مرتب نہین ہوتا یا جسے چاہتا ہے نہین ہوتا تو وہان کہتے ہین کہ اسمین برکت نہوئی اور اسلیئے ہر کاروبار مین خدا کا نام لینا اس برکت کے لیئے طریقہ اسلام قرار پاگیا۔ پس جو لوگ کہ یہہ سمجھتے ہین کہ سامان کا بہم پہنچانا کافی ہے وہ اپنے زعم فاسد مین اپنی احتیاج کا سلسلہ خدا سے منقطع جانتے ہین اسلیئے نہ وہ برکت کے قائل ہین نہ ہر کام مین اوسکا نام لینا سودمند سمجھتے ہین جیسا کہ اکثر **اہل یورپ** اور اونکے مقلد **نیچری** لوگ خدا تعالےٰ اونکو اس گمراہی سے نجات دی پس یہہ جسقدر معونت ہین سب خدا ہی کے خزانہ غیب سے عطا ہوتے ہین۔ کیونکہ اوسکے سوا جو کچھ ہے وہ اوسکے دامن تربیت تلے محتاج پرورش پاتا ہے وہ خود محتاج ہین اونکی ہستی بھی گھر کی نہین چہ جائیکہ اور کمالات۔ اونسے اور کوئی کیا خاک مدد مانگے ؎ جو خود محتاج ہووے دوسرے کا ؎ بھلا اوس سے مدد کا مانگنا کیا ؎ وہ لوگ کہ مخلوق پرستی کرتے ہین۔ جیسا کہ معنی عبادت مین بیان ہوا وہ اون معبودون سے حاجات بھی طلب کرتے ہین۔ پس خدا تعالےٰ نے لفظ ایاک مقدم کر کے جب بندہ کے موہنہ سے حالت مشاہدہ مین یہ اقرار کرایا کہ ہم تجھہ ہی سے مدد مانگتے ہین تو ان تمام غلط مذاہب کو مٹا دیا اور رستہ توحید کا دکھا دیا۔ اس مسئلہ کو بھی حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام نے لوگون کے دلون پر ایسا مدلل کر کے بٹھلا دیا کہ جس سے زیادہ ممکن نہین۔ اسلیئے اس نبی علیہ السلام کا پیرو ہر جگہہ موحد کے لقب سے ممتاز ہے ؎

سوال بلاشک جو قومین کہ مخلوق پرستی کرتی ہین خواہ اوس مخلوق کو اوسکا مظہر بنا کر پوجین یا جہت قبلہ کی توجیہ کرین جو کچھ ہو بہرحال صریح گمراہی مین ہین مگر ہندوستان کے بعض مسلمان بھی تو اس سے بری نہین دیکھئے کوئی تعزیہ پوجتا ہے کوئی کسی قبر کو سجدہ کرتا ہے۔ کوئی طاق بہرتا ہے الغرض جسطرح ہندو کرتے ہین اوسیطرح یہ بھی کرتے ہین صرف یہ فرق ہے کہ وہ اپنے بزرگونکو پوجتے ہین یہ اپنے بزرگون کو ؎ **جواب** اس سے اسلام پر کوئی عیب نہین لگتا کیونکہ اسلام نے ان باتونکی

مماثلت کردی ہے جو کریگا وہ عدالت اسلام کا مجرم ہوگا۔ پس خالص مسلمان تو ان باتون کے پاس بھی نہین جاتے ہان صحبت ہنود سے اگر بعض جہلا ایسا کرتے ہون تو بُرا کرتے ہین۔ دیکھو زنا کو شرع نے حرام کردیا اب جو کوئی مسلمان ہکا مرتکب ہے تو اس سے اسلام پر کچھہ عیب نہین لگتا یہہ اوس شخص کی بُرائی ہے +

اسرار

۱ یہہ کہ لفظ ایاک کو کہ جو ضمیر منصوب منفصل ہے لفظ تعبد سے مقدم کیا چند حکمتون کے لیئے (اول) یہہ کہ عبادت بندہ کی طرف اوس شاہنشاہ حقیقی کے لیئے ایک ہدیہ یا نذرانہ ہے پس اسکا مقتضے یہ ہے کہ اس نذرانہ سے پیشتر جسکے لیئے نذرانہ ہے اوسکا وجود اور اوسکا جلال آنکھون مین سما جاوے کیونکہ جب تک بادشاہ قائم اور اوسکا وجود مسلم نہین ہوتا تو نذرانہ اور ہدیہ بھی قائم نہین ہوسکتا (دوم) یہہ کہ خدا تعالے کی ذات قدیم اور بندہ اور اسکی بندگی حادث ہے تو جو چیز مقدم الوجود ہے جبتک کوئی وجہ عارض نہین تو اوسکو ذکر مین بھی مقدم کرتے ہین (سوم) یہہ کہ عبادت ہرچند غذا روحانی ہے مگر یہ جسم اور اسکے مقتضیات جو چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہین اونپر عبادت شاق گذرتی ہے اور لہو ولعب مین آرام آتا ہے دیکھئے نماج مین رات بھر نیند نہین آتی مسجد مین تھوڑی سی دیر مین اونگنے لگتے ہین؟ اور درحقیقت یہ عبادت خدا تعالے کی وہ امانت ہے کہ جسکا انا عرضنا الامانۃ الآیہ مین اشارہ ہے سو یہہ بوجھہ بھاری بغیر کسی سہارے کے نہین اوٹھہ سکتا پس اس تکان اور ماندگی دفع کرنیکے لیئے پیشتر شربت حضوری کا پیالہ پلادیا کہ اوسکے نشہ اور سرور اس چور ہوکر دنیا و مافیہا سے غافل ہوکر ہمہ تن عبادت مین مستغرق ہوجائے اور اسپر تکان و ماندگی نہ آئی ؎ ہرچند پیر خستہ دل و ناتوان شدم + ہر گاہ کہ یاد روے تو کردم جوان شدم + دیکھئے جب کوئی کسی پر عاشق زار ہوتا ہے تو جب اوسکے محبوب کا نام لیکر کوئی اوس سے کیسے ہی بھاری کام کو کہتا ہے تو اوسکے نشہ مین آکر کس خوشی سے کرتا ہے اور ہے جب وہ اوسکے سامنے کھڑا ہوکر یون کہے تیرے قربان (کیونکہ عبادت و اصل قربان ہونا ہے) محبوب کا تو نام سُنتے ہی دل بیقرار ہوجاتا ہے چہ جائیکہ وصال آرمشاہد جمال ہو ؎ جو میرے سامنے تیرا کسینے نام لیا + دل ستمزدہ کو مینے تہام تہام لیا + پس اسلیئے ایاک کو مقدم کیا۔

(چہارم) اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ عابد کو لازم ہے کہ اولا و بالذات معبود کی طرف دھیان رہے اور عبادت کو صرف اپنے اور اوسکے بیچمین ایک عمدہ واسطہ اور رابطہ جانے نہ یہہ کہ عبادت یا اوسکے ثواب و جزا پر نظر کرے کیلئے کہ کامل عبادت یہہ ہے کہ اور تو کیا اپنی ہستی کو بھی بھول جائے اور سوائے معبود کے اور کچھہ نظر نہ آئے + اور یہانسے یہہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت عالم غرور سے عالم سرور کی طرف اور اشغال خلق سے حضرت حق کی طرف جانا ہے۔ اور یہ محویت کچھہ تعجب کی بات نہین عشق مجازی مین محبوب کو دیکھکر سب کچھہ بھول جاتا ہے۔ دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھکر مصر کی عورتون نے

بجنود ہوکر ترنج کی جگہہ اپنے ہاتھہ کاٹ ڈالے پس جب اس مجازی محبت اور جمال کا یہہ حال ہے تو اوس حقیقی محبوب اور حقیقی جمال کا کیا مقال ہے - اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عبادت کے تین مرتبہ ہین **پہلا مرتبہ** یہہ کہ ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے عبادت کیجائے **دوسرا مرتبہ** یہہ کہ اپنی عبادت کے قبول ہونے سے بزرگی اور کمال پیدا کرنیکے لیئے عبادت کرے - **تیسرا درجہ** یہہ کہ خدا کی خاص خدا ہی کے لیئے عبادت کرے (یعنی وہی مقصود ہو) اور تینون مین اخیر مرتبہ بلند ہے ۞ پس اسلیئے ایاک کو جو ذات الٰہی پر دلالت کرتا ہے مقدم کیا (**پنجم**) اگر لفظ ایاک کو مقدم نکرتے تو حصر اور خصوصیت نہ سمجھی جاتی پس اون مذاہب باطلہ کا اس لطف وخوبی کے ساتہ رد نہوتا - کیونکہ یہان اور معبود دونکی عبادت کی نفی مٹائی گئی ہے اور کنایہ صریحت سے ابلغ ہوتا ہے کیا خوب کہا کسینے ؎ خوشتر آن باشد کہ سر دلبران ۞ گفتہ آید در حدیث دیگران -

۲ یہہ کہ لفظ نعبد جمع متکلم کا صیغہ بولا اعبد نہ کہا اسمین بہی کئی حکمت ہین (**اول**) یہہ کہ عبادت ایک نہایت عمدہ فعل ہے اسکے لیئے خلوص نیت اور حضور قلب شرط ہے اور یہہ ہر شخص کو میسر آنا مشکل ہے اسلیئے اپنی عبادت کو اوراچھے لوگونکی عبادت مین شامل کردیا تاکہ وہ کریم اونکے طفیل مین اسکو بہی قبول کرلے مثل مشہور ہے لکڑی کے ساتہ لوہا بہی تیرتا ہے (**دوسرے**) یہ کہ عبادت کا استحقاق تربیت اور رحمت اور بندونکی حاجت روائی کی وجہ سے ہے (کہتے ہین جسکا کہایئے اوسیکا گایئے) اور اوسکی پرورش ایک دو کے لیئے نہین بلکہ تمام جہان کے لیئے ہے جیسا کہ پہلے گزرا پس اوسکی عبادت بہی تمام جہان پر فرض ہوئی پس سبات کی طرف اشارہ کرنیکے لیئے (کہ نہ تنہا مین بلکہ اے خداوند عالم ہم سب تیری عبادت کرتے ہین) جمع کا صیغہ بولا (**تیسرے**) یہہ کہ یہ سورہ نماز مین پڑہی جاتی ہے اور نماز مین جماعت مقصود ہے {تاکہ شوکت اسلام معلوم ہو} اور ایک کا دوسرے کو حال دریافت ہوا کرے - اور باہم محبت پیدا ہو اور ایک کے دوسرے پر انوار منعکس ہون اور بہتون مین ایک نہ ایک خالص بندہ بہی ہوتا ہے اوسکے ساتہ عبادت کرنا قبولیت کا باعث ہے} پس اس مقصود کی طرف اشارہ کرنے کو لفظ جمع لایا گیا (**چوتھے**) یہہ کہ اگر اعبد کہتے تو اسمین عابد کو یہہ خیال آتا کہ مین عبادت کرتا ہون اور کوئی نہین سو اس وسوسہ کے مٹانے کے لیئے جمع متکلم کا صیغہ نعبد کہدیا تاکہ معلوم ہو کہ اور ہزارون ہمین مین کیا ہون **۳** یہہ کہ نعبد مضارع کا صیغہ بولا کہ وہ حال استقبال دونون کو شامل ہے ماضی عبدنا نہ کہا کیونکہ حضوری کا مقام یہہ چاہتا ہے کہ اوسوقت بہی عبادت کیجائے اور آیندہ کے لیئے اسکا عہد کرے سو یہہ بات مضارع مین حاصل ہے نہ ماضی مین - اور اسیقدر اسرار ایاک نستعین مین ہین ان سبکو وہان خیال کرلیجئے طول کلام سے ڈر کر بس کرتا ہون -

۴ عبادت کو مقدم کیا اور استعانت کو مؤخر اسمین چند اسرار ہین (**اول**) یہہ کہ اول بادشاہون کے حضور مین پیشتر

کوئی تعظیم و کورنش بجالاکر اور کچھ ہدیہ یا نذرانہ پیش کرکے پھر عرض حال اور سوال کیا کرتا ہے - گو خدا تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہوں سے کچھ بھی مناسبت نہیں مگر فطرت سلیمہ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے اسلئے اول عبادت کو اُسکے حضور اعلیٰ میں پیشکش کرکے اپنی عبودیت کا اظہار کر دیا - اور اُسکی خوشنودی کو حاصل کرلیا - اُسکے بعد ایاک نستعین کہکر سوال کیا - خلاصہ یہ کہ عبادت وسیلہ ہے اور استعانت سوال مطلب اور ہمیشہ وسیلہ مقدم ہوتا ہے (دوم) یہ کہ ایاک نعبد یہ چاہتا ہے کہ نفس کو عبادۃ الٰہی سے ایک بڑا رتبہ حاصل ہو - اور اسمیں ایک قسم کی خود پسندی پیدا ہونیکا احتمال تھا تو اسی لئے اسکے بعد ایاک نستعین کہدیا کہ یہ عبادۃ بھی تیری ہی مدد اور اعانت سے ہوتی ہے تاکہ اُس مرض کا علاج ہوجاوے (سوم) اسمیں اشارہ ہے اسطرف کہ استعانت اُسی سے چاہتے ہیں کہ جسکی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا وہی مستحق ہے کہ جو خالق اور مربی اور ہر طرح کی قدرت و اختیار رکھتا ہو اور وہی مستحق طلب اعانت ہے گویا کہ یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں - پھر ان دونوں لفظوں کے جمع کرنے میں بھی حکمت ہے (۱) یہ کہ مرتبہ عبودیت دو باتوں سے کامل ہوتا ہے - اوّل یہ کہ عبادۃ کرے - دوم یہ کہ اپنے آپکو محتاج محض سمجھکر ہر کام میں اُسی سے مدد مانگے - کیونکہ جو نوکر ہمیشہ خدمت گذاری کرتے ہیں اور اپنی حاجات کا اظہار مولیٰ سے نہیں کرتے اور نہ اُس سے طالب امداد ہوتے ہیں تو اُسے کسیقدر بوسے نخوت آیا کرتی ہے اور اُن کا فدوی مخلص ہونا ثابت نہیں ہوتا بالخصوص اُس قاعدے کے رو برو کہ جو دیکر خوش ہوتا ہے اور جو مانگنے کا حکم دیتا ہے - پس اس لیئے ایاک نعبد کے بعد ایاک نستعین کہدیا (۲) یہ کہ یہ تکمیل عبادت کا ہے - یعنی پوری اور اصل عبادت جب ہی پائی جاتی ہے کہ جبکہ تن عجز و انکسار رہو کر اُسکے آگے ہاتھ پھیلایا جاتا ہے - کیونکہ اس وقت میں ایک روحانی نیاز اور ارتباط پیدا ہوتا ہے کہ جو بہت سی عبادت سے نہیں ہوتا ہے - اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (مشکوٰۃ) اور اسی لئے ہر عبادت کے ساتھ دعا کا مانگنا اسلام میں لازم قرار دیا گیا - نماز پنجگانہ کے بعد ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام دعا مانگا کرتے تھے اور سب انبیاء اکثر اوقات دعا کرتے تھے - اور اسی لیئے حکیموں کا قول ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو عرش الٰہی حرکت کرتا ہے یعنے بندہ اور خدا میں جو ایک واسطہ یا رابطہ ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسلئے اسکے بعد اکثر بندہ کا مقصود خدا تعالےٰ عطا فرماتا ہے -

(۳) یہ کہ دنیا کے جسقدر فریق مشرک ہیں وہ اپنے خیالی معبودوں کی عبادت بھی کرتے تھے - اور پھر اُنسے برحاجات کا سوال بھی کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہنود بتوں سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر مانگتے ہیں اور بعض آدمیوں نے بھی اولاد و مال و تندرستی و عزت مانگا کرتے ہیں - پس شرک کی یہ دو شاخ ہیں ایک **عبادت** دوسرے **استعانت** اسلئے خدا تعالیٰ نے پہلے تین آیات میں وہ دلائل قائم کرکے (کہ جنسے اُسکے ماسوا سے ہر چیز کا محتاج اور حادث ہونا ثابت ہوتا ہے) اِن دونوں شاخوں کو جڑ سے کاٹ دیا کہ بندہ کے منہ سے دربار خاص میں بہت سی جماعت کے روبرو اپنا جلوہ دکھا کر یہ اقرار کرادیا

ایاک نعبد وایاک نستعین ہم خاص تیری ہی عبادہ کرتے ہیں نہ اور کیسکی اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں نہ اور کسی سے۔

۴) یہہ کہ دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں اوّل **جبری** جو کہتے ہیں کہ ہمکو کچھہ اختیار نہیں جو کچھہ کرتا ہے وہی کرتا ہے ہم تو لکڑی اور پتھر کی طرح بے اختیار ہیں۔ دوّم۔ **قدری** کہ جو ہر چیز میں اپنے آپ کو فاعل مختار اور موجد اور قادر سمجھتے ہیں۔ سوم **اہل حق** کہ جو نہ بندہ کو مختار محض کہتے ہیں نہ بے اختیار محض چونکہ وہ دونوں فریق غلطی پر ہیں کس لیئے کہ اول گروہ تو شریعت بلکہ کل معاملات دنیاوی کا ابطال کرتا اور خدا کی ذات مقدس میں عیب ثابت کرتا ہے پس اُنکے رد میں تو ایاک نعبد فرمایا کہ جس سے بندہ کو عبادت کا اختیار ثابت ہوتا ہے اور دوسرا فریق کا رخانہ خالقیت میں حصّہ پیدا کرتا ہے۔ اُنکی اصلاح کے لیئے لفظ ایاک نستعین فرمایا کہ جس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے

مسائل فقہیہ

اس آیت سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ خدا سے تعالیٰ کے سوا اور کسیکی پرستش حرام ہے خواہ وہ اور کوئی ہو۔ نہ اور کسیکو سجدہ درست ہے نہ رکوع۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاہتے ہیں کہ آپکو سجدہ کیا کریں آپنے منع فرمایا (مشکوۃ) اور نہ کسیکی نام کا روزہ رکھنا جائز ہے اور نہ غیر اللہ کے نام سے صدقہ وخیرات دینا درست ہے۔ نہ اور کسی کے گھر کا نہ کعبہ کیطرح طواف درست ہے نہ احرام باندہ کر جانا یہانتک کہ ذبیحہ پر بھی غیر اللہ کا نام لیکر ذبح درست نہیں۔ اور اسیطرح غیر اللہ سے مدد مانگنا بھی درست نہیں۔ نہ اور کسیکو قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرنا روا ہے۔

سوال جب یہہ بات ہے تو پھر مسلمان ایک دوسرے سے کیوں مدد مانگتے ہیں کوئی کسی سے پانی مانگتا ہے۔ طبیب کے پاس علاج کو جاتے بادشاہوں اور امراء سے سوال کرتے ہیں۔ علی ہذا القیاس حالانکہ ان باتوں کو کوئی بھی منع نہیں کرتا نہ اُنکے مرتکب کو کوئی مشرک کہتا ہے

جواب استمداد کی دو قسم ہیں۔ ایک یہہ کہ جس سے امداد چاہتا ہے اُسکو عالم اسباب میں ایک حیلہ اور مدد الٰہی کا مظہر جانتا ہے اور دراصل مدد کرنیوالا خدا ہی کو سمجھتا ہے چونکہ وہ اور کے دلمیں القا کرتا ہے تو وہ کام کر دیتا ہے۔ اور ایک یہہ کہ اُس غیر کو مستقل جانتا ہے قسم اول کی استمداد درحقیقت خدا تعالیٰ سے استمداد ہے نہ اُس غیر سے۔ اور دوسری قسم غیر سے ہے۔ اِس لیئے قسم اول مباح اور دوسری حرام ہے اور سوال مذکور میں جو استمداد ہے وہ قسم اول سے ہے اِسی لیئے علمائے اسلام نے یہہ فرمایا ہے کہ جو طبیب کو صحت بخشنے والا جانیگا اور دوا کو مستقل موثر سمجھے گا مشرک ہوگا۔ ہاں دوا کو اور حکیم کو ایک سبب جانے اور فاعل اُسکو سمجھے تو کچھہ مضائقہ نہیں۔ اور اسی طرح انبیاء اور اولیاء اور صلحاء سے محبت رکھنا اُنکی تعظیم کرنا عبادت غیر اللہ نہیں۔ کس لیئے کہ یہہ بھی صرف خدا تعالیٰ کے واسطے سے کیا جاتا ہے۔ نہ ایسے افعال میں عبادت پائی جاتی ہے۔ مگر افراط و تفریط نہ چاہیئے۔

فروعات

(۱) اس حکم کو قرآن مجید مین اور جگہہ بہی بکثرت بیان فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کہ مینے عبادت ہی کے لیئے پیدا کیا ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ کہ تیرے رب نے بہی حکم دیا ہے کہ اوسیکو بوجہ کر خدا سے نہ مانگو۔ اور بہت سی آیات ہین۔ اس حکم کا اسلامیون پر وہ اثر ہوا کہ کبہی کسی نبی کی امت پر نہین ہوا۔ بنجگانہ نماز روحانی اور جسمانی عبادت اور استغفار اور اپنی عاجزی اور خدا کی شکر گزاری اور اوسکی ثنا وصفت اور دعا ہے ساتہ سنن اور نوافل اور پہر شب بیداری کہ جسکی نسبت فرمایا ہے يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ کہ خدا کے خالص بندے اُ سجدہ اور قیام مین شب گزاری کرتے ہین اور پہر صبح اور شام اور زوال وغیرہ اوقات سفر وحضر سونے جاگنے کہانے پینے کے اذکار بیشمار کے شرف کی دلیل واضح ہے یہ بات کسی مذہب وملت مین نہین۔ پہر مالی عبادت اور ریاضت صوم وحج بہی اس ملت مین فرض ہے نہین کی جو چاہے کرے چاہے نکرے ۞ پہر اس عبادت اور توحید کا نور اور سرور جو کہ اہل اسلام کے دلون پر جلوہ گر ہوا اور اب تک ہے اور کا نظیر بہی کہین اور کسی امت مین پایا نہین جاتا محبت اور خوف الٰہی سے شب بہر رونا اور اس مزہ مین مست وبیخود ہونا کہ تنکی خبر بدن کی سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ اور صحابہ رضہ اور تابعین اور تبع تابعین کے بلکہ اولیا متاخرین حضرت محبوب سبحانی **عبدالقادر جیلانی** قدس سرہ اور حضرت **بایزید بسطامی** رضہ اور حضرت **جنید** بغدادی اور حضرت **معین الدین** چشتی رح وغیرہم کے احوال بیان کرنیکی یہان گنجایش نہین۔ خود آنحضرت کے سینہ فیض گنجینہ سے ایک ہانڈی کے جوش کیسی ۞ قال الٰہی مین آواز آیا کرتی تہی حضرت ابوحنیفہ رح کو شام سے صبح ہوجاتی تہی مگر اوس ذوق مین اونکو خبر ہی نہوتی تہی۔ اسلیئے ان لوگونکی روحانی قوت اس درجہ کو غالب آگئی تہی کہ جو انبیا بنی اسرائیل سے معجزات سرزد ہوئے ہین وہ انسے کرامات صادر ہوئی ہین کہ جنکو لوقا اور مرقس سے زیادہ ترثقہ لوگون نے مشاہدہ کیا اور اپنی کتابون مین لکہا ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ حواریون کے حالات اور اونکی تاریخ وملفوظات کو عیسائی انجیل اور کتاب الٰہی کہتے ہین ہم ان بزرگوار ونکے حالات کی کتابون کو قرآن اور کلام الٰہی نہین کہتے مگر دونون برابر ہین کوئی کچہہ کہا کرے۔ چونکہ انکے ہان کتاب الٰہی نہتی اگر یہ لوگ ان تاریخون کو انجیل کہکر دل خوش نکرتے تو کیا کرتے۔ ہمارے ہان چونکہ قرآن مجید کلام الٰہی موجود ہے ہمکو اس تکلف کی کیا ضرورت اس بات سے انکی تاریخین (کہ جنکو انجیل کہتے ہین) معتبر اور ہماری تاریخین غیر معتبر نہین ہوسکتین نہ وہ ہمسے یہ کہہ سکتے ہین کہ ان باتون کو قرآن مین دکہلاؤ۔

(۲) چونکہ اس مذہب مین یہ نور عبادت وتوحید ہمیشہ ہے اسلیئے انکے ہان وہ لوگ کہ جنپر فیض **روح القدس** نازل ہوتا ہے ہمیشہ چلے آئے ہین اور عیسائیون کے ہان چونکہ یہہ بات حواریون مین تہی تو انپر روح نازل ہوتی تہی جس سے وہ صدہا کرامات دکہاتے تہے نہ ہر انپر اثر نکرتا تہا بیمار اونکے ہاتہ لگانے سے تندرست ہوجاتے تہے۔ سانپونکو اُٹہا لیتے تہے (مرقس) مگر اونکے بعد چونکہ دین سچے مین تحریف وتبدیل ہوکر فرق آگیا وہ بات جاتی رہی پہر کوئی ایسا نہین ہوا نہ کوئی عیسائی ایسا ہونیکا دعوی کرتا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اب کیا خواریوں کے بعد سے کوئی بھی عیسائی نہ ہوا ورنہ اس فیض روحانی کے بند ہونے کی کیا وجہ ؟

(۳) آپ جان چکے ہیں کہ بندہ سے کرامات جب صادر ہوتے ہیں کہ وہ قرب خدا حاصل کرتا ہے کیونکہ دراصل ہر چیز پر وہی قادر ہے لیکن جب بندہ اُسکی صحبت میں رہتا ہے تو جسطرح آگ کا لوہے پر اثر آکر اُسکو بھی جلانیوالا بنا دیتی ہے یا جسطرح پھول اپنی صحبت میں مٹی کو معطر بنا دیتا ہے۔ یہی حال عابد و عارف کو خدا تعالیٰ کی قربت سے نصیب ہوتا ہے پھر تو اُسکی زبان اُسکا بیان ہو جاتی ہے۔ ؎ جمال ہمنشین در من اثر کرد ٭ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم ٭ کس کے کب ممکنات میں اثر و تاثیر کا یہ حال ہے پھر وہ تو قادر ذوالجلال ہے۔ اور یہاں سے ایکو یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادتکا فائدہ بندہ کیلئے ہے خدا کو کچھ ضرورت نہیں وہ بندہ کے نفع کیلئے حکم دیتا ہے ٭

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

ہمکو سیدھے رستہ پر چلا ٭

(ترکیب)

اِهْدِ امر حاضر معروف اَنْتَ اِسکا فاعل اور نَا مفعول اول۔ اور الصِّرَاطَ موصوف المستقیم صفت۔ دونوں ملکر مفعول ثانی۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ خبلیہ انشائیہ ہوا۔ اور معنی اِیہ مستعین میں جو اعانت مطلوب تھی اُسکا بیان ہے کہ ہم آپسے یہ استعانت چاہتے ہیں کہ آپ ہمکو ہر امر میں خواہ دینی ہو یا دنیوی سیدھے رستہ پر چلائیں۔ افراط و تفریط سے کمی زیادتی سے بچائیں۔

پس پہلے جملہ سے

معانی الفاظ

ربط اس جملہ سے ہوا

(ہدایت) زبان عرب میں مقصود کا رستہ دکھانا یا رہنمائی یا مطلوب تک پہنچانا ہے۔ اور ہدیہ (تحفہ) چونکہ تحفہ دینے والا خاطر محبت معلوم ہوتی ہے اسلئے اُسکو ہدیہ کہتے ہیں۔ اور **ہوادی الوحش** اُن وحشی اور صحرائی جانوروں کو کہتے ہیں کہ جو اُنکے آگے آگے چلا کرتے ہیں کیونکہ وہ اِن سب کی رہنمائی کرتے ہیں۔ لیکن عرف میں اِسکا استعمال نیک چیزوں کی رہنمائی میں ہوتا ہے اور وہاں کہ جہاں فائدہ اور بھلائی حاصل ہو پس اسلئے چوری وغیرہ بدکاری کا رستہ بتانے کو ہدایت نہ کہیں گے نہ قید خانہ کی راہ بتانے کو ہدایت بولا جائے گا۔ اور قرآن میں جو فاھدوھم الی صراط الجحیم (کہ ان کو جہنم کا رستہ بتلاؤ) آیا ہے تو علی سبیل الاستہزاء آیا ہے۔ چونکہ علماء میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہدایت مذکر ہنود کرتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں مطلوب تک پہنچانا تو اسکا فیصلہ بعض محققین نے یوں کیا ہے کہ جہاں اسکا دنی ہوئی اور ایجن کو جو بغیر لام اور الی کے ذریعہ سے ہوگا تو وہاں ارائۃ الطریق یعنے راہ دکھانا مراد لیا ہے اُسکے آگے ڈنڈوت یھدی الذی ھی اقوم اور ھدیناھم الی صراط مستقیم اور جہانکہ بغیر ان دیا مشغول ہو کہ ذرا بھی خدا کی ہوگا یعنے مقصود تک پہنچانا جیسا کہ اھدنا الصراط المستقیم میں فرمایا ہے کہ یہ قاعدہ

(۱)

تفسیر

پس اس امر مین قرآن اور مواقع سے بہتر کوئی چیز نہین

خدا تعالیٰ کی **ہدایت** کے بیشمار اقسام مین کہ جنکا شمار کرنا مشکل ہے لیکن اونکے **اجناس** عالیہ یہہ ہین۔

اوّل مرتبہ ہدایت الہامی ہے کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے مطلب کا القا ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو پیدا ہوتی ہی دودہ پینا اور رو کر اپنی حالت درد کو بیان کرنا الہام ہوتا ہے درختونکو زمین سے پانی چوسکر بڑہنا پہل پھول لانا شاخونکا فضا کی طرف پہلینا علی ہذا القیاس عالم مین سے کوئی چیز بھی اس فیض سے محروم نہین۔ اور خدا تعالےٰ کے وجود کا جو علم ہے اور اسپر جو ایمان لائے ہوئے ہے وہ بھی اسی قسم کی ہدایت کا ثمرہ ہے اُسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے۔ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی کہ ہر شے کو اُسکے مناسب طور پر پیدا کرکے رہنمائی کی۔

دوسرا مرتبہ ہدایت حسی کا ہے کہ حواس ظاہری کان۔ آنکھ۔ ناک۔ چکھنا۔ چھونا۔ (۲) حواس باطنی حس مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ قوت متصرفہ۔ عطا فرما کر گرم و سرد نافع و مضر چیزونکا تمیز کرنا بتلایا۔ اگر یہہ چیزین نہوتین انسان کیا بلکہ ہر حیوان کی زندگی نہوتی یہہ فیض تمام حیوانات پر ہے اسکی طرف بھی آیت مذکورہ مین اشارہ ہے۔

تیسرا مرتبہ ہدایت بداہت عقلی ہے کہ جو چیز حواس سے غائب ہے اور جہان کہ حواس کی رسائی نہین وہان انسانکی عقل مدرکات حواس ظاہری اور باطنی سے کلیات انتزاع کرکے فی الفور کام لیتے ہے دیکھیے جبکا نہین بہت سے لوگونسے کسی واقعہ کی خبر پہونچتی ہے تو عقل اُس خبر کی صداقت کا حکم لگا دیتی ہے۔ وہان استدلال اور ترتیب مقدمات کی ضرورت نہین پڑتی۔ اس فیض الٰہی سے حکما حمقا انسان بلکہ جن اور فرشتہ بھی فیضیاب ہین اُسکی طرف بھی آیت سابقہ مین اشارہ ہے

چوتھا مرتبہ ہدایت استدلال عقلی ہے یعنے جہان بداہت عقل کی رسائی نہین وہان مقدمات ترتیب دیکر نتیجہ نکالنا اور اس ذریعہ سے کسی نامعلوم چیز کو حاصل کرنا اور یقین پیدا کرنا خدا تعالیٰ نے عطا کیا۔ اس امر مین عقلاء و حکما مخصوص ہین اسلئے اُنکے اقوال کی عام لوگ پیروی کرتے ہین۔ مگر عقل سے بسا اوقات قوت وہمیہ مقابلہ کرتی ہے اور اُسکو راہ راست یعنے صراط مستقیم سے ہٹکر اِدھر اُدھر وادی اغلاط مین لیجاتی ہے۔ اسلئے حکما کے اقوال اور ان باہم متعارض اور مخالف ہین مثلاً ایک حکیم کچھ کہتا ہے دوسرا اوسکے برخلاف فرماتا ہے۔ اور کبھی خود ایک ہی شخص ایک وقت ایک بات دریافت (۲) چونکہ اس مذہب میں دوسرے وقت آپ ہی اُسکو غلط بتلاتا ہے۔ ہر چند اس غلطی سے بچانے کے لئے حکما نے فن ہمیشہ پہلے آئے ہین اور عیسائیونے اور بھی پریشانی مین ڈالدیا۔ پس اسلئے خدا تعالےٰ نے اوس کے واسطے دکھاتے تھے زہر اپنے اثر نکرتا تھا! **الہام** انبیاء علیہم السلام قائم کیا کہ جہان عقول عاجز آجاوین وہان خدا تعالیٰ الہام انبیاء چونکہ دین سچے مین تحریف و تبدیل ہونے سے جسطرح عامیونکو عقلاء و حکما کے اقوال پر اعتماد نہا اسیطرح حکما و عقلا کو انبیاء رہنمائی کا یہہ لوگ سبب ہین۔ یہانسے اُنکو ضرورت نبوت بھی بخوبی معلوم ہوگئی۔

پس جو لوگ کہ منصب نبوت کے منکر ہین جیسا کہ آریہ سماج والے وہم کی دلدل مین دہنسے ہوے ہین۔ چوتھے مرتبہ کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے۔ ھدیناہ النجدین کہ انسان کو ہمنے نیک و بد دونون رستے بتلائے۔ اور اس پانچوین مرتبہ کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا کہ ہمنے انبیا کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم کی رہنمائی کرتے ہین۔

(چھٹا مرتبہ) ہدایت انکشافی ہے کہ خدا تعالے بندہ کے دلسے حجاب ظلمانی اُٹھا کر اُسکو عالم غیب کا مشاہدہ کرادے اور ہر چیز کی اصل حقیقت دکھا دے یہہ ہدایت کا انتہاے مرتبہ ہے یہہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے کہ جنکی اطاعت تمام خلق پر فرض ہے۔ اور اُنکے مریدون اور پیرون مین سے بھی اُن لوگونکو (کہ جنکے قلوب مین آئینہ کی طرح اُنکے انوار قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے) اس ہدایت مین سے کچھ حصہ ملجاتا ہے۔ اور ان پیرون کو **حواری** یا **اولیاء** اور کبھی **محدث** کہتے ہین اس آیت کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ جنہون نے ہمارے لئے کوشش کی ہم اُنکو اپنا رستہ بتلاوینگے آپ کو یہان سے نبی اور ولی کے معنی بھی بخوبی معلوم ہوگئے۔ اور جو لوگ کہ نبوت کو بڑھئی لوہار کے کام کا ملکہ قرار دیتے ہین اُنکی غلط فہمی بھی معلوم ہوگی۔ اور یہہ بھی معلوم ہوگیا کہ دنیا کے تمام کاروبار اور عمدہ صنعتین اور تدابیر ملک اور آخرت کے احکام اور قواعد شریعت سب خدا کی ہدایت کا نتیجہ ہے۔

مگر آپ کو یہہ بھی یاد رہے کہ یہہ جتنے امور ہین سب مین سیدہا رستہ ضرور ہے اور جہان افراط و تفریط ہوئی سیدھے رستہ سے الگ ہوا۔ مقصد مین خرابی آئی پس اسی لئے خدا تعالے نے اھدنا کے بعد الصراط المستقیم ذکر فرمایا یعنے یہہ تعلیم کی کہ یون دعا مانگو کہ اے خدا ہمکو ہر امر مین سیدھا رستہ دکھا۔

واضح ہو

کہ جبتک ہر امر مین افراط (زیادتی) و تفریط (کمی) معلوم نہوگی صراط مستقیم یعنے درمیانہ پن معلوم نہ ہوگا۔ پس سب سے پیشتر ہم عبادت اور استعانت مین جو افراط و تفریط ہے اُسکو بیان کرتے ہین۔ پس عبادت مین **افراط** یہہ ہے کہ جہان خدا کی کسی صفت کا ظہور دیکھے اُسی کو پوجنے لگے۔ جیسا کہ **مجوس** اور **ہنود** کرتے ہین کہ اُنہون نے کوئی چیز بھی نہ چھوڑی۔ یہانتک کہ جب ہندوستان مین ریل جاری ہوئی اور اینجن کو جو بغیر بیل اور گھوڑے کے خود بخود دوڑتا دیکھا تو بہت سے ہندوون نے ہر ہر کے اُسکے آگے **ڈنڈوت** کی اور **رئیس شہر مہاراج** بنایا۔ اور **تفریط** یہہ کہ معاش دنیا اور کاروبار مین ایسا مشغول ہو کہ ذرا بھی خدا کی

طرف توجہ نرہے عبادت توکجا جیساکہ **اہل یورپ کا** دستور ہے شاید پیرس اور لندن اور برلن وغیرہ شہرون مین کبھی کوئی خدا[1] کا نام لیتا ہوگا۔ اور اسیطرح استعانت مین افراط یہ ہے کہ ہر چیز کو سبب سمجھکر اور وسیلۂ حاجات جانکر اُس سے سوال کرے اور ستارونکی تاثیر سے اپنی سعادت ونحوست سمجھے اور نباتات اور معدنیات اور حیوانات کے خواص مختصہ کی رعایت کرے اور گہر اور بیوی اور ہتیارون اور دیگر اسباب معیشت مین نحوست وسعادت کا خیال کرکے سودائی بنجائے اور عناصر اور آفتاب وماہتاب اور ارواح انسانیہ و دیگر غیر مرئی چیزونکو خدا تعالیٰ کے خزانۂ غیب کا دارو غہ یا مالک یا مختار جانکر اُنسے مدد مانگے اور اُنکے نام سے نذر و نیاز ہوم و جگ کرے جیساکہ **ہنود** کرتے ہین اور وید ونمین اسنک یہی مضامین بھرے پڑے ہین کہ جس سبب سے یہہ لوگ ہر چیز سے ڈرتے اور ہر چیز سے امید نفع رسانی رکھتے ہین اور **تفریط** یہہ کہ دوا وغذا وغیرہ اسباب معتبرہ کو بے اعتبار جانے اور خدا سے دعا کرنا اور نیکی اور خدا کی راہ مین دینے کو خیر و برکت کا سبب نہ سمجھکر اُنسے اعراض کرے اور جو چیزین کہ عالم اسباب مین موثر ہین اونکو فضول اور بے اعتبار جانے۔

اگرچہ صراط مستقیم کی تفصیل علم اخلاق کی کتابون مین خوب کی ہے مگر کسیقدر مختصر طور پر یہان بھی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہون لان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ

واضح ہو

کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو تین قوتین عطا فرمائی ہین **(اول) قوت ادراکیہ** کہ جس سے ہر چیز کو جانتا ہے کہ جسکو قوت عقلیہ اور نطقیہ بھی کہتے ہین پس اس سے جس چیز کو جانتا ہے وہ یا خدا تعالیٰ کی **ذات و صفات** اور اسکے افعال کے دنیا و آخرت مین آثار ہین اور اُنکے جاننے کو **علم الٰہی** کہتے ہین اور اسمین **افراط** یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی کُنہ حقیقت دریافت کرنے لگے اور اُسکی صفات مین گہوٹے دوڑانے لگے۔ جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ ہم قیل وقال اور سوال کرینگے کہ یہہ چیزین تو خدا نے بنائی ہین خدا کو کس نے بنایا۔ پس جب کبھی یہہ نوبت پہونچی تو یون کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کہ مین اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لایا (متفق علیہ) اور اُسکے لئے جسم اور مکان اور حدوث اور شکل وصورت وغیرہ وہ صفات ثابت کرے کہ جو اُسکی تقدس کے منافی ہین

[1] بلکہ اب اسکے اہل اسلام کا کوئی ایسا شہر نہین کہ جسمین پانچوقت باواز بلند خدا کی توحید و تقدیس نہ پکاری جاتی ہو اور پھر یکرون خدا کے بندے اکٹھے ہوکر اوسکی ثنا و صفت اور اوسکی شکر گذاری اور اپنے گناہون سے استغفار اور اس سے دعا کرتے ہون اور اوسکے آگے اپنی جسم اور روح سے نہایت پاکیزہ حالت بنا کر جھکتے ہون یہ اسنے دین کی علامت ہے۔ (منہ) نعم کہ مکہ اور مدینہ طیبہ مین تو ہمہ وقت یہی حالت رہتی ہے۔ فقیر کا مکہ مین جعل مکہ کے قریب مقیم ہونا شب کو تمام شب تکبیر و تہلیل کی آواز کا نوبتی نہج (لاؤ محمد عبدالحق)

چنانچہ یہود و نصارے بلکہ ہنود نے ایسا ہی کیا ہے کہ خدا کو مجسم اور حضرت آدم کا ہمشکل مانا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت میں اور کچھ مچھ سؤر شیر وغیرہ حیوانات کی شکل میں ہو کر دنیا پر آنا اور کھانا پینا وغیرہ وہ باتیں ثابت کی ہیں کہ جن سے وہ بری ہے اور خالق کو مخلوق کے ساتھ مشابہ بنا دیا ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا یا بندہ کو عاجز محض جانکر تمام قبائح زنا و چوری کو اُسی کی طرف نسبت کرے جیسا کہ جبریہ کرتے ہیں۔ یا یہہ اعتقاد کرے کہ ایمان لانے کے بعد پھر بندہ کو کسی گناہ پر عذاب دینا اُسکا دستور نہیں بندہ جو چاہے سو کرے جیسا کہ پولوس اور اُسکے مریدوں نصارے کا عقیدہ ہے انکے مقلد اہل اسلام میں سے بھی بعض لوگ ہیں جنکو مرجیہ کہتے ہیں اور تفریط یہ کہ اُسکی صفات کا انکار کیا جاوے اور اُسکو اپنے خیال میں جزئیات کے علم سے بے بہرہ جانے اور ایسا عاجز جانے کہ سوائے عقل اول کے اور کوئی چیز اُس نے پیدا ہی نہیں کی جیسا کہ حکماء یونان اور مجوس کا عقیدہ ہے اور یہ کہ اُسکی صفات سمع و بصر وغیرہ جو نصوص قرآنیہ سے ثابت ہیں اُنسے بلا کسی وجہ وجیہ کے انکار کیا جائے اور یہہ کہ اُسکو گناہ بخشنے سے عاجز قرار دیا جاوے کہ بغیر اسباب کے کہ وہ سب کے عوض میں آدمی کی شکل میں آکر خود کفارہ ہو یہود کے ہاتھ سے صلیب پر کھینچا جاوے گناہ معاف نہیں کر سکتا جیسا کہ پادریان حال کا عقیدہ ہے اور یہ کہ جمیع افراد عالم میں اسباب ہی کو موثر تام جانکر خدا تعالے کو نکما اور بیکار جانے جیسا کہ آریہ سماج[1] کا عقیدہ ہے۔ اور یہ کہ بندہ کو خالق مستقل جانکر افعال عباد کو اُس کے قبضۂ قدرت سے علیحدہ سمجھے جیسا کہ حال کے عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور اہل اسلام میں سے معتزلہ اُنکے مقلد ہیں اسکے علاوہ اور بہت سی افراط و تفریط ہیں۔ اور یا وہ چیزیں کہ جنکو بندہ جانتا ہے ارواح و ملائکہ و انبیاء و اولیاء و ائمہ دین ہیں اور اُنکے علم کو علم غیوب کہتے ہیں اسمیں افراط یہ ہے کہ ان لوگوں کو ایسا بڑھا لے کہ درجۂ خدائی تک پہنچا لے جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور اُسکا بیٹا کہتے ہیں یا بعض جہلا ان چیزوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہہ عین خدا ہیں ان کو بندوں کی حاجت برآری اور فریاد رسی کی مستقل قدرت ہے یہہ خیال کر کے اُنکی تصویروں کو اور اُنکی قبروں کو اور تعزیہ کو پوجتے ہیں اور اُنسے اولاد اور مال اور تندرستی اور عزت و آبرو مانگتے ہیں جیسا کہ ہنود عناصر اور دیوتاؤں اور بہت سے انسانوں کو اسلئے پوجتے ہیں چنانچہ رگوید اور یجروید میں اُنکی پرستش کے طریقے اور اُنکی مدح میں منتر اور شکت اِن ویدوں کی ستتیا میں مندرج ہیں اور اسی طرح پارسیوں کے دساتیر انہیں باتوں سے بھری پڑیں ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ یا انکو یوں سمجھے کہ خدا جانے چاہے نہ چاہے یہ ہماری حاجات کو پورا کرینگے اور حشر میں خواہ مخواہ اپنے پرستش کرنیوالوں کو رنج و غم سے رہائی دینگے جیسا کہ یہود اپنے انبیاء کی نسبت اور مسیح علیہ السلام کی نسبت عیسائی اب تک یہی اعتقاد رکھتے ہیں اور بعض جاہل مسلمان اپنی جہالت اور سفاہت سے حضرات اولیاء اور انبیاء اور اُنکے مزارات مقدسہ سے ایسی لغو تاثیر عمل میں لاتے ہیں یا کسی ولی کو نبی کے رتبہ میں خیال کیا جاوے اور نبی کو شریک خدائی گردانا جاوے جیسا کہ عیسائی کرتے ہیں اور تفریط یہہ کہ سرے سے غیر محسوس چیزوں کا منکر ہو جاوے بس نہ وحی ملائکہ کا قائل ہو۔ نہ جن و شیطان کے وجود کا اور

[1] ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے کہ جسکے اس زمانہ میں پیشرو دیانند سرستی تھے ۱۲ منہ

انبیاء علیہم السلام کو صرف رفارمر یعنی ناصح اور واعظ جانتے نہ اُنکے انکشاف کا معتقد ہونہ اُنکے خرق عادات معجزات و کرامات کا قائل ہو جیسا کہ آجکل یورپ کے ملحدوں کا عقیدہ ہے اور ہندوستان میں اُنکے مرید **نیچریوں** کا اعتقاد ہے یا انبیاء علیہم السلام کو معصوم و محفوظ نہ جانے نہ ملائکہ کی عصمت کا قائل ہو بلکہ اپنے نفس خبیث پر قیاس کرکے اُنکو بھی ہر طرح کے گناہ میں ملوث سمجھے جیسا کہ **اہل کتاب** کا عقیدہ ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے دونوں بیٹوں سے زنا کرنیوالا اور حضرت ہارونؑ علیہ السلام کو بچھڑا پوجنے والا اور حضرت داؤدؑ علیہ السلام کو اوریا کی بیوی بنت سبع سے حرام کرنے والا اور حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کو بت پرستی کرنیوالا سمجھتے ہیں اور یہ باتیں اُنکی تورات و دیگر کتب الہامیہ میں مذکور ہیں اور جیسا کہ ہنود دیوتاؤں کو کہ جنکو وہ فرشتہ کہتے ہیں زنا کار اور سخت مکار جانتے ہیں چنانچہ **اندر** کا گوتم کی جورو سے زنا کرنا کتب شاستر ہنود میں مندرج ہے اور یہود میں بھی ہاروت ماروت کا قصہ مشہور تھا کہ انہوں نے شراب پی کر زہرہ سے زنا کیا کہ جنکی تقلید سے بعض ناسمجھ مفسروں نے اس بے اصل قصہ کو قرآن مجید کی تفاسیر میں لکھدیا یا انبیاء علیہم السلام کے رتبہ کا لحاظ نہ کرکے اُنکو بڑے بھائی کے برابر قرار دیا جاوے وغیر ذلک من العقائد الفاسدہ یا وہ چیزیں کہ جنکو جانتا ہے قبر اور دوزخ اور جنت اور حساب و میزان وغیرہ امور آخرت کے معاملات ہیں اور اُنکے علم کو **علم معاد** اور علم سمعیات بھی کہتے ہیں اسمیں **افراط** یہ ہے کہ ایمان کو ایسا سہل جانے کہ پھر اُسکے لئے کوئی گناہ مضر نہ سمجھے اور جزا اعمال میں خلل انداز کو محض مجبور جانکر گناہ بخشنے پر یا کچھ عمل [illegible] مرنوں کے قبول کرنے پر قادر نہ جانے جیسا کہ **نصاریٰ** کا عقیدہ ہے اور **تفریط** یہ ہے کہ یا تو سرے سے عدم مرنے کے بعد سزا عذاب و ثواب قبر و حشر کا قائل نہو جیسا کہ **دہریوں** کا عقیدہ ہے اور جو قائل ہو تو پھر ادنے سے گناہ کو بھی ایمان کا زائل کر دینے والا جانے جیسا کہ **خوارج** کا عقیدہ ہے یا وہاں کے عذاب و ثواب کو خیالی[۵۷] عذاب و ثواب جانے جیسا کہ عیسائیوں اور **حکماء یونان** اور اُنکے مقلدین **نیچریوں** کا عقیدہ ہے یا وہاں کے ملذات اور عقوبات کو فانی جانے اور دنیا کے انقلابات پر محمول کرے وغیر ذلک۔ یا وہ چیزیں کہ جنکو انسان جانتا ہے علاوہ اُنکے اور جواہر و اعراض ہیں کہ جنکے علوم کو علے حسب اختلاف الموضوع **علم طبعی** اور **ریاضی** کہتے ہیں پھر ہندسہ اور ہیئت اور نجوم اور زیج اور اکر اور علم الحیوان وغیرہ بہت سے علوم اِنہیں علوم کے موضوعات کی شاخیں ہیں پس ان میں **افراط** یہ ہے کہ ان میں ایسا مشغول ہو کہ دنیا و مافیہا سے خبر نہ ہے یا نجوم اور طلسم اور نیرنجات اور کیمیا وغیرہ اُن فنون میں مشغول ہو کہ جو کارآمد نہیں یا اُنکی تاثیرات سعادت و نحوست ہی کا قائل ہو اور **تفریط** یہ کہ بالکل ان علوم سے بے بہرہ رہے یا ان چیزوں کی تاثیرات جسمانیہ کا بھی مطلق قائل نہو المختصر اس قوت ادراکیہ یا عقلیہ میں افراط و تفریط بُری ہے اور درمیانی حالت عمدہ ہے اور اُسکو **حکمت** کہتے ہیں کہ جو انسان کا بڑا کمال ہے اور

---

۵۵ کتاب پیدائش ۱۹ باب ۵۶ کتاب خروج ۳۲ باب ۵۶ کتاب دوم سموئیل ۱۱ باب ۵۶ کتاب اول سلاطین ۱۱ باب ۵۵

۵۷ چنانچہ پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق اور سید احمد خاں صاحب نیچری کی تفسیر القرآن میں مذکور ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں اسکی خوب تشریح ہو چکی ہے ۱۲ منہ

صراط مستقیم کا مصداق اور اسکی افراط کو جزبرہ کہتے ہیں یعنی عیاری وطراری اور تفریط کو **عناوت** اور **بلادت** (دوسری **قوتِ شہویہ**) ہے کہ جس پر منافع حاصل کرنیکا مدار ہے اور اسی کی وجہ سے مرغوب چیزوں کی خواہش ہوتی ہے پس اس کی **افراط** یہ ہے کہ کھانے اور پینے اور جماع کرنے وغیرہ لذائذ میں ہمہ تن مصروف اور سراسر گرفتار ہوجاوے اور اس مرتبہ کو **فجور** اور **خلاعت** بھی کہتے ہیں جس کا ثمرہ فحش اور بے حیائی ہے اور اسکی **تفریط** یہہ ہے کہ جسقدر لذائذ اسکے لئے حلال اور مباح ہیں اور جنپر معیشت دنیا کی بنیاد قائم ہے اُنکو بھی ترک کر بیٹھے جیساکہ **رہبان** اور ہندؤں کے فقیر جوگی اور گھتائیں وغیرہم کرتے ہیں۔ قرآن اور نبی علیہ السلام نے جس طرح افراط سے منع کیا ہے اسی طرح اس تفریط سے بھی کہ جس کو **جمود** کہتے ہیں بڑی تاکید سے روکا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ تک کہ کہہ کس نے خدا کی اُن ستھری اور زینت کی چیزوں کو حرام کیا ہے کہ جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں اور نبی صلعم نے بھی لارہبانیۃ فی الاسلام فرمایا ہے (مشکوۃ) کہ اسلام میں رہبانیت کا کچھ کام نہیں اور ان دونوں حالتوں کی درمیانی حالت کہ جس پر صراط مستقیم صادق آتا ہے **عفت** ہے اعنی اپنی خواہش نفسانی کو عقل اور شرع کے تابع بناتا اور اس عفت سے بہت سے اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوتے ہیں جیساکہ **صبر** اور **قناعت** اور **جود** اور **سخاوت** اور پھر سخاوت سے **کرم** اور **ایثار** کہ اور لوگوں کو بھلائی میں اپنے نفس پر مقدم رکھنا اور معاملات میں **مسامحت** یعنی فروگزاشت کرنا ۱۲ تیسری (**قوتِ غضبیہ**) ہے کہ جسکے تفصیل سے انسان خطرناک کاموں میں گر پڑتا اہل عقل سلیم مبرا کہتے ہیں اُنکو کج فہم بیوقوف بتلاتے ہیں جسکو **اوباش** کہ **تہور** کہتے ہیں کہ بغیر مصلحت جرات اور دلیری کرنا جانتے ہیں علی ہذا القیاس بحکم کس نگوید کہ دوغ من ترش است + ہر شخص اپنے مناسب حال اخلاق وعادات معاشرت ومعاملات کو راہ راست بتلاتا اور صراط مستقیم کا مصداق بتاتا ہے حلال خوروں سے پوچھئے تو وہ لال گورو کی اطاعت ہی کو باعث نجات بتلاتے ہیں۔ ہندو بت اور عناصر پرستی ہی کو نجات کہتے ہیں۔ عیسائی تثلیث وکفارہ والوہیت مسیح کو مانتا حیات ابدی کہتے ہیں پارسی آتش پرستی ہی میں سرگرم ہیں۔ الغرض کسیکے کچھ افعال واقوال ہیں کسی کے کچھ اور سچ یہ ہے کہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نہ سب حق ہیں نہ سب باطل کیونکہ اجتماع النقیضین ممکن ہے نہ ارتفاع النقیضین پس اسلئے ان میں سے ایک فریق صراط مستقیم پر ہے اور سب ضلال مبین میں گرفتار اور خوار ہیں کس لئے بُری چیز کو بھلا جانکر اسپر تقدم عزیز لو صرف کرنا بڑے خسارہ کی بات ہے اور اسی لئے اس جہل مرکب کو حکماء نے مرض لادوا مانا ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی اپنے کلام میں اسکو بڑے بُرا مرض گردانا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا تو کہہ کہ آؤ ہم تمکو بتلاویں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہ جنکی دنیا میں ساری تگاپو کی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں ۵ بروز حشر شود ہمچو روز معلومت + کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور + کیا خوب کہا ہے کسی نے

۵ قول ۱۲ منہ

تمہ کو توحید و ایمان و طاعت خدا و رسول اور رعیت اور ملک اور شہر کی خیر خواہی اور ماں باپ بیوی اولاد دیار عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا عمدہ تربیت کرنا غلاموں اور نوکروں اور بے زبان چارپایوں پر رحم کرنا انکی وسعت سے زیادہ کام نہ لینا انکی خوراک وغیرہ ضروریات کو بخوبی ادا کرنا وغیرہ وغیرہ اخلاق حمیدہ کہ جنکو فطرت انسانیہ اچھا جانتی ہے ان سب باتوں کو خدا تعالےٰ نے ایک آیت میں کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا ہے کہ جس کا مثل نہیں اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ پس جب آپ کو لفظ ہدایت اور صراط مستقیم کے معنی بخوبی معلوم ہو گئے تو اب اس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ بندہ کو خدا تعالیٰ یہ ارشاد کرتا ہے کہ تو مجھ سے یہ دعا کر اے خدا تعالیٰ تو مجھکو صراط مستقیم (کہ جو ہر امر کی درمیانی حالت ہے) نصیب کر کیونکہ جب انسان کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوا تو سعادت ملگئی کہ جسکے لئے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں۔ اب اس دعا کو دیکھئے کہ جسکو پادری گرجا میں عبادت کے وقت پڑھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جس طرح آسمان پر ہے ویسی زمین پر بھی ہووے ہماری روزکی روٹی آج ہمیں دے الخ بلاشک ان دونوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے پس جسکی معرفت ایسی دعا الہام ہوا سکو نبی نہ کہا جاوے اور دعائے نان کے علم کو نبی کہا جاوے اگر یہ ناانصافی اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

نکات

(۱) یہ کہ خدا تعالےٰ نے ان بیشمار علوم اخلاق کی بنا پر کہ جنکی تصریح کا عقیدہ ہے اور جو قائل ہو تو پھر ادنےٰ سے گناہ کو بھی ایمان کا زائل کر دینے والا جانے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے یا وہاں کے عذاب و ثواب کو خیالی[۵۶] عذاب و ثواب جانے جیسا کہ عیسائیوں اور حکماء یونان اور انکے مقلدین نیچریوں کا عقیدہ ہے یا وہاں کے ملذذات اور عقوبات کو فانی جانے اور دنیا کے انقلابات پر محمول کرے وغیر ذلک۔ یا وہ چیزیں کہ جنکو انسان جانتا ہے علاوہ انکے اور جواہر و اعراض ہیں کہ جنکے علوم کو علے حسب اختلاف الموضوع علم طبعی اور ریاضی کہتے ہیں پھر ہندسہ اور ہیئت اور نجوم اور زیج اور آثار اور علم الحیوان وغیرہ بہت سے علوم انہیں علوم کے موضوعات کی شاخیں ہیں پس ان میں افراط یہ ہے کہ ان میں ایسا مشغول ہو کہ دنیا و مافیہا سے خبر نہ ہے یا نجوم اور طلسم اور نیرنجات اور کیمیا وغیرہ اُن فنون میں مشغول ہو کہ جو کارآمد نہیں یا انکی تاثیرات سعادت و نحوست ہی کا قائل ہو اور تفریط یہ کہ بالکل ان علوم سے بے بہرہ رہے یا ان چیزوں کی تاثیرات جسمانیہ کا بھی مطلق قائل نہ ہو المختصر اس قوت ادراکیہ یا عقلیہ میں افراط و تفریط بری ہے اور درمیانی حالت عمدہ ہے اور اسکو حکمت کہتے ہیں کہ جو انسان کا بڑا کمال ہے اور

---

[۵۵] کتاب پیدائش ۱۹ باب [۵۶] کتاب خروج ۳۲ باب [۵۷] کتاب دوم سموئیل ۱۱ باب [۵۸] کتاب اول سلاطین ۱۱ باب [۵۹]

[۵۶] چنانچہ پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق اور سید احمد خاں صاحب نیچری کی تفسیر القرآن میں مذکور ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں اسکی خوب تشریح ہو چکی ہے ۱۲ منہ

کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ پس لفظ مستقیم میں ہمیشہ ان باتوں پر قائم رہنے کی طرف اشارہ ہے +

(۴) یہ کہ اہدنا کو کیا ابنی بصیغہ واحد نہ آیا اس میں چند مصلحتیں ہیں (۱) یہ کہ یہہ دعا ہے اور دعا جب سب لوگ مجتمع ہو کر کرتے ہیں وہ زیادہ قبول ہوتی ہے کیونکہ جب بہت سے قلوب عالم بالا کی طرف ہمت کرتے ہیں تو انکی اثر ہمت کو عالم بالا سے مقصود کے وجود میں بڑا علاقہ ہے پس کبھی ردد عا مصائب کے دفع کرنے میں صرف ہوتی ہے اور کبھی عالم حس میں متشکل ہو کر مقصود اور مطلوب بنجاتی ہے اور یہ ایک سر الٰہی ہے کہ جسکو ہر شخص نہیں جانتا (۲) یہ کہ جب تک سب کو ہدایت نہو تو اس دعا کا نیوالا کبھی پورا مقصد نہ پالیا جاوے کس لئے کہ تمام کاروبار عالم کے ایک دوسرے سے متعلق ہیں پس جب ایک راہ راست پر ہو اور دوسرا نہو تو اسکو بھی وقت پیش آوے اور دینی و دنیاوی معاملات میں بڑی صعوبتیں اٹھانی پڑیں اور جبکہ گھر یا شہر کے سب یا اکثر لوگ راہ راست پر ہوتے ہیں تو کامل فائدہ ہوتا ہے (۳) یہ کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم خلق کی خیر خواہی اور دوسروں کی بھلائی کے بھی درپے رہو نفسانفسی اور پس عاجبی جس طرح انکو شریک کرتے ہو تو اسپر عمل بھی کرو اور کاروبار میں بھی انکو شریک کرو رفاہ عام کا لحاظ رکھو (۴) یہ کہ یہ دعا عاجزی اور احتیاج کا ثبوت ہے پس جس طرح وہ رب العالمین ہے اسی طرح اس سے سب کو اظہار احتیاج اور عاجزی کرنی چاہئے + واضح ہو کہ صراط مستقیم کو عقل سلیم پہچان سکتی ہے مگر اکثر اوقات وہم دخیل ہو کر غلطی میں ڈال دیتا ہے اسلئے آپ دنیا میں سیکڑوں اختلافات اور ہزاروں تناقضات دیکھتے ہیں۔ دیکھئے جن چیزوں کو اہل عقل سلیم برا کہتے ہیں انکو کج فہم بھلا بتلاتے ہیں تمام بنی آدم گوشت کھانے کو مباح مانتے ہیں مگر ہتھوڑے سے ہندو برا جانتے ہیں علی ہذا القیاس بحکم کس نگوید کہ دوغ من ترش است + ہر شخص اپنے مذہب و ملت اخلاق و عادات معاشرت و معاملات کو راہ راست بتلاتا ہے اور صراط مستقیم کا مصداق بنتا ہے حلال خوروں سے پوچھئے تو وہ لال گوروکی اطاعت ہی کو باعث نجات بتلاتے ہیں۔ ہندو بت اور عناصر پرستی ہی کو نکتی کہتے ہیں۔ عیسائی تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح کو مانا حیات ابدی کہتے ہیں پارسی آتش پرستی ہی میں سرگرم ہیں۔ الغرض کسیکے کچھ افعال و اقوال ہیں کسی کے کچھ اور بجز اور کرشن میں مگر یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نہ سب حق ہیں نہ سب باطل کیونکہ نہ اجتماع النقیضین ممکن ہے نہ ارتفاع النقیضین پس سنئے ان میں سے ایک فریق صراط مستقیم پر ہے اور سب ضلال مبین میں گرفتار اور خوار ہیں کس لئے بری چیز کو بھلا جانکر اسپر تقدم عمر عزیز لوصف کرنا بڑے خسارہ کی بات ہے اور اسی لئے اس جہل مرکب کو حکماء نے مرض لادوا مانا ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی اپنے کلام میں اسکو سب سے بڑا مرض گردانا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ تو کہہ کہ آؤ ہم تمکو بتلاویں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہ جنکی دنیا میں کمائی نکارت گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں ؎ بروز حشر شود ہیچ روز معلومت + کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور + کیا خوب کہا ہے کسی نے

؎ قول ۔۔۔ شد فعل ۔۔۔

۵ خواجہ پندار کہ دارد حاصلے ۔ خواجہ را حاصل بجز پندار نیست ۔

لیکن جہاں عقل غلطیوں کی سخت دلدل میں پھنس جاتی ہے تو رحمت الٰہی اسکو الہام انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے نجات دیتی ہے یعنی ایسے اختلافات میں انبیاء علیہم السلام اور اُنکے متبعین کسوٹی ہیں کہ جو اُنسے مطابق ہیں تو ٹھیک ورنہ صراط مستقیم سے الگ ہیں پس اسلئے اسکے بعد یہ فرمایا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ اُن لوگوں کے رستہ پر چلا کہ جن پر تو نے بخشش کی (انبیاء) ۔ نہ اُن لوگوں کی راہ پر کہ جن پر تو خفا ہوا اور نہ اُنکی راہ پر کہ جو گمراہ ہیں (کفار و مشرکین) ۔

ترکیب

صراط مضاف الذین مضاف الیہ موصول انعمت علیہم فعل با فاعل و ضمیر عائد اسکا صلہ ۔ موصول وصلہ ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا وہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر بدل کل ہوا الصراط المستقیم سے یعنی صراط مستقیم سے مراد وہ رستہ ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام اور اُنکے متبعین کا ہے ۔ غیر المغضوب علیہم معطوف علیہ ولا الضالین معطوف ۔ معطوف اور معطوف علیہ دونو ملکر الذین سے بدل ہوا یعنی جن پر تو نے انعام کیا ہے اُنسے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن پر تیری خفگی نہیں ہوئی اور نہ وہ گمراہ ہیں تاکہ کوئی انعام دنیاوی سمجھکر گمراہ دولتمندوں اور بادشاہوں کا طریقہ نہ سمجھ لے ۔ یہاں یہ سورۃ تمام ہوگئی ۔

تفسیر

نعمت[1] لغت میں نرمی کو کہتے ہیں ۔ ثوب ناعم اور جلد ناعم بولتے ہیں یعنی نرم کپڑا یا نرم جلد ۔ پھر اُس حالت سرور و لذت پر اس مناسبت سے لفظ نعمت[2] بولنے لگے لیکن مراد اس سے وہ چیزیں لینے لگے کہ جن سے انسان کو راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے اور انعام نعمت کیساتھ اس طرح پر دینا کہ اُس سے صرف احسان مقصود ہو اپنی کوئی غرض نہ ہو اور اسی لئے خدا انعام کے سوا سے کسیکو مُنعِم حقیقی نہیں کہتے ہاں مجازاً اطلاق کر سکتے ہیں ۔

ہر چند خدا تعالیٰ کی نعمتیں بیشمار ہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ کہ اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے لیکن اُنکی دو قسم ہیں ایک دُنیوی دوسری اُخروی پھر دنیوی کی دو قسم ہیں ایک وہبی کہ جس میں بندہ کو کچھ دخل نہیں دوسرے کسبی کہ جو بندہ کے کسب اور کام سے علاقہ رکھتے ہیں پھر وہبی کی دو قسم ہیں ایک روحانی جیسا کہ اسکی روح کو پیدا کرنا اور پھر اسکے بدن سے متعلق کرنا کہ جسکو زندگی دنیاوی کہتے ہیں اور پھر اُسکو عقل سے منور کرنا اور اُسکے متعلق قُویٰ فہم و فکر و نطق وغیرہ عطا کرنا ۔ دوسرے جسمانی جیسا کہ اسکا بدن پیدا کرنا اور اُس میں قُویٰ غاذیہ و نامیہ وغیرہا کہ جن سے اسکا قوام بدن ہے عطا کرنا اور اسکے اعضاء ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کو کامل بنانا اور پھر اسکے متعلق کھانا اور کپڑا و دیگر حوائج

[1] بالفتح ۔ [2] بالکسر ۔

وزینت روپیہ پیسا زن و فرزند مکان وسواری وغیرہ وغیرہ بیشمار چیزیں ہیں۔ یہ نعمتیں خدا تعالیٰ کی کافر و مومن نیک و بد سب کو عطا ہیں جو کچھ بندہ کو محنت ملی ہیں اسلئے قدر نہیں کرتا۔ اگر ان میں سے ایک تندرستی اور فراغ دستی ہی کو دیکھا جائے تو کیسی نعمت ہے؟ اور پھر ایک آنکھ یا ناک وغیرہ اعضاء کے لئے اگر لاکھوں روپیہ صرف کرے تو کہیں دستیاب نہوں ادنے سی بات جوانی میں بال کا سیاہ ہونا ہے پھر اسکے لئے بڑھاپے میں لوگ خضاب لگا کر جو کچھ مشقت اٹھاتے ہیں بیان سے باہر ہے۔ پھر پانی اور ہوا اور طرح طرح کی خوشبوئیں اور میوے اور قسم قسم کے اناج اور نفیس کپڑے سب خدا کی مخلوق ہیں جو بندہ کے کام میں آتے ہیں بندہ کا اسمیں خانہ زاد کچھ بھی نہیں۔ اور کبھی بھی بہت سی نعمتیں ہیں جیسا کہ اخلاق حمیدہ سے نفس کو مزین بنانا اور علم و فضل صنعت اور طرح طرح کی آلائشیں ظاہری و باطنی پیدا کرنا ہے یہ بھی سب دھرے ہیں لیکن قدرے بندہ کے کام کو دخل ہے مگر مراد کو وہی پہنچاتا ہے ورنہ اپنی سعی و کوشش کو سلطنت اور دیگر کمالات حاصل کرنے میں کون کرتا ہے۔ اخروی نعمتوں کے بھی بیشمار اقسام ہیں جیسا کہ بندہ کو اپنی معرفت اور ہدایت اور تقرب وغیرہ آخرت کے وسائل عطا کرنا اور اسکے گناہ معاف کرنا اور مرنے کے بعد اسکو عالم برزخ (قبر) میں اور عالم حشر میں جنت دینا اور اسمیں صدہا وہ نعمتیں کہ جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے نہ کسی کے دل پر انکا خیال گزرا ہے اور سب سے بڑھکر وہاں کا دوام اور اس کا دیدار ہے اللھم ارزقنا رویتک فی جنۃ الفردوس آمین +

پس آپ کو جب نعماء الٰہی کا کسقدر حال معلوم ہوا تو اب یہ جان لیجئے کہ اس آیت میں (کہ جسپر اسے خدا تو نے نعمت کی ہے انکی راہ پر چلا) نعمت اخرویہ مراد ہے کس لئے کہ دراصل جسقدر دنیا کی نعمتیں ہیں سب[1] فانی ہیں اور باقی نعمتیں آخرویہ ہیں سو انکے مقابلہ میں وہ کالعدم ہیں۔ دوم دنیاوی نعمتوں میں تو گمراہ لوگ بھی شریک ہیں پھر انکی راہ کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے انکی راہ تو سیدھی جہنم میں جاتی ہے اعاذنا اللہ منہا + اور یہ بھی واضح ہو کہ جنکو خدا تعالیٰ نے اخروی نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ چار گروہ ہیں جیسا کہ خود ایک جگہ فرماتا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ کہ جس نے رسول کی اطاعت کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ رہیگا کہ جن پر خدا نے انعام کیا اور انبیا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں +

آپ کو یہ تو معلوم ہو گا کہ عالم غیب سے یہ صراط مستقیم اول انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے اور پھر انکا پرتو اصدیقین پر پڑتا ہے اور انکا شہیدوں پر اور انکا صالحین پر کس لئے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں ایک قوت نظریہ کہ جسکی

---

[1] یہ دنیا کے تمام عیش و عشرت دولت و جوانی حسن و خوبی اقبال و شہرت سب خواب و خیال ہیں جس طرح کوئی رات کو خواب میں شادی کرے اور نہایت خوش ہو اٹھاوے یا تخت سلطنت پاوے پس صبح کو جب آنکھ کھلے تو کچھ نہیں دیکھتا یہی حال اس چند روزہ زندگی اور اسکی بہار کا ہے۔ آؤ کسیکو اسمیں کا معائنہ کرانا ہو تو پرانے کھنڈرات یا خصوص پرانی دہلی میں بادشاہوں کی شکستہ عمارات اور کو شک ہزار ستون کی بنیاد کو دیکھے اور تو زک سلاطین تیموریہ کا آئینہ عبرت لال قلعہ ہے۔ دہلی کی کسی بڑے بادشاہ نے اخیر عمر میں کہ جب برسر تخت تھے کیا حسرت کے یہ اشعار کہے ہیں ؎ بسیار دیدیم جہاں چیدیم ۔ بسیار نعم دادیم ۔ اسپان بلند پرشت نیم ۔ تر کان گراں بہا خریدیم ۔ کردیم بسے نشاط و آخر چو قلم ۔ از دست بدر نہادیم

وبہ سے اشیاء کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس قوت کی تکمیل کی دو صورتیں ہیں ایک انکشاف کہ روح کو نور قدس سے وہ صفائی حاصل ہو کہ پھر حجابات اور ظلمات ادراک حقائق الاشیاء سے مانع نہ آویں اس کا قالب عالم غیب کا خزانہ ہو جاوے اگر بغیر اکتساب وتعلیم یہ بات سکو حاصل ہے تو وہ نبی ہے پھر انبیاء کے بھی مراتب متفاوت ہیں اعلیٰ درجہ میں رسول اولوالعزم ہیں اور ان سب کا سلسلہ ایک ایسے شخص کی طرف منتہی ہے کہ جو عالم روحانی میں خداوند تعالیٰ کے ظہور کا اول پرتو ہے کہ پھر جو اور مخلوقات ہے سب اُسی کی تفصیلات ہیں اور عالم جسمی میں وہ سب سے اخیر ہے جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خوب کہا ہے کسی نے

؎ تو اصلی وجود آمدی از نخست ✦ دگر ہر چہ موجود شد فرع تست ✦ پس چونکہ کل کائنات اسی کے وجود کے انبساطات ہیں اسلئے جس طرح اپنے وجود کا علم ضروری ہے انکا بھی ضروری ہے اسلئے تمام علوم کا سرچشمہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھکو تمام اولین وآخرین کے علوم دئے گئے ہیں۔ اور چونکہ نبی آدم از علم بابد کمال۔ کمال کا اعلیٰ مرتبہ قوت علیہ کی تکمیل ہے اور آپ اسمیں سب سے بڑھکر تو اسلئے آنحضرت سید المرسلین قرار پائے۔ الحاصل نبی وہ ہے جسکی قوت علمیہ انکشاف الٰہی سے نہایت کمال کو پہنچ جاتی ہے کہ پھر اُسمیں غلطی کا احتمال نہیں رہتا اور اسکی قوت عملیہ بھی مکمل ہو جاتی ہے کہ جس سے ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ و معصوم رہتا ہے اور اُسکی روحانی قوت سے فرق عادات وخرقِ اُسکی تصدیق کے لئے ظاہر ہوتے ہیں اور جو لوگ انہی فیض صحبت اور اثر تربیت سے اس رتبہ علیا کو پہنچتے ہیں اُنکو صدیق کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ میں ابوبکر تھے اور پھر تابعین وتبع تابعین اور انکے بعد اور ہزارہا متقین گزرے ہیں کہ جنکی فیوض وانوار نے ایک عالم کو منور کر رکھا ہے اگرچہ علماء اخیر

؎ اصلی ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ جس سے ایک چیز کا سب سے اول ہونا اور آخر ہونا سمجھ میں آجاوے کسی درخت کے تخم کو دیکھئے کہ وہ اس درخت کی اصل ہے پھر اس سے دیکھئے تخلیق میں یہ ایک مرتبہ تفصیل کا ہوا پھر اسپر غلاف ہیں تو اس تخم کی تفصیل کا ہوا یہ تمام غلاف ہیں پھر چھلکا اور چھلکا نمودار ہوتے ہیں یہ تیسرا مرتبہ تفصیل کا ہوا اور اس تخم میں بسقدر یہ چیزیں بمعلا دو یعت تھیں سب باہر آگئی ہیں اور تفصیل ہو گئی پھر وہ تخم سب سے اخیر پھل میں آگیا۔ یہ تخم جو پھل میں نمودار ہوا ہے اگر کسیقدر زمینات کا لحاظ کیا جاوے تو وہی پھل ہے اور جس سے یہ تمام درخت پیدا ہوا۔ اب کہئے یہ تخم سارے درخت کی اصل ہوا یا مؤخر بھی ہے۔ یہی حال حقیقت محمدیہ اور تمام سلسلہ انبیاء کا ہے فقال ۱۲ منہ

؎ معجزات کبھی اقوال ہوتے ہیں جیسا کہ غیب کی خبر دینا اور بے شمل کلام کرنا جیسی ہر طرح کی ہدایت مع غایت فصاحت ہونا جیسا کہ قرآن مجید اور افعال ہیں جیسا کہ انگلیوں سے پانی جاری کرنا اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اور درختوں کو حاضر کرنا ایک شت خاک سے لشکر کو اور ہزار دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور جمیع انبیاء اور تصدیق کے لئے معجزات دیئے جاتے ہیں اسی طرح آنحضرت کو آیات عقلیہ بھی ملی ہیں پھر ان آیات عقلیہ کی بھی چند قسم ہیں ان میں سے ایک آیت بیان شافی ہے اور انجملہ حجت واضحہ ہے اور انجملہ انوار صحبت ہیں اور انجملہ تکمیل نفس ہے کہ اس سے بھی علم کی صحبت سے نفس کو کمال حاصل ہو جاوے اور انجملہ خیر و برکات و نیک وقتی ہے کہ اسکے یمن برکت سے انسان کو ہر قسم کی نیک ملتی اور خیر و برکت حاصل ہو جاوے۔ پس جمیع کمالات نفس لوگوں کو معجزات سے نبی کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس سے بڑھکر آیات عقلیہ سے تصدیق ہو جاتا ہے گو ہمارے نبی صلعم کو اسقدر معجزات عطا ہوئے ہیں کہ آجتک کسی نبی کو نہیں ملے مگر اسے وہ چند حضرت کو آیات عقلیہ عنایت ہوئیں جس سے اُمت محمدیہ علی صاحبہا السلام کا کمال معلوم ہوتا ہے یعنی جناب محمد علیہ السلام کی اُمت ایسی کوڑ مغز نہیں کہ اُنکو سوائے موٹی موٹی باتوں کے اور لطیف باتوں سے نبوت دریافت کرنے کا حصہ ہی نہیں ملا۔ دیکھئے اہل بصیرت اور حکما اشراقیہ آیات عقلیہ سے دوسرے شخص کے کمالات کیسے جلد دریافت کر لیتے ہیں اور دیکھئے دوسرے کا حاکم ہندوستان جانا عامیوں کو ظاہری عمل فوج وشوکت سے معلوم ہوتا ہے اور جو اہل بصیرت کے ضمیر میں ہے اور اسکی کچھ حاجت نہیں وہ بغیر اس ظاہری عمل کو یقین کامل کر لیتے ہیں زیادہ ظاہری عمل ساتھ رہنا دوسرے کی خوبی اور کمال نہیں بلکہ عامیوں کے نقصان عقل کی دلیل ہے ۱۲ منہ

ودیگر اہل ریاضت جیسا کہ ہنود کے جوگی وغیرہم بھی اس انکشاف سے کسیقدر بہرہ یاب ہوتے ہیں مگر بسبب اختلاط قوتِ وہمیہ کے غلطیوں سے محفوظ نہیں اور نہ یہ قوت اُنکے حد کمال تک پہنچی ہے بلکہ وہ ایسے ہیں کہ جس طرح کسی طائر کے تھوڑے سے پر ہوں اور وہ اچھی طرح نہیں اُڑ سکتا کسیقدر پھڑپھڑاتا ہے مگر گر پڑتا ہے اور وہ لوگ باز وعقاب کی طرح اُڑتے ہیں اسلئے اِنکا اعتبار نہیں اُنکا اعتبار ہے اور وہی قابل اقتدا ہیں۔ یہ نہیں عام لوگ اُنکی اِن ادنی باتوں پر حیران ہو کر ایمان لے آتے اور اُنکو خدا بنا لیتے ہیں چنانچہ مدینہ منورہ میں آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص ابن صیاد تھا کہ حضرت نے اُس سے دخان دل میں رکھکر پوچھا تو دُخ کہہ گیا اور اب بھی ایسے ہزاروں شعبدہ باز ہیں۔ دوسری صورت استدلال اور تجربہ وغیرہ امور ہیں گو اِن چیزوں سے عقل کو ترقی ہوتی ہے مگر حد کمال کو نہیں پہنچتی کسلئے کہ استدلال میں جو کچھ خرابیاں پیش آتی ہیں اُسکے تو حکماء متاٴمین بھی قائل ہیں کہ جنکی اصلاح کے لئے فن منطق تدوین کیا تھا اور اُسکے بعد بھی ارسطاطالیس وغیرہ بہت سے حکیم غلطیوں سے نجات نہ پا سکے جیسا کہ اُنکے فلسفہ سے ظاہر ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود ۔ اور تجربہ کا یہ حال ہے کہ انسان کی جوں جوں عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے تجربہ اور مشاہدہ سے عقل بڑھتی جاتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی یوماً فیوماً حواس میں بھی فرق آنے لگتا ہے پس جب طرح بوڑھے لوگ دانائی کے نسب سے ممتاز ہیں اسی طرح کم عقلی کا بھی اُنکو خطاب ملتا ہے اسکے سوائے تجربہ کو امور آخرت وغیرہ یعنی فن نبوات سے کیا علاقہ ہے ۔ اسلئے یہ فریق بھی معتبر نہ ہوا اور اُنکو خود حضرات انبیاء علیہم السلام کا متبع ہونا پڑا۔ دوسری قوت علمیہ ہے کہ جس سے کسی قول کے نتیجہ پر یقین کر کے اُسکو عمل میں لاتے ہیں پس جن لوگوں پر انبیاء علیہم السلام اور اُنکے صدیقوں کا اثر پڑتا ہے اور اُنکو ثواب اور وعدۂ الٰہی کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے (کہ گویا یہ اُسکے پاس پہنچ گئے ہیں اور اسوجہ سے اُسپر بہانک عمل کرنے کو آمادہ ہیں کہ اپنی جان کو بھی دریغ نہیں کرتے) اُنکو شہید[1] کہتے ہیں گو وہ زندہ ہوں مگر جب اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں تو شہید ہی کہلاتے ہیں اور چونکہ اُنہوں نے اپنی حیات مستعار کو دریغ نہ کیا تو اُسکے بدلہ میں خدا اُنکو حیات ابدی نصیب کرتا ہے کہ جسکی نسبت فرماتا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ کہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں اُنکو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمکو خبر نہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است اور اسی لئے بعد مُردن بھی اُنکی روح سے امور عجیبہ اسرار غریبہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اُنکی یہ کارروائی ملاء اعلیٰ کے موافق اور حسب خواہش ہوتی ہے تو اُنکی یہ خواہش باغ اور خوشبو اور طرح طرح کی راحتوں میں ظہور کرتی ہے اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ

---

[1] جس طرح نبی کو اسلئے نبی کہتے ہیں کہ لفظ نبوت کے معنے علم وخبر کے ہیں اور وہ لوگوں کو اپنے علم سے خبر دیتا ہے اسی طرح صدیق چونکہ صداقت والا ہوتا ہے اور نبی کی تصدیق کرتا ہے اسکو صدیق کہتے ہیں اور شہادت کے معنی حاضر ہونے کے ہیں اور چونکہ گواہ موقع پر حاضر ہوتا ہے اسلئے اُسکو شاہد کہتے ہیں اور شہید چونکہ اپنے دل سے ایسی قبیل کرتا ہے گویا اُسکے نتیجہ اُس پر ہنگیا اور حاضر ہو گیا اسلئے اُسکو شہید کہتے ہیں اور صالح چونکہ نیک ہوتا ہے اسکو صالح کہتے ہیں یہ لغوی معنی ہیں ورنہ حقیقت ہر ایک کی ہم بیان کر آئے ہیں ؎

دنیا میں پھر آنے کی کوئی آرزو نہ کریگا مگر شہید کہ وہ اس ذائقہ کے لئے پھر آنے کی آرزو کریگا۔ اور اسی لئے اس شہادت کی آرزو میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ واللہ میری یہ آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ ہوں اور پھر مارا جاؤں (مشکوٰۃ) یہ بات کہ اول تسرُّ نون سے شہید کے نام گناہ معاف ہوجاتے ہیں منجملہ اور فضائل کے ایک ادنےٰ بات ہے اسی لئے حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ کہ اے الٰہی مجھکو اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور اپنے رسول کے شہر میں موت دیجیو۔ چنانچہ خدا نے انکی دعا قبول کی۔ الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں ؎ آرزو یہ ہے کہ تیری راہ میں + ٹھوکریں کھاتا ہوا سر چلے + جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے مریدوں میں استیفان رحمہ اللہ یروشلم میں شہید ہوئے ہیں آنحضرت کے صحابہ میں ہر جگہ سے بہت سے شہید ہوئے ہیں۔ اور اگر یہ دونوں قوتیں کمال پر نہیں پہنچیں بشرطیکہ اسکو حضرات انبیاء سے کمال درجہ کا اتباع ہو تو اسکو صالح کہتے ہیں پس یہ وہ لوگ ہیں کہ جنپر خدا تعالیٰ نے رحمت کی اور نعمت دی حضرت کی امت میں قیامت تک صدیق اور شہید اور صالح پیدا ہوتے رہیں گے +

متعلقات

غضب انسان کی ایک کیفیت ہے کہ جس میں خون دل جوش مارتا اور روح حیوانی مکروہ کے دفع کرنے کو اور دشمن کو مقہور کرنے کو باہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ پس یہ بات ذات باری تعالیٰ کی نسبت محال ہے کیونکہ خون دل کا جوش مارنا جسمانی چیزوں اور ممکنات کا خاصہ ہے۔ پس اس صفت سے مراد اسکی غایت اور اثر ہے یعنی دشمن اور مخالف کا مقہور کرنا اور تمام صفات رحمت اور استہزاء اور خداع اور مکر وغیرہ جو قرآن مجید میں خدا تعالےٰ کی نسبت وارد ہیں سب کے مجازی یعنی اثر اور غایت مراد ہے کس لئے کہ خدا تعالیٰ کو ممکنات سے کسی بات میں اشتراک نہیں مگر جبکہ اسکی صفات تعبیر کرنے کی ضرورت پڑے تو ناچار وہی الفاظ مستعمل کرنے پڑے کہ جو بندوں کی صفات کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ خدا تعالیٰ کا غصہ اسکی برخلاف اور سرکشی پر ہوتا ہے کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا کی خرابی اور بربادی ہے۔ خدا اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین +

ضلال ہدایت کا ضد ہے یعنی اُس رستہ پر چلنا کہ جس سے مقصود کو نہ پہنچے پس جس طرح ہدایت کے مراتب مرتبہ ہیں اسی طرح ضلالت کے مراتب مرتبہ ہیں اور جس طرح ہدایت کے مراتب غیر متناہی ہیں اسی طرح ضلالت کے مراتب بھی لا انتہا ہیں الغرض ہر مرتبہ ہدایت کے مقابلہ میں ایک ضلالت ہے پس جسکو دس مرتبہ ہدایت کے حاصل ہوئے اُس سے اُوپر گیارھویں مرتبہ میں ہنوز ضلالت ہے + ایک بڑے سے بڑے کامل کو کہ ہنوز اخیر مرتبہ کمال کی اُسکو ہدایت نہیں ہوئی اُس مرتبہ کے لحاظ سے ضالّ کہہ سکتے ہیں اور اسی وجہ سے

لہ اور اسی لئے باوجود یکہ خدا کے روبرو پہنچ چکا پھر اہدنا الصراط المستقیم کے سوال کرنے کا حکم ہوا کیونکہ قرب الٰہی کی نہایت نہیں ؎ اے برادر بے نہایت در گہے است + ہر چہ بردی بر سری بردی نہ است + ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کو یہ فرمایا ہے وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی کہ آپ جبتک مرتبۂ نبوت اور وحی جلی کی ہدایت آپکو نہیں پہنچی تھے اس مرتبہ میں ضال تھے پھر اسکی آپ کو ہدایت کردی۔ بعض بے علم عیسائیوں نے اس لفظ کو عرفی ضلالت پر محمول کرکے آنحضرت علیہ السلام کی نسبت قبل نبوت گمراہی کا الزام لگایا ہے۔ اور پولوس مقدس پر قیاس کیا ہے کہ ابتدا میں سخت بے دین تھا چنانچہ حضرت استیفان کو شہید کرنیوالوں میں شامل تھا اور پھر ہر روز دینداروں کو قتل کرتا اور ستاتا تھا اور دمشق کو کاہنوں کا خط لیکر ایمانداروں کو قتل کرنے چلا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے روحانی تصرف سے اسکو اندھا کردیا اور پھر یہ شخص عیسائیوں کا وہ پیشوا ہوا کہ جس نے حضرت مسیح کو بھی ملعون کہا اور تمام شریعت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو منسوخ کردیا چنانچہ یہ سب باتیں کتاب اعمال اور نامجات سے ظاہر ہوتی ہیں۔

یہ ضلالت یعنی گمراہی کبھی اختیاری ہوتی ہے کہ اسباب گمراہی کو از خود اختیار کرلیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى کہ ہم نے ثمود کو اسباب ہدایت میسر کردیے تھے مگر انہوں نے از خود اسباب گمراہی کو اختیار کیا وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ جی اسی قبیل سے ہے اور یہ بات کبھی لذات جسمانیہ کو لذات روحانیہ پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی حب جاہ و مال سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی پابندی رسم و عادات سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی صحبت بد سے اور کبھی نفس کو لذات اور خواہشوں میں مشغول بے تہار کرنے سے اور جب نفس موٹا ہوجاتا ہے تو اسکو نیکی سے نفرت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ آجکل ہم اوباشوں کو دیکھتے ہیں کہ رات دن چانڈو اور بھنگ اور افیون اور شراب اور ناچ و رنگ گنجفہ و شطرنج میں غرق رہتے ہیں اور رنڈی بھڑوے انکو ہر وقت اپنی صحبت میں رکھنا اور اہا ہا ہو ہو اور فحش بکنے میں شب کے دو بجے تک جاگنا اور صبح کو دس بجے اٹھنا اور پھر کنگھی چوٹی میں باقی وقت ضائع کردینا اور پھر مٹر بازی کبوتر بازی پتنگ بازی میں مصروف ہونا انکے خمیر میں داخل ہوگیا۔ الغرض رات دن میں نہ خدا کا نام کبھی انکے منہ سے نکلتا ہے نہ موت کا دھیان آتا ہے اور نہ دنیا کے کاروبار کا دل و دماغ نہ سلطنت و ملک کی کچھ خبر عدل اور انتظام مالی و ملکی تو الگ اور بیدار مغزی سے کیا علاقہ۔ ان لوگوں کا جس طرح حصہ دینی برباد گیا دنیاوی حصہ بھی برباد ہوتا جاتا ہے اگر باور نہ آئے تو مندوستان کے رئیسوں اور امیروں کو دیکھ لیجئے اور انکے ملک کی اندرونی اور بیرونی حالت کو غور کرلیجئے۔ انہیں خرافات کی بدولت سلطنت تیموریہ برباد ہوئی انہیں کی وجہ سے لکھنؤ اور مرشد آباد وغیرہ بڑی بڑی ریاستوں پر جھاڑو پھر گئی اور جو باقی ہیں انکو عبرت نہیں۔ لشکر کی یہ حالت کہ پرانی توپوں پر زنگ لگا ہوا ہے۔ توڑے دار بندوقوں اور بیڈول اور کنگے ہتیاروں کے بوجھ نے سپاہیوں کی پشت کو توڑ دیا ہے ایک پاؤں میں جوتی تو دوسرا ننگا و ردی ندارد اور جو پٹی پرانی کہیں سرکار انگریزی سے نیلام میں خرید لی ہے تو اسکی درستی کی نوبت نہیں پہنچتی نہ قواعد نہ پریٹ نہ افسر قواعد جنگ سے واقف افسروں کو وہی امیروں کی نالائق اولاد کہ جنکو اپنے تن کا بھی ہوش نہیں۔ رئیس کے دیوان اور وزیر کون وہی عیاش یا انکی اولاد کہ جنہوں نے رئیس کو لغویات میں بالکل مدہوش کررکھا ہے۔ خزانہ کی حالت تباہ دروازے پر ہزاروں دادخواہ نہ رعایا میں دینی مدارس نہ فنون کی تعلیم۔ علوم جدیدہ کے لئے کوئی جماعت

مستثنےٰ حتی کہ تمام ملک میں کوئی کارخانہ عمدہ بھی کسی چیز کا نہیں اور جو ہے تو غیر لوگوں کے اہتمام سے۔ نہ یہ توفیق کہ اپنی رعایا میں سے دس بیس کو غیر ممالک میں تعلیم پانے کو بھیجا کر اپنی رعایا میں وہ ہنر عموماً شائع کئے جاویں۔ نہ کوئی جنگی فوج کا حصہ کہ جس سے مخالف کے دل پر کوئی اثر ہو نہ رعایا کو عام قواعد سکھانے کی خواہش۔ نہ وائینٹری لشکر رکھنے کی لیاقت۔ قلم کہاں سے کہاں چل نکلا۔ الغرض اس مرتبہ میں دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے کہ جسکو رین کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ پھر جب اس حالت کو توبہ اور تنبیہ کے صابون سے نہیں دھویا جاتا تو غشاوہ کی نوبت آتی ہے یعنی دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر اُس پر جب کچھ مدت گزرتی ہے تو ختم کی نوبت آتی ہے یعنی دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اسکے بعد نوبت قفل کی آتی ہے اسکے بعد دل مرجاتا ہے اسکے بعد نہ کوئی نصیحت اثر کرتی ہے نہ کوئی معجزہ کارگر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَيْفَ تُغْنِ الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ اور یہ بھی آیا ہے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اور کبھی ضلالت بے اختیاری ہوتی ہے کہ مبدء غیب سے اُس بدنصیب کو اُسکی بد استعدادی کی وجہ سے سامان ہدایت عطا نہ ہوئے ایسے شخص کو گمراہ ازلی اور شقی لطینی کہتے ہیں کہ ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت تھا ایسے ہی لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ پروا نہیں۔ پس ان لوگوں سے سے خوف وخطر بآسانی اس طرح ظاہر ہوتی ہیں کہ جس طرح مقتضیات طبع سونا کھانا وغیرہ باتیں بلا تکلف سرزد ہوتی ہیں ✦

جب آپ کو نعمت اور غضب اور ضلالت کے معنی بخوبی معلوم ہو گئے تو اب ہم آپ سے ان دونوں آیتوں کی تفسیر بیان کرتے ہیں آپ جان چکے ہیں کہ صراط مستقیم کی وضاحت کے لئے یہ دونوں آیتیں وارد ہیں اور صراط مستقیم درمیانی رستہ کو کہتے ہیں اور مخاطب کو وہ نشان دیا کرتے ہیں کہ جسکو وہ جانتا ہو اور جسکو مانتا ہو تو اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں تینوں چیزوں کا ایک ایک ایسا مسلم وصف بیان کیا اور معلوم ومشہور نشان دیا کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر درمیانی راہ کی دو طرف مخالف ہوتی ہیں ایک افراط دوسری تفریط پس یہ دو ہوئے اور ایک وہ درمیانی حالت یہ تین رستہ نکل آئے سو اسلئے سب سے مقدم درمیانی رستہ کو تو صراط الذین انعمت سے واضح کیا کہ صراط مستقیم وہ ہے کہ جسپر چلنے سے نیک نتیجہ پیدا ہوا اور وہ خدا کی نعمت ہے پس جس رستہ پر بناء نتیجہ مرتب نہ ہو وہ صراط مستقیم نہیں کیونکہ مستقیم ہوتا تو مطلوب (جو رحمت ہے) حاصل ہوتا۔ یہ نشان صراط مستقیم کا وہ ہے کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے اور جو لوگ کہ طبع سلیم رکھتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ درحقیقت خدا کا کامل انعام انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین پر ہے۔ پس اسلئے انہی پیروی اور تقلید واجب ہوئی اور عہد آدم سے اسوقت تک آپ جسقدر بنی آدم کو دیکھیں گے اکثر کو ان چاروں فریق کا مقلد و متبع پاوینگے پس مناظرہ میں صراط مستقیم ثابت کرنیکے لئے اس جملہ صراط الذین انعمت علیہم الخ سے بڑھکر اور کوئی دلیل نہیں (ولہ الحجۃ البالغۃ) اور اس صراط مستقیم کے ایک جانب مخالف اعنی افراط کو غیر المغضوب علیہم سے واضح کر دیا اور دوسری جانب تفریط کو ولا الضالین سے کھولدیا اور یہ بتلا دیا کہ جنپر خدا کا غصہ بھڑکا اور جو گمراہ ہیں صراط مستقیم سے برطرف ہیں خواہ وہ یہودی ہوں خواہ نصاری خواہ بت پرست خواہ منافق گنہگار

نکات

۱ انسان کی پوری سعادت یہ ہے کہ اسکی دونو قوتیں کامل ہوجاویں اور وہ دونوں یہ ہیں **قوتِ نظریہ** کہ جس سے علم و معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے اور مبدء و معاد کے متعلق عقائد کی درستی میسر آتی ہے دوسری **قوت عملیہ** کہ جس سے عمدہ اعمال ظہور میں آتے ہیں پس جسکی یہ دونو قوتیں مکمل ہوگئیں اسکو بڑی نعمت نصیب ہوئی اسلئے اس گروہ کو خدا نے انعمت علیہم سے یاد فرمایا اور اس لفظ سے ان دونوں قوتوں کے مکمل کرنے کی رغبت دلائی - اور جسکی اول قوت میں نقصان ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات و صفات قیامت اور رسولوں اور فرشتوں کی بابت بُرا عقیدہ ہے بلکہ خیالاتِ فاسدہ اور توہمات کاسدہ ہی کو علم و معرفت تصور کرکے مست و مغرور ہے تو اُنپر غضب الٰہی ضرور ہے کسلئے کہ سزا تقدیر گناہ ہوتی ہے اور قوتِ نظریہ انسان کی سعادت کا اعلیٰ بازو ہے کہ جو بعد مردن بھی باقی رہتی ہے اور عمل کا اسی پر مدار ہے کیونکہ جب علم ہوتا ہے تب اسکے موافق عمل کرتا ہے پس جس نے اس عمدہ قوت کو کہ جسکی وجہ سے ملائکہ میں مل سکتا تھا خراب کیا تو اسپر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے اور اس گروہ میں کافر و مشرک و منافق اور دہریہ وغیرہم لوگ داخل ہیں پس ان لوگوں کو مغضوب علیہم سے یاد کیا تاکہ سزا اور نتیجہ برا خیال میں آوے اور ہر شخص اس شریف قوت کے خراب کرنے سے ڈر جائے - پس وہ جو بعض صحابہ سے منقول ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہیں ہمارے قول کو مؤید ہے - اور جسکی قوتِ عملیہ میں خرابی ہوتی ہے تو وہ چوری زنا حسد و بغض قتل وغیرہ بدکام کرتا ہے اور نیک کاموں میں کوتاہی کرتا ہے نماز روزہ عبادت سخاوت محبت انصاف وغیرہ چیزوں سے بے بہرہ رہتا ہے تو گو اس مرتبہ کا گناہگار نہیں کہ اُسپر غضب الٰہی بھڑکے اور ہمیشہ جہنم میں رہے مگر راہ راست اور طریق صواب سے ضرور دور ہے اور اسی لئے کافر کو فاسق سے زیادہ قابل عقوبت شرع نے بیان کیا ہے - اس فریق کو خدا نے ضالین سے تعبیر کیا تاکہ انکی ناراستی معلوم ہوجائے

۲ یا یوں کہو کہ بندوں کی تین قسم ہیں (اول) وہ لوگ کہ جو خدا کے ظاہر و باطن فرمانبردار ہیں اور اُنکو **مومن** کہتے ہیں (دوم) وہ کہ جو ظاہر و باطن نافرمان ہیں اور اُنکو **کافر** کہتے ہیں (سوم) وہ کہ جو ظاہر میں کسی خوف یا لالچ دنیاوی سے فرمانبردار شریعت ہیں اور در پردہ مخالف اور انکو **منافق** کہتے ہیں پس اول فریق کو بلفظ انعمت علیہم تعبیر کیا اور فرمانبرداری کا نتیجہ بتلایا - اور دوسرے فریق اور تیسرے فریق کو بلفظ مغضوب علیہم و ضالین تعبیر کیا تاکہ انکے اس کام کا بد نتیجہ معلوم ہوجائے لیکن چونکہ منافق گو کفر میں کافر کے برابر ہے مگر اسکی فریب بازی سے عام اہل اسلام کو مضرت پہنچتی ہے اور اسی لئے جسقدر فتنہ اور فساد اول دن سے ابتک اسلام میں واقع ہوئے انہیں بدنصیبوں کی وجہ سے ہوئے ہیں آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں جو کچھ ہوا سو معلوم ہے مگر اب بھی جو فتنہ اُن لوگوں نے برپا کر رکھے ہیں (کہ بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں اور در پردہ اسلام کے سخت دشمن جیسا کہ نیچریہ) فتنہ مسیح الدجال سے کم نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے - پس اسی لئے بیشتر انکو بلفظ مغضوب علیہم تعبیر کیا اور کفار کو بلفظ ضالین تعبیر کیا خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ +

۳ صراط مستقیم کے بیان کرنے میں ضرور تھا کہ تین فریق کا ذکر ہوتا ایک وہ کہ جو صراط مستقیم پر ہے دوسرا وہ کہ جو افراط و تفریط میں پڑکر اس کو چھوڑ گئے لیکن کسی شخص خاص یا قوم خاص کا نام لینا منصب نصیحت و پایۂ ہدایت کو مناسب نہ تھا دو وجہ سے اول یہ کہ جسکو صراط مستقیم پر قائم کہا جاتا اور جسکو برخلاف کہا جاتا تو وہ دراخود پسندی اور یہ ناراضگی ظاہر کرتے اور یہ سمجھتے کہ اب تو ہم صراط مستقیم پر ہیں کچھ پرواہ نہیں اور ہم گمراہ ازلی ہیں جسمیں بیفائدہ ہے دوم یہ کہ کسی فریق کے نام لینے سے ان تینوں فریق کے نتیجوں کا ذکر رہجانا جو مقصود اصلی تھا علاوہ اسکے شارع کے احکام کلیہ ہونے چاہئیں جو زمان و اشخاص کے بدلنے سے نہ بدلیں اور اقوام کا کیا اعتبار کوئی قوم کبھی کیسی اور کبھی کیسی ہو جاتی ہے اچھوں کو برا اور بروں کو اچھا ہوتے دیکھا ہے پس اس نکتہ کے لئے خدای پاک نے کسیکا نام نہ لیا بلکہ یہ کہا کہ صراط مستقیم انکا طریق ہے کہ جنپر فضل الٰہی ہوا نہ ان کا کہ جنپر غضب ہوا نہ ان کا کہ جو بے راہ ہیں۔ ایسی عام نصیحت دل پر نہایت مؤثر ہوتی ہے + یہانتک کہ جو مختصراً ہمنے بیان کیا ہر ہر جملہ کی بابت بیان کیا ہے۔ اب ہم مجموعہ کلام کی نکات و اسرار بیان کرتے ہیں +

اسرار مجموعہ سورہ

۱ اس سورۃ میں پانچ چیزیں خدا تعالیٰ کے متعلق اور پانچ بندہ کے متعلق مذکور ہیں۔ خدا تعالیٰ کے متعلق یہ ہیں اللہ ربّ رحمٰن رحیم مالک۔ اور بندہ کے متعلق یہ ہیں عبادت استعانت طلب ہدایت طلب استقامت طلب نعمت اور غضب الٰہی سے پناہ پس عبادت لفظ اللہ سے اور استعانت لفظ رب سے اور ہدایت لفظ رحمٰن سے اور طلب استقامت لفظ رحیم سے اور نعمت باقیہ کا طلب کرنا اور غضب سے محفوظ ہونا مالک سے متعلق ہے۔ اور اسی طرح انسان پانچ چیز سے مرکب ہے بدن نفس شیطانی نفس سبعی نفس بہیمی جوہر ملکی سے کہ جسکو عقل کہتے ہیں پس یہ پانچوں چیزیں ان پانچوں اسماء سے ایک مناسبت خاصہ رکھتے ہیں کہ جس سے انکی اصلاح ہوتی ہے چنانچہ جوہر ملکی اسم اللہ کی تجلی سے چمکتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور کثافت بدنی رب العالمین کے ملاحظہ سے دور ہو جاتے ہیں اور نفس سبعی کی اصلاح لفظ رحمٰن سے ہوتی ہے اور نفس شیطانی کی اصلاح رحیم سے متعلق ہے اور نفس بہیمی پر مالک یوم الدین سے دہشت طاری ہوتی ہے پس جب ان پانچوں ناموں کی تجلی سے آدمی بالکل مہذب و شائستہ ہو گیا ہے تو اپنے مقصود کی طرف چلا۔ پس طاعت بدن کے لئے ایاک نعبد کہا اور نفس بہیمی کے زیر کرنے کو ایاک نستعین زبان پر لایا اور نفس سبعی کے پنجہ اور شیطان کے چنگل سے رہائی پانے کو اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جنکا جوہر ملکی کامل ہے (یعنی ارواح مقدسہ) انکی رفاقت طلب کرنے کے لئے صراط الذین انعمت کہا اور غضب سے بچنے اور ارواح خبیثہ سے دور رہنے کے لئے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا +

۲ جبکہ بندہ نے مقام مناجات میں کھڑا ہو کر کمالات و صفات باری تعالیٰ کا الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک ملاحظہ کیا تو اسکو بے اختیار شوق الی اللہ پیدا ہوا کہ جس سے اسکو اس سفر کا کا مناضرور پڑا اور ایسے سفر میں توشہ اور سواری ضرور ہے پس ایاک نعبد کا توشہ لیا یعنی عبادت کو اس سفر کا زاد راہ اور ایاک نستعین یعنی استعانت کو سواری بنایا کیونکہ گو عبادت سے خدا تعالیٰ کا وصال ہے مگر بغیر اعانت الٰہی اور

مدد غیبی کے محال ہی پس جب زاد راحلہ مہیا ہوا تو سیدھے رستہ کے درپے ہوا اور اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جبکہ سیدھی سڑک لگئی تو رستہ کے رفیق بھی درکار ہوئے کہ جنکے سبب سے اس رستہ کی تمام صعوبتیں آسان ہوجاویں اور اسکے مشابہ دوسرے رستہ پر نہ پڑجائے تو اسلئے صراط الذین انعمت علیہم کہا اور جبکہ راہزنوں اور رستہ کے جھاڑ کنکروں سے خوف پیدا ہوا تو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا +

۳ اس تھوڑے سے کلام میں نہایت خوش اسلوبی سے خدا تعالیٰ نے وہ تینوں علم بیان کردیے کہ جنکے لیے انبیا علیہم السلام آئے اور انکے قبول اور تصدیق کرانے کے لئے معجزات و آیات دکھلائے گئے پس اسلئے اس سورہ کو تمام کتب سماویہ کا خلاصہ کہیں تو بجا ہے اور سب کا عطر کہیں تو روا ہے اور اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا کہ یہ وہ سورہ ہے کہ اسکے برابر تورات و انجیل و قرآن میں اور کوئی سورہ نہیں (کما سیاتی) اور وہ تین علم یہ ہیں علم شریعت یعنی وہ قانون الٰہی کہ جسکے مطابق چلنا بندوں پر ضرور ہے علم طریقت کہ جس میں دل کے معاملات بچائے جاتے ہیں علم حقیقت یعنی مکاشفات ارواح کا دریافت کرنا +

علم شریعت

کی دو قسم ہیں اول علم عقائد کہ جسکو اصول کہتے ہیں دوسرا علم احکام فقہیہ کہ جسکو فروع کہتے ہیں پھر علم عقائد کی تین قسم ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق عقائد کہ وہ موجود ہے اور واحد لاشریک ہے اور ہر چیز کا اسکو علم ہے دیکھتا سنتا ہے ازلی ابدی ہے تا دل رحیم کریم ہے کھانے پینے سونے مکان و زمان میں ہونے و دیگر عیوب سے پاک ہے۔ کوئی چیز اسکے مثل نہیں نہ کوئی اسکی اولاد ہے نہ وہ کسیکی سب کاموں میں بے نیاز اور ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اسکے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ نہ اس سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ سو یہ سب باتیں خدا تعالیٰ نے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم سے ثابت کردیں کیونکہ جب تمام عالم کا وہ مربی ہوا تو اب کون چیز ہے کہ جو اسکے شریک و سہیم ہے اور مربی بغیر رحیم و علیم و قادر و سمیع و بصیر ہی قیوم ہونے کے نہیں ہوسکتا اور جب تمام عالم کا مربی ہے تو عالم کی ذات سے اسکی ذات غیر ہے اسکے مشابہ و مانند نہیں تو جمیع اوصاف حوادث سے لامحالہ بری ہوا بالخصوص ان سے کہ جس سے اسکی تقدیس میں فرق آئے (۲) آخرت کے متعلق عقائد کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے وہاں جاکر ہر قسم کے آرام و راحت پاتی یا تکلیف و دکھ اٹھاتی ہے اور ہر نیکی و بدی کا وہ بدلا عمدہ دیگا اور اعمال کے بموجب اپنے کئے کو ہر شخص پاویگا اور یا نمازوں پر وہ وہاں نہایت مہربانی فرمائیگا سو یہ سب باتیں اس نے مالک یوم الدین سے ثابت کردیں کیونکہ جو شخص جزا کے دن کا مالک ہے تو اسکے لئے یہ سب باتیں ضرور ہیں کما لایخفی۔ اور ان دونوں قسموں کے علم کو علم مبدا و معاد بھی کہتے ہیں کہ تمام عالم کی ابتدا انتہا انجام کار سب کچھ بیان کردیا کہ ابتدا میں وہی ایک تھا اور پھر سب کے پیچھے وہی ایک واحد قہار رہجاویگا +

(۳) نبوت و امامت و ولایت کے متعلق عقائد اور انکے مقابلہ میں کفر اور بدعت اور شرک کی پہچان سو ان سب باتوں کو مجملاً صراط الذین انعمت علیہم الخ میں مع انکے نیک و بد پہچنے کے بیان کردیا کیونکہ جب اہدنا الصراط المستقیم کہا تو سیدھے رستہ کی خواہش ظاہر کی اور صراط الذین انعمت میں اس رستہ پر چلنے والوں انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا نعم علیہ ہونا بیان کردیا اور انبیاء کی عصمت ثابت کرنی اور انکا پیشوا اور [illegible]

اور اسی طرح اسکے مقابلہ میں برے لوگوں کا حال بیان کردیا۔ اور علم فقہ کی دو قسم ہیں عبادات کہ عبادت و استعانت ہر قسم کی خدا تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے اور نہ کسیکو سجدہ کرنا چاہئے نہ رکوع اور نہ کسی اور کو بوقت حاجت پکارنا چاہئے اسی سے ہر کام میں مدد مانگنی چاہئے اور مال و بدن میں ہر قسم کی عبادت اسیکا حق ہے پس ان سب باتوں کو ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ثابت کردیا دوسرے معاملات یعنی بیع و شراء نکاح و طلاق قرض و امانت وغیرہ وغیرہ جملہ احکام کو اہدنا الصراط المستقیم میں واضح کردیا اور ہر امر و نہی فرض و واجب مندوب و مکروہ حرام کا فیصلہ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے مؤکد کردیا +

علم طریقت

کو کہ جس کا خلاصہ قوت نظریہ و عملیہ کے کمال کا دریافت کرنا ہے مجملاً اہدنا الصراط المستقیم میں بیان کردیا اور اسکی دونوں جانب افراط و تفریط کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے خوب واضح کردیا۔ پھر اس طریقت کے تینوں مرتبوں کو بھی بیان کردیا کس لئے کہ طریقت کا مرتبہ ابتدائی کہ جس بغیر الفت حاصل نہیں ہوتی اسکو عبادت کہنے میں سوا اسکو ایاک نعبد کے ساتھ تعبیر کردیا اور اسکا درمیانی مرتبہ استعانت ہے اور اسکو ایاک نستعین سے واضح کیا اور انتہائی مرتبہ استقامت ہے اور اسکو اہدنا الصراط المستقیم میں ذکر کیا۔ اور اس علم میں بڑھکر دو چیزوں کے حالات سے مطلع رہنا اصل الاصول ہے (اول) نفس کہ جو ہر دم ہر طرح کی خواہشوں کی طرف رغبت دلاتا اور راہ راست سے ادھر ادھر لیجاتا ہے کہ جسکے مطیع کرنے کو لوگ سخت ریاضت کرتے ہیں بھوک و پیاس وغیرہ نا گفتنی تکلیفیں دیکر اس موذی کو مارتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں اسکی لگام کی دونوں باگیں بیان کردیں یعنی در صورت زیادتی غضب اور در صورت کمی ضلالت ہے پس جو شخص ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھیگا نفس کو ادھر ادھر جانے نہ دیگا (دوم) قلب کہ جسکی سلامتی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ اس قلب کا کام شوق و محبت ہے پس جس کا دل محبت الٰہی سے معمور ہوگیا وہ مراد کو پہنچگیا اسلئے اس سورہ میں خدا نے اپنے سے ہر قسم کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ الحمد للہ سے اور صفاتیہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے تعلقین کردی اور پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین میں تو صاف صاف محبت پیدا کرنیکا طریقہ تعلیم کردیا کہ جس سے محبان خدا و خاصان کبریا سے ملنے کا بیحد شوق پیدا ہو ؎ نالہ من بر سانید مدغان چمن تا کہ ہم آواز شما در قفسے افتادہ است + اور نہایت اشتیاق میں اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کہا اب مومن کا دل محبت الٰہی سے ایسا بھر گیا کہ اور کی جگہ ہی نہ رہی۔ اس قلب کی حفاظت پر تمام انبیاء و صدیقین تاکید کرتے چلے آئے ہیں ؎ پاسبانی کن بسے در کوئے دل + زانکہ دزد اندر پہلوی دل +

واضح ہو

کہ جن چیزوں کی اصلاح اہل طریقت کے نزدیک زیادہ تر ملحوظ ہے وہ تین قوت ہیں ایک شہوت دوسری غضب تیسری ہوا۔ قوت شہوت کو نفس بہیمی یا بہیمیت کہتے ہیں اور اسکی کمی زیادتی جسم کی کمی زیادتی سے ہوتی ہے اور غضب کو نفس سبعی اور سبعیت بھی کہتے ہیں

یعنے درندہ ہین اور ہوا کو نفس شیطانی اور شیطانیت بھی کہتے ہین - لیکن سب مین زیادہ تیز ہوا ہے - کہ جو جسم کے پژمردہ ہونے سے بھی کم نہین ہوتی - اسکے بعد غضب ہے - پھر شہوت - آپ یہہ بھی جان چکے ہین کہ جب یہہ تینون صلاحیتین پرورش پاتی ہین تو عفت اور علم وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہین کہ جنکو **عدالت** کہتے ہین کہ جسکے سبب حضرت انسان ملائکہ سے فوقیت لیگئے - اور خلیفہ بنائے گئے - مگر اسی طرح یہہ قوی جب خراب ہوتے ہین تو انسان کو درندہ گدھا شیطان بنا دیتے ہین - پس شہوت سے حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے - اور غضب سے خودپسندی اور کبر - اور ہوا سے کفر اور بدعت - اور اسلیے کہتے ہین کہ شہوت سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے - اور غضب سے غیر پر اور ہوا تو خدائے تعالے و تقدس کی جناب مین بغاوت کرنے کا باعث ہوتی ہے - پس اسی لیے اِنَّ الشرکَ لظلمٌ عظیمٌ ۱۲ یا اور اسکی بخشش نہیں - اور اسکے بعد غضب کا نتیجہ حقوق العباد مین دست اندازی ہے - وہ بھی بہ نسبت گناہ شہوانی کے زیادہ ہے - اور جب یہہ چند اوصاف رزیلہ جمع ہوجاتے ہین تو اسے **حشد** پیدا ہوتا ہے کہ جو سخت مرض روحانی ہے - پس جب ان اوصاف رزیلہ کا علاج کلام الہامی اور کتاب آسمانی مین ضرور تھا تو خدائے تعالی نے اپنے اخیر کلام بالخصوص اس سورۃ مین بھی اسکا نہایت عمدگی سے علاج فرمایا - **الحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین** مین سب سے بڑکر مرض حشد کا تدارک کیا - کیونکہ جب بندہ خدا تعالے کو ربّ العٰلمین خیال کرے گا اور ہر ایک نعمت کا مبدء فیاض اور مالک عطا کنندہ اُسیکو سمجھے گا تو پھر کسکی نعمت دیکھکر جلے گا - اور خدائے تعالے کے فیض عام اور خوان بیدریغ کو دیکھکر اس ناپاک خیال کو دلسے نکالدے گا - کیونکہ خدا کے دینے کو کون لے - کتا ہے اور پھر کس کس کی نعمت کا زوال چاہے گا - ایک دو نہین تمام عالم اس انعام سے مالامال ہے - اور بخل کا علاج بھی بالخصوص رب العالمین سے بخوبی ہوجاتا ہے - کیونکہ ہر نعمت کا پیدا کرنیوالا خدا کو تصور کرے گا تو اسکی ملک مین بخل کرنا قبیح جانے گا اور غضب کو اپنی رحمت دلاکر اور اپنا جلال اخروی دکھاکر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین سے فروکر دیا - کیسلیے کہ جب مضمون رحمت دلبرایا اور اسکے ساتھ خدا کی شان کبریائی دلمین سمائی تو غضب کافور ہوا - اور خودپسندی کا علاج ایاک نعبد سے کردیا - کیسلیے کہ جب عاجزانہ خدا کے آگے جھکا تمام خودپسندی رخصت ہوئی اور تکبر کو ایاک نستعین سے پست کردیا - کیسلیے کہ جب عاجزانہ ہر کام مین اسکی طرف ہاتھ پھیلا بتلایا تو تکبر کو اڑادیا اور کفر و شرک و بدعت کو اہدنا الصراط المستقیم سے دور کیا کیسلیے کہ ہر امر مین میانہ روی کفر و بدعت کے منافی ہے - پھر غیر المغضوب علیہم سے کفر کا بذریعہ یہود کہا کر ڈرادیا اور ولا الضالین سے اہل بدعت کا آل کار بتلادیا - **الغرض** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین تین سہارا الٰہی سے اُن تینون بدصفات کو مٹایا کیسلیے کہ جس نے اللہ کو جانا شیطان ہوا کو بھگایا - اور جنہی رحمانیت خدا کا جانا دلمین سمائی غضب و غصہ دور ہوا اور جس نے اُسکی رحیمی کا لحاظ کیا اپنی جان حزین کو شہوت کے ظلم سے محفوظ رکھا - اور الحمد کی سات آیتون مین اُن سات خصلتونکی اصلاح کردی کہ جو ان تینون سے پیدا ہوتی ہین جیسا کہ ابھی بیان ہوا - سبحان اللہ کیا کلام ہے - عیسائی حضرت مسیح علیہ السّلام کے پہاڑی وعظ کو مکارم اخلاق کی تعلیم مین ہرجگہ قرآن کی مقابلہ مین پیش کیا کرتے ہین - اگر انصاف فرماوین تو یقیناً معلوم ہوجاے کہ اُس وعظ کو اس کلام سے کچھہ بھی نسبت نہین ؛

علم حقیقت ؛

کو بھی (کہ جو مکاشفہ روحانی ہے) اس سورۃ مین بخوبی ذکر کردیا - چنانچہ تمام اسرار ربوبیت کو **الحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین** مین بھر دیا - گویا کہ عارف کے دلپر اس جملہ مین یہہ منکشف کردیا کہ تمام عالم کی ہستی اور ہر چیز کا وجود اُسکے وجود واجب کا پرتو اور اس آفتاب حقیقی کی شعاعین ہین - اس عالم کی جس چیز کو دیکھیگا تو ہر تہ ذات مین معدوم پائے گا - خود بھی فنا ہے الم ترالی ربک کیف مد الظل کیسلیے کہ جب عارف اس مضمون کا (کہ تمام خوبیان اُن ذات جامع الصفات الکمالیہ کو کہ جو تمام عالمونکی ہر وقت پرورش اور تربیت کرتا ہے) مراقبہ کریگا

تو پہر اسکی چشم حقیقت کے آگے اُسکے سوا کچھ اور دکھائی نہ دیگا۔ اور جب اس مقام سے لیکر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین تک تجلیات جلالیہ وجمالیہ کی سیر کرتا ہوا آوے گا تو اُسکو **علم الیقین** حاصل ہو جاویگا۔ اور جب اس نور سے روح منور و منور ہو جاویگی تو تمام حجاب مرتفع ہو جاوینگے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کے مرتبہ مین **عین الیقین** حاصل ہو جاوے گا۔ اور اس مرتبہ مین (لطائف ستہ النفس۔ قلب۔ روح۔ خفی۔ اخفی۔ مخ۔ صلال استعانت و ہدایت و استقامت و انعام کے ملاحظہ سے) نہایت درجہ پر جاری ہو جاوینگی۔ اور پہر اُنکے ذریعہ سے ہر چیز کی حقیقت کما ہی معلوم ہونے لگے گی اور **حق الیقین** کا مرتبہ نصیب ہو جاویگا اور جب سیر الی اللہ سے فارغ ہو چکا تو سیر من اللہ شروع کی اور اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین امور آخرت اور اعمال کی حقیقت دریافت کرتا ہوا۔ پہر وہین لوٹ کے آگیا ہوا اول و آخر کی حقیقت منکشف ہو گئی۔

چونکہ ان باریک باتون کے بیان کرنے کی میری قلم مین طاقت نہین لہذا اسی پر بس کرتا ہون۔ یہانتک آپکو اس دعوی کی تصدیق ہو گئی ہوگی۔ کہ بسطرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین تمام الحمد کا مضمون ملخص ہے بسطرح الحمد مین قرآن اور جمیع کتب سماویہ کا مضمون جمع ہے

[۴] خدا تعالیٰ نے اجمالی طور پر اس سورۃ مین بیشمار وہ علوم جمع کر دیئے ہین کہ جنکو تمام انبیاء اپنی کتابون مین عہد آدم سے لیکر آنحضرت علیہ السلام تک جمع نکر سکے۔ چنانچہ یہ بات آپکو دفعہ سابق سے بخوبی معلوم ہو گئی ہوگی کہ علم شریعت طریقت حقیقت جو دریاؤ ذخار ہین اس سورۃ مین کس خوبی کے ساتھ مذکور ہین۔ مگر اس مسئلہ کی اور تشریح کرنی ضرور ہے۔

پس اول ضرور ہوا کہ بسم اللہ مین ذات و بیشمار اسماء الٰہی کیطرف اشارہ ہے اور الرحمٰن الرحیم مین خدا تعالیٰ کی صفات کمالیہ کی طرف اشارہ ہے اور الحمد مین اُن نعماء الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ جنکا بیان کرنا محال ہے خواہ وہ وجود آسمان و زمین اور عناصر اور کواکب و انسانکی تندرستی اور اناج اور کپڑے وغیرہ چیزین ہون کہ جنکی معرفت ہزارہا مسائل سے متعلق ہے۔ چنانچہ جملہ اُنکے بدن انسان سے جو کچھ متعلق ہے تخمیناً پانچہزار مسئلہ ہین کہ جنکو اطبا ہی جانتے ہین اور رب العالمین مین تربیت کی ہزارہا اقسام کو کہ جو کمر تربیت ہوتی ہے۔ حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ کہ اصناف و انواع ہی کی تربیت کو لکھا جاوے تو سیکڑون کتابین بنین۔ پہر عالم کے اقسام ارواح و اجسام شہادی و مثالی و اعراض و جواہر کا جاننا ہزارون مسائل علم حکمت سے متعلق ہے اور اس جملہ کی تفسیر لکھی جائے تو صدہا کتابین بنین۔ اور پہر الرحمٰن الرحیم مین دنیا اور آخرت کے متعلق وہ صدہا باتین کہ جو انسان کی حالت سے متعلق ہین اجمالاً مذکور ہین۔ اور مالک یوم الدین مین ابدان سے جدا ہونے کے بعد نفوس کی بقا اور اُنکی سعادت و شقاوت کی طرف اور وہانکے عذاب و ثواب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور نفخ صور اور وقوف عرصات و حساب میزان و دوزخ و جنت کے درجات اور انبیاء و صدیقین و دیگر اولیاء کی شفاعت کیطرف اجمالاً اشارہ ہے کہ جنکے لئے دفتر درکار ہین اور ایاک نعبد مین عبادت کے اقسام قلبی و قالبی مالی و بدنی کیطرف اشارہ ہے۔ اور اُنکے ارکان و شروط کی طرف کہ جنکا ذکر کتب فقہ و سلوک و اوراد و اشغال کے رسائل مین ہے۔ اور یہہ بھی سیکڑون مسائل مہتمہ ہین۔ اور ایاک نستعین مین تمام معونتون اور دنیا کی جمیع صنعتون اور کل حرفونکی طرف مجملاً اشارہ ہے کہ جسکے لئے تمام پیشون اور صنعتون مین خدا تعالےٰ سے اُسکی مخلوقات کے ذریعہ سے استعانت ہے۔ پس ان صنعتون اور پیشونکے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے تاکہ پورے طور پر استعانت الٰہی کا حال معلوم ہو۔ یہہ ہزارہا مسائل و بیشمار مباحث ہین کہ جو اس کلمہ مین مندرج ہین۔ اہدنا الصراط المستقیم مین تو اسقدر بیشمار مسائل علوم حکمیہ کیطرف اشارہ ہے کہ جنکا کچھہ شمار ہی نہین۔ کسلئے کہ دنیاوی امور بیاہ شادی مرنے جینے بیع و شرا لین دین وغیرہ معاملات مین صراط مستقیم بھی ایک دریائے بے کنار ہے۔ اور اسیطرح اخلاق انسانیہ سخاوت و شجاعت صبر و قناعت وغیرہا مین بھی صراط مستقیم ہزارہا مسائل سے متعلق ہے۔ پہر ہر امر مین صراط مستقیم کی ہدایت کے دو طریق ہین ایک استدلال سے صراط مستقیم حاصل کرنا جیسا کہ مشائین کرتے ہین ہر ہر امور تو در کنار

خاص ذات باری کے لئے عالم علوی و سفلی کا ہر ایک ذرہ شاہد عدل ہے۔ کہ جو اُسکی کمال ذات و تقدس صفات و عظمت قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہا ہے کیا خوب کہا ہے کیسنی ؎ وفی کل شئی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد۔ دوسرا طریق انکشاف باطنی و نور روحانی ہے کہ جو **اشراقیین** کا ہے۔ پر یہہ ہزار ہا مسائل و بیشمار علوم ہین کہ جو اس ایک جملہ مین مجتمع کر دیے گئے ہین۔ صراط الذین انعمت علیہم مین مباحث نبوت اور ولایت کبطرف اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتون اور اُنکی عقائد اور حالات اور سرگذشت کیطرف اشارہ ہے کہ جو صدہا مسائل ملت و تاریخی واقعات سے متعلق ہے۔ گویا اس جملہ مین تمام انبیاء اور اُنکے پیرؤونکی تاریخ اور اُنکی شریعت مجملاً بیان کر دی۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین تمام کفار اور مشرکین کے حالات اور کل یہود و نصاریٰ کی سرگذشت اور اُنکے مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ اور خراب چال چلن کیطرف اشارہ ہے کہ جسکی تفصیل کے لئے ملل و نحل اور دبستان مذاہب غیر ہماصد ہا کتابین بھی کافی نہین۔ اوجسکی تاریخ عبرت انگیز بیشمار کتابون مین نہین آسکتی۔ الحاصل مبدء۔ معاد۔ ملت۔ شریعت۔ الٰہیات۔ طبعیات۔ تاریخ انبیاء و ملل و۔ مخالفین کے حالات وغیرہ بیشمار علوم خدا تعالےٰ نے اجمالاً ترتیب

[۵] دعا خدا اور بندہ مین ایک ایسا عمدہ ارتباط ہے کہ اس سے بڑکر پھر کوئی واسطہ نہین۔ کیونکہ دعا مین دو باتین ضرور ہوتی ہین ایک اپنی عاجزی اور فروماندگی کا اظہار اور کسی مقصود کا سوال۔ دوسرے خدا تعالیٰ کی دسے کامل عظمت اور اُسکی جناب مین کمال درجہ کا اعتقاد کہ وہ ہر چیز پر بالخصوص میرے اس مقصد کے عطا کرنے پر قادر ہے گویا دعا پوری عبودیت کا اظہار اور اُسکی الوہیت کا اقرار ہے کہ جو دلسے اور زبانسے ادا کر رہا ہے اور اعضاء سے اُسکی شہادت دے رہا ہے۔ اور اسلئے حدیث مین آیا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (رواہ الترمذی) اور یہہ بھی آیا ہے کہ دعا سے زیادہ کوئی چیز خدا کے نزدیک بڑی نہین (رواہ الترمذی وابن ماجہ) پس عاجز روح بندہ کی روح کو جنبش دیتی ہے اسیطرح رحمت الٰہی کو تحریک کرتی ہے جس سے خدا تعالےٰ یا تو اس دعا سے کسی مصیبت آئندہ کو ٹال دیتا ہے یا اُس کام کے اسباب پیدا کرکے اُسکو پورا کر دیتا ہے۔ یا کبھی بطور خرق عادت بلا اسباب مقصد کو کہ جسکی دعا مانگی گئی ہے پورا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی دعا سے ظہور مین آیا ہے جسکی شہادت خود قرآن اور کتب احادیث و سیر و روایت ثقات دے رہی ہے۔ اور یہی اجابت ہے اور چونکہ دعا اعلیٰ عبادت ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکے آداب

ل یوسف القرآن اپنی تفسیر مین قواعد تفسیر کے موافق صنعت ترتیب مین تحریر فرماتے ہین۔

قولہ کا بیان ماکو تضمن ہے اسی چیز کا جو جانتے ہین اس طلب سے۔ کہ سے ماخوذ ہے حاصل ہونا۔ اور اجابت کا معنی ہے کہ حاصل ہونا مطلوب کا ہونا حاصل ہونا مطلوب کا ہونا ہے۔ اسلئے کہ اجابت کا معنی ہے کہ حاصل ہونا مطلوب کا ہونا ہے۔ اور دعا اس طلب کو کہتے ہین کہ جو ضعیف کی جانب سے قوی کی جانب ہو۔ پس اگر یہ طلب قوی کی جانب سے ضعیف کی جانب ہو تو اسکو امر کہتے ہین اور اگر برابر کے درجہ والے سے ہو تو اسکو التماس کہتے ہین۔ پس اس طلب کو کہ جو ضعیف کی جانب سے قوی کی جانب ہو دعا کہتے ہین۔ اور اسی وجہ سے دعا کو عبادت

تعلیم فرمائے جاوین۔ پس اس لئے اس سورۃ مین تعلیم کردیا کہ اول خدائے تعالےٰ کی ثنا و صفت کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک پایا جاتا ہے۔ اور پھر اپنا اخلاص اور نیاز ظاہر کرنا چاہیئے جیسا کہ ایاک نعبد وایاک نستعین سے ظاہر ہے۔ پھر دعا کرنی چاہیئے جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم الخ سے ظاہر ہے۔ مگر ایسے بادشاہ حقیقی سے دعا بھی وہ کرنی چاہیئے کہ جو تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے کافی ہو جیسا کہ الصراط المستقیم الی آخرہ سے ظاہر ہے۔ اور اسی حکمت بالغہ سے ہر نماز مین دوبارہ اس سورۃ کا پڑھنا واجب ٹھہرا۔ خدا نے اپنے بندوں کو کیا ہی عمدہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔

[۶] تعلیم کی یہہ خوبی ہے کہ ایک امر اجمالاً تمام مراتب آیت تعلیم کردے۔ پھر تدریجاً اُنکی تفصیل کرے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل دلپر نشین ہوتی ہے اور اس اجمالی فہرست پر عمل کرنا اور اُن مضامین کو اس مختصر متن سے دریافت کرنا بھی زیادہ آسان ہوتا ہے۔ پس خدائے تعالےٰ نے اس سورۂ مقدسہ مین یہی کیا کہ تمام المامی مضامین کو مجملاً مجتمع کردیا۔ پھر باقی قرآن مجید مین اُن کی تفصیل فرمائی چنانچہ خداوند تعالےٰ و تقدس کی ذات اور صفات کی بابت جسقدر آیات ہین جیسا کہ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم الآیات ان اللہ علی کل شئ قدیر و ان اللہ بکل شئ علیم۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار و ھو اللطیف الخبیر۔ ولیس کمثلہ شئ۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وغیرہا من الآیات۔ اور اسیطرح جو کچھ مبتدا آفرینش آسمان و زمین حجر و شجر کے متعلق بیان ہے جیسا کہ قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الآیات وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء۔ ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام اور اسیطرح جو کچھ اُسکی علامات قدرت اور دنیا کی فنا ہونے کی بابت مذکور ہے جیسا کہ ان فی السموات والارض لآیات للمؤمنین و فی خلقکم وما یبث من دابۃ آیات لقوم یوقنون۔ واختلاف اللیل والنہار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتہا و تصریف الریاح آیات لقوم یعقلون۔ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانہا الآیات۔ اور انہین اقسام کی جملہ آیات سب الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم کی تفصیل اور شرح ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور جو کچھ انسانکی موت اور موت کے بعد عذاب ثواب و دنیا کی فنا کی اور نفخ صور اور احوال قیامت اور دوزخ و جنت کی کیفیت کے متعلق قرآن مین مذکور ہے جیسا کہ کل نفس ذائقۃ الموت انک میت وانہم میتون۔ یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ الآیۃ انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض الآیات و نفخ فی الصور فصعق من فی السموات و من فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون۔ واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتب وجائی بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق الآیات یہ آیات اور سورۂ الرحمن وغیرہا کہ جو جنت و دوزخ کے حالات سے پُر ہین اور وہ آیات کہ جنمین دیدار الٰہی کا ذکر ہے سب لک الحمد اللہ کی تفسیر اور تفصیل ہے۔ اور اسی طرح جسقدر آیات مین نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و صدقہ و خیرات اور خدا کے ساتھہ اخلاص و محبت اور دلسے اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا ذکر ہے جیسا کہ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ الآیۃ ویبیتون لربہم سجدا وقیاما۔ وبالاسحار ہم یستغفرون۔ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم۔ واقرضوا اللہ قرضا حسنا۔ کتب علیکم الصیام۔ والذین ءامنوا اشد حبا للہ۔ واطیعوا اللہ۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون یہہ سب ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفصیل ہے۔ اور اسیطرح جو کچھ باہمی معاملات مین نیک چلنی اور لوگونسے نیکی سے پیش آنے کی بابت اور گناہ سے بچنے کی بابت اور اخلاق حمیدہ کی بابت اور ہر امر مین میانہ روی کی بابت قرآن مین مختلف سورتون مین مختلف عنوانون سے وارد ہے جیسا کہ ادفع بالتی ہی احسن کہ بدی کے مقابلہ مین نیکی کرو (حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا کہ جو تیرے ایک

کال پر بھانچہ مایے تو اُسکی طرف دوسرا کال بھی کردے) مگر یہ المرسلین کی معرفت اُس سے بھی بڑھکر یہ تعلیم دی گئی کہ بدی کے بدلہ مین نیکی کرو) وذروا ظاھر الاثم وباطنہ - الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الآیۃ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما - والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون الآیات یہ سب کچھ اپنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے - اور اسیطرح جو کچھ انبیاء علیہم السلام اور اُنکے پیروؤنکے محامد اور انپر اور ملائکہ پر ایمان لانے کی بابت اور اُنکے طریقہ کی بابت جو کچھ مختلف سورتونمین آیا ہے جیسا کہ سورۂ قصص سورۂ انبیا اور سورۂ یوسف اور سورۂ نوح اور سورۂ شعرا اور سورۂ نمل اور سورۂ یونس اور سورۂ مومنون اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ مریم اور سورۂ کہف مین مذکور ہے سب صراط الذین انعمت علیہم کی تفصیل ہے - اور اسیطرح جسقدر سرکشونکے قصے اور اُنپر عذاب الٰہی نازل ہونا اور قہر خدا کا ظاہر ہونا قرآنمین مذکور ہے - جیسا کہ سورہ مذکورہ مین فرعون اور ہامان اور قارون اور قوم عاد اور ثمود کا قصہ کہ جو سورۂ اعراف وغیرہا مین مذکور ہے - اور اسی طرح اور گمراہون اور نافرمانون اور کافرونکے حالات عبرت انگیز جسقدر قرآن مین مذکور ہین سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر و تشریح ہے - یہہ مضامین اِس خوبی سے کسی کتاب مین نہین اور جو کوئی دعوی کرے تو دکھا دے -

ویدہ - ژند اویستا - انجیل - توراۃ - سب اس خوبی سے معرا ہین -

[۷] جو کچھ بلاغت اور فصاحت اور سلاست الفاظ (کہ جسکا مزہ اہل زبان لیتے ہین) اس سورۃ مین ہے تو بیان سے باہر ہے از انجملہ یہہ کہ الحمد للہ کہا نحمد اللہ یا احمد اللہ جملہ فعلیہ کہا دو وجہ سے اوّل یہہ کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور وہ اُسکے صفتون کے مناسب ہین بخلاف اسمیہ کے کہ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے (دوم) یہہ کہ خدا کی حمد کوئی کیا کرسکتا ہے لاکھون نعمت ہین - اور ہزارون خوبیان - پس اُسکی حمد کا دعوی کرنا جھوٹا منہ بڑی بات ہے اسلئے الحمد للہ کہدیا کہ حمد خدا کے لئے ہے -

از انجملہ صنعت التفات ہے کیونکہ الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک غائبانہ گفتگو تھی - پھر ایاک نعبد وایاک نستعین مین مخاطب بنا کر کلام کیا - پھر اہدنا الصراط الخ مین صیغہ متکلم بولا - اور یہہ صنعت زبان عرب مین نہایت محبوب ہے - تاکہ ایک طرح کے کلام سے دلپر ملال نہ آجائے جیسا کہ امرالقیس عرب کا مشہور شاعر اپنے اشعار مین اس صنعت کو استعمال کرتا ہے ؎ تطاول لیلک بالاثمد + ونام الخلی ولم ترقد وبات وباتت لہ لیلۃ + کلیلۃ ذی العائر الارمد + وذلک من بناجانی + وغیرہ تعنی الاسود + کلام اسلوب کے بدلنے سے نشاط خاطر پیدا ہوتا ہے کہ جسکا ہر صاحب ذوق سلیم جانتا ہے - اور یہہ کلام مین ایسا ہے کہ جیسا کھانے مین نمک - اور انہین خوبیونسے عرب قرآن سنکر وجد مین آتے اور آنکھین سے آنسو بہاتے تھے - روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مین جب چند لوگ ایمان لائے تھے اور مشرکین کے خوف سے بچاے ایمان مذاق بنا کر پوشیدہ رہتے تھے اور جسطرح شہر یثرب (مدینہ) مین حضرت عیسی علیہ السلام اور اُنکے حواریون کی طرف سے ہوا یہ ہوا کہ وہ طعن و تشنیع کی بوچھار تھی - یہی حال مکہ مین حضرت اور صحابہ جانباز کا تھا - مگر حضرت ابوبکر صدیق چونکہ بڑے تاجر تھے لوگ انکا لحاظ رکھتے تھے اس لئے گھر سے باہر ایک چبوترہ تھا اُسپر منبھکر حضرت صدیق اکبر نہایت درد سے قرآن مجید پڑھتے اور اُسکے اثر جانگداز سے شمع کیطرح روتے تھے - ایک تو قرآن مجید کی وہ روح کو کپکپا دینے والی نئی نئی باتین رشتہ چلنی والی عورتون اور مردون اور بڈھون اور بچونکے کان مین پڑنا اُسپر صدیق اکبر کا درد اور اصلی لب لہجہ سے پڑھنا **شعر وصف** اُس سحر کا اور بیان اپنا تھا قیب ہوگیا رازدان اپنا ؎ پھر تو جو سنتا تھا کھڑا ہو کر سر دھنتا تھا - ایک ازدحام اور مجمع خاص و عام ہوجاتا تھا جو سخت منکر تھے تو لیکن یارے آتے تھے آنکھونے آنسو پوچھتے جاتے تھے جسکا یہہ اثر ہوا کہ ہر روز بہت سی عورتین اور بہت سے مرد ایمان لاتے تھے اور اسپر مخالفونکی ہر قسم کی اذیت اُٹھاتے تھے - کوئی دھوپ مین چوپہنچا کیا جاتا ہے کسی پر

ٹوٹے پڑ رہے ہین - کیکو مار پیٹ رہی ہے - کوئی جلا وطن کیا جاتا ہے کوئی جانسے مارا جاتا ہے - یہان سے بی بی اس بارہ مین لڑ رہی ہے - یہان بی بی کو سمجھا رہے ہے - مگر مومنین قرآن کا اثر روز افزون اور عشق الٰہی مین ہر دم حالت دگرگون ہے - نہ کسی قسم کی تکلیف کا ڈر نہ جلا وطنی کا خوف وخطر - یہہ حال دیکھکر لوگون نے یہہ کہا کہ ابوبکر جادوگر ہے جانے یہہ کیا پڑھتا ہے کہ جو نہایت پُر اثر ہے لہذا صدیق اکبر کو بھی گھر سے نکالدیا - الغرض قرآن مجید کے اس اثر بخید سے تمام عرب مین کھلبلی پڑگئی - جہان چند صحابہ نے جاکر قرآن کی منادی کی وہین ہزارون کرشن اور بت پرست سنکر لوٹ ہوگئے اور جب چند صحابہ ملک حبشہ مین گئے اور وہانکی بادشاہ نجاشی نے کہ جو اہل کتاب کا بڑا عالم تھا قرآن سنا اسکا اور اوسکے ارکان دولت کا دل وروح ایمان سے بھر گیا - اور سب باب حبشہ بے اختیار رونے لگے - اسیطرح جہان قرآن پہنچا وہین اسنے اپنا اثر دکھایا - اسلئے چند سال مین شرق سے غرب تک اکثر سرسبز سلطنتون مین اسلام پھیل گیا - افسوس تعصب پادری تبلیغ اسلام تلوار کے زور سے بتاکر اسلام پر عیب لگاتے ہین اب ہم قرآن کا مقابلہ اور کتابون سے کرتے ہین اور انجیل کی سات آیتون کے مقابلہ مین ہر کتاب کی سات آیتین لکھکر دکھاتے ہین

مقابلہ

رات محفل مین ہر اک سے یار گرم لاف تھا ۔ صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا ۔

تورات	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
(۱) سب کو بقول اہل کتاب کے حضرت موسیٰ سے صدہا سال بعد ملا ۔ پوچھنے سے جمع کیا ۔ اور جسطرح کوئی سی دو دکی ہڈیان جمع کرکے رکھدے ویسا ہی رکھے ۔ اسیطرح جسکو جو کچھ یاد تھا تورات رکھدیا ۔	(۱) بقول اہل کتاب کے مصنف کا اب تک صحیح پتا نہین کوئی داؤد علیہ السلام یا کوئی اور شخص ہے ۔ —	(۱) کہتے ہین کہ ساسان پہلے بادشاہ نے جو کچھ ساسان پہلے بادشاہ نے زبان سے ادا کیا اسی کو لکھ لیا ۔ —	(۱) کہ جسکو بیاس جی نے جمع کرکے مرتب کیا ۔ —	(۱) بقول نصاری یہ حضرت عیسیٰ کے صحابون نے لوگون کے مختلف حالات سے سنکر جمع کیا ۔ —	(۱) عرب ان شہ بادہ رسید من جانب محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم انا انزلناہ بواسطہ جبرئیل امین کی طرف خدا کی بارگاہ سے نازل ہوا ۔ اہل اسلام مین موجود ہے ۔ —
مطبوعہ مطبع بائبل سوسائٹی ۱۸۱۱ء	مطبوعہ مطبع رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۳۸ء	مطبوعہ مطبع رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۴۳ء	مطبوعہ مطبع ۱۸۵۴ء	مطبوعہ مطبع مزا ۱۸۶۹ء	
باب اول (۱) ابتدا مین خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا ۔	**اول زبور** (۱) مبارک وہ آدمی ہے کہ جو شریرون کی صلاح پر نہین چلتا ۔ اور خطاکارون کی راہ مین نہین کھڑا ہوتا ۔ اور ٹھٹھا کرنیوالون کی جلسہ مین نہین بیٹھتا ۔	(۱) پیغامبر یزدان ارمش نوی پور رشت گواہ کنندہ دیدار خود را بزرگ دانا ۔	(۱) اگنی دیوتا کی (جو ہوتر کا بڑا کارکن اور بڑی دیوتاؤن تک پہنچنیوالا اور بڑا ثروت والا ہے ۔) ہمکہ کرتا ہون ۔	بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۔	
(۲) اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانیون پر جنبش کرتی تھی ۔	(۲) بلکہ خداوند کی شریعت مین رغبت رکھتا اور دنرات اوسکی شریعت مین سوچا کرتا ہے	(۲) ایسا چیز کہ اگنی جسکو کہا زمانہ قدیم اور زمانہ حال کی رشی کہتے چلے آئے ہین ۔	(۲) بنام ایزد بخشاینده و بخشاینده مہربان دادگر ۔	(۲) الحمد للہ رب العالمین سب بیان اللہ کو کہ جو تمام عالم کا پروردش کرنے والا ۔	(۲) الرحمن الرحیم جو نہایت مہربان اور رحیم
(۳) اور خدا نے کہا کہ اجالا ہو اور اجالا ہو گیا ۔	(۳) سو وہ اس درخت کی مانند ہوگا کہ جو پانی کی نہرون کے کنارے پر لگایا جاوے اور اپنے وقت پر پھل لاوے ۔	(۳) اگنی کے دیسا ہے یہ بلدیری کو ایسی آسودگی حاصل ہوتی ہے جو رات دن برابر قرار رہتی ہے ۔	(۳) بنام یزدان ۔	(۳) ابراہیم سے پہچان پیدا ہوا ۔ اور اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا ۔ اور یعقوب سے یہوداہ اور اوسکے بھائی پیدا ہوئے ۔	(۳) مالک یوم الدین اور جزا کے دن کا مالک ہے ۔
				(۳) اور یہوداہ سے پارس اور زاح تمر کے پیٹ سے پیدا ہوئے ۔ اور پارس سے	

چوتھا ۔ یہوشنا ہستک پہلا ۱ ۔ دیبائی اول ۱ ۔ ۱۱ ۔ اول منڈل اور ساتوان سوکت اگنی کی توصیف مین سے رشی پریتی ۔ نعت ۔ بیچین داس ۔ شوا مترکا بیٹا ہے وزن گایتری ورک ۱۱

تورات	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قران مجید
	میوہ لاوے جسکے پتے مرجھاتے نہیں۔ اور اپنے ہر ایک کام میں پھول پھلتا رہے گا۔		جاتی ہے اور جو شہرت کا سرچشمہ اور انسان کو کل کی بڑھانے والی ہے ۱۲	محروم پیدا ہوا۔ اور محروم سے آرام پیدا ہوا۔	
(۴) اور خدا نے اُجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے اُجالے کو اندھیرے سے جدا کیا۔	(۴) شریر ایسے نہیں بلکہ وہ بھوسی کی مانند ہیں جسے ہوا اُڑا لیجاتی ہے۔	(۴) این پود ایزد دستوان دانست چنانکہ بہت جدا و کبار د (یعنے حقیقت وجود خدا تعالے کو سوائے اوسکے اور کوئی نہیں جان سکتا	(۴) اے اگنی یگ جسکو کوئی نہیں روک سکتا اور جسکی توہر طرف رکشا کرنیوالے ہے تحقیقاد یوتاؤں کو پہونچتا ہے	(۴) اور اُرام سے عیندراب پیدا ہوا۔ اور عیندراب سے نخسون پیدا ہوا۔ اور نخسون سے سلمون پیدا ہوا۔	(۴) ایاك نعبد وایاك نستعین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
(۵) اور خدا نے اُجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔	(۵) سو شریر عدالت میں کھڑے نہ ہونگے نہ خطاکار صادقوں کی جماعت میں	(۵) ہستی دیکتائی و کسی سر فروز نہ اور ندگو ہر اوست دانا و ہر دن ہست۔ (یعنے اوسکی ہستی اور تمام صفات اور اوسکی ذات کے عین ہیں۔)	(۵) ایسا ہو کہ اگنی جو ندر و یوتا ہے مع دیوتاؤں کو یہاں آوے۔	(۵) اور سلمون سے بوعز یعقوب کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور بوعز سے عوبید روت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور عوبید سے یسی پیدا ہوا	(۵) اھدنا الصراط المستقیم ہمکو سیدھی راہ پر چلا۔
(۶) اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے بیچ فضا ہو۔ اور پانیوں کو پانیوں سے جدا کرے	(۶) کیونکہ خداوند صادقوں کے راہ جانتا ہے پر شریروں کی راہ گمراہی ہوگی	(۶) خبر اغاز و انجام و بنائے دشمن و مانند و یار و پدر و مادر و زن و فرزند و جاے و سرای و تن آسانی و نگاہبانی و نگاہ و بہاست یعنے خدا تعالے ابتدا انتہا دشمن اور دشمنی کا اور پدر و مادر جسم و رنگ و بو سے پاک ہے	(۶) اے اگنی جسقدر تیرے سے ہو سکے اپنے مقدس دینے والے کو فائدہ پہونچا و جو تحقیقاً تیرے پاس آئے اسکو اوسکا دا پس دے گا۔	(۶) اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا۔ اور داؤد بادشاہ سے سلیمان اس سے جو اوریاہ کی جورو تھی پیدا ہوا۔	(۶) صراط الذین انعمت علیہم راہ اُن لوگوں کی جنپر تو نے انعام کیا۔
(۷) پھر خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیوں کو فضا کے اوپر کے پانیوں سے جدا کیا اور ایسا ہی ہو گیا۔ اور خدا نے فضا کو آسمان کہا۔ سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا۔		(۷) زندہ و دانا و توانا و نیاز و دادگر و دہشتدون و دیدن و بودن آگاہ ہست۔ (یعنے خدا زندہ و دانا اور لاشریک اور سنتا ہوا چیزوں کے	(۷) اے اگنی ہم ہر روز صبح اور شام تجھ کو اطاعت کے ساتھ تیرا دیہان کرکے تیرے پاس آتے ہیں۔	(۷) اور سلیمان سے رحبعام پیدا ہوا۔ اور رحبعام سے ابیاہ پیدا ہوا۔ اور ابیاہ سے آسا پیدا ہوا۔	(۷) غیر المغضوب علیہم ولا الضالین نہ اُنکی کہ جنپر غضب نازل ہوا نہ گمراہوں کی آمین۔

اسکے بعد بطرز دیگر یونان خدا تعالے سے عقل اول کا پیدا ہونا اور اُس سے عقل دوم اور نوین آسمان کا پیدا ہونا لکھا ہے۔ اور اسیطرح آسمانوں کے عدم فرق و التیام پر دلائل دیا ہے مگر اس کلام میں بھی چند لفظ فارسی کے ترکیب اور ترجمہ سنسکرت

(۱) اس تمام بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ویدوں کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی میں ہوا ہے

توراۃ	زبور	دساتیر	وید	انجیل
(۸) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا۔	یہاں بھی کچھ کلام ہے	جو کہا ہے کہ جس نے زمانہ اسلام کو بھی دیکھا ہے۔ اگر اسنے اہل اسلام کی نسبت کچھ کہا ہوتا تو ضرور اسے صفات باری میں کچھ بیان کرتا مگر ایسا کچھ بیان نہیں کیا جس سے کچھ پتہ چلتا ہو۔	(۸) اے الٰہی جو فی سبیل گئو کی دیکھا کرتا کہ تیرا اہل سلام کی نسبت کیا خیال ہے تو ضرور اسے صفات باری میں کچھ بیان کرتا مگر ایسا کچھ بیان نہیں کیا جس سے کچھ پتہ چلتا ہو۔	(۹) اور اسا سے یہوسفط پیدا ہوا۔ اور یہوسفط سے یوایم پیدا ہوا۔ اور یوایم سے خویا پیدا ہوا۔
(۹) اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کا پانی ایک جگہ جمع ہو اور خشکی نظر آوے اور ایسا ہی ہو گیا۔	(۱) یہ کہ اس کچھ شک نہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اسکا الہامی ہونا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔	(۹) ای الٰہی ایسی کرپا کر کہ ہم تجھ تک آسانی سے پہنچ سکیں جیسے فرزند باپ کے پاس جب چاہے جا سکتا ہے ہماری بھلائی کے واسطے تو ہمارے ساتھ رہو۔		(۱۰) اور یوایم سے یوتام پیدا ہوا اور یوتام سے آخز پیدا ہوا اور آخز سے حزقیاہ پیدا ہوا۔
(۱۰) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جمع ہوئے پانیوں کو سمندر کہا۔ (یہاں تک یہ آیت ہے زمین کی کیفیت اور جانور اور آدمی نوں کا بیان ہے)	(۲) ہمہ کہ اسکے معانی اور مراد کا ایک تحقیق حال معلوم نہیں کہ کون کون سا واقعہ (۱) دین بالوی اور اور جو حضرت (۲) دین توانی نبوت محمولیل کی کی کتاب کے (۱۱) باب میں اور یا کی چوتھے زمانہ کا لکھا ہے۔ پھر جب خود ہی خود شریعت پر عمل نہ کیا تو کچھ بات کا کیا اعتبار رہا؟			
(۲۰) جناب نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں اور (۲۰) اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور (بایں قسم (۱۰) اور خدا نے عدن میں پورب کی طرف سے ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اُس نے بنایا ہے، وہاں رکھا الخ	(۳) ایسا یہود نے نزدیک ہمہ نبوت کا اصل اخو ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کہ پولوس کے حواریوں کے نزدیک بڑا رتبہ ہے اپنے اُس خط میں کہ جو کلیسیہ کو لکھا ہے اور جسکو عیسائی کلام الٰہی جانتے ہیں اسکے بیسویں آیت میں شریعت پر عمل کرنے والے کو بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملعون لکھا ہے۔ چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہیں "ہر جو شخص شریعت کی کتاب کی سب باتوں پر عمل نہ کرنے کے واسطے لعنت ہے"			
(۱۰) اور عزیاہ سے منسی پیدا ہوا اور منسی سے آمون پیدا ہوا۔ اور آمون سے یوسیاہ پیدا ہوا۔ (۱۱) یوسیاہ یکنیاہ اور اُسکے بھائی بابل اُٹھا جانے وقت پیدا ہوئے۔ (۱۲) اور بابل کو اُٹھا جانے کے بعد یکنیاہ سلتیایل پیدا ہوا اور سلتیایل سے زروبابل پیدا ہوا۔ (۱۳) زروبابل سے ابیود پیدا ہوا اور ابیود سے الیاقیم پیدا ہوا اور الیاقیم سے عازور پیدا ہوا +	(۴) اور اس زمین کا کیا چاہیے اور اس موتی بھی ہیں + (۵) دوسری نہر کا نام جیون ہے جو کوش کی ساری زمین کو گھیرتی ہے + (۱۴) اور تیسری نہر کا نام دجلہ ہے جو آسور کی پورب جاتی ہے۔ (۱۵) اور چوتھی نہر کا نام فرات ہے	(۴) لیکن باایں ہمہ اہل اسلام حضرت داؤد علیہ السلام کو کیا رسول اور پاک داس کلام کو حق سمجھتے ہیں +		
(۱۴) اور عازور سے صدوق پیدا ہوا اور صدوق سے اخیم پیدا ہوا اور اخیم سے الیود پیدا ہوا۔ (۱۵) الیود سے الغزر پیدا ہوا۔ اور الغزر سے متھان پیدا ہوا اور متھان سے یعقوب پیدا ہوا۔ (۱۶) یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔ (۱۷) پس سب پشتیں ابرہام سے داؤد تک چودہ ہیں اور داؤد سے بابل اُٹھا جانے تک چودہ۔ اور بابل اُٹھا جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہوئیں (۱۸) اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اُسکی ماں مریم کی منگنی یوسف سے ہوئی تو اُنکے جمع ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی +	(۱۶) اور حزقیاہ سے منسی پیدا ہوا اور منسی سے آمون پیدا ہوا۔ اور آمون سے یوسیاہ پیدا ہوا۔ (۱۱) یوسیاہ یکنیاہ اور اُسکے بھائی بابل اُٹھا جانے وقت پیدا ہوئے۔ (۱۲) اور بابل کو اُٹھا جانے کے بعد یکنیاہ سلتیایل پیدا ہوا اور سلتیایل سے زروبابل پیدا ہوا۔ (۱۳) زروبابل سے ابیود پیدا ہوا اور ابیود سے الیاقیم پیدا ہوا اور الیاقیم سے عازور پیدا ہوا +			

تورات

اگرچہ اس تورات موجودہ مین اصلی تورات کی بہت سی باتین ہین کہ جنکا قرآن مصدق ہے۔ مگر اسوقت مین اس کلام کی نسبت یہہ کہتا ہون -

(۱) یہہ کلام علمی کوخاطر نہیں رکھتا دوسری اور پہلی آیت مین یہہ تصریح ہے کہ خدا نے زمین و آسمان پیدا کیا۔ اور زمین پر پانی اور اندہیرا لکھا ہین۔ اور ۶ آیت مین پانیونکے بیچ سے کی فضا کو آسمان کہا ہے تو یہہ پہلی بات کے خلاف ہے اور یہہ نویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانونکے

ساتیر

الہامی نہین کہہ سکتے۔ یہہ دلیل ہے کہ نامہ وخشور گشتاوہ مین زحل ستارہ کی پرستش کا حکم اور اسکی ستائش مین یہہ کلمات ہین

(۲) واین گونہ ستایش کیو نرا فرمودہ باشد بنام ونشان صفات ستاے چیزے یاد داشت و دریافت وزیر شگرف بزرگ سترگ کہ این وشکوہ وخشند وہ وجشنا وہ وخشایثیکر دہشور داد کر الخ۔ دیکھیے جو کلمات خدا تعالی کی نسبت تجویز ہوے اسکے حق مین بھی اطلاق کردے۔ پھر نامہ وخشور ہوشنگ مین مریخ کی پرستش اور اسکی بڑی لمبی چوڑی تسبیح مذکور ہے۔ اور پھر نامہ وخشور تہمورس مین آفتاب پرستی کی بابت یہہ ہے۔ آفتاب یا وشت اوا

وید

نہایت مشہور ہے جسمین اس وقت کے بہت سے اسمائے جمع ہین۔ اور بیشمار گل کھائے اور بدرنیر کے وہ اسمائے ہین کہ جو خیالات اور توہمات پر مبنی ہین۔ وہ سترا اور ایتا پر منتہا ہے جسمین بعید از قیاس باتین اور بیجا کہانیان ہین۔ جو بیہودہ جلد مین ہے۔ جسمین از حد بے اصل نقتے مین جسکے سننے وقت

وید

ہر منتر نظم ہے اسکا جدا گانہ وزن اور مصنف اور ہر منتر بیت ایک دو دیوتا
کی مہما ہے۔ چنانچہ اس رگوید کے ایک سو اکیس ۱۲۱ منتر دس ۱۰ صرف
اگنی کی تعریف مین ہین۔ اور اسکے مصنف مدھوچھندا دس اور اگستیہ
جہرتی۔ اور مدھاتی کا نوا کا بیٹا وغیرہ ہین۔ اور کہین کہین اگنی کے ساتھ
اور دیوتاؤن کی بھی مدح ہے۔ اور دسم مین اندر کی جمہا برنن ہے
ست نشت ہے۔ اور بیچلیہ باقی منتر دسکے بارہ منتر حروف ستیہ ہوا کے دیوتا
کی تعریف مین ہین۔ کہ جو اندر کی مہما بھی ہین اور گیارہ آسوتون کی تعریف
مین کہ جو سوم رس کے پوتر ہین۔ چار سیج کے دیوتا کی تعریف مین باقی
اونی دیوتاؤن کی مدح مین ہین۔ اور دوسرے منڈل کے منتر کرسیاد
سے بہتر کے فرزند کی تصنیف جو اینگرا کے خاندان مین تہا۔ تیسرے
منڈل کے منتر وشوامتر اور اور آتر سا
تصنیف ہین۔

انجیل

یا اور کسی انسان سے کچھ بھی علاقہ نہین رکھتہ بلکہ معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہین
تب یوں کہنا تہا کہ مسیح جبرئیل کا بیٹا خدا کا پوتا یا بالعکس۔ اور دوسری
جہت سے بھی غلط ہے کیونکہ انسابنامے کے طور پر یوسف حمل سے
ثابت ہوتا ہے۔ اور مسیح علیہ السلام تو حضرت مریم کے پیٹ مین یوسف
کے پاس آنے سے پیشتر کنوارپنے مین پائے گئے تہے جیسا کہ خود اسی
بی بی کے (۱۸) جملے سے صاف ظاہر ہے۔ اور یہ احتمال ہو نہین سکتا
کہ یہ نسب نامہ حضرت مریم کا ہے۔ کیونکہ قرآن یوسف کی بیٹی نہین بلکہ
بیوی تہین۔

(۴) اگر یہ نسب نامہ صحیح فرض کیا جاوے تو لازم آوے کہ حضرت

سوال یہ تسلیم کہ جسقدر مذاہب دنیا کی کتابوں کا قرآنمجید سے مقابلہ کرکے دیکھا گیا سب میں اسلام کو من جانب اللہ اور دین الٰہی پایا جیسے خدا پرستی اور اسکی صفات کاملہ اور ملائکہ اور انبیاء اور قیامت پر ایمان لانے کی بڑی تاکید ہے اور انسانی روح کی صفائی کی بابت اور دنیا میں ہر طرح سے نیک چلنی اور مرنے کے بعد جو کچھ ہان پیش آتا ہے اسکی بابت کامل بیان ہے اور اسکے مقابلہ میں یہ سب مذہب یا تو ناقص یا بالکل باطل ہیں۔ مگر شنوز اور صدہا مذاہب دنیا میں ہیں جیسا کہ دبستان المذاہب میں لکھا ہے اور انکے اصول حمیدہ بیان کیے ہیں انسے ہونا اسلام کا مقابلہ نہیں ہوا ہے جائز ہے کہ وہ حق ہوں۔ پوری تحقیق جب ہے کہ اُنسے مقابلہ کرکے اسلام کا حق ہونا تبلا یا جاوے ورنہ تقلیدی اسلام کو حق ماننا پڑے گا۔ **جواب** ہیں جسقدر مشہور و معروف مذاہب قدیم سے ہیں وہ یہی مذاہب ہیں کہ جنکی کتاب کو آپنے آنکھ سے دیکھا باقی وہ جو صدہا مذاہب دبستان المذاہب میں لکھے ہیں سب یا بیشتر انہیں کی شاخیں ہیں کیونکہ بہتر فرقے تو ہیں اسلام کے لکھے ہیں اور پھر ہنود کی بہت سی فرقے جوگی اور سنیاسی وغیرہم لکھے ہیں کہ جنکی ریاضات اور شعبدے نیز صاحب دبستان لکھ ہو کر ہر مذہب پر نہ میں پانی بھر لاتے ہیں اور ناظر کو شک میں ڈالتے ہیں اور پھر آتش پرستوں کے فرقے کا بہت کچھ بیان اور اپنا شوق عیان کیا کیا ہے اور پھر کسی قدیم یہود و نصاریٰ کے مذہب کا بیان ہے اور تحقیق کسی مذہب کی بھی نہیں ہوئی سنی سنائی باتیں اور اپنے دیکھے ہوئے حالات بیان کر دیئے ہیں نہ دیدانہوں نے دیکھا نہ تورات نہ زبو مند ساختے لیاء ہیں کچھ بے خبری سی بیان کرکے بیعلمو کو حیرت میں ڈالدیا ہے اور ہے تو سب کے اصول بیان کرو ۔ البتہ حکماء یونان اور قدیم اہل مصر اور دہریون اور چینیون اور دیگر صحرائی قوموں کا مذہب نہیں بیان کیا۔ سو واضح ہو کہ حکماء مصر اور قدماء یونان فی زمانہ کواکب و عناصر پرست ہیں۔ مصریونکے عقائد ہندوؤں سے بہت ملتے ہیں اُنکے ہان بھی بیل کو پوجتے ہیں کہ جسکو ابیس کہتے تھے۔ اور اسی تقلید سے بنی اسرائیل نے بچھڑا بناکر پوجا تھا۔ چنانچہ یہہ باتیں کتب تاریخ میں مذکور ہیں اُنکے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ اور دہریہ تو خانہ کوئی اصول ہے نہ مذہب وہ خدا تعالےٰ اور عالم آخرت کے منکر ہیں سو یہہ بات از روئے عقل و نقل باطل ٹہر چکی ہے۔ خود قرآن نے اُسکو رد کر دیا ہے۔ اور ایک مختصری بات ملحدصاحب کو میں بھی سناتا ہوں کہ بھائی اگر خدا سے نہ قیامت نہ جزا نہ سزا تو ہمکو بھی کچھ خوف نہیں۔ غایۃ الامر نماز روزہ طاعت و عبادت کا ثمرہ نہ ملا اور کسیقدر حرام لذتوں سے مزہ نہ اٹھایا تو کچھ پروا نہیں دنیا کی تکلیف کیا اور مزا کیا۔ اور جو خدا تعالےٰ اور عالم آخرت سب کچھ حق ہوا (اور قطعی ہے) تو کیئے بتری کیا خرابی ہوگی۔ اب تو محل خطر میں ہے یا ہم؟ ۔ اور چینیون کا مذہب بودہ ہے وہ بھی بت پرست ہیں اُنکے ہان بھی کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جسکو وہ الہامی کہتے ہوں۔ باقی بت پرست اور صحرائی قومیں جیسا کہ افریقہ میں ہیں تو اُنکا مذہب تو کیا سر سے اُنکو تو عقل انسانوں کی فہرست میں ہی لکھنی ہوئی ہاتھ کہہ چکتی ہے اب رہے زمین پر کوئی مذہب عقلاً و نقلاً اسلام کی برابر نہ نکلا الحمد للہ علی دین الاسلام۔

فضائل

اس سورۃ کے بیشمار ہیں۔ بخاری وغیرہ محمد بن نے ابی سعید بن معلی سے روایت کی ہے۔ کہ میں نماز پڑھ رہا تہا کہ مجکو نبی صلعم نے پکارا میں بوجہ نماز جواب دی سکا۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوا تو آپنے فرمایا میں نے تجکو بلایا تو نے کیون جواب نہ دیا عرض کیا کہ حضور میں نماز میں تہا آپنے فرمایا اسپر وقت بھی رسول کا جواب دینا چاہیئے کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ الایہ۔ پھر آپنے فرمایا کہ دیکھہ میں تجکو مسجد سے باہر جانیسے پیشتر قرآنمیں جو بڑی سورۃ ہے تعلیم کرونگا

لہ میں اسبات کا نہایت شکر گزار ہون کہ میں نے اسلام کو تمام روئے زمین کے مذاہب سے مقابلہ کرکے دیکھا اور اسکو کمال پایا۔ ہر طرح سے کہا یا اور تحقیقاً یہ ہے کہ میں مسلمان ہوا الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور قدیم سے اسلام میں میرے آباؤ اجداد حتےٰ کہ زمانے آئے تو ہیں میں از خود اسلام ہی کو اختیار کرتا۔ ان بھائیو پر افسوس کہ جو محض تقلید اور اور نفسانیت سے اس نور کے زمانہ میں بھی باطل خیالات اور غلط مذاہب پر آئے ہوئے ہیں ۱۲ منہ

میرا ہاتھ پکڑ کر جبرئیل مسجد سے باہر ہونے لگے مینے یاد دلایا تو اپنے فرمایا وہ سورۂ الحمد ہے جسکی سات آیت ہین اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجکو عطا ہوا۔ صحیح مسلم و غیرہ کتب مین عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت کے پاس جبرئیل حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آسمانسے نازل ہوا جبرئیل نے کہا یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہین اترا تھا اُس فرشتے نے کہا یا نبی اللہ مژدہ ہو تجکو خدا نے دو وہ نور عطا فرمائے کہ جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہین ملے ایک سورہ فاتحہ دوسرا خیر سورۂ بقرہ ہے جو ہرگز تو مین سے آپ پڑھینگے اُسکا ثواب ملے گا۔

دارقطنی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۂ الحمد ہر مرض کے لئے شفا ہے اور صحیح مسلم و نسائی وغیرہ کتابون مین ہے کہ صحابہ سانپ و بچھو کے کاٹے ہوئے اور مجنون اور اہل صرع پر یہ سورۃ پڑھکر دم کرتے تھے اُسیوقت مریض تندرست ہوجاتا تھا جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے بیمار اُنکے ہاتھ لگانے سے تندرست ہوجاوے گا۔ یہ معجزہ آنحضرت کا ہر قرن مین ظاہر ہوتا چلا آتا ہے چنانچہ اب بھی سورہ الحمد کا فجر کی سنتون اور فرض کے بعد تین اکتالیس بار ہر روز بسم اللہ کا میم الحمد کے لام سے ملاکر چالیس مرتبہ پڑھنا ہر کام کے لئے عمل مجرب ہے۔ اور بیمار کو دم کرکے پانی یا چینی یا شیشہ کے برتن پر مشک و گلاب اور زعفران سے لکھکر چالیس مرتبہ بیمار کو پلانا مجرب ہے۔ اور اسیطرح دردگرد کے لئے ایک سانس سے گیارہ بار پڑھکر دم کرنا نہایت سریع التاثیر ہے۔ اور ہر مطلب کا حاصل ہونا بشرطیکہ قضا و قدر مبرم نہ ہو بشرط استقامت و ہمت جازم شرط ہے۔ ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت فرماتے ہین بھکو اُس ذات کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے (یعنے خدا کی قسم ہے) سورۂ الحمد کی مثل کوئی سورۃ نہ تورات مین ہے نہ انجیل مین نہ زبور مین نہ قرآن مین۔ چنانچہ اس حدیث کی تصدیق ہمارے اُس مقابلہ سے بخوبی ہوسکتی ہے کہ جو ابھی ہمنے تورات و انجیل و زبور کو ملکر کیا ہے۔ حقیقت مین یہ سورۃ ایک دریائے ذخار اور مجمع اسرار بیشمار ہے۔ (دنیا اور دین کے متعلق کوئی بات ایسی نہین کہ جو کامل طور پر اس سورۃ مین نہو۔ مگر کسی قدر فہم خداداد شرط ہے۔ ورنہ بہت سے عیسائی اور دیگر متعصب لوگ کہ جنکے انوار فطرت عداوت و قساوت سے مٹ گئے ہین وہ یہی کہتے ہین کہ پڑھتے وقت لفظونے کوئی بات بھی سورۂ الحمد سے ہماری سمجھ مین نہین آئی مسلمان لوگ اپنی ذکاوت خرچ کرکے یہہ باریکیان پیدا کرتے ہین۔ الخ مین کہتا ہون نہین بلکہ یہہ سب باتین ظاہر الفاظ سے مستفاد ہین۔ اور اچھا یہی سہی آپ ہی تو روحانی تعلیم سے بہرہ یابی کا دعویٰ کرتے ہین ہم آپکو بیس برسکی اجازت دیتے ہین آپ تمام جہانکے لوگون سے مدد لیکے جائز رکھکر یہہ کہتے ہین کہ آپ ہی تو کسی جملہ تورات و انجیل و زبور دید (وساتیر) سے اس قدر باتین پیدا کردیجئے اور جو نہ کرسکو تو یقین کیجئے کہ یہہ خاص اعجاز قرآن ہے۔ اب مین اس سورۂ مقدسہ کی تفسیر سے فارغ ہوچکا مگر اسکے متعلق تین بحث اور باقی ہین کہ جنکا ذکر کرنا اس تفسیر مین بعض وجوہ سے نہایت مناسب ہے۔

مبحث اوّل - یہہ سورہ نماز مین پڑھی جاتی ہے اور ہر نماز مین اسکا پڑھنا لاوین خوبیونکی وجہ سے کہ جنکا اوپر ذکر ہوا شرع نے ضروری کردیا یہانتک کہ جس نماز مین یہہ سورۃ نہ پڑھی جاوے وہ فاسد یا باطل ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَن صلی صلوٰۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تام الحدیث رواہ مسلم کہ جسنے نماز مین الحمد نہین پڑھی وہ نماز ناقص ہے تین بار فرمایا۔ وعن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ کہ جسنے الحمد نہین پڑھی اسکی

---

۹ یہہ باتین ہمیں پڑھنے اور وہ جو انہین اعتقاد کئے ہوئے ہین اور وہ ہندوستان کے چیرہ جو اوتار کی تقلید کرتے ہین اُن باتون کو سخت منکر ہین اور یہہ انکا ان کا جانا ہے۔ اسلئے کہ انکی روح پر سند جمہ کی تاریکی چھائی ہے کہ کوئی روحانی اثر اور کلمہ محسوس نہین ہوتا۔ اگر ہوتا کہ روح جاگتی) تو خود اُن کو ایسی باتون کا ہونا پھر اتفاق ہوتا سے نہ اپنے ملک مین کہ جہان کفر اور اسکی تاریکی چاروں طرف محیط ہے کیونکر اسلام لاسکتے ہین۔ اگر صدق دلسے توبہ کرکے مسلمان ہوجاوین اور کسی دستگیر سے (جنکو مدد روح کو سونکر نہ چھالی) اشغال سیکھین تو علم الہی کے اسرار اور اسکی ذات سے اتحاد اور مکاشفہ و کرامات کا اثر اپنے اوپر معائنہ کرین کہ انکی زبان اور ہاتھ پاؤن سے کس قدر خرق عادات سرزد ہوتے ہین۔ اور جو ہم اہل اسلام نے صدہا مخالفون کو ایسے برکات کا مشاہدہ بھی کرا دیا ہے تو یہہ جسقدر اُس مشاہدہ سے محروم ہین وہ کب سنتے ہین بلکہ خیالی باتین اور

---

۱۲ کہلا جاتے ہین ۱۲ منہ

آجاتا ہے ۔ اور اسلیئے جو مالک کو ملک پڑھتے ہین ا
بلکہ مالک الدین کہتے تو یہہ مقصود عظم کہ جو قیامت کے
ہین عرب بولتے ہین کما تدین تدان کہ جیسا کریگا ویسا بھریگا
اخروی اوسکا ایک وقت ہوتا ہے اور یوم سے مراد یہی یہان مطلق وقت ہے اگر لفظ یوم ذکر نہ
سمجھا جاتا تو ہر وقت جزا نہ پانے سے خواہ مخواہ بہت سے کجرو لوگونکے دلونمین خدا کی عدالت مین شبہ آتا
اوسیوقت نیک نتیجہ مرتب نہونے سے نیکی کرنیوالا مایوس اور بدکام کا بدنتیجہ اسیوقت نہ پانے سے شاید
یوم کہا تو دونون کو آگاہ کردیا اور جزا کامل کے وقت (قیامت) کو مبہم کرکے دلکو خوف وامید سے بھر دیا اور یہہ با
کے لیئے اصل الاصول ہے ۶ یہہ کہ اس کلام مین جو خدا نے اپنے بندے کو حمد کرنے سے تقرب کا رستہ بتلایا
ساتھ حمد کرنی بتلائی کہ جس سے ہر طرح کی تاریکی روحانی (خواہ اعتقاد سے متعلق ہو خواہ عمل سے) زائل ہوتی
اس حمد کو تین اوصاف پر قائم کیا اول یہہ کہ حمد اوس ذات کے لیئے ہے کہ جو تمام جہان کا پرورش کرنیوالا ہے
وہ نہایت مہربان اور رحیم ہے سوم یہہ کہ وہ یوم جزا کا مالک ہے ۔ آمین یہہ اشارہ ہے کہ جسمین یہ تین وصف نہ پائے جاوین
وہ ہرگز حمد کا مستحق نہین اور جب حمد کا مستحق نہین تو پھر عبادت اور استعانت کا تو کیا استحقاق ہے پس اسلیئے
اس کلام کے بعد وہ کلام ذکر کیا کہ جو اسکا نتیجہ ہے یعنی ایاک نعبد وایاک نستعین کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجھہ ہی سے مدد مانگتے ہیں

---

۱ چونکہ دین سے جزا مراد ہے اسلیئے اوسکو **دین** کہتے ہین اور اوسکو اس لحاظ سے کہ وہ ایک راہ خدا کی ہے اوسپر مسلمان کو
چلنا چاہیئے **مذہب** اور **شریعت** کہتے ہین اور چونکہ لوگ اوسکے قائل ہوتے ہیں اس لحاظ سے اوسکو
ملت کہتے ہین ۔ بات ایک ہے مگر ہر اعتبار سے ایک جدا نام ہے ۱۲ **منہ**

۲ اس نبی امیہ کی تعلیم خدا سے ملنے مین اپنا نظیر نہین رکھتی جو بات پہلی امتون کو ساری عمر مین نصیب ہوتی تھی اس بات
مین اول بار حاصل ہوتی ہے ۳ اول آخر ہر منتہی ہے + آخر طالب مبتدی ہے + اور اسلیئے پہلی کتابون کی طرف
حاجت نہ رہی چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمر رضہ کو فرمایا تھا کہ تمکو موسےؑ کی کتاب بھی کیا ضرورت ہے ؟ واللہ اگر موسےؑ بھی
زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے (بخاری) انہین روح افزا باتون سے تھوڑا تھوڑا بتلیس برس مین شہ خاصۂ یارو سے زمین
دین متین ہر رحمت کی طرح پھیل گیا ۔ بھلا یہہ بات تلوار کے زور سے کہین نصیب ہوتی ہے ؟ جو لوگ
تلوار کے زور سے دنیا مین پھیلا وہ اپنے تعصب بیجا سے اسلام کے نورانی چہرہ پر دھبا

نماز ہنفی۔ یہہ مسلہ تو سبکے نزدیک مسلم ہے کہ نماز مین الحمد کا پڑہنا واجب ہے۔ مگر جبکہ نماز جماعت سے ہو تو مقتدی کو بھی الحمد پڑہنا چاہیے یا نہین اسمین صرف امام کا پڑہنا سب مقتدیون کی طرف سے کافی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اُنکے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد و امام مالک اور امام احمد و اسحق اور سفیان ثوری و اوزاعی و امام شہاب زہری اور ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مبارک و قاسم بن محمد و عروہ بن زبیر وغیرہ جمہور تابعین و صحابہ کبار رض کا یہہ مذہب ہے کہ مقتدی الحمد نہ پڑہے بلکہ چپ ہو کر امام کی قرات کو سنے اور ختم کرنے کے وقت آمین کہکر اپنی شرکت ثابت کردے ان چند دلیل کی یہہ ہے (۱) اللہ تعالے فرماتا ہے واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون کہ جب قرآن پڑہا جاوے تو چپ ہو کر سنو تاکہ تمپر رحمت ہو۔ بعض لوگ اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ خطبہ کے بارہ مین نازل ہوئی ہے یعنے خطبہ کے وقت چپ کرنا مراد ہے۔ مگر یہہ جواب صحیح نہین اولاً تو یون کہ یہہ آیت مکیہ ہے اور خطبہ مدینہ مین اگرچہ جمعہ کی شروع ہوا تب مقرر ہوا ہے۔ چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام محی السنہ بغوی شافعی اپنی تفسیر معالم التنزیل مین اسکے مقر ہین تانیاً یون کہ گو خطبہ کے بارہ مین آیت کا نازل ہونا فرض کیا جاوے مگر لحاظ عبارت کا ہوتا ہے نہ موقع نزول کا کس لئے کہ آیت رجم اور آیت لعان اور دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملہ مین نازل ہوئی ہین مگر اُنکی عبارت پر لحاظ کرکے عام حکم جاری کیا جاتا ہے ثالثاً جب خطبہ مین ذکر جہان غالباً بالنصیحت جسکے وقت ہوتی ہے تو ہمارا قرآن مجید نہین پڑہا جایا کرتا چپ رہنا واجب ہوا تو جہان قرآن پڑہا جاوے اور حالت نماز اور توجیہ الی اللہ ہو تو وہان بدرجہ اولے سکوت کرنا چاہیے۔ (۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ۔ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام صرف اسلئے مقرر کیا گیا کہ لوگ نماز مین اُسکا اقتدا کرین پس چاہیے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑہے تو چپ ہو کر سنو۔ (۳) امام مسلم نے ابی ہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑہے تو چپ کرو۔ (۴) امام مالک و احمد اور ابو داؤد و ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نماز مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر لوگونکی طرف متوجہ ہو کر) پوچھا کہ تم مین سے کسنے میری ساتھ کچھ پڑہا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ مین بھی کہتا تھا کہ مجھسے قرآن پڑہتے مین کون جھگڑا کر رہا ہے پس جب لوگون نے یہہ سنا تو مین نماز مین کہکار کر قرآن پڑہا جاتا ہے انمین صحابہ امام کے پیچھے الحمد پڑہنے سے رک گئے۔ اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث صحیحہ اس بارہ مین وارد ہین کہ جنکے ذکر کرنے کو ایک دفتر چاہیے۔ لیکن امام شافعی اور ظاہریہ کہتے ہین کہ گو امام کے ساتھ پڑہنا ممنوع ہے۔ مگر جب امام دم لیتا ہے بالخصوص تین سکتون مین مقتدی کو چاہیے کہ الحمد پڑہ لے کیونکہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جب ہمنے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے بھی الحمد پڑہ لین انہون نے فرمایا کہ اور بیہقی تفکک تحدیث کرلینے دلمین پڑہ لے۔ اس کا **جواب** یہہ ہے کہ اس سے مراد مفعول الحمد کو دلمین تصور کر لینا ہے نہ پڑہنا کس لئے کہ یہی ابو ہریرہ پیشتر روایت کر چکے ہین کہ جب امام پڑہے تو حضرت فرماتے ہین چپ ہو کر سنو پس یہان خلاف حکم حضرت کے کیونکر ابو ہریرہ فتوی دیتے اور جب کرنا مطلقاً حضرت نے فرمایا خواہ الحمد ہو یا کوئی اور سورۃ ہو سب سے چپ کرنا چاہیے۔ امام شافعی کے اور بھی دلائل ہین مگر وہ دلائل شافعیہ کے مقابلہ مین کچھہ بھی وقعت نہین رکھتے۔ اسلئے اُنکا بیان کرنا بیفائدہ سمجھتا ہون ازانجملہ یہہ ہے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے جہان امام کے پیچھے پڑہنے سے ممانعت روایت کی ہے وہان الحمد کو مستثنیٰ کرلیا ہے۔ لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بھا اور صحیح ہو کر فریق اول کے (یعنی جو کہ امام کے پیچھے الحمد پڑہنا نماز مین درست نہین جانتے) دو قول ہین حضرت امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد تو مطلقاً منع کرتے ہین خواہ امام پکار کے پڑہے یا آہستہ کیونکہ

جو دلائل کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے منع کرتے ہیں وہ عام ہیں سریہ اور جہریہ کی کوئی قید نہیں۔ اور امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ یہ کہتے ہیں کہ جب امام چپکے پڑھتا ہے اپنے صلوٰۃ سریہ میں تو مقتدی الحمد پڑھے کیونکہ اس کے ساتھ امام سے منازعت نہیں پائی جاتی اور فضیلت الحمد پڑھنے کی ملتی ہے اور ان احادیث مخالفین پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔ اور یوں خالی کھڑے رہنے سے کیا فائدہ ۔

مبحث دوم۔ الحمد کے بعد آمین کہنا مسنون ہے خواہ اکیلا الحمد کو پڑھے خواہ امام کے پیچھے ہو خواہ نماز سے باہر ہو کیونکہ مسلم نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے وانا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو تم آمین کہو اور بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق پڑتی ہے تو اسکے گذشتہ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ سورہ الحمد میں خدا کی ثنا اور صفت کے بعد دعا ہے۔ اور دعا کے لئے آمین مہر الٰہی ہے کہ جس سے قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے چنانچہ ابوداؤد نے ابوزہیر سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ باہر نکلے تو ایک شخص کو دعا میں نہایت تضرع کرتے دیکھا اپنے فرمایا اگر اسنے تام کیا تو ایسا ساتھیوں نے کیسے پوچھا کہ یا حضرت کا کیسا تھ تام کرے فرمایا آمین کے ساتھ ۔

آمین اسم ہے اس فعل کا کہ جو اسکے بولنے والے قبول کرے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابوشامل کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔ الغرض آمین کے معنی قبول کر ہیں۔ یہ لفظ مدالف اور قصر دونوں طرح سے اور بالاتفاق یہ لفظ قرآن کا جزو نہیں بلکہ جس طرح عام دعاؤں کے بعد یہ لفظ بولا جاتا ہے اسیطرح الحمد کے بعد بھی آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے۔ لیکن صرف اسبات میں اختلاف ہے کہ اسکو آہستہ اور خفیہ کہنا چاہئے یا آواز سے کہنا اوسے ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک و سفیان ثوری وغیرہما کا بر علماء تابعین و تبع تابعین و صحابہ خفیہ کہنا اوسے ہے جنکے دلائل سے (۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ کہ اپنے رب سے تضرع اور خفیہ کرکے دعا مانگو اسکو حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے اس آیت سے دعا کا خفیہ کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ تضرع وزاری آہستگی میں خوب پائی جاتی ہے اور یہی بات دعا میں اصل الاصول ہے۔ اور آمین دعا ہے جیسا کہ علمائے فرمایا اور دیگر دلائل سے بھی ثابت ہوتا ہے (۲) بخاری و مسلم کے احادیث مذکورہ (کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو) دلالت کرتے ہیں کہ اگر امام بلند آواز سے آمین کہتا تو مقتدیوں کو معلوم ہوتا۔ پھر غیر المغضوب علیہم کا پتا دینا اور ملائکہ کیساتھ موافقت بتانا کچھ فائدہ نہیں ۔ (۳) ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی وغیرہ نے نمر بن جحدب سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم دو سکتہ کرتے تھے۔ سکتہ کو اذا فرغ من قرأۃ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ایک سکتہ جب کرتے تھے کہ تکبیر تحریمہ کرتے تھے (اس سکتہ میں اعوذ اور ثنا پڑھتے تھے) اور ایک سکتہ (یعنے چپ کرنا) اسوقت کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر بکہ فارغ ہوتے تھے (اس سکتہ میں آمین کہتے تھے) پس اگر آنحضرت بکار کر آمین کہتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بعد چپ کے بلکہ آمین پکار کر کہتے امام شافعی و احمد بن حنبل وغیرہما علماء یہ فرماتے ہیں کہ ذرا آواز سے آمین کہو تو بہتر ہے۔ کیونکہ وائل بن حجر سے ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر بکہ آمین کہتے سنا اور اپنی آواز کو بلند کیا اور اسیطرح ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آمین سے مسجد گونج جاتی تھی (رواہ ابن ماجہ) لیکن اس قسم کی احادیث کا

جواب ہے کہ وہ صورت معارضہ پہلی احادیث کے معارضہ کے لائق صلاحیت نہیں کیونکہ اوپر قرآن اور صحیح احادیث ہیں اور ادھر صرف ایسی حدیثیں ہیں کہ جنمیں محمد بن اسحاق کلام ہے۔ اور اسلئے امام بخاری نے باوجود یکہ جہراً آمین کا باب باندھا مگر ان احادیث میں سے کسی کو بھی درج نہیں کیا اور اسکے نزدیک انکی صحت پر وثوق نہیں فقط خود آمین کو روایت کرکے پس کر گئے۔ اور قولوا سے کسی طرح جہر ثابت نہیں ہوتا

دیدہ جو الجہات بقدر الخ و جو لوار بنا لک محمد (متفق علیہ) من بھی جہر کا قائل ہوتا پڑیگا و لم یقل بہ احد من العلماء و دوم اگر الحمی صحت بھی تسلیم کیجائے تو اُنکی یہہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احیاناً تعلیم کے لئے آمین کو آواز سے کہدیا ہوگا تاکہ لوگوں کو آہستہ آمین کہنا معلوم ہو جائے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم نے قتادہ سے نماز ظہر کی بابت یہہ روایت کی ہے کہ یقرأ الآیۃ احیاناً الحدیث کہ کبھی آنحضرت کوئی آیت ہمکو سنا کر پڑھ دیتے تھے حالانکہ ظہر کی نماز من خفیہ پڑھنا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے پس ہر تعلیم کیلئے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سنا دیتے ہیں اسیطرح آمین ہو تو بعید نہیں۔ پس جنہوں نے اس موقعہ کو دیکھ لیا انہوں نے ہمیشہ آمین کا باواز بلند کہنا اوسے سمجھ لیا۔ وہ اپنے مشاہدہ کے موافق سچے ہیں۔

سوم اگر آنحضرت ہمیشہ بجگانہ دم خیر بات آمین پکار کر کہتے تو یہہ فعل ایسا نہ تھا کہ عبداللہ بن مسعود سے کیلئے جلیل القدر صحابہ پر مخفی رہتا۔ حالانکہ وہ اسکا انکار کرتے ہیں۔ آجکل بعض صاحبوں نے ان خفیف مسائل میں نہایت غلو کر کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالدیا اور باہمی نفاق اور کینہ کو بجائے مردہ سنت کے جلا دیا +

مبحث سوم اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ۔ الآیہ۔ یعنے جب تو قرآن پڑھے تو شیطان سے خدا کی پناہ مانگ۔ اسلئے تمام علماء کا اسبات پر اتفاق ہے کہ قرآن کو بغیر اعوذ کے نہ پڑھنا چاہیئے۔ پر اعوذ مختلف طور پر پڑھتے ہیں۔ زیادہ مشہور تو یہہ ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ مصر کے قراء اسمیں ادغام بھی ملاتے ہیں۔

دوسرا اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انسانکو مختلف قوتوں سے مرکب بنایا ہے جسطرح روحانی قوتیں کہ جو امور فطرت کیطرف اسکو رہنمائی کرتی ہیں اوجنکو قوای ملکیہ کہتے ہیں اسکو لے ہیں اسی طرح جسم کے متعلق جسمانی قوی بھی اسکے پاس موجود ہیں۔ کہ جو کبھی اور شہوت اور توہمات باطلہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ جنکو قوای بہیمیہ کہتے ہیں پس قوائے ملکوتیہ تو ملائکہ اور روحانی اور لطیف اور نورانی اشخاص کے آثار کے آنے کا ذریعہ ہیں۔ اور ان قوای بہیمیہ کے گھوڑے پر شیطان جسم سوار ہو کر آتا ہے اور گمراہ بناتا ہے اسی لئے کبھی ان قوای بہیمیہ کو بھی شیطان کہدیتے ہیں اور جسمیں یہہ قوی زیادہ پائے جاتے ہیں اُسپر بھی اسی علاقہ سے شیطان کا اطلاق ہوتا ہے اور دراصل شیطان وہ ایک شخص خاص ہے کہ جو حضرت آدم کو سجدہ نکرنے نافرمان ہوا۔ (جو نکہ بعض کم فہم اس امر کو نہیں سمجھے انہوں نے ان قوای بہیمیہ اور ملکیہ کو جنپر اس علاقہ سے شیطان اور ملک کا اطلاق قرآن اور حدیث میں ہوا ہے اصل شیطان اور فرشتہ سمجھکر وجود شیطان اور فرشتہ کا انکار کر دیا۔ حاصل کلام یہہ کہ انسانکو اندر ان قوای بہیمیہ کے لحاظ سے ہر رگ و ریشہ میں شیطان بھرا ہے اور قرآن مجید ایک نورانی اور ملکی چیز ہے تو پشت جتنک گندہ چیزوں سے تصفیہ نہوے یہہ رنگ ملکوتی نہیں چڑھتا اور ان قوای بہیمیہ کے فروکرنے کا بشر کو مقدور نہیں۔ اسکے ضرور ہوا کہ خدا سے پناہ مانگے۔ اور جب اوس سے کوئی بصدق دل پناہ مانگتا ہے تو اوسکے قوای بہیمیہ کو اس خیر میں خلل انداز نہیں ہونے دیتا نہ شیطان کچھ خلل ڈال سکتا ہے۔ جسطرح عالم خواب میں وہم عقل کا معارض ہو کر اِدھر اُدھر بھگاتا اور کسی نہ کسی مناسبت سے اصل شے کو دوسری چیز کی صورتیں دکھاتا ہے۔ اسی طرح اس عالم میں انسانکے قوای بہیمیہ اور اسپر سوار شیطان آدمی کی راہ میں ہر طرح خلل انداز ہوتا ہے۔ بُری چیز کو بھلا کر آگے لاتا ہے بھلی بات کو بُرا بنا کر دکھاتا ہے اور یہی توجیہ ہے کہ اس عالم میں انسان مذاہب کے بارہ میں گوناگون اور ہر ایک غرض میں بنی نوع بوقلموں ہیں۔ کوئی اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بت کے آگے دست بستہ کھڑا ہے کوئی اپنی کسی دُھن میں اڑا ہے۔

کل حزب بما لدیہم فرحون (ع) ہر قوم راست راہے دینی و قبلہ گاہے + اللھم اہدنا الصراط المستقیم

سورۂ بقرہ

یہ سورۃ مدنی ہے یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی ہے۔ اسکی آیتین دو سو اسی ہین۔ اور چھ ہزار اکیس کلمات اور پانسو پچیس ۲۵۲۵ حروف ہین اور چالیس رکوع مین قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ ہے۔ اور جسقدر احکام شرعیہ اس سے مستفاد ہین اور کسی سے نہین۔ اسمین ایک آیت مدانیہ ہے کہ جو سب آیتون سے بڑی ہے۔ اگرچہ اس سورت مین اور بہت سے عمدہ مضامین اور طرح طرح کی ہدایت افزا باتین ہین مگر چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا جو بنی اسرائیل مین واقع ہوا ہے ایک عجیب قصہ ہے مفاد ضروریہ کی طرف اشارہ کرنے والا قصہ اسمین مذکور ہے۔ اسلئے اسکا نام سورۂ بقر ہوا۔ اور قصہ مین کوئی نکتہ مخصوص بات ملحوظ ہونی چاہیئے۔ یہ نام خود آنحضرت صلعم کے عہد مین مشہور ہو گیا تھا جیسا کہ احادیث صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سورۃ کو سورۂ احمد سے

مناسبت

ہے کہ سورۂ الحمد مین چونکہ ہدایت کے متعلق جمیع مضامین ایک ایسی خوبی کے ساتھ مذکور ہوئے جسکے اثر سے دل بیمار اور روح مریض کو شفاء ابدی حاصل ہوتی ہے اور اسی لئے اس سورۃ کا نام سورۂ شافیہ یا شفاء قرآن اول مین شہرت پا چکا تھا۔ اور شفاء قلب کے بعد حیات روحانی اور زندگی جاودانی ایک ضروری بات ہے۔ اسلئے ضرور ہوا کہ اس سورۃ کے بعد وہ سورۃ ہو کہ جسمین (بقدر تفصیل اجمال سورۂ اول) وہ باتین ہون کہ جو حیات اور ہمیشہ کی زندگانی سے علاقہ رکھتی ہون سو یہ بات سورۂ بقر مین موجود ہے کیونکہ اس سورۃ کے کل چالیس رکوع ہین۔ انمین سے کوئی رکوع ایسا نہین کہ جسمین حیات کا مضمون نہو اول و دوم رکوع مین یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اُنکے لئے ہدایت ہے کہ جو خدا سے ڈرتے اور نیک کام کرتے ہین (یعنے جنکو صلاحیت ازلی و استعداد ابدی نصیب ہے) نہ اُنکے لئے کہ جو کافر و منافق یعنے ازلی کور باطن ہین سو یہ صاف طور پر اسبات کا بیان ہے کہ جنہون نے بموجب صلاحیت ذاتی سعادت ایمان پائی حیات جاودان پائی اور جو اس سے محروم رہے اونہون نے حیات ابدی نہ پائی۔ تیسرے رکوع مین خدا تعالے نے کل (کہ جسنے آسمان و زمین کو بنایا اور دنیا کی نعمتون کو مباح فرمایا) عبادت کا حکم ہے کہ جو حیات ابدی کا باعث ہے۔

---

(۱) جو شخص قصہ ذبح بقر کے خدا تعالے سے کے دیوانہ اثبات ہے سو وہ بھی اس قصہ سے بخوبی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اُس مقتول کا زندہ ہونا کہ جسپر اس گائے کا گوشت گرکر تھا خدا کے قادر کے وجود پر دلالت کر رہے کہ جس نے اسکو دوبارہ خلاف عادت جان بخشی۔ از انجملہ ثبوت ہے سو وہ بھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس نبی کے کہنے سے گائے کا گوشت رکھتے ہی مردہ زندہ ہو گیا یہ اُس کا پڑا معجزہ ہے جو اسکی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب موسیٰ کی نبوت ثابت ہوئی تو اسکے سب بیانون کی نبوت کہ جنکی تصدیق حضرت موسے نے کی اور زندہ ہونے کی بھی نبوت کر چکی حضرت موسیٰ نے بائیبل کو لکھی ہے جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ہوئی۔ از انجملہ انبیاء علیہ السلام کے کہنے پر یہ جو اعمال کرنے سے وہ رعیت بچتی آئی ہے سو وہ بھی اس قصہ سے بخوبی ثابت ہے کہ بنی اسرائیل نے مجتمعین کر کے کیسی حیثیت اُٹھائی اور رسوائی پائی۔ از انجملہ خوف خدا ہے اور یہ کہ گوئی گناہ خدا سے مخفی نہین رہتا سو وہ بھی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ قاتل معلوم ہو گیا اور اسکی وہ پوشیدہ حالت ظاہر کی گئی۔ از انجملہ قیامت اور مرنے کے پیچھے پر ایمان فانے سو وہ بھی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ مقتول دوبارہ زندہ ہو کر بولا اور اُسنے راز سمجھی کہدیا۔ ۱۲ منہ

(۲) تحریر مقطعات ابجدی نہ تھی کہ جسکے صفر یا ۱۰ معین کرتے ہین۔ قولہ یہ سورۃ انہی اُنتیس سورتون مین سے ہے جنکو خدا نے اُنکے نام سے موسوم کیا ہے یہ حروف مقطعات اُن سورتون کے نام ہین جنکی ابتدا مین آئے ہین۔ اقول اگر یہ نام خدا کے مقرر کیے ہوتے تو ضرور تھا کہ صحابہ مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہرت پاتے اور اُنکے اور نام نہ رکھے جاتے حالانکہ کسی صحیح حدیث سے کیا بلکہ ضعیف سے بھی ہگز یہ معلوم نہین ہوا کہ الٓمٓ اس سورۃ کا نام خدا نے مقرر کیا ہے بلکہ سب سلف سے اسکو سورۂ بقر کہتے چلے آئے ہین۔ دوم اگر الٓمٓ اس سورۃ کا نام ہو تو الٓمٓ اور سورتون کا بھی (کہ جنکے اول مین یہ حروف آئے ہین) یہی نام ہو۔ پس تراک یہ امر اُسے جو قبین اسمار کی فرق کو سمجھتا ہے۔ اور جو چیز وضع اول کو بھول جانے سے واقع ہوتا ہے۔ اور خدا بھول سے پاک ہے سو تم خود منصف صاحب کیون سورۂ بقرہ سورۂ عنکبوت سورۂ روم سورۂ لقمان سورۂ سجدہ نام نہین رکھتے۔ آنفرمن یہ قول علوم اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ

چوتھے میں حضرت آدمؑ کا پیدا ہونا اور اسکو حیات بخشکر ملائکہ پر تفضیل دینا اور اُسکے مدعی کو حیاتِ ابدی سے محروم کر دینا مذکور ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ نافرمانی حیاتِ ابدی سے محروم کرتی ہے۔ اور یہاں سے قیام اور حیاتِ دنیویہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو حیات اُخرویہ کا وسیلا اور نمونہ ہے اول تو کنتم امواتا فاحیاکم میں زندہ ہونا بتلا دیا پھر تمام نوع انسانی کی زندگی اور ابوالنوع حضرت آدم کا حال بیان کر دیا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً کے بعد اس نوع کے ایک بڑے خاندان کی حیات کا ذکر۔ پانچویں رکوع یا بنی اسرائیل سے شروع کیا کہ جس میں صدہا انبیاء پیدا ہوئے ہیں اور تخمیناً نصف بنی آدم اب تک اُسی خاندان کے بزرگوں کے معتقد ہیں اسکے بعد (۹) رکوع تک اس خاندان کے حالات عبرت خیز بیان کئے اور من وسلویٰ اور قلزم سے پار اُتارنا اور فرعون کو کہ جو اس خاندان کی حیات کا دشمن تھا ہلاک کرنا اور تورات کا عطا ہونا اور دیگر امور کہ جو حیات سے متعلق ہیں اور پھر جہلا کا گوسالہ پرستی کر کے حیاتِ ابدی سے محروم ہونا اور پھر اُن کو حیات دنیویہ میں خرچ کر کے حیاتِ ابدی خریدنا بتانا اور بنی اسرائیل کے گناہوں پر عذاب بھیجکر حیاتِ ابدی کے لئے تنبیہ کرنا اور گائے ذبح کر کے ایک شخص مُردہ کو اُسکے گوشت سے حیات دینا ذکر کیا (۱۰) رکوع میں بنی اسرائیل سے یہ عہد لینا کہ خاص اللہ کی عبادت کرینگے ماں باپ قریبوں اور مسکینوں سے نیک سلوک کرینگے اور نماز پڑھیں گے زکوٰۃ دینگے اچھی بات کہیں گے خونریزی نہ کرینگے کسیکو جلاوطن نہ کرینگے۔ یہ وعدہ ہے کہ جو اسکو پورا کرے حیاتِ ابدی پاوے دنیا کی زندگی کا بھی مزا اُٹھاوے (۱۱) رکوع میں موسیٰ کو کتاب دینا اور اُنکے بعد انبیاء پے در پے بھیجنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح القدس سے مدد کرنا وغیرہ وہ امور بیان ہیں کہ جو حیاتِ ابدی کے لئے ضرور اور نافع ہیں (۱۲) رکوع میں قل من کان عدوا لجبریل الخ سے اسبات کا بیان ہے کہ جبرئیل اور جو لوگ حیاتِ ابدی اور وحی کا واسطہ ہیں اُنسے بغض رکھنا جیسا کہ بعض یہود رکھتے تھے حیاتِ ابدی سے محروم ہونا ہے اسکے بعد (۱۳) رکوع تک اور یہود کی بہت سی لغو حرکات بیان فرمائیں کہ جو حیاتِ ابدی سے محروم اور بے نصیب کرتی ہیں (۱۵) رکوع یا بنی اسرائیل سے لیکر ایک اور اعلیٰ خاندان یعنی حضرت اسمٰعیل کے حالات اور انکی ذریت میں نبی آخر الزمانؐ برپا کرنے کا ذکر ہے کہ جو تمام عالم کی حیاتِ ابدی کا ذریعہ ہے اور کعبہ جو اُسکی تجلیات کا مظہر ہے اُسکی بنیاد قائم کرنا مذکور ہے (۱۶) رکوع میں ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم سے لیکر آخر تک حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کے اسلام اور اُنکا اسلام کے لئے اولاد کو وصیت کرنا اور ابراہیم علیہ السلام ملت پر قائم رہنا اور بلا تفریق تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا وہ باتیں مذکور ہیں کہ جو حیاتِ جاودانی کے لئے اصل الاصول ہیں پھر (۱۸) رکوع تک کعبہ کی تحویل پر جو کچھ احمقوں کے بیجا اعتراضات تھے اُنکا جواب اور اسبات کا اظہار ہے کہ مقصود ہر طرف خدا ہے اور یہ مقام متبرک محض اسلئے اطاعت کے لئے مقرر ہوا ہے (۱۹) رکوع میں صبر اور نماز گزاری کا ذکر ہے اور یہ کہ جو لوگ راہ میں مر گئے اُنکو حیاتِ ابدی نصیب ہو گئی اور حج وعمرہ وغیرہ وہ ریاضتیں بیان فرمائی ہیں کہ جنسے روح زندہ ہوتی ہے (۲۰) رکوع خدا تعالیٰ کی صفات وآیات اور اسبات کا ذکر ہے کہ خدا سے نہایت درجہ کی محبت رکھنی چاہئے اور دیگر امور کہ جو حیاتِ ابدی کے متعلق ہیں (۲۱) میں زمین کی پاک چیزوں کے استعمال اور ناپاک چیزوں سے پرہیز کرنا اور شیطان کے رستہ پر نہ چلنا اور خدا کا شکر کرنا اور

بیان ہے

اور مُردار وغیرہ ان گندی چیزوں سے دُور رہنا کہ جنکا اثر زہر کی مانند قوی ملکوتیہ پر وڑکر حیاتِ جاودانی میں خلل انداز ہوتا ہے و دیگر امور متعلق بحیاتِ ابدی مذکور ہیں (۲۲) میں یہ بیان ہے کہ نیکی باتوں پر سعادت اور نیکی کا مدار نہیں بلکہ در اصل جو سعادت کہ باعث حیاتِ روح ہے وہ اللہ اور انبیاء اور ملائکہ پر ایمان لانا صدقہ وخیرات و نماز ادا کرنا وغیرہ امور مذکور ہیں (۲۳) میں روزہ کی فرضیت اور اُسکے احکام اور اعتکاف وغیرہ وہ باتیں کہ جنکا اثر روح پر زندگی اور حیاتِ اُخروی کے لئے کارآمد ہیں (۲۴) میں حج کے احکام اور خدا کی راہ میں مال صرف کرنیکی تاکید اور لوگوں سے نیکی سے پیش آنا مذکور ہے کہ جو حیات کے لئے ضرور اور آخری جہاد کے لئے نافع ہے (۲۵) میں احکام حج اور دعا تکبیر مذکور ہے کہ جنکا پرتو اور روح کو تازہ کرتا ہے اور تمام لوگوں کو اسبات کی تاکید ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی کریں تاکہ خرابی نہ پیش آوے اور روح امراض میں گرفتار ہوکر نہ مرجاوے (۲۶) میں اسبات کا اظہار ہے کہ خدا کے دشمنوں اور باغیوں سے اُسکی فوج بنکر لڑنا اور زمین کو اُنکے شر سے پاک کرنا اور دین کو زندہ کرنا کہ جسکو جہاد کہتے ہیں دُنیا اور آخرت کی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ جب دشمنانِ دین غالب ہوجاوینگے تو اپنا غلام اور سواری کا جانور بنا کر کام لینگے اور دین سے بھی بے بہرہ کرینگے اور نہ ترقی دینی کبھی نصیب ہوگی نہ دنیاوی اور اسکی شرح اور فوائد دیگر آیات واحادیث میں بکثرت ہیں و متکلمان اسلام نے بدلائل عقلیہ ثابت کیا ہے اور تجربہ کاروں نے تجربہ سے ثابت کردیا ہے (۲۷) میں شراب اور جوے کی ممانعت کہ جو دنیا اور دین کی خرابیوں کا باعث اور تلخی زندگی کا وسیلہ ہے اور یتیموں اور مسکینوں کی خبرداری جو اُنکی حیات کا باعث ہے و دیگر امور مذکور ہیں (۲۸) میں خانہ داری اور زندگی کے متعلق احکام حیض وایلاء وعدت وحرمت اخفا حمل وغیرہ باتیں (۲۹) میں بھی طلاق وعدت ورجعت وغیرہا باہمی معاملات کے متعلق وہ احکام کہ جو زندگی کو تازہ کرتے ہیں مذکور ہیں (۳۰) میں بھی طلاق وحلال ورضاعت ونفقہ مرضعہ ومقدار عدت وفات وغیرہا وہ احکام ہیں کہ جن بغیر معاشرت کا انتظام اور حیات کا لطف نہیں۔ یہ بیان (۳۲) رکوع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ تک ہے۔ پھر اس رکوع میں جبکہ باہمی معاملات پرورش اولاد وغیرہ امور سے فراغت ہوچکی تو سبب غیبہ سے بلا اسباب ظاہرہ زندگی عطا ہونا بیان کیا کہ اُسکی قیومیت اور قدرت پر کامل یقین ہوجاوے۔ اسمیں صدہا بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے زندہ ہونا مذکور ہے پھر (۳۳) میں طالوت کا جالوت کو قتل کرنا اور بنی اسرائیل کی بربادشدہ سلطنت وقوت کا حضرت داؤد کے عہد میں دوبارہ زندہ ہونا اور تابوت سکینہ کا پھر ہاتھ آنا کہ جو خدا کی قبولیت اور قدرت کی بڑی دلیل ہے (۳۴) میں آیت الکرسی ہے کہ جسمیں خدا تعالیٰ کا حی وقیوم ہونا اور بہت سے صفات مذکور ہیں اور یہ کہ حیاتِ ابدی کے لئے یعنی اسلام کے قبول کرنے میں کسی پر زبردستی نہیں کیونکہ اسکے دلائل اور خوبیاں واضح ہیں (۳۵) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار جانوروں کو زندہ کرکے دکھانا اور مرنے کے بعد زندہ ہونیکا کامل وثوق دلانا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جو بیت المقدس کی آباد ہونے میں تعجب تھا ایک عرصہ تک مُردہ رکھکر زندہ کرنا اور خدا تعالےٰ کے حی وقیوم ہونے پر وثوق دلانا مذکور ہے پھر رکوع (۳۹) تک صدقہ وخیرات اور پرہیزگاری اور سُود کی حرمت اور دیگر احکام شہادت وغیرہا مذکور ہیں کہ جو دنیا اور دین کی زندگی کے لئے نہایت کارآمد ہیں اور (۴۰) رکوع میں تو للہ ما فی السموات والارض سے لیکر اخیر سورہ تک وہ

باتیں مذکور ہیں کہ جو مردہ دل کو حیات جاودانی بخشتی ہیں ان رکوعات اور پھر انکی آیات کو جو کچھ باہم ارتباط اور سلسلہ بندی ہے وہ بیان سے باہر ہے کسیقدر ہم بھی بیان کرینگے انشاء اللہ۔ اس سورہ کو الحمد سے +

یہ بھی ربط ہے

کہ اس سورہ میں الحمد کے جمیع مضامین کی تشریح ہے چنانچہ (۳) رکوع میں آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنا اور زمین پر اناج پھل پھول بیشمار اُن چیزوں کا پیدا کرنا مذکور ہے کہ جن سے خدا تعالیٰ کی پرورش اور تمام عالم کی تربیت معلوم ہوتی ہے پھر اسی طرح حضرت آدم کا پیدا کرکے جنت میں رکھنا اور ملائکہ سے سجدہ کروانا اور پھر اسکی اولاد میں سے بنی اسرائیل کا برگزیدہ کرنا اور آنحضرت طرح کی نعمتیں عطا فرمانا۔ یا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ اور پھر بنی اسمٰعیل میں نبی پیدا کرنا اور کعبہ کو حرمت و عزت بخشنا اور وہاں کے رہنے والوں کے لئے رزق رسانی اور دانا پانی کا وعدہ کرنا اور بنی اسرائیل کی سلطنت بازرفتہ داؤد علیہ السلام کے عہد میں پھر واپس دینا اور حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر بنی اسرائیل کو زندہ کرنا اور موسیٰ کو تورات عطا کرنا اور جو اس قسم کے عمدہ مضامین اس سورہ میں مذکور ہیں وہ سب بترتیب الحمد رب العالمین کی شرح ہے اور اسی طرح من وسلویٰ بنی اسرائیل کو عطا کرنا اور دن میں ابر کا سایہ کرنا اور فرعون سے نجات دینا وغیرہ امور جو اس قسم کے اس سورہ میں مذکور ہیں سب الرحمن الرحیم کی شرح ہیں۔ اور پھر گائے کا ذبح کرنا اور اسکا گوشت مقتول کی لاش پر دھرنا اور اسکا جی اٹھکر اپنے قاتل کا نام لینا اور قاتل کا سزا پانا اور اسی طرح بنی اسرائیل کو اگوسالہ پرستی کی سزا میں) خود کشی کرنیکا حکم دینا اور ایسی سخت توبہ مقرر کرنا اور بنی اسرائیل کی نافرمانیوں پر طرح طرح کی سزائیں دینا اور کافروں اور مشرکوں اور منافقوں کا جہنم میں جانا وغیرہ اس قسم کے مضامین جو اس سورہ میں مذکور ہیں سب مالک یوم الدین کی تفسیر ہے اور روزہ اور نماز اور حج وزکوٰۃ وجہاد اور ذکر الٰہی اور تسبیح وتہلیل جو کچھ مختلف رکوعوں میں وارد ہے اور اُنکے احکام مذکور ہیں اور جہاں کہیں خاص خدا تعالیٰ سے محبت اسد کرنیکا حکم ہے اور شرک وبت پرستی کی ممانعت ہے سب ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفصیل ہے اور قرآن کا متقیوں کے لئے ہادی ہونا اور احکام طلاق ونکاح وغیرہ وصلہ رحمی اور والدین اور اقارب اور ہمسایہ سے نیکی کرنا۔ حرم اور اشہر حرم کی حرمت کرنا جو کچھ اس قسم سے اسمیں مذکور ہے سب اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے اور جو کچھ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اُنکے بیٹوں کے اقوال اور اُنکے احوال اور اُنپر انعام الٰہی نازل ہونا اس سورہ میں مذکور ہے سب صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر ہے اور فرعون کا غرق ہونا اور اُسکی بداطواری سے اُسکا ملک ومال برباد ہونا اور نمرود کا حضرت ابراہیم سے مناظرہ کرنا اور یہود پر اُنکی بدکاری سے مصیبت نازل ہونا اور جو کچھ اس قسم کا مضمون ہے سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی پوری شرح ہے چونکہ یہ سورہ بمنزلہ علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے اس کے +

فضائل

بھی بہت سے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں انس سے روایت ہے کہ ہم میں جو شخص سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا اُسکی بڑی عظمت وعزت ہم میں

اسی سے بھی اسکے مقابلہ میں کلام نہ لایا جاسکے اعجاز کی صریح دلیل ہے پھر ذٰلک الکتاب دوسرا جملہ ہے جو اعجاز کو خوب ثابت کرتا ہے یعنی درحقیقت کتاب یہی ہے اور کسکے مقابلہ میں کالعدم میں معارض تو کیا پیش ثابت ہو کہ یہ بڑی کامل کتاب ہے کیونکہ لاریب فیہ یہ تیسرا جملہ ہے جو اسکے کمال کی دلیل ہے یعنی سادہ ذاتی فہم سلیم اور سلیقۂ زبان عرب ہوگا وہ اسکی خوبیوں کو دیکھکر یقین لاویگا کوئی شبہ اسکو پیش نہ آویگا اور درحقیقت جو کتاب ایسے مضامین کو متضمن ہو کہ اسمیں دانشمند اور صاحب فطرت سلیمہ کو کچھ شک نہ ہو وہ کامل ہے بخلاف اُن کتابوں کے کہ جنمیں عناصر پرستی یا غلط نسبی مدیا اور خلاف عقل مضامین ہیں کہ جنکے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی ہے وہ کامل نہیں الہامی ہیں اور اسمیں کیوں شک نہیں اسلئے کہ ہدًی للمتقین ہے یہ چوتھا جملہ ہے یعنی جس کتاب سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہو اُسمیں شک نہیں ہوتا کسلئے اگر شک ہو تو پھر وہ کتاب ہدایت کیونکر بخشتی بلکہ مشکوک کتابوں کو تو پیشوا بھی نہیں چہ جائیکہ اُنکا دستور العمل اور ہدایت نامہ ہو۔ اور ایک ورلطف بھی اس کلام میں ہے کہ اول جملہ دوسرے کے لئے دلیل ہو جاتا ہے

تفسیر

سورۂ الحمد میں جبکہ ہدایت کے متعلق سب ضروری باتیں اجمالاً بیان ہو چکی تھیں تو اس سورہ میں اُن مضامین کی تفصیل کی گئی اور سب سے پیشتر قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا تین دلیلوں سے بیان کیا کیونکہ ہر ملت و مذہب کا مدار کتاب پر ہوتا ہے پس جس ملت و مذہب کی کتاب الہامی اور آسمانی ہے وہ حق ہے ورنہ باطل ورنہ یوں تو ہر شخص اپنے مذہب کو خواہ وہ کیسا ہی خراب کیوں نہو حق ہی جانتا ہے ✦

دلیل اول الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ سے مستفاد ہوتی ہے تقریر اسکی یہ ہے۔ عرب میں اُس زمانہ میں کہ قرآن نازل ہو رہا تھا فصاحت بلاغت کا بڑا چرچا تھا۔ ہر شخص اپنے عمدہ اشعار پر اُدھار کھائے بھرتا تھا۔ اور معجزہ کی خوبی یہ ہے کہ جس امر میں لوگوں کو ملکہ ہو اور جسکے اسرار کا فنی وہ جانتے اُسمیں اُنکو ایسی بات دکھائی جائے کہ جو اُن سب کی قوت سے باہر ہو اور وہ عاجز ہو کر یہ جان لیں ہے کہ یہ اُس شخص کا کام ہے کہ جو ہماری جنس اور نوع سے نہیں اور اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کا تندرست کرنا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وہ معجزات دکھائے کہ جنہوں نے طب جالینوسی کو پست کر دیا اور اسی لئے فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھکر جھٹ پٹ ایمان لائے اور چونکہ اس فن کے واقف کار تھے جلد سمجھ گئے کہ یہ جادوگر کا کام نہیں بخلاف فرعون کے کہ وہ اناڑی نہ سمجھا پس اسلئے عرب کے سامنے فصاحت و بلاغت میں معجزہ ظاہر ہونا ضرور تھا سو خدا تعالیٰ نے اس جملہ میں عجاز کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہمارا کلام بھی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جنسے تمہارا کلام مرکب ہوتا ہے اور جس طرح تمہاری کتابوں پر اطلاق کتاب ہوتا ہے ہماری کتاب پر بھی بھر جب تم اسباب فصاحت و بلاغت میں بھی کم نہیں بلکہ مشاق ہو اور ایک کیا سب سے ملکر بھی ایسی کتاب نہیں بن سکتی تو جان لو کہ یہ تمہارے جنس کا کلام نہیں۔ اس دلیل کو آگے قرآن میں تفصیل سے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ایک جگہ یوں فرمایا

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

دلیل دوم - لَا رَيْبَ فِيْهِ سے مستفاد ہے۔ اسکی تقریر یوں ہے۔ جو لوگ لطف زبان سے واقف نہیں اور حکیمانہ طور پر مضمون معانی نظم تو وہ اسکے مطالب اور معانی کو غور کر کہیں کہ وہ کیسے ہیں کیونکہ جس کتاب کے مطالب تمام میزان عقل میں وزنی ہوتے ہیں اُنکا

اعتبار ہے ورنہ نہیں عقل خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو جو شیم حق میں عطا ہوئی ہے اگر یہ یہاں عقل وہم کی کتاکنی میں آکر پست ہو جاتی ہے تو الہام کی تائید سے مرتفع ہوتی ہے مگر نیک و بد اور بُرے بھلے کا امتیاز اسی کے ہاتھ میں دیا گیا پس جن باتوں کو عقل سلیم رد کرے وہ مردود ہیں اور جنکو قبول کرے وہ مقبول ہیں اور اعلیٰ درجہ قبولیت کا عقل کے نزدیک یہ ہے کہ عقل اُن باتوں کا یقین کرلے اسکو ریب و تردد نہ رہے نہ یہ کہ علی وجہ الظن والتقلید والشک تسلیم کرے سو یہ بات قرآن مجید کے مطالب کو حاصل ہے چنانچہ صدہا عیسائی محقق بھی اسباب کے مقر ہیں کہ محمد صلعم کے مذہب کی بنیاد ان باتوں پر ہے کہ جنکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے نہ توہمات و خیالات فاسدہ پر + مثلاً صدہ دلیل۔ قرآن کے مطالب کے عمدہ ہیں کہ عقل کو اُنمیں ریب و شک نہیں بلکہ انکو یقینی طور پر تسلیم کرتی ہے اور جس کتاب کے مضامین میں یہ شک نہ ہو الخ وہ منجانب اللہ ہے نتیجہ نکلا کہ قرآن بھی منجانب اللہ ہے۔ اس دلیل کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ الآیۃ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۵ وغیرہا من الآیات جس طرح اول دلیل زبان دانوں کے لئے تھی یہ دلیل تمام لوگوں کے لئے ہے یہود و نصاریٰ ہنود و مجوس سب کو مفید ہے صنعت کی ثبوت محتاج اہل نہیں جو چاہے قرآن کے مضامین کو ملاحظہ کرلے کوئی بات بھی ایسی نہ پاویگا کہ جسمیں عقل کو تردد ہو بخلاف وید اور دساتیر کے کہ اُنمیں عناصر اور کواکب پرستی کے وہ مضامین ہیں کہ جنسے دل سنتا ہے اور عقل کو نفرت آتی ہے اور لنگ پوجا اور بھگ (فرج) پوجا اور گاے پرستی پر ثواب دانست ہندو بھی ہنستے ہیں۔ اور تورات و انجیل و زبور موجودہ میں گو اصلی کتابوں کے صدہا الہامی مضامین مندرج ہیں مگر تاہم بہت سی وہ باتیں ہیں کہ جنمیں عقل کو ریب و تردد بلکہ صریح انکار ہے انجیل و نامجات میں تو بقول پادری فنڈر صاحب تثلیث و الوہیت مسیح و کفارہ کا ذکر ہے کہ جسکو آجتک کوئی عیسائی ثابت نہ کرسکا نہ کریگا بلکہ انہیں نصوص مضامین سے صدہا بلکہ لاکھوں عیسائی بالخصوص پروٹسٹنٹ فرانس جرمن اور انگلنڈ میں سخت ملحد ہو گئے چنانچہ سٹرڈ وائٹ اپنی کتاب سفر جرمنی کے صفحہ (۴۰۹) میں لکھتا ہے کہ علم کلام کے جھگڑے میں عہد عتیق کی سچائی اور اصلیت میں کلام ہوا رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ اسکے الہامی ہونیکا یقین جڑ بنیاد سے نکل گیا بعد ازاں عہد جدید میں گفتگو شروع ہوئی۔ یہانتک کہ اسکے بعد دیگر سب کو غیر الہامی سمجھا بلکہ بہت سے علماء جرمن تو انکو بُرا سمجھنے لگے اور انکو محض تاریخ کی کتاب سمجھنے لگے اور اسطرح اور فلاسفر سے زیادہ حضرت مسیح کو نہ سمجھنے لگے یہ الحاد فرانسیسوں کے الحاد سے بھی کہ جو اٹھارویں صدی میں پھیلا سبقت لیگیا جب لوگوں نے دیکھا کہ پادری لوگ بھی ملحد ہو گئے تو اُنہوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا انتہی ملخصاً انہیں کی تقلید سے ہندوستان میں بھی بعض لوگوں کو تا بعقلوں نے اسی الحاد کو اپنایا دیا اور کتاب یشوع میں آفتاب کا ٹھیرا رہنا اور تورات میں لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا اور خدا کا آدم کو پیدا کرکے نادم ہونا وغیر ذالک بہت سی خلاف عقل باتیں ہیں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور عبادت اور عالم آخرت اور نیک چلنی وغیرہ مضامین قرآنی کے تعلق میں جو کوئی عہد عتیق و جدید کو دیکھیگا تو ضرور اسباب کا یقین کریگا کہ قرآن کتاب الٰہی ہے اور یہی کتاب ہے لاریب فیہ۔ گبن صاحب کہ جو انگلنڈ کا بڑا مشہور مؤرخ و مقنن ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے ہتوں اور انسانوں اور ستاروں کی

۵ تورات و زبور وغیرہ صحائف انبیاء علیہم السلام ۱۲ منہ ۵ چاروں انجیل اور حواریوں کے نامجات وغیرہا ۱۲ منہ

پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے اور جو حادث ہے وہ فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے الخ ان بڑے سے بڑے حقایق کو پیغمبر نے مشہور کیا الخ ایک حکیم جو خدا یتعالی کے وجود اور اُسکی صفات پر یقین رکھتا ہو وہ مسلمانوں کے عقائد مذکورہ بالا کو کہہ سکتا ہے کہ وہ عقائد ہمارے ادراک موجود اور قوی عقلی سے بڑھکر ہے الخ وہ اصل کہ جسکی بنا عقل اور وحی پر ہے محمد کی شہادت سے استحکام کو پہنچی الخ انتہی ملخصاً۔ اور **سیل** صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں باوجود سخت تعصب کے اقرار کرتا ہے کہ تھوڑے سے دنوں میں جو محمد صلعم کا دین شرقاً غرباً روے زمین پر پھیل گیا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اس مذہب کے جملہ امور وہ ہیں کہ جنکو عقل بہت جلد تسلیم کرتی ہے جو لوگ تلوار کے زور سے اس دین کا پھیلنا خیال کرتے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں انتہی ملخصاً۔ کبری مسلم الکل ہے +

سوال بہتیرے لوگوں کو قرآن میں ریب (شک) تھا اور اب بھی ہے اور جو کسیکو نہ ہوتا تو تمام لوگ اہل اسلام ہی نہ ہو جاتے پھر مطلقاً یہ کہنا کہ اسمیں کوئی شک نہیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ **جواب** انکار اور تکذیب اور چیز ہے اور شک و تردد اور چیز ہے بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُنکا یقین کامل ہوتا ہے مگر کسی خاص وجہ سے تعصب اور معاند لوگ ضد میں یا رسوم اور قوم کی پابندی میں آکر انکار کر دیتے ہیں اور ہٹ دھرمی سے نہیں مانتے سو یہ اور بات ہے ہم اسکی نفی نہیں کرتے ہاں کسی صاحب عقل سلیم کو قرآن کے مطالب میں بعد تامل کے شک نہ ہوگا اور جو کبھی ہوا بھی تو وہ اُسکے قصور فہم سے ہوگا خلاصہ یہ کہ قرآن بلحاظ وضاحت دلائل محل ریب نہیں جس طرح عام محاورہ میں سچی بات کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اسمیں کچھ شک نہیں گو مخاطب کو شک ہو مگر بلحاظ وضاحت قرائن و دلائل محل ریب نہیں جس طرح عام محاورہ میں سچی بات کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اسمیں کچھ شک نہیں گو مخاطب کو شک ہو مگر بلحاظ وضاحت قرائن و دلائل محل ریب نہیں اس شک کو کالعدم قرار دیکر نفی کرتے ہیں بعض[1] لوگ اسبات کو نہ سمجھے تو تفسیر میں غلطی کے مرتکب ہوئے

دلیل سوم - ہدی للمتقین سے استفادہ ہے تقریر اُسکی یہ ہے - کتاب آسمانی ہونیکی بڑی علامت اور یقینی نشانی یہ ہے کہ وہ ایسا اثر رکھتے ہو کہ نفوس کی طرح دلوں کو ہدایت کی طرف کھینچے اور نیک چلنی اور توحید کی طرف رہنمائی کرے یہ کبرے مسلم ہے اور یہ صغری کہ قرآن لوگوں کو ان امور کی طرف رہنمائی کرتا ہے بدیہی ہے کیونکہ تیئیس برس کے عرصہ میں جسقدر قرآن نے خلق خدا کے دلوں کو ہدایت کی طرف کھینچا اسقدر ہزار برس میں بھی تورات و انجیل نے وہ اثر نہ بخشا عرب کی جو حالت کہ نزول قرآن سے پہلے تھی دنیا کی تمام خراب حالتوں سے بڑھکر تھی بت پرستی اور رہزنی اور خونریزی اور باہمی بیہودہ تفاخر اور جہالت اور اُسکے ساتھ ذلت جسقدر عرب کو حاصل تھی کسی قوم کو نہ تھی پھر تھوڑے سے دنوں میں قرآن نے عرب کو پلٹ کر دیا ہر ایک عرب جو پیشتر ہر طرح کی بُرائی اور اخلاق رذیلہ کا مجمع تھا قرآن کی برکت سے اخلاق حمیدہ اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہو گیا اسبات کے بھی تمام مؤرخین مقر ہیں - تورات نے تو بنی اسرائیل پر بہت کم اثر کیا حضرت موسے علیہ السلام کے چند روز غائب ہوتے ہی بقول اہل کتاب بنی اسرائیل

---

[1] نیچر مصنف اپنی کتاب کے صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں قولہ ہادی اور وہ (یعنی مناسب) معنی یہ ہیں کہ اس کتاب سے پرہیزگاروں یعنی ایمان والوں کے لئے ہادی ہونے میں کچھ شک نہیں الخ اگر یہ معنی تسلیم کئے جائیں تو ہدی کا لفظ بدل ہے ضمیر ھو کے جو فقرہ میں ہے اور جار مجرور ثابت یا کائن سے متعلق ہو کر لا نفی جنس کی خبر ہوئی یعنی لاریب فی کونہ ہادیا للمتقین الخ - خاصا صاحب بہادر نے کمال کیا ہے تھوڑی سی عبارت میں کسقدر غلطیوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا ہے (اول) یہ کہ ہنوز وہ بات باقی ہی ہے کہ کسو کو شک نہیں منکر بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اس کتاب کے پرہیزگاروں کے لئے ہادی ہونے میں شک ہے پھر کیا نئی بات پیدا ہوئی (دوم) اگر فرضیہ کی ضمیر سے ہدی کو بدل نہیں مانیں گے تو ہدی کو مجرور کہنا غلط ہوگا۔ حالانکہ آپ شک کسی نے کیا (سوم) فی کو کونہ کے متعلق قرار دیکر اور بدل کونہ ہادیا کہنا صحیح نہیں کیونکہ کونہ ہادیا صفت ہے اور قرآن ذات یا موصوف اور بدل عارض کا موصوف سے کونہ ہادیا کو بدل ڈالا تو فی کریب سے تعلق کرنا پڑا (چہارم) یہ توجیہ اگرچہ نحو عام قدماء کے مقابلہ میں سے اسکی بنی نحو غلط ہو ضرور تھا وہ بغیر وجہ کے

مشائخ تو برطرف بقول بہوخود حضرت ہارون علیہ السلام نے جو خدا کے خیمہ کے امام تھے بچھڑا بنا کر پوجا اور حضرت موسےٰ کے دم اخیر تک کیسی کیسی سرکشیاں بنی اسرائیل کرتے رہے اور بقول ولیم سیور صاحب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کے ایمان کا کچھ ٹھیکٹ تھا اُنکے سست ایمان دنیا کی طمع اور سلطنت کے لالچ سے تھی۔ اور سب سے بڑی حواری شمعون پطرس نے کہ جنکے ہاتھ سے بقول نصاریٰ صدہا معجزات سرزد ہوئے تھے سختی کے وقت حضرت مسیح سے وہ بیوفائی کی کہ آشنائی سے بھی انکار کر دیا اور یہودا اسخریطی نے تو اپنے آقا حضرت مسیح کو تھوڑے سے روپے لیکر گرفتار کرا دیا اور پھر چند روز بعد صلیب پرستی اور اور خرابیاں جو کچھ عیسوی مذہب پر پڑیں اُنکی ابتک بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اب انصاف کرنا چاہئے کہ کونسے کتاب سے دنیا میں زیادہ ہدایت پھیلی پھر جس کتاب نے اپنا آسمانی ہونا عالم کو مشاہدہ کرا دیا ہو اُسکو آسمانی کتاب نہ کہا جاوے اور اپنی تقویم کہنہ کو خدائی قانون کہا جاوے بڑی ناانصافی ہے۔ اس دلیل کی طرف قرآن میں بیشمار جگہ اشارہ ہے جیسا کہ اِنَّ ہٰذَا الْقُرْاٰنَ یَہْدِیْ لِلَّتِیْ ہِیَ اَقْوَمُ وغیرہا من الآیات ؛

واضح ہو

کہ ان تینوں دلیلوں میں باہم ایک عجیب مناسبت طبعی ہے۔ دلیل اول جو فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے یہ چاہتی تھی کہ اُسکو مقدم کیا جاوے کیونکہ سب سے بیشتر عرب کا ایمان لانا مقصود تھا کہ جنکے ذریعہ سے تمام عالم میں ہدایت پھیلی اور وہ فصاحت و بلاغت سے جلد تر ایمان لا سکتے تھے چنانچہ لائے اسکے بعد کلام کو بلند کیا اور معانی کی طرف رجوع کرکے اور لوگوں کا بھی اطمینان کر دیا وہ دوسری دلیل سے حاصل ہوا مگر یہانتک منکر کو کسیقدر چون وچرا کرنے کی مجال باقی تھی وہ کہہ سکتا تھا کہ جہل مرکب کی صورت میں بھی ریب نہیں اور اسی لئے ہر فریق اپنی کتاب کو خواہ وہ کیسی ہی غلط کیوں نہ ہو مشکوک نہیں جانتا۔ گو یہ شبہ بالکل بے بنیاد تھا مگر اسکے بعد خدا تعالیٰ نے وہ برہان قائم کی کہ گویا مشاہدہ کرکے دکھا دیا کہ غور کرو جو کوئی خوشنویسی اپنی خوشنویسی کا دعویٰ کرے اور کچھ لکھ کے بھی دکھا دے یا کوئی پہلوان زور کا دعویٰ کرکے کسی درخت کو گرا دے پھر کوئی دانشمند اُسکے خوشنویس اور اسکے پہلوان ہونے میں شک نہیں کریگا اسی طرح جب قرآن نے اپنا وہ اثر کہ جو کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے دکھا دیا تو اب کونسا شبہ باقی رہگیا اب اسکی کتاب الٰہی ہونے میں شبہ کرنا سکندر کی فوج اور ملک اور جاہ و حشم دیکھکر بھی ہونیکا انکار کرنا ہے سو ایسے لوگ ازلی بدبخت ہیں وہ بہرے اور اندھے اور گونگے ہیں اُنکے دلوں پر مُہر ہے اُنکے لئے قرآن نافع نہیں ؛

نکات

۱ الٓمٓ۔ یہ اور اس قسم کے جسقدر حروف سورتوں کے اول میں آئے ہیں انکو حروف مقطعات کہتے ہیں علماء کا ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ یہ جملہ متشابہات کے ہیں کہ جنکو خدا تعالیٰ اور اسکا رسول ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا ہے کہ ہر کتاب میں ایک سر ہوتا ہے اور قرآن میں اُسکا سر اوائل سور ہیں اور حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ ہر کتاب میں ایک خاص بات ہوتی ہے اور قرآن میں خاص بات حروف تہجی ہیں (تفسیر کبیر) کس لئے کہ جیطرح خفاش نور شمس کے آگے خیرہ ہو جاتی ہے اسی طرح اعلیٰ چیزوں کے انوار کے مقابلہ میں

[illegible] کی آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں۔ بھر قرآن میں نازل کرنے سے صرف امتحانِ علماء مقصود ہوتا ہے کہ آیا کہیں عقل کو نقل کے مطیع بھی بناتے یا نہیں۔ ایک جمِ غفیر اہلِ علم کا یہ کہتا ہے کہ انکے معانی معلوم اور عند الخلق مفہوم ہیں اور اسپر بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ مبنی کرتے ہیں لیکن اس فریق کے بعض معانی میں یہ قول ہیں (۱) یہ کہ یہ حروف اُن سورتوں کے نام ہیں کہ جنکی ابتداء میں یہ وارد ہیں یہ قدیم عرب بھی حروفِ تہجی یا بعض چیزوں کے نام رکھا کرتے تھے مثلاً کہا کرتے تھے ن یا حا دال کو عین اور جبل کو نون اور ایک پہاڑ کو قاف کہتے تھے۔ سورتوں کا ایسے حروف سے کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارا کلام بھی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جنسے تمہارا پھر تم اسکی مثل کیوں نہیں بناتے (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں تبرکاً انکو اوائل سور میں ذکر کر دیا ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ دعا میں یا کہیعص یا حمعسق کہتے تھے (۳) یہ کہ اسماء الٰہی کے اجزاء میں سعید بن جبیر کہتے تھے الرحمٰن کا مجموعہ الرحمٰن ہے لیکن اور حروف کی ترکیب سے ہم کچھ نہیں (۴) یہ کہ قرآن مجید کے نام مراد ہیں حسن اور سدی اور قتادہ کا یہ قول ہے (۵) یہ کہ اسمے کوئی صفت یا اسم الٰہی یا کوئی اور مراد ہے اور مراد خاص ہونے پر اختلاف کے طور پر ایک حرف سے اُس مراد کی طرف اشارہ کر دیا ہے چنانچہ بعض عرب کے اشعار سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے ۵ تقریبی مثلاً ایک شاعر نے قفنا کہا یعنی مقالت لی قاف یعنی میں نے اس معشوقہ سے یہ کہا کہ تو یہ خیال نہ کیجو کہ ہم اونٹ دوڑانا بھول گئے ہیں اسلئے میں نے اس سے کہا کہ ٹھہر جا پس اس نے کہا ٹھیر گئی۔ دیکھ قاف وقفت کا مختصر ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ الف سے مراد آلاء اللہ یعنی نعمائے الٰہی و لام سے لطف اور میم سے ملک مراد ہے یعنی اُسکے ملک میں جسقدر نعمتیں پائی جاتی ہیں یہ سب اسکے لطف و کرم کا صدقہ ہے بمقابلہ ان نعمتوں کے قرآن سے وہ بھی اسکے مخلوقات میں کی بھلائی اور سعادت کے نازل ہوا ہے اور انہیں سے یہ بھی منقول ہے کہ الف سے مراد اللہ لام سے مراد جبریل اور میم سے مراد محمد یعنی یہ قرآن خدا کی طرف سے بواسطہ جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اور اسی طرح اور بھی توجیہات علماء کی حروفِ مقطعات میں منقول ہیں چنانچہ بعض نے فرمایا کہ الف اقصےٰ خلق سے کہ جو ابتداء مخارج ہے اور لام کنارۂ زبان سے کہ جو وسط مخارج ہے اور میم ہونٹوں سے کہ جو اخیر مخارج ہے کل ہے جس سے انسان کی طرف اشارہ ہوا کہ بندوں کے اول کلام اور وسط کلام اور اخیر کلام میں کریمی ہونا چاہئے یعنی ہر حال میں اسکو نباہ رکھے (۶) یہ کہ بعض خبر دار کرنے کے لئے اور انسان کے لئے کہ ایک کلام تمام ہو کر دوسرا شروع ہوتا ہے یہ حروف لائے گئے ہیں اور قدیم عرب بھی اپنے خطابات میں اکثر ایسا کرتے تھے یہ قطرب کا قول ہے (۷) یہ کہ بحساب الجمل ان سے قوموں کے زمانہ حکومت اور دولت و سلطنت و بقاء عمر کی طرف اشارہ ہے ابو العالیہ کا بھی قول ہے کس لئے کہ جب بعض یہود نے آنحضرت سے الٓمٓ سُنا تو اکثر برس حساب لگا کر یہ کہا کہ جس دین کی یہ تھوڑی مدت ہوا ہمیں ہم کس طرح داخل ہوویں اسپر آنحضرت علیہ السلام نے تبسم کیا اُس یہودی نے پوچھا کہ کیا اسکے سوا کچھ اور بھی ہے آپنے فرمایا ہاں المص المر تب اس نے سنکر کہا کہ اب ہمکو شتباہ میں ڈالدیا کوئی بات ہم معین نہیں کر سکتے (رواہ البخاری فی تاریخہ) جو لوگ انہیں حروف کے نام کہتے ہیں وہ ایک عمدہ بات کہتے ہیں وہ یہ کہ ہر اسم (نام) کو لینے سے ضرور ایک مناسبت ہوتی ہے (چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکو بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے) پس ان حروف کو اپنے معانی سے ایک مناسبت خاصہ ہے گویا کہ یہ اُنکے مضامین کی فہرست ہیں علیٰ

الف (ہمزہ) اور ہاے دونوں غیب کے لئے مقرر ہوئے ہیں صرف یہ فرق ہے کہ ہا اس عالم کے غائب میں اور ہمزہ عالم مجرد کے غیب میں مستعمل ہوا اسی لئے استفہام کے وقت آدم کہتے ہیں اور عطف کے وقت آدم کیونکہ جس بات کو پوچھتے ہیں وہ بہ نسبت متعین کے غائب ہے اور اسی طرح جمیع دو ہے وہ بھی غیب ہے اور لام کو تعین کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اسی لئے تعریف کے وقت لام زیادہ کر دیتے ہیں اور رجل کو الرجل بولتے ہیں اور میم چونکہ دونوں لبوں کے ملنے سے ادا ہوتا ہے تو اسکو ہیولائی تدلس پر استعمال کیا گیا کہ جسمیں حقائق اشیاء مجتمع ہیں اور عالم تجرد سے تقیید اور تحیز کے قید خانہ میں بند ہیں۔ پس الم سے فیض مجرد وارد ہے کہ جو عالم تحیز میں آیا اور بندوں کے علوم اور عادات کے موافق متعین ہوا اور پھر اُس نے بندوں کے سخت دلوں کو نصیحت سے نرم کیا اور بُرے کاموں پر ندامت اور صاحب شرم کیا اور وہ کیا ہے؟ یہ سورہ بقرہ۔ پس الم اجمالاً تمام سورۂ بقرہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ سورہ گویا ان تین حروف کی تفسیر ہے اور یہی حال اور حروف کا ہے +

۲ ان حروف کے لانے میں ایک عجیب صنعت ملحوظ ہے کہ جو بڑے بڑے فصحا و بلغا اور شاق سخن کے قدرت سے باہر ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں بالخصوص اُس شخص کا کہ جس نے کبھی نہ مشاعرہ کا دروازہ دیکھا ہو نہ کبھی شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوا ہو بلکہ علوم رسمیہ سے بھی محض بے طرف ہو۔ اور وہ صنعت یہ ہے کہ یہ حروف جو اوائل سور میں آئے ہیں کل چودہ حرف ہیں کہ جو تمام حروف تہجی کے (بیشتر طیکہ الف کو جو مبدء تمام حروف ہے ساتھ ملا لیا جاوے) نصف ہیں اور اگر تکرار حروف کو بھی شمار میں لاویں تو یہ تعداد حروف تہجی کے نصف سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے پھر ان حروف کے لانے میں ایک اور عجیب عنایت رکھی ہے کہ جس قدر حروف کی اقسام ہیں اُن میں سے نصف ان حروف میں موجود ہیں دیکھئے تقسیم اول حروف کی یہ ہے۔ کل حروف مہموسہ میں یا مجہورہ ہیں مہموسہ میں ہیں ث ح ش ص ف ہ اور مجہورہ میں سے پانچ ح ہ ص س ک قرآن کے مقطعات میں موجود ہیں۔ اور باقی اٹھارہ حرف مجہورہ میں سے بھی نصف حروف ان حروف مقطعات میں موجود ہیں اور وہ کونسے ہیں الم لام، طا، غافؔ طا، عین ہمزہ سیم را اور اسی طرح کل حروف دو قسم ہیں یا شدیدہ کہ سخت ادا ہو کر پیدا کرتے ہیں یا رخوہ۔ پس شدیدہ آٹھ حرف ہیں ہمزہ جیم دال تا طا با قاف کاف۔ انمیں سے نصف چار حروف مقطعات میں موجود ہیں یعنی ہمزہ قاف طا کاف اور باقی رخوہ جو بیس ہیں انمیں سے نصف دس مقطعات میں موجود ہیں اور وہ دس یہ ہیں ح م س ع ل ی ن ص ر ہ اسی طرح حروف کی دو قسم ہیں یا مطبقہ کہ جنکے ادا کے وقت زبان تالو میں لگ جاتی ہے اور زبان اور تالو کے محاذات میں آواز رک کر نکلتی ہے اور یا منفتحہ کہ جنکے ادا کے وقت یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ پس مطبقہ چار ہیں ص ط ض ظ انمیں سے نصف ص اور ط حروف مقطعات میں موجود ہیں اور اسی طرح باقی منفتحہ چوبیس ہیں انمیں سے نصف بارہ قرآن کے اوائل میں موجود ہیں۔ اور حروف قلقلہ کہ جنکے ادا کے وقت زبان میں اضطراب پیدا ہوتا ہے پانچ ہیں ق ط ب ج د انمیں سے دو کو ذکر کیا ط اور ق کو

لہ ایک بڑی مہارت فن کی بات ہے کہ ادات کو کبھی حروف میں شمار کیا اور کبھی نہیں کیا تاکہ معلوم ہو کہ الف اور ہمزہ ایک ہی چیز ہے اور یہ فرق فرق ہے نہ حرف تہجی کا ہے ۱۲ منہ لہ ۲ مہموسہ جو وارق سے ادا ہوتے ہیں اور مجہورہ اسکے برخلاف ۱۲ منہ ۵۳ یہاں سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ حروف قرآن میں نصف کو حذف کرنے اور کتب قرأت سے پیسل لانے میں کوئی کوشش حذف کے شائبہ تحتانی کو محض غلطی کرتے ہیں مناسبت صرف وصف الباقی میں ہے سو وہ ص اور ط کے ساتھ بھی ہے پھر کوئی ض کو ص یا ظ کو ط پڑھ سکتا ہے؟ عرب میں تک کوئی اس طرح نہیں پڑھتا یہ صرف ایران کے شیعہ کی تخلیق ہے + ۱۲ منہ

تاکہ نصف اقل لینے میں اس طرف اشارہ ہوجائے کہ یہ حروف کثر استعمال ہوئے ہیں۔ اور حروف لینیتین وہیں واؤ اور یا انہیں سے سی کو لیا کہ لئے کا سکا نصف اقل کم ہے۔ اور حروف مستعلیہ کہ جیسے زبان حنک اعلیٰ میں چڑھ جاتی ہے) سات ہیں ق ص ط خ غ ض ظ انمیں سے نصف اقل ق ص ط قرآن کے مقطعات میں موجود ہیں اور باقی جو حروف ہیں وہ منخفضہ ہیں سو وہ اکیس حرف ہیں انمیں سے گیارہ نصف اکثر کو لیا اور اسی طرح حروف بدل اور حروف مدغمہ میں بھی یہی رعایت رکھی۔ پھر اور لطف ہے کہ ان مقطعات کو تین جگہ مفرد لایا گیا اور وہ یہ ہیں ص سورۂ صاد کے اول میں اور ق سورۂ قاف کے اول میں اور ن سورۂ نون کے اول میں تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہوجاوے کہ حروف مفردہ اسم فعل حرف تینوں جگہ پائی جاتی ہیں اسم جیسا کہ کاف خطاب در فعل قِ اور اِلْ کر وقی یقی اور ولی یلی کا امر ہے اور حرف جیسا کہ لام کاف تشبیہ چہار دہ دو کر کے آئے ہیں طٰہٰ طٰسٓ یٰسٓ حٰمٓ تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہوجائے کہ دو کا مجموعہ حرف میں بغیر حذف ہوتا ہے جیسا کہ بل اور فعل میں بحذف ہوتا ہے جیسا کہ قل اور اسم میں دونوں طرح سے ہوتا ہے بغیر حذف جیسا کہ سن اور بحذف جیسا کہ ذم۔ پھر ان دو دو کے مجموعہ کو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ یہ دو کا مجموعہ اسم فعل حرف میں فتح ضمہ کسرہ سے پایا جاتا ہے اسم میں جیسا کہ [illegible] اور فعل میں جیسا کہ [illegible] اور حرف میں جیسا کہ اَنْ مَنْ مُذْ اور تین تین کے مجموعہ کو کہ وہ الٓمٓ الٓرٰ الٓمٓرٰ ہے تیرہ سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہوجائے کہ جو اوزان ثلاثی مجرد کے زبان عرب میں مستعمل ہیں تیرہ ہیں۔ انمیں سے دس اسم ثلاثی کے ہیں جیسا کہ فَلْس قُفْل کَتِف عَضُد حِبْر عَنَب اِبِل قُفْل صَرْد عُنُق اور تین فعل ماضی کے ہیں نصر علم شرف اور چار کے مجموعہ کو کہ جو المرد المص ہے اور اسی طرح پانچ کے مجموعہ کو کہ جو کٓهٰیٰعٓصٓ اور حٰمٓعٓسٓقٓ ہے دو دو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات سمجھی جاوے کہ رباعی اور خماسی کے دو وزن ہیں ایک اصلی جیسا کہ جعفر و سفرجل اور ایک ملحق جیسا کہ قردد و مُحَنْفَل + اور اسی نکتہ کے لئے ان حروف کو ایک جگہ جمع نہیں کیا بلکہ انتیس سورتوں کے اول میں لایا +

۳ زبان عرب میں لفظ ذلک سے اُس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو دور ہوتی ہے جیسا کہ ہذا سے نزدیک کی چیز کی طرف اشارہ ہوتا ہے پس اس مقام پر خدا تعالیٰ نے ہذا الکتاب نہ فرمایا بلکہ ذلک کہا اس میں اس کتاب یعنی قرآن کی عزت و عظمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب اعلیٰ درجہ میں کوئی شے ہوتی ہے اور کمال کے اخیر درجہ پر جا پہنچتی ہے تو اس اعتبار سے وہ دور اور نہایت بلند متصور ہو کر ذلک سے اُسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے +

۴ الکتاب میں جو الف لام ہے اُس سے وہ کتاب مراد ہے کہ جسکا پہلے انبیا علیہم السلام کی معرفت وعدہ کیا گیا تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے خدا مجھ سا نبی برپا کریگا اور اُسکے مُنہ میں اپنا کلام ڈالیگا (یعنی کتاب اُس پر نازل کریگا) تورات سفر استثناء باب ۱۸ + کچھ اسی قرآن + لفظ کتاب مصدر ہے بمبالغہ مکتوب پر اطلاق ہوتا ہے یا فعال ہے جو مفعول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ لباس ملبوس کو کہتے ہیں پھر جو عبارت کہ ذہن میں مرتب ہو اُسپر بھی لکھے جانے سے بیشتر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ لکھے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی لحاظ سے

۵ سورۂ طٰہٰ و طٰسٓمٓ و یٰسٓ و حٰمٓ سجدہ و زخرف و دخان و جاثیہ و احقاف ۷ منہ ۵۲ سورۂ بقرہ و آل عمران و یونس و ہود و یوسف و نحل و بنی اسرائیل و ابراہیم و حجر و شعراء و قصص و عنکبوت و روم و لقمان و سجدہ ۱۲ منہ

گو قرآن اُسوقت لکھا نہ گیا تھا اُسپر لفظ کتاب کا اطلاق ہوا + اور لغت میں کُتُب کے معنی جمع کے ہیں اور اسی لئے فوج کو کتیبہ بولتے ہیں کہ اُس میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور عرف شرع میں کتاب سے مطلقاً قرآن مجید مراد ہوتا ہے +

۵ متقین کے لئے خدا نے اِس کتاب کو ہدایت فرمایا حالانکہ قرآن کی خوبی یہ تھی کہ سب کے لئے ہدایت ہوتا اور خود ایک جگہ فرمایا ہے تبارک الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعٰلمین نذیراً۔ بلکہ متقین تو ہدایت پا چکے اُنکے لئے ہدایت کی کیا ضرورت تھی اب اُنکے لئے قرآن کا ہدایت بنانا کیا حاصل ہے اسکا **جواب** یہ ہے کہ اسمیں ایک عجیب نکتہ ہے کہ جو اعجاز قرآن کے لئے سنا ہد عدل ہے اور وہ یہ کہ متقین سے مراد عام مکلفین ہیں مگر دو وجہ سے بلفظ متقین اُنکو تعبیر کیا **ایک** یہ کہ تفاول مقصود ہے جس طرح کسی مبتدی طالب العلم کو اس لحاظ سے کہ یہ آئندہ عالم ہونیوالا ہے مولوی کہدیتے ہیں اسی طرح قرآن کی طرف متوجہ ہونے والیکو باعتبار مآل متقی کہدیا کہ جس سے یہ بات جتلادی کہ آخر کار قرآن کی طرف متوجہ ہونیکا نتیجہ متقی ہونا ہے بخلاف اور کتب وحیہ کے کہ اُنسے یہ نتیجہ حاصل ہونیکی امید ہی نہیں پس گویا کہ اس لفظ سے قرآن کا اثر اور نتیجہ جتلا کر طالب کو خوشخبری اور مژدہ دینا ہے سو یہ بات ہدیً للناس میں حاصل نہ ہوتی۔ **دوسرے** یہ کہ گو ہر شخص کا نفع اور سعادت اِس کتاب سے متصور ہے مگر دراصل اس سے وہی فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ جو ازلی استعداد اور صلاحیت رکھتے ہیں اور جو بہ بخت ازلی ہیں اور ازل میں اُنکی روح پر نور الٰہی کا کوئی ذرہ بھی نہ پڑا تو وہ اس سے محروم ہیں۔ پس اس لفظ متقین سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ جو بہ بخت ازلی ہیں نہ مانتے اور سمجھیں بخت جینیاں کرتے ہیں سو وہ اِس کتاب کا قصور نہیں بلکہ اُنکی استعداد میں فتور ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس + شمشیر یک آہن ہ چوں کند کسے ۔ ناکس تربیت نتواد اے حکیم کس + اب نہ قرآن کی خوبی میں کچھ فرق آیا نہ تسہیل حاصل الامر کی ہے

واضح ہو

کہ تقویٰ کہ جسکی اصل وقایہ (یعنی نہایت محفوظ رکھنا) ہے عرف شرع میں اُن چیزوں سے اپنے تئیں محفوظ رکھنا ہے کہ جو اسکو آخرت میں مضر ہیں اور اسکے تین مرتبہ ہیں (**اول**) عذاب دائمی سے محفوظ رکھنا اور شرک و کفر کو عمل میں نہ لانا ہے پس اس لحاظ سے ہر مسلمان کو خواہ وہ کیسا ہی ہو متقی کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس آیت میں اسی تقویٰ کی طرف اشارہ ہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى یعنی کلمہ توحید۔ (**دوسرا**) ہر گناہ سے بچنا اور اسکے وبال سے محفوظ رکھنا اکثر کے نزدیک کبائر سے جو پرہیز کریگا متقی شمار ہوگا اور بعض کہتے ہیں کبائر صغائر جبتک سب سے پرہیز نہ کریگا شرع میں اُسپر لفظ متقی نہ بولا جاویگا اور اس آیت میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (**تیسرا مرتبہ**) یہ ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسیکا خیال بھی دل میں نہ آوے جمیع خطرات اور خیالات سے آئینہ دل کو صاف کر کے ہمہ تن جمال جہاں آرا میں محو اور مشغول ہو جاوے اور یہ تقویٰ حقیقی ہے۔ اِس مرتبہ کے متقی صرف انبیاء و اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور یہ تقویٰ قرآن میں اکثر جگہ مذکور ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کہ سب سے ٹوٹ کر اُسکی طرف آ اور ہدیً للمتقین میں بھی تینوں طرح کے تقوے مراد ہیں +

فوائد

امام احمد و ترمذی و غیرہما محدثین نے عطیہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کو مرتبۂ تقویٰ جب نصیب ہوتا ہے کہ جب تمام اُن چیزوں کو کہ جن میں خطرۂ شرعی ہے ترک کرتا ہے اس خوف سے کہ مبادا حرام میں گرفتار ہو جائے۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ متقیوں کے ساتھ جبتک تقویٰ رہتا ہے کہ جبتک وہ حرام کے خوف سے بہت سی حلال چیزوں سے دست کش رہتے ہیں۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں میمون بن مہران سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر اس بات کے متقی نہیں ہو سکتا کہ ہر روز اپنے نفس سے ایسا سخت حساب نہ لے کہ جیسا شریک سے لیتے ہیں کہ تیرا کھانا کہاں سے ہے اور یہ پینا کہاں سے اور یہ لباس کہاں سے آیا حلال سے ہے یا حرام سے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں تقویٰ کے بہت سے فضائل اور بڑی تاکید آئی ہے اور اس میں سر یہ ہے کہ جس طرح امراض جسمانی میں پرہیز نہایت نافع ہوتا ہے اور بدپرہیزی کا اثر جسم پر فوراً ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کے اعمال اور اقوال و اعتقادات کا اثر اُس کی روح پر پہنچتا ہے اور جسقدر اخلاق اور اعمال بُرے ہیں وہ رُوح کو امراض میں مبتلا کرتے ہیں جن سے مرنے کے بعد سخت تکلیف ہوتی ہے +

اِسلام

کا ایک زندہ اُصول تقویٰ بھی ہے کہ جس سے اُسکو جمیع مذاہب پر شرف ہے رضا بالقضاء اور شکر نعماء اور اطاعت احکام قرآن اور ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہنا۔ کبائر و صغائر کو کہ یا شبہ چیزوں سے پرہیز کرنا الغرض زبان اور دل اور ہاتھ پاؤں کو خدا کے حکم کی موافق صرف کرنا جو اصول تقویٰ ہیں اسلام نے کھلی طرح سے تعلیم فرمایا ہے جس کا اثر اسلامیوں پر یہ ہوا کہ غیر محرم عورت کو دیکھنا اور بے فائدہ بات منہ سے بولنا بھی دل کی سیاہ کرنیوالی چیزوں میں شمار کیا گیا۔ افسوس آجکل یورپ کے الحاد کا اثر بعض بے دینوں کی وجہ سے ہندوستان کے اہل اسلام میں بھی نمودار ہونے لگا۔ اسوقت نو تعلیم یافتہ عبادت ریاضت تقویٰ و طہارت کی باتوں پر قہقہے اُڑاتے ہیں جس کا اثر بے برکتی اور تاریکی در و دیوار سے نمایاں ہے الٰہی ہم اہل اسلام کو (کہ جن کی آنکھوں میں دار آخرت کے مقابلہ میں سلطنت سکندر بھی ناچیز ہے کسی سلطنت کی دین برباد کر کے دو سو چار سو روپیہ کی نوکری تو کیا ہے) اپنے نبی عربی سید المتقین کے طفیل سے اس تاریکی روحانی اور سواد الوجہ جاودانی سے بچا آمین +

چونکہ ہر مذہب میں تقوے کا دعویٰ ہے۔ اور ہر شخص اپنے خیالات فاسدہ کی پیروی کو تقوے سمجھتا ہے اور باعث نجات جانتا ہے اس لئے خدای تعالیٰ نے اسبات کو کھول دیا اور متقین کے اوصاف اصلی بتا دیے فقال +

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

متقی وہ ہیں کہ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قایم کرتے ہیں نماز اور کچھ ہمارے دئے میں سے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں)

ترکیب

الذین موصول یؤمنون بالغیب جملہ مسطوف علیہ ویقیمون الصلوۃ فعل یا فاعل ومفعول جملہ ہوکر معطوف اور ینفقون فعل با فاعل اور ممارزقنا ہم مرکب مفعول مقدم فعل اپنے فاعل ومفعول سے ملکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر پس تینوں جملہ کہ جو ایک دوسرے پر معطوف ہے صلہ ہوئے موصول اپنے صلہ سے ملکر صفت متقین کی

تفسیر

تقویٰ کے دو جز ہیں ایک اچھی باتوں کا عمل میں لانا دوسرا بری باتوں سے بچنا۔ پھر اچھی باتوں کی (یعنی اعمال صالحہ کی) دو قسم ہیں ایک اعلیٰ دوسری ادنےٰ۔ اعلیٰ قسم ایمان ہے کہ جو قلب کا کام ہے اور بدن سے روح جدا ہونے کے بعد بھی اور ارکان کی طرح روح کے ساتھ رہتا ہے اور جس طرح قلب کو جمیع اعضاء بدن پر شرف ہے اسی طرح قلب کے عمل کو بھی اعضاء کے عمل پر شرف ہے۔ اعلیٰ درجہ کو نظری کہتے ہیں ادنےٰ قسم اعمال صالحہ ہیں۔ پھر انکی بھی دو قسم ہیں بدنی اور مالی۔ بدن کے اعمال میں سب سے بڑھکر نماز ہے اور مال میں زکوٰۃ۔ اور اس دوسرے مرتبہ کو عملی کہتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل اس آیت میں بیان کردی۔ یؤمنون بالغیب سے قوت نظریہ یعنی اعتقادیات کی درستی بیان کردی اور جب عقائد اور ارکان صحیحہ سے روح پاک ہوگئی تو قوت عملیہ کے اعلیٰ جز کو یقیمون الصلوۃ سے بیان کیا اور ممارزقناہم ینفقون سے مالی عبادت کو ظاہر کردیا پس تینوں جملوں سے ترتیب تینوں باتوں کو بیان کردیا۔ اب رہا بری باتوں سے باز رہنا سو وہ یقیمون الصلوۃ سے سمجھا گیا کس لئے کہ جب انسان خدا تعالیٰ پر اور اسکی ذات وصفات اور ملائکہ اور قیامت کے دن پر اور جن چیزوں کے اس نے اپنے رسول کی معرفت خبر دی ہے (اور یہ سب باتیں یؤمنون بالغیب سے سمجھی جاتی ہیں) ان سب پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے اور روح اور جسم سے اسکی عبادت میں مصروف ہوتا ہے کہ جسکو نماز کہتے ہیں تو اسپر وہ انوار الٰہی فائز ہوتے ہیں کہ جن سے اسکی بہیمیت بالکل پست ہوجاتی ہے اور معاصی کی طرف نفس بہیمی کو نہیں جانے دیتے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ کہ نماز ہر قسم کی فحش اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اسی لئے صوفیہ محققین فرماتے ہیں کہ جسقدر نفس بہیمیہ کو تھوڑی سی دیر کی یاد الٰہی اور ذکر قلبی سے پژمردگی حاصل ہوتی ہے وہ بہت سی مدت بھوکے اور پیاسے مرنے سے نہیں حاصل ہوتی اور یہ ظاہر ہے کس لئے کہ ملکیت اور بہیمیت کے دو متضاد ٹکڑے حضرت انسان کی ترکیب میں رکھے گئے ہیں جب ان میں سے ایک غالب ہوگا تو اس کا ند قطعی مغلوب ہوگا۔ اور اس عالم عنصری میں باوجود یکہ فاعل ومنفعل دونوں ضعیف ہیں جسقدر آگ کا اثر لوہے پر اور پھول کانٹے پر ہوتا ہے اس سے ہزار درجہ روح کو ذات باری کے انوار سے اثر حاصل ہوتا ہے اس کا تقدس اور تجرد اسمیں پیدا ہوتا ہے پس یقیمون الصلوۃ میں بری باتوں سے باز رہنا بھی ذکر کردیا اور تقوے کا پورا بیان ہوگیا +

بالپور، کہو

کہ بری باتوں سے باز رہنا تو لفظ متقین سے سمجھا دیا اور اعتقاد اور ایمان کو کہ جو اصل جزو ہے یؤمنون بالغیب سے بتلا دیا اور بدنی عبادات کو یقیمون الصلوٰۃ سے واضح کر دیا اور مالی کو ممارزقناھم یمنقون سے منکشف فرما دیا۔ اور **سعادت** اور ان چیزوں کی خلافی جو **شقاوت** پیدا ہوتی ہے اپنے معنی کو خوب اچھی طرح سے کھول دیا۔ حکمت نظریہ اور عملیہ کہ جسکے حصول پر نجات کا مدار ہے اس ایک آیت میں بھر دی +

تعلیقات

یؤمنون لغت میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں یعنی کسی چیز کو سچا جاننا اور یقین کرنا اور یہ امن سے مشتق ہے کہ گویا ایمان لانے والے نے جسپر وہ ایمان لایا ہے اُسکو مخالفت اور تکذیب سے امن میں کر دیا اور **شرع** میں ایمان اُن چیزوں کا صدق دل سے یقین کرنا ہے کہ جنکا دین ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے یعنی قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے یا اجماع قطعی سے جو بات ثابت ہے اُسپر یقین کرنا جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات علم و قدرت اور ملائکہ اور کتابیں آسمانی اور انبیاء اور مرنیکے بعد حساب و کتاب جزا و سزا کو برحق ماننا +

پھر اس ایمان کے دو مرتبہ ہیں ایک **ایمان اجمالی** کہ مجملاً بالتفصیل جزئیات دین محمدی کو برحق سمجھنا کہ جس کا خلاصہ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا ہے۔ دوسرا **ایمان تفصیلی** کہ جسقدر امور شرع سے یقیناً ثابت ہیں اور جو باتیں اللہ اور اُسکے رسول نے فرمائی ہیں ہر ایک کو برحق ماننا جس چیز پر ایمان اجمالی یا تفصیلی میں ایمان لانا ضرور ہے جو اُسپر ایمان نہ لاویگا انکار یا تکذیب کرنا بقدر شرعی ثابت ہوگا کہ جسکی سزا ابدی جہنم ہے نعوذ باللہ منہا۔ درحصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ دلائل عقلیہ نقلیہ سے ظاہر ہے کس لئے کہ ایمان کی ماہیت میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ صرف تصدیق ہے اور دلائل نقلیہ یہ ہیں وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ۔ وَكَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ ۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ آیات میں ایمان کو قلب سے متعلق کیا گیا ہے اور قلب کا کام محض تصدیق ہے اور یہی آیا ہے إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اس آیت میں اعمال صالحہ کا عطف ایمان پر کیا گیا اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ نفس ایمان کا جز نہیں بلکہ وہ صرف تصدیق ہے اور بہت سی جگہ اہل معاصی کو مؤمن بھی کہا ہے وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا جس سے معلوم ہوا کہ بُرے اعمال سے نفس ایمان زائل نہیں ہوتا ہے **البتہ** ترتب احکام شرعیہ کے لئے زبان سے اقرار کرنا بھی شرط ہے اور کمال ایمان کے لئے اعمال صالحہ بھی ضرور ہیں **پس** جو شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہوگا اور زبان سے اقرار اُسکے ساتھ اعمال صالحہ بھی عمل میں لاتا ہوگا وہ بالاتفاق **مومن کامل** قرار دیا جاویگا کیونکہ تصدیق بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان سب پائے گئے۔ اور جو دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اعمال اُسکے خراب ہیں تو وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک **مومن فاسق** ہے۔ اور **خوارج** کے نزدیک کافر ہے اور **معتزلہ** بلکہ شیعہ کے نزدیک کافر تو نہیں ایمان سے خارج ہے کیونکہ انکے نزدیک اعمال صالحہ نفس ایمان کا جز ہیں۔ یہہ زیادتی اور تعصب ہے اور ادلہ شرعیہ کے مخالف ہاں ایمان کامل کا جز اعمال صالحہ ہیں پس اگر اعمال صالحہ نہونگے تو ایمان کامل نہوگا نہ یہ کہ نفس ایمان بھی نہوگا اور جسکے دل میں تصدیق نہوگی تو وہ **کافر** ہے اور اگر دل میں تصدیق نہونے پر ظاہری اقرار بھی ہے تو اُس کافر کو

عرف شرع میں منافق کہتے ہیں۔ اب یہ تصدیق خواہ اسکو تقلید سے حاصل ہو (اسکو ایمان تقلیدی کہتے ہیں) یا تحقیق سے (اور اسکو ایمان تحقیقی کہتے ہیں) اور خواہ یہ تحقیق استدلالی ہو یا کشفی سب طریقوں میں محققین کے نزدیک ایمان معتبر ہوگا۔

یہ بحث کہ ایمان کم و زیادہ بھی ہوتا ہے یا نہیں اور اس قسم کے دیگر احاجات محض نزاع لفظی ہیں انکے بیان کرنیسے بجز اسکے کہ سامع کا دماغ پریشان ہو اور کچھ نتیجہ نہیں

بالغیب یہ غاب یغیب کا مصدر ہے غائب کی جگہ اسکو مبالغۃً استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ خفی چیز ہے کہ جو نہ حواس سے معلوم ہو نہ بداہۃً عقل اسکی مقتضی ہو اسکی دو قسم ہیں ایک وہ غیب کہ جسپر کوئی دلیل ہو جیسا کہ اس آیت میں مراد ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ کہ خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ البتہ اس قسم کے غیب کی قلب محض حکم الٰہی کی وجہ سے اجمالاً تصدیق کرسکتا ہے دوسرا وہ کہ جسکے لئے دلائل عقلیہ باآواز بلند گواہی دے رہے ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور حشر اور سزا کا دن وغیرذلک اسمیں کچھ شک نہیں کہ پورا اتقیا اور کمال اطاعت بندہ کی جب ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے فرمانے سے ان چیزوں پر ایمان لاوے کہ جو اسکے مشاہدہ سے باہر ہیں اور جنکے مشاہدہ کی اسکو طاقت نہیں ورنہ آنکھ سے دیکھے ہوئے اور ہاتھ سے ٹٹولے ہوئے اور زبان سے چکھی ہوئی چیز کی تو ہر شخص تصدیق کرتا ہے اور یہی حکمت ہے کہ نزع کے وقت کا (جبکہ بندہ کو اس عالم کی غائب چیزیں ملائکہ اور دوزخ و جنت دکھائی دینے لگیں) ایمان قبول نہیں اور اسکو ایمان **بالمس** کہتے ہیں اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ آئندہ آنیوالوں کی ایمان کی زیادہ قدر دانی کرتے تھے چنانچہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ ایک روز **حارث** بن قیس نے جماعت صحابہ میں بیان کیا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو نہایت حسرت و افسوس ہے کہ ہم آنحضرت کے دیدار سے مشرف نہوئے ہائے اس دولت سے محروم رہگئے **عبداللہ** بن مسعود نے فرمایا یہ صحیح مگر ایک نعمت سے ہم محروم رہگئے وہ تمکو نصیب ہے وہ یہ کہ تم بے دیکھے آنحضرت پر ایمان لائے خدا تعالیٰ کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھا اسکے نزدیک آپ کی نبوت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی ایمان مبہم ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لائے۔ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سفر میں صبح کے وقت ایکبار قافلہ میں وضو کو پانی نہ تھا آنحضرت نے فرمایا تو ایک دمی کے پاس صرف ایک بچوڑہ پانی کا نکلا آپنے اسمیں اپنی انگلیاں ڈالدیں تو وہ آبخورہ فوارہ کی طرح جوش مارنے لگا بلال کو حکم دیا کہ پکارو سب آؤ وضو کرلیں سینکڑوں صحابہ نے وضو کیا اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپنے لوگوں سے پوچھا کہ تمام مخلوقات میں سے کس کا ایمان عجب تر ہے لوگوں نے کہا ملائکہ کا آپنے فرمایا انکے ایمان میں کیا تعجب ہے وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہیں انکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں وہ کیونکر ایمان نہ لاتے لوگوں نے پھر عرض کیا کہ آپکے صحابہ کا آپنے جواب دیا کہ میرے صحابہ صدہا معجزات دیکھنے ہیں انکے ایمان میں کیا تعجب ہے البتہ عجب انکا ایمان ہوگا جو میرے بعد پیدا ہونگے اور کاغذ دیکھکر مجھپر صدق دل سے ایمان لاوینگے وہ میرے بھائی ہیں اور تم اصحاب۔ ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص **عبدالعدن** عمر کے پاس آیا اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن تم نے ان آنکھوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ عبداللہ نے کہا ہاں پھر اس نے کہا تم نے اپنی زبان سے آنحضرت سے کلام کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا تم نے اپنے ہاتھوں

حضرت کے ہاتھوں میں دیکر بیعت کی ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ یہ سنکر وہ شخص حضرت کے شوق میں زار زار رونے لگا اور ایک حالت وجد اُسکو پیدا ہوگئی عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں تجھکو ایک خوشخبری سناتا ہوں کہ جو میں نے آنحضرت سے سُنی تھی وہ یہ کہ آپنے فرمایا ہے خوشحالی ہے اسکو کہ جس نے مجھکو دیکھا اور مجھپر ایمان لایا اور اس سے بھی زیادہ خوشحالی ہے اُسکو کہ جو بغیر دیکھے مجھپر ایمان لایا۔ یہ روحانی جذبہ جواب تک چلا آتا ہے حضرت کا معجزہ ہے +

یقیمون الصلوٰۃ اقامت سیدھا کھڑا کرنا یعنی تعدیل ارکان اور نہایت خشوع وخضوع اور حضور قلب سے نماز ادا کرتے ہیں اور ہر جگہ قرآن میں نماز کو بلفظ اقامت طلب کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ نماز پڑھنا اور چیز ہے اور اُسکو قائم کرنا اور بات ہے۔ اس کا قائم کرنا یہ ہے کہ حدث اصغر واکبر سے کہ نجاست حکمی ہے اور پیشاب وپخانہ وغیرہ سے کہ نجاست حقیقی ہے پاک ہو (کیونکہ اس سے روح کو صفائی اور خطرات دفع ہوتے ہیں) اُسکی طرف منہ متوجہ ہو اللہ اکبر کہے اور ہاتھ اٹھائے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ دین ودنیا غیر اللہ سے ہاتھ اٹھا کر اُسکے دربار میں حاضر ہوا ہوں پھر ثنا اور اسمی مع اذکار سے پھر اچھی طرح پڑھنا کہ جسمیں اُسکی ثنا اور اپنے لئے دعا ہے اُسکے بعد کچھ قدر اول قرآن مجید پڑھے کہ اس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو پھر زیادہ شوق میں آکر اسکے آگے جھکے اور اُسکی تین الفاظ سبحان ربی الاعلیٰ نہایت حمد وثنا کرے پھر کھڑا ہو کر اُسکی حمد میں بنا لک الحمد کہے اور نہایت ادب ومحبت سے اُسکے پاؤں میں (جو ان پاؤں سے پاک ہے) سر رکھکر عجز ونیاز سے سبحان ربی العظیم کہے تاکہ نفس کا تمام کبر وغرور خاک میں ملجائے پھر اس قرب کے مقام میں دوبارہ سجدہ کرے اور پھر دوسری رکعت اسی طرح ادا کرے اسکے بعد باادب اُسکے روبرو بیٹھکر اُسکی نہایت ثنا وشکر ادا کرے اور اپنے لئے دعا مانگے اور سلام پھیرے سے کہ ایک سفر باطنی سے باز آنا ثابت ہوجائے یہ مختصر سا حال اہل اسلام کی نماز کا ہے اور آگے صحابہ اور کاملین کا سجدہ میں رونا اور تمام عاشقانہ ہیئت بنا کے ادب کے ساتھ اُسکی جناب کبریائی میں جانا بیان سے باہر ہے۔ اب اس نماز کو عیسائیوں اور ہنود وغیرہم کی نماز سے مقابلہ کرکے دیکھئے تو دین الٰہی اور دین ہوا ہی میں اسیدقت فیصلہ ہوجائے ہنود ومجوس کے ہاں تو عناصر اور آفتاب وغیرہ مخلوقات کی پرستش ہے اور حضرات عیسائی بالالہامات گرجامیں جاکر بجا جاتے اور خوب گاتے ہیں۔ آجکل ولیت میں بادریوں نے ایک پریم سبھا قائم کی ہے کہ جسمیں طبلہ سارنگی اور آلات لہو ولعب بجائے اور حضرت مسیح کے بھجن گائے جاتے ہیں جس سے کان کے رسیا اور دور سے سننے آتے اور مزے مناتے ہیں ۔ ہیہات تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

نکات

۱ مؤمنون اور مقیمون اور منفقون متقین کی صفت ہیں تین جملہ فعلیہ آئے کہ جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتی ہیں تاکہ یہ بات سمجھی جائے کہ صرف ایکبار ان باتوں سے متصف ہوجانا متقی ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً ان اوصاف کو بالاختیار کام میں لانا چاہئے جیساکہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کر رہا ہے اور یہ کہ متقی کیسکا ذاتی اور خاندانی حصہ نہیں جیساکہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کسبی بات ہے جو ایسے کام کریگا متقی ہوگا اور جو نہ کریگا تو جناب کبریائی سے اس لقب سے محروم رہیگا خواہ برہمن ہو خواہ بنی اسرائیل ہو خواہ کیائی ہو خواہ بنی زادہ ہو

خواہ ولی زادہ یا پیرزادہ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ ذات بھانت پوچھے ناکو ۔ ہر کو بھجے سو ہر کا ہو +

۲ ان تینوں جملوں میں ترتیب طبعی کو ملحوظ رکھا ہے وہ یہ کہ جسکا مرتبہ مقدم تھا اُسکو مقدم اور جسکا مؤخر تھا اُسکو پیچھے ذکر کیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ تمام عبادتوں اور سب نیکیوں کی جڑ ایمان ہے چند وجہ سے (۱) یوں کہ یہ اصل قلب ہے جو تمام بدن کا بادشاہ ہے (۲) یہ قوت نظریہ سے متعلق ہے جو قوت عملیہ سے مقدم اور اشرف ہے کیونکہ موت کے بعد یہ ادراکات انسان کے ساتھ باقی رہتے ہیں اور تکمیل نفس کرتے اور جہل کی ظلمت سے آزادی بخشتے ہیں (۳) تمام نیکیوں اور اعمال صالحہ پر جو چیز انسان کو حرکت دیتی اور متوجہ کرتی ہے وہ صرف ایمان ہے لہٰذا شرع نے ایمان والے کو گو اُسکے عمل خراب ہوں ابدی جہنم سے محفوظ رکھا ہے اور جسکو ایمان نصیب نہیں اُسکے اعمال صالحہ کا بھی اعتبار نہیں رکھا ہے پس ایمان کو سب پر جملہ یؤمنون بالغیب میں مقدم کیا پھر اعمال میں نماز مقدم ہے کیونکہ (۱) یہ اُسکے جناب میں حضوری اور اُسکے دربار عالی میں باریابی ہے (۲) اسمیں روزہ اور دیگر عبادات بدنی شامل ہیں کیونکہ جب تک موسن نماز میں رہتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جماع کرتا ہے اور زبان بھی اسمیں غیر ذکر الٰہی سے بند رہتی ہے اور دل اور تمام حواس بلکہ ہاتھ پاؤں سر سب اعضا بھی مصروف ہوتے ہیں روزے کے لئے کپڑا اور مکان بھی مسجد وغیرہ میں اللہ کے نام ہی صرف ہوتا ہے (۳) یہ دن رات میں کم از کم پانچ بار ادا کرنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ اور صدقہ کا تو کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے (۴) اسمیں غنی اور فقیر سب شریک ہیں اسلئے اسکو زکوٰۃ اور صدقہ پر مقدم کیا +

۳ ممازرقناھم ینفقون میں من جملہ یہ کہ چپکے ذکر کرکے یہ جتلا دیا کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنے تمام مال کو دیکر فقیر ہو جاؤ اور پھر آپ مانگتے پھرو اور حیرانی اٹھاؤ کیونکہ یہ بات قانون شریعت کے برخلاف ہے نہ عام طبائع اسکو قبول کر سکتے ہیں بلکہ یہ کہ کسیقدر خدا کی راہ میں دو اور باقی اپنے نفس اور اہل وعیال کے لئے رکھو۔ پس گویا اسمیں اسراف اور فضول خرچیوں سے منع کر دیا اور اس کوتاہ اندیشی سے روکدیا کہ بیاہ شادی یا کسی اور تفاخر اور نامداری کے کام میں یا لڑکوں کی بسم اللہ ختنہ عقیقہ دودھ بڑھائی میں اندھا بانکہ صرف شروع کر کے پھر آپ جنکے روبرو اتراتے ہو کل اُنکے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرو۔ اپنی جائداد اور تنخواہ یا کسی اور آمدنی کو کسی سوداگر یا مہاجن کے پاس گرو رکھکر تمام عمر کے لئے آپکو اور اپنی اولاد کو اُسکا غلام نہ بناؤ۔ ہم آجکل ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ ان فضول خرچیوں سے مسلمانوں کے باغات اور دیہات و مکانات اُن ہندوؤں کے قبضہ میں آ گئے جو ابتدا میں اُنکے ملازم تھے اور اب وہ آقا ہیں یہ اُنکے خدمتگار ہیں اور سود کی بلا میں گرفتار خسرالدنیا والآخرۃ

۴ مال کا صرف کرنا اور خدا کی راہ میں دینا بڑی جوانمردی کا کام ہے۔ یہ ہے کہ لوگ ایسے کنڑ ہیں کہ سینکڑوں روپے رکھ لو ہزار نماز پڑھا لو مگر دینے کا کچھ ذکر چھڑے جائے مگر وہ مری نہ جائے۔ اور بخیل دنیا و آخرت میں مضر ہے دنیا کا یہ ضرر ہے کہ سب اقارب اور ماں باپ برہمی ہوتی ہے اور وہ اسکی طرف احتیاج لاتے ہیں اور یہ موذی ٹلاتا ہے تو اُنکو نہایت رنج بلکہ حسد اور کینہ ہوتا ہے جس سے اسکے اُن کاروبار میں کہ جو عزیز اور دوستوں کی مدد اور اعانت سے متعلق ہیں فرق آتا ہے اور یہ سب کی آنکھوں میں حقیر اور مکروہ دکھلائی دیتا ہے اسکے مرنے کی آرزو لوگ کیا کرتے ہیں الغرض نہیں ہو جاتے اسپر بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں اور حقداروں کی بددعائیں اسکے لئے مصائب بنجاتی ہیں بخلاف اسکے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور جنھوں نے کہ تجھ پر اترا ہے تجھ سے اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوا اُس پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت کا یقین کرتے ہیں +

کہ جب یہ عزیزوں اور دوستوں اپنے بیگانوں پر لطف و کرم کرتا ہے تو گویا انکے دلوں میں اپنی محبت کا سکہ جما دیتا ہے اور ہزاروں لوگوں کو مٹھی میں لے لیتا ہے اسی لئے سخی کے ہزار ہا دوست اور بخیل کے اپنے عزیز و اقارب بھی دشمن ہوتے ہیں اسکے علاوہ جب غریبوں اور یتیموں اور بیکسوں کی پرورش کا دستور نہ ہوگا اور نہ قوم کی دستگیری اور رفاہ عام کے لئے اور مخالفوں کے دفع کے لئے کچھ سب سے لیکر جمع کیا جاوے گا اور گرمنٹ کی یہ تمام قوم مصیبت میں گرفتار اور مخالفوں کے غلام اور تابعدار رہا ئیں گے اور یہ دولت شخصی بھی رہیگی۔ اور آخرت کی یہ قباحت ہے کہ جب دل پر مال کی حب نقش ہو جاتی ہے تو جب روح اس جسم کو چھوڑ کر اُس عالم میں جاتی ہے تو اس محبوب کی جدائی میں بڑے رنج اُٹھاتی ہے اور یہ جا محبت اُس عالم میں سانپ اور بچھو اور آگ کی صورت میں نمودار ہو کر بے خوب ستاتی ہے پس اسلئے اس اہم مقصود کی تعمیل آسان کرنیکو خدا تعالے نے اخیر کلام میں دو لفظ بڑھا دیئے کہ جس سے یہ کلفت عمل آسان ہوگئی (۱) مِنْ تبعیضیہ ذکر کر کے یہ جتلا دیا کہ کل یا اکثر نہیں بلکہ تھوڑا سا صرف کرو (۲) رَزَقْنَا کہہ کے یہ جتلا دیا کہ یہ جو کچھ تم دیتے ہو کچھ اپنے گھر کا نہیں دیتے ہو یہ ہم نے دیا تھا ہم پھر بھی لے سکتے ہیں ہم پر توکل کر کے دو + ایک اور بھی آئین ہے وہ یہ کہ کمال کے علاوہ اور جو علم و ہنر عقل و تدبیر قوم اور ملک کے کار آمد ہو اُسکو بھی مارزقنا شامل ہے اُسکو بھی صرف کرنا چاہیئے +

فائدہ - اس مارزقنا ہم سے مراد عام ہے خواہ صدقہ ہو خواہ زکوٰۃ مفروضہ اور زکوٰۃ کا سر اور اسکے فضائل اور فوائد ہم آگے بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ

ترکیب

الذین موصول ثانی ہے اور ما انزل الیک معطوف علیہ اور ما انزل من قبلک معطوف۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں جملہ مفعول ہوئے یؤمنون کا۔ یؤمنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا الذین کا الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ ملکر معطوف ہوا پہلے الذین پر یا متقین پر +

تفسیر

چونکہ یؤمنون بالغیب سے تبادر اور قریب الفہم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ تھے اور کتب آسمانیہ اور قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری تھا تو اسلئے اُس عام بات میں سے انکو خاص کر کے ذکر کیا اور یہ فصاحت و بلاغت کی عمدہ بات ہے کہ کسی مطلب ضروری کو (گو وہ پہلی عبارت سے سمجھا جاتا ہو) جداگانہ بعد میں بھی خصوصیت کے طور پر ذکر کر دیا جاوے۔ **یا یوں کہو** کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی (یعنی مدینہ میں) تو صاحب تقویٰ دو گروہ تھے ایک قدیم عرب کہ جو پیشتر شرک و کفر میں گرفتار تھے اور پھر اسلام لائے۔ دوسرے اہل کتاب عبد اللہ بن سلام وغیرہ کہ جو پہلے مذہب یہودی یا نصرانی میں تھے اور پھر دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور دونو گروہوں کو ان صفات میں شامل کرنا ضرور تھا اسلئے اول جملہ تو اول فریق کے لئے اور دوسرا دوسرے کے لئے۔ اس بیگانہ خواہ برہمن ہونے نے بتلا دی تھی کہ تقویٰ بغیر اسکے تمام نہیں ہوتا کہ جبتک

خدا کے تمام صحیفوں پر ایمان نہ لائے یعنی منتفی وہ ہیں کہ جو چیز تجھ پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تورات و انجیل وغیرہ پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں سب کو برحق مانتے ہیں +

متعلقات

ما اُنزل الیک سے مراد عام ہے خواہ وحی متلو ہو کہ جسکو جبرئیل علیہ السلام خدا کی طرف سے الفاظ مقررہ میں ادا کرتے تھے جسکو **قرآن** کہتے ہیں خواہ وحی غیر متلو ہو کہ جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بلا توسط جبرئیل یا بغیر الفاظ مقررہ نازل ہوئی یا جو کچھ انکشاف روحانی کے طور پر آنحضرتؐ کو معلوم کرایا گیا اور پھر آپ نے اسکو ارشاد و فرمایا۔ سب پر ایمان لانا ضرور ہے۔ جو ایک بات پر بھی ایمان نہ لاوے گا تو **کافر** ہوگا +

وما انزل من قبلک سے مراد پہلے انبیاء علیہم السلام کے صحیفے ہیں یعنی حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم انبیاء کی کتابیں جو اُنکو خدا کی طرف سے ملی تھیں خواہ مضامین الہام ہوئے تھے اپنی عبارتوں میں اُنہوں نے جمع کر کے لکھوا دیا تھا یا عبارتیں بھی ویسی ہی عطا ہوئی تھیں بہرحال شد والعلم عند اللہ تعالیٰ مگر سب کو برحق ماننا لازم ہے کہ وہ سب سچے صحیفے تھے۔ بہت سے اُنمیں ایسے ہیں کہ جنکے نام بھی باقی نہ رہے اور بعضے کے نام اور کسیقدر صحیح اور اُلٹ پلٹ مضامین تک بھی باقی ہیں مشہور تر سب بقیہ میں سے یہ ہیں۔ **تورات** جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی **زبور** جو حضرت داؤد کو عطا ہوئی تھی اور **انجیل** جو حضرت عیسیٰ کو ملی تھی اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحیفے +

سوال یہ اخیر جملہ عبداللہ بن سلام وغیرہ علمائے بنی اسرائیل کی مدح میں واقع ہے کہ وہ قرآن پر بھی اور اُس سے پہلی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جن کتابوں پر وہ ایمان رکھتے تھے وہ برحق تھیں اور اُس زمانہ تک موجود تھیں جس لئے اور مواضع قرآن میں بھی تورات و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید اور اُنکا محل نزاع میں طلب کرنا بیان ہوا ہے۔ اور وہ جو اسوقت کتابیں اہل کتاب میں موجود تھیں وہ جن پر کہ جواب میں جنکے مجموعہ کو **بائیبل** اور اسکے دونوں حصوں کو **عہد عتیق** اور **عہد جدید** کہتے ہیں پس اہل اسلام پر اسوقت کی تورات و انجیل و زبور اور نامہ حواریوں اور پولوس کے نامجات کی تصدیق ضرور ہوئی اور انمیں کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث موجود ہے پس اس کا ماننا بھی مسلمانوں پر فرض ہوا۔ اور پھر باوجود اس اقرار کے کیوں قرآن نے ان مسائل کو رد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں

جواب اس سوال کا (کہ جس پر بہت سے پادری بڑے نازاں ہیں) یہ ہے کہ وہ کتابیں بیشک برحق تھیں ہمارا بھی یہی ایمان ہے ہاں یہ بات کہ اُس زمانہ میں بھی وہ کتابیں موجود تھیں غیر مسلم ہے کیونکہ انجیل کی نسبت تو تمام عیسائیوں کو بھی اقرار ہے اور خود انجیل موجودہ کے دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل موجود حضرت مسیح (عیسےٰ) علیہ السلام کی نہیں نہ انپر نازل ہوئی نہ انہوں نے اسکو تصنیف فرمایا نہ اُنکے زمانہ میں تالیف ہوئی بلکہ سالہا سال بعد لوگوں نے سنا سنائے اور کسیقدر دیکھے بھالے حالات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتداء ولادت سے موت تک تاریخ کے طور پر جمع کر دیے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں نے جمع کئے تھے چنانچہ جس کا اب نام و نشان بھی نہیں جیسا کہ یوحنا کی انجیل کے اخیر سے ثابت ہے اور بہت سی انجیلیں (تاریخ کی کتابیں) اب بھی موجود ہیں جیسا کہ انجیل برنباس وغیرہ مگر بھیڑ بھاڑ اکثر عیسائی انہیں چاروں کو زیادہ مانتے ہیں اور بہت سے عیسائیوں نے وقتاً فوقتاً انکا بھی کیا ہے چنانچہ پولوس مقدس اگرچہ عیسائی بڑا رسول اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

بھی (سمجھ) سمجھتے ہیں) اپنے اس خط سے کہ جو کاتبوں کو لکھا ہے اسکے پہنچنے پر کہتے ہیں یہ کہتا ہے کہ لوگوں نے انجیل کو الٹ پلٹ کر دیا اور اسے لوگوں تم اور جعلی انجیلوں کی طرف کیوں مائل ہو گئے اصل انجیل ملا تو منٹ کسی انسان کے حضرت یسوع سے مجھکو ملی ہے اسکے سوائے جو کوئی اور انجیل تمہیں سنائے اسپر لعنت انتہی ملخصاً۔ اور یہ خط رہنے کہ یہ چاروں انجیلیں پولوس کی وہ انجیل نہیں ہیں۔ پس یہ بھی نامقبول و مردود ہیں جو شمس پولوس کے کلام کو الہامی مانتا ہوا سپر لازم ہے کہ وہ ان انجیلوں کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ پولوس و برنباس اور شمعون اور پطرس وغیرہم اکابر عیسائی ان چاروں انجیلوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے نہ حواریوں کے زمانہ میں انپر کچھ عمل درآمد رہا ہے۔ اور اسی طرح جسکو توراۃ کہتے ہیں اسکے بھی صدہا مقامات سے یہ ثابت ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ کے سب ہا برس کسی نے تاریخ کے طور پر جمع کی ہے چنانچہ بہت سے محققین اہل کتاب بھی اسبات کے قائل ہیں۔ اور زبور میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حال دیگر کتابوں کا ہے اور انکا محل نزاع میں طلب کرنا اور انپر عمل کی مد سوا ایسے مقامات ان کتابوں میں بنیتہ عمدہ اور اصل کتابوں کے مضامین پائے جاتے ہیں اور نیز مخاطبین انکو تسلیم کرتے تھے۔ اور اگر یہ کہئے کہ جب وہ اصلی کتابیں موجود نہ تھیں تو انپر ایمان کیونکر لا سکتے تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ انگلے انبیاء موجود نہیں انپر اس طرح ایمان لاتے تھے اب ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ موجود نہیں پھر کیا کوئی ہمارے ایمان لانے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی کے زمانہ میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجود تھے۔ اور اگر آنحضرتؐ کے عہد میں اصلی تورات و انجیل موجود ہوتی تو آپ حضرت عمر فاروقؓ پر تورات کے اوراق پڑھنے سے ناخوش نہ ہوتے اور نہ لاتصدقوا اہل الکتاب ولاتکذبوھم فرماتے۔ پس جب اصلی کتابیں اس عہد میں موجود نہ تھیں بلکہ اسکے نام پر اور کتابیں لوگوں کی تصانیف تھیں کہ جن میں اصلی کتابوں کے مضامین بھی مندرج تھے تو ان میں کفارہ و تثلیث و الوہیت مسیح اگر ہو بھی تو کب معتبر ہو سکتی ہے نہ انپر ہم اہل اسلام کو ایمان لانا فرض ہے بلکہ ان مضامین سے احتراز واجب ہے۔ اگر قرآن نے انکو رد کیا تو خوب کیا انکا اقرار کب کیا تھا؟ یہ قرآن کے حق ہونے کی دلیل قوی ہے۔ اس بحث کی تحقیق مقدمہ کتاب میں ہو چکی ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے +

نکات

۱ ایمان کے بارہ میں مبدء و معاد کو بترتیب اس آیت میں ذکر کیا۔ اول یؤمنون بالغیب سے ذات و صفات باری کی طرف اشارہ کر دیا۔ وبالآخرۃ ھم یوقنون میں قیامت کو بیان کر دیا اور اس عالم کا ابتداء انتہا بھی اشارتاً بتلا دیا +

۲ بالآخرۃ ھم یوقنون میں صلہ کو مقدم کر کے اور یوقنون کو ھم پر مبنی کر کے اور اہل کتاب کی پشت پر ایک تازیانہ سا مار دیا کہ آخرت پر یقین کرنا انہیں کا حصہ ہے کہ جو قرآن کے ذریعہ سے تمام تفاصیل آخرت پر مطلع ہو گئے ہیں اور پھر ہر ہر امر میں انکو آخرت دکھائی دیتی ہے دنیا اور اسکے منصب اور رسم کو اسکے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں سمجھتے بخصب و رعناد کو بھی اسکے خوف سے نہیں کام میں لاتے بخلاف تمہارے + اول تو تمہاری کتب موجودہ میں آخرت اور اس عالم کی پوری کیفیت نہیں ہے اس تورات میں بنی اسرائیل کا دوزخ اور جنت دنیا کی ناکامی (موت مرض قحط وغیرہ سے

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وہی لوگ (متقی) اپنے خدا کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانیوالے ہیں +

یا کامیابی بتلائی ہے - اور جو پہلے حصہ میں کہیں کچھ ہے تو سرسری سا ہے اور اسپر دنیا کی محبت اور قوم اور رسم کی پابندی سے بے انصافی کرکے اُس نبی اور کتاب کو تم جھٹلاتے ہو کہ جو تمہارے انبیاء اور کتب اصلیہ کی تصدیق اور مدح کرتے ہیں حیف ہے تو تمہارا آخرت پر کیا خاک یقین ہے اگر آخرت آنکھوں کے سامنے ہوتی تو یہ باتیں نکرتے - جب خدا تعالیٰ متقیوں کے اوصاف بیان فرما چکا یعنی سعادت کی جب شرح ہو چکی تو اب سعادت کے اُس نتیجہ کو ذکر کرتا ہے کہ جو اُس پر مترتب ہوتا ہے تاکہ سامع کو رغبت پیدا ہو +

ترکیب

اولئک مبتدا اور علی ہدی من ربہم ثابت کے متعلق ہو کر اسکی خبر - مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا - واو حرف عطف اولئک ثانی مبتدا اور ہم المفلحون اسکی خبر یا ہم مبتدا، المفلحون خبر دونوں ملکر اولئک کی خبر ہوئے - یہ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا +

تفسیر

پہلے کہا تھا کہ قرآن ہادی للمتقین پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے اُسکے بعد پرہیزگاروں کے اوصاف بیان کرکے یہ کہا کہ وہ ایسے ایسے اوصاف حمیدہ رکھنے والے ہیں اور یہ اوصاف قرآن سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ طرح طرح کے پُرتاثیر بیانوں سے قرآن نے انسان کو ان اوصاف کا مشتاق کر دیا ہے اور جسمیں یہ اوصاف ہوتے ہیں وہ ہدایت پر ہوتا ہے یہ بدیہی بات ہے پس ہادی للمتقین ایک دعویٰ تھا اُسکا ثبوت تقویٰ کے معنی بیان کرکے کر دیا جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن سے پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے اور پرہیزگاری خدا کی ہدایت ہے - یہانتک سعادت کا بیان تمام ہوا اور کلام مدلل ہو گیا کہ قرآن سے ہدایت حاصل ہوتی ہے پھر ہدایت کا ثمرہ اولئک ہم المفلحون سے بیان فرمایا کہ جسکو ہدایت خدا کی نصیب ہوتی وہ فلاح دارین پاتا ہے +

نکات

۱ پہلے الذین کے مقابلہ میں اولئک علی ہدی من ربہم لایا گیا اور جس طرح دوسرا الذین اُسکا تتمہ تھا اُسی طرح اُسکے مقابلہ میں تتمہ کے طور پر اولئک ہم المفلحون ذکر کیا تاکہ بالآخرۃ ہم یوقنون کی جزا، وہاں کی فلاح سنکر سامع کا دل بشاش ہو جاوے +

۲ جس طرح بالآخرۃ ہم یوقنون میں ہمارا کی انہیں حصر کیا تھا اُسکے بعد فلاح کا بھی ہم ضمیر مقدم کرکے انہیں پر حصر کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ فلاح بھی انہیں کا حصہ ہے کہ جو ایسے لوگ اور ان اوصاف سے متصف ہیں اور جو ایسے نہیں وہ کیسی ہی ریاضت کریں چونکہ راہ راست پر نہیں کبھی شہر فلاح کو نہ پہنچیں گے پس جو راستی کہ اسلام کے مقابلہ میں ہیں اور اسکے برخلاف ہیں اُنسے کبھی مقصود حاصل نہ ہوگا خواہ کوئی کیسی ہی مشقت اُٹھائے اسی لئے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ان الذین عند اللہ الاسلام اور تیسرا حصر ہدایت مستقیم نہیں اُنکو الطالب بھی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
البتہ جو کافر ہوئے اُنکے حق میں برابر ہے کہ (اے محمد) ڈراؤ اور نہ ڈراؤ دونوں برابر ہیں وہ ایمان نہ لائیں گے ط
خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
اللہ نے اُنکے دلوں اور کانوں پر مُہر کر دی ہے (یعنی وہ حق جان بوجھ کر نہیں سنتے ہیں) اور اُنکی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُنکے لئے بڑا عذاب ہے

بھی نہیں ہے۔ ہم نے سنا مگر بجا نہ لائے۔ کہیں رہ کہ تو سیروی تبر کستانست +

۳ اسبات کے بتلانے کو (کہ اہل تقوی کو کامل ہدایت نصیب ہے اور وہ ہدایت خدا کی طرف کی ہے) لفظ علی بولا گیا تاکہ استعلاء اور تمکین پر دلالت کرے اور پھر وہی کو من ربہم کے ساتھ مقید کیا تاکہ خدا کی طرف سے ہونا ہدایت کا پایا جاوے۔ اور پھر اولئک کا اسم اشارہ لاکر اور خبر کو معرفہ بنا کر اور صیغہ میں اسم فصل ذکر کرکے یہ بتلایا کہ یہ ہدایت اور فلاح متقین کا حصۂ خاص ہے کہ جن میں اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہیں +

فائدہ

خوارج اور معتزلہ وغیرہ کہ جو کبیرہ کیا بلکہ صغیرہ سے بھی اہل جہنم کا مستحق بناتے ہیں (عیسائیوں کا بھی اسی کے قریب عقیدہ ہے) اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ جنس فلاح کا موصوفین مذکورین پر حصر کر دیا ہے پس جو نماز نہ پڑھیگا زکوۃ نہ دیگا خارج از ایمان ہوکر ہمیشہ جہنم میں جاویگا۔ بعض ظاہری بھی انہیں کے شریک ہیں۔ انکا جمہور اہل اسلام کی طرف سے یہ جواب ہے کہ فلاح سے مراد بذریعہ الف لام فلاح کامل ہے پس جو ان اوصاف سے متصف نہ ہوگا تو اسکو فلاح کامل نصیب نہ ہوگی نہ یہ کہ مطلقاً فلاح سے محروم ہوگا کیونکہ انتفاء فلاح کامل (یعنی مقید) سے انتفاء فلاح مطلق لازم نہیں آتا۔ علاوہ اسکے قرآن و احادیث کے متعدد مواضع سے گنہگاران اسلام کا فلاح پاجنت میں جانا ثابت ہے +

جبکہ خدا تعالیٰ نے اہل سعادت کا حال اور تأمل بیان فرمایا تو ضرور ہوا کہ اہل شقاوت کا بھی حال اور تأمل بیان کیا جاوے تاکہ بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا سعادت کا مقام خوب سمجھ میں آجاوے۔ سو اہل شقاوت دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ جو ظاہراً و باطناً حق کے مخالف ہیں انکو زبان شرع میں کافر کہتے ہیں اور ایک وہ کہ جو بظاہر موافق اور باطن میں حق کے سخت مخالف ہیں اور انکو منافق کہتے ہیں اور چونکہ مومنوں سے پوری مضادت (یعنی ظاہراً و باطناً مخالفت) کفار سے ہے اسلئے خدا تعالیٰ پہلے کفار کا حال بیان فرماتا ہے +

ترکیب

ان اسم شبہ بفعل الذین موصول کفروا اسکا صلہ موصول وصلہ دونوں ملکر اسکا اسم ہوئے۔ اور سواء بمعنی استواء اسکی خبر ہے اور اسکے بعد جو ہے وہ اس مصدر کا فاعل بنکر مرفوع ہے گویا کلام یوں ہوا ان الذین کفروا استوی علیہم انذارک وعدمہ۔ ختم فعل لفظ اللہ فاعل علی جار قلوب مجرور مضاف الیہ ہم مضاف الیہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں ملکر معطوف علیہ اور علی سمعہم معطوف۔ معطوف اور معطوف علیہ دونوں ملکر عامل رابع کے متعلق ہوئے ختم سے۔ ختم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔ غشاوۃ مبتدا مؤخر اور علی ابصارہم ثابت کے

متعلق ہوکر اسکی خبر۔ مبتدا وخبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔ اور جملہ سابقہ پر اسکا عطف ہوا۔ عذاب موصوف الیم صفت دونوں ملکر مبتدا مؤخر اور لہم خبر مقدم جو متعلق ثابت کے ہے۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پہلے جملہ پر معطوف ہوا +

تفسیر

پیشتر خدا یتعالیٰ نے فرمایا تھا کہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے اسپر یہ خیال گزرتا تھا کہ کافروں کے لئے یہ کیوں ہدایت نہیں حالانکہ ضرور انہیں کے لئے ہدایت کا ہونا تھا کیونکہ متقی تو خود ہدایت پر تھے۔ اسکا اپنے کلام میں اشارۃً یہ جواب دیا کہ کافر اور متقی سے مراد ازلی کافر اور ازلی متقی ہیں گو بالفعل ایک شخص طرح طرح کی برائیوں اور انواع واقسام کے کفر وشرک میں مبتلا ہے مگر وہ ازل میں انوار الٰہی سے حصہ پاچکا ہے تو اسکو ضرور قرآن سے ہدایت ہوگی اور وہ ایمان بھی لاویگا اور اچھے اعمال بھی کریگا۔ اور جو ازل میں اس قدر سے محروم رہا وہ انجام کار محروم رہیگا اسکو قرآن اور حضرت کے وعظ وپند سے کچھ نفع نہ ہوگا کس لئے کہ اسمیں سرے سے اسکی صلاحیت ہی نہیں اس عدم صلاحیت اور اس ازلی بدنصیبی کو کہ جو ازل میں خدا کی طرف سے ظہور میں آئیں مُہر اور پردہ سے تعبیہ کیا ہے۔ اس اجمال کی **تفصیل** یہ ہے کہ یہ عالم اور جسقدر اس عالم کی چیزیں ہیں بلکہ بیشمار اور صدہا عالم فرض کئے جائیں سب خدا یتعالیٰ کے وجود حقیقی کے اظلال اور پرتو سے ہیں۔ پس اس عالم حسی میں جو کچھ وقتاً فوقتاً پایا جاتا ہے وہ اسیوقت موجود نہیں ہوتا بلکہ **عالم مثالی** میں موجود ہوتا ہے وہاں سے وقتاً فوقتاً ظہور کرتا اور پردۂ غیب سے باہر آتا ہے گو وہ شے حادث ذاتی یا زمانی سہی مگر اب پیدا نہیں ہوئی ہے اور یہ بات **تنزلات ستہ** کے معانی میں غور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ پس اس عالم حسی سے ہزارہا سال پیشتر عالم مثالی میں خدا یتعالیٰ کی ایک تجلی ہوئی کہ جسمیں تمام کائنات عالم حسی اسکے دربار فیض آثار میں اپنی استعداد کے موافق ہر چیز سے فیضیاب ہوئے ؎ قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے۔ جس چیز کو جس شخص کے قابل نظر آیا ؛ اُس جگہ حضرت آدم علیہ السلام[1] سے تمام ذریت جو ہونہار پتی چیونٹیوں کی طرح سے نکل پڑی اور اُسکا آفتاب جمال ہر شخص پر نور افگن ہوا پس جن میں استعداد اخفا داد کی وجہ سے کچھ بھی صفائی تھی اُنپر وہ نور پڑا اور چمکا اور جنکی اصل میں کدورت تھی اُنپر وہ نور نہ پڑا جس طرح اس عالم میں آفتاب نکلتا ہے تو شفاف چیزیں منور ہوجاتی ہیں اور کثیف نہیں چمکتیں) اور ہر شخص نے اسکی ربوبیت کا اقرار کیا مگر جن پر وہ نور پڑا تھا وہ لوگ اس عالم حسی میں **اہل سعادت** یعنی مومن کہلائے اور جنپر وہ نور نہ پڑا وہ اُسی **شقاوت** کی تاریکی میں اس عالم میں آکے اور

---

[1] چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے مخلوق کو ظلمت (طبیعت) میں پیدا کیا اور اُنپر اپنا نور ڈالا جس میں پرہ نور پڑگیا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوا اور میں اسی لئے کہتا ہوں کہ احکام الٰہیہ پر قلم خشک ہوگیا۔ رواہ احمد والترمذی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے پشت آدم سے بمقام نعمان عبد الیاس یعنی اسکی پشت سے تمام ذریت کو نکالکر اُسکے سامنے پھیلا دیا اور غنی وفقیر سب کو دکھا دیا اور انبیا چراغوں کی مانند چمکتے نظر آئے پھر خدا نے آدم کے روبرو سب سے عہد لیا کہ میں تمہارا رب ہوں تم اس پر قائم رہنا پھر اسکے یاد دلانے کو دنیا میں انبیا بھیجتا رہا تاکہ قیامت کو یہ عذر نہ کرسکو کہ ہمکو معلوم نہ تھا یا یہ کہ ہمارے آبا واجداد نے شرک کیا ہم انکے مقلد رہے پھر کیا گناہ ہے انہی کا مضمون ہے۔ رواہ احمد ۱۲ منہ نبی صلعم نے فرمایا کہ ہر شخص کا ٹھکانا جنت یا دوزخ میں پہلے ہی سے علم الٰہی میں قرار پاچکا ہے (متفق علیہ) اور فرمایا کہ ہم جانتے کہ میرے ہاتھ دو کتابیں کیسی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا کہ داہنے ہاتھ کی کتاب میں خدا نے تمام اہل جنت کے نام لکھے ہیں انکی قوم اور باپ کے نام بھی درج ہیں پھر ہیں تمام اہل دوزخ کے نام ہیں۔ رواہ الترمذی ۱۲ منہ

کا در منافق کہلائے۔ پس قرآن حقائق اشیاء کو نہیں بدل سکتا جو وہاں محروم رہا تو یہاں کون منور کر سکتا ہے اسلئے حضرت کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو لوگ دراصل اہل سعادت ہیں مگر عوائق رسم وغیرہ سے تاریکی میں گرفتار ہیں انکو ابھارتا ہے کہ ہمارے قرآن اور آپکے بیان میں اسے نئی کچھ قصور نہیں لیکن جو ازلی بدقسمت ہیں کسی تدبیر میں بھلائی نہیں۔ **واضح** ہو کہ اس خداداد ہدایت اور صلاحیت ازلی کے لحاظ سے لوگوں کی سات قسم ہیں اس لئے کہ نص قرآنی یا لوگ شقی ہیں یا سعید فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ اور شقیار کو اصحاب الشمال یا اصحاب المشئمہ بھی کہتے ہیں پس ان اشقیا کی دو قسم ہیں **اول** مطرودین کہ جنپر بہیمیت اور تاریکی ہیولانیت نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ انپر نور الٰہی پڑنے کی قابلیت ہی نہ رہی اور چوپایوں اور بہیموں اور ہر قسم کی تاریکیوں نے انکو ایسا گھیر لیا کہ گو وہ بظاہر جنس انسان ہیں لیکن درحقیقت جانوروں سے انکو **کافر** بھی کہتے ہیں دیوار اور پردہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے یہی ظلمات مراد ہیں انہیں کی نسبت فرماتا ہے ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون **سوال** ہے بہت سے کافروں کو ایمان لاتے دیکھا ہے اکثر صحابہ پہلے کافر تھے پھر ایمان لائے متقی اور ہادی و مجاہدی کہلائے **جواب** جو لوگ شرف باسلام ہوئے وہ دراصل کافر نہ تھے اور انکو جو اسوقت کافر کہا جاتا تھا تو بحکم حالت موجودہ کے ورنہ وہ حقیقت میں متقی تھے جو ہدایت پر لگے اور اصل کافر جیسا کہ ابوجہل وغیرہ ہرگز ایمان نہ لائے نہ لاوینگے نہ انمیں صلاحیت ہے اسلئے انہی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ کہ ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں انکے دل ہے میں کہ سمجھتے نہیں انکو آنکھیں دی ہیں کہ انسے دیکھ نہیں سکتے۔ کان دیئے گئے انسے سن نہیں سکتے۔ وہ لوگ ہزار چار پایوں کے ہیں بلکہ انسے بھی گئے اور یہی غافل ہیں ۱۰ وہ لوگ کہ جنہیں سیقدر استعداد ذاتی تو تھی کہ جو کچھ طبیعت کی تاریکیوں میں اس طرح چمکتے تھے جس طرح گنگنو کے کھمبے بجلی۔ مگر ان لوگوں نے حب جاہ و مال اور شکوک و شبہات اور پابندی رسم و عناد سے اور شہوت پرستی اور ہستی سے اس نور کو بجھا دیا اور اس ذاتی استعداد کو ضائع کر دیا اس گروہ کو **منافق** کہتے ہیں انکا تفصیل سے پہلی آیتوں میں ذکر آیا ہے ذرا منظر رہ۔ اور **سعیدوں** کی بھی دو قسم ہیں ایک قسم مقربین اور سابقین۔ دوسری اصحاب الیمین کو جنکو اصحاب المیمنہ و مقتصدین بھی کہتے ہیں۔ پھر مقربین کی بھی دو قسم ہیں اول محبتی دوم منیب اللہ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ محبتی کو اہل سلوک محبوب اور منیب کو محب بھی کہتے ہیں اور کبھی مجذوب سالک بھی کہتے ہیں یہ لوگ **انبیاء و صدیقین** ہیں۔ اور اصحاب الیمین کی بھی کئی قسم ہیں۔ اول اہل فضل و ثواب کہ خدا کے فضل سے مقصود کو پہنچتے ہیں اور اسی امید پر ایمان و اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ دوم اہل عفو کہ جنکے اچھے اعمال میں کچھ برے بھی شامل ہیں مگر یا تو انکی قوت ایمان اور نور معرفت اور صدق سے خدا تعالیٰ اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے یا توبہ اور اسکے مقابلہ میں گریہ وزاری اور اعمال صالحہ سے وہ داغ مٹ جاتا ہے خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ کا یہی لوگ مصداق ہیں اور فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ انہیں کے حق میں ہے۔ سوم خدعین کہ بقدر اغواء و استعداد سزا پائینگے اور یہ عذاب کبھی تو دنیا ہی میں بصورت نقصان مال و جان و بیماری و خواری ہوا کرتا

اور گناہوں سے صاف کر جاتا ہے جیسا کہ آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کبھی مؤمن کی روح پر ایک عجیب ہشت اور وحشت اور سخت بیکلی اور تاسف لاحق ہوتا ہے سو وہ بھی اسکا کفارہ ہو جاتا ہے اور کبھی آخرت میں وہ بُرے اعمال آگ اور سانپ اور بچھو کی صورت میں ظہور کر کے اسکی روح کو صدمہ پہنچاتے ہیں اور جب ایک مدت تک اس تکلیف کو بالیتا ہے تو پھر روح منور ہو جاتی اور جنت میں آرام پاتی ہے اور کبھی انبیاء اور اولیا ملائکہ کی شفاعت سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ ان پانچ گروہوں کا حال الذین انعمت علیہم میں اور ہدی للمتقین الخ میں ہو چکا۔ اور اشقیاء کے دل فریق کافر کا ان آیات میں بیان ہوا کہ قرآن سے انکو ہدایت نہیں اور اشقیاء کے دوسرے فریق منافق کا اسکے بعد ومن الناس من یقول الخ میں خدا بیان فرماتا ہے۔

متعلقات

ختم اللہ علی قلوبہم ہر چند ختم کا اسناد اللہ کی طرف اہل حق کے نزدیک اسناد حقیقی ہے لیکن مہر کرنے سے اور انکی آنکھوں پر پردہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ نے انکے دلوں اور کانوں پر اس طرح سے مہر لگا دی کہ جس طرح کسی برتن کا منہ بند کر کے اسپر لاکھ سے مہر لگا دیتے ہیں کہ اسکے اندر اور کوئی چیز نہ جانے پاوے نہ اندر کی چیز باہر آنے پاوے۔ اور سچ مچ کا کوئی ٹاٹ یا ریشم کا پردہ انکی آنکھوں پر ڈالدیا ہے۔ بنا بر کسی کم فہم نے یہ بات سمجھکر کہ قرآن مجید پر اعتراض کیا ہو تو کیا ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ جبلی کجروی اور طبعی تاریکی ہے کہ جسکی وجہ سے کفر اور معصیت کی طرف جھکتے ہو کر دوڑتا ہے اور امور فطرت سے اسکو دلی نفرت ہوتی ہے جس طرح کر گھو کے کیڑے کو خوشبو اور پھول سے جبلی نفرت اور گندگی سے رغبت ہوتی ہے گویا کہ خوشبو کی طرف رغبت کرنے سے اس کیڑے کے دل پر مہر ہو گئی ہے اور اسکی آنکھوں پر تنگ اور قدرے حجاب پڑا ہوا ہے سو یہ ایک حالت ہے کہ جبلی خدا نے استعارہ کے طور پر ختم اور غشاوہ سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اس حالت کو طبع سے تعبیر کیا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور کبھی افعال سے وَلٰكِنْ طَبَعَ عَلَيْهَا كُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اور کبھی اقساء سے وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً اس حالت کا خالق حقیقی خدا تعالیٰ ہے کیونکہ یہ جبلتی امور جبلی ہیں سب قضاء وقدر سے ہیں اور اسی لئے انکو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسمیں اسکی ذات پاک پر کوئی عیب بھی نہیں لگتا اور اسکا کاسب بندہ ہے اسکو اسیقدر اسمیں دخل ہے اسلئے اسکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور برائی کا وجود اسکے سر پر دھرتے ہیں اور اسی لئے تمام حجت کو اسکے پاس بھی خدا کے انبیاء علیہم السلام پیغام ہدایت لاتے ہیں اور پھر وہ اپنی نافرمانی کی سزا پاتا ہے

۱؎ سترہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔ اہل حق کے نزدیک مجازی یعنی مسند معنی مجازی میں مستعمل ہے باقی اسناد حقیقی ہے۔ معتزلہ اور عیسائی کہتے ہیں کہ خدا کی طرف کفر کا بیدا کرنا اور مہر اور گمراہ کرنا منسوب کرنا مقابلت بے ادبی اور اسکی ذات مقدس میں عیب لگانا ہے ایسا قسم کی بیجا باتوں کو مجازپر محمول کیا جانا چاہئے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ اول بسبات اور بھی مرجع سمجھے نہیں۔ عقلاؤں کو جب تسلیم کر لیا ہے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے تو ایمان و اعمال سے بھی اسی کو خالق ہونا چاہئے ورنہ کہ دو سرے ممکن پیدا کرنے والے خواہ وہ جو کوئی ہو خواہ عرض (کوئی کام وغیرہ) قدرت مستقلہ نہیں اور جو چیز دو خالق مستقل کے بیچ میں رہے جبلی یا غیر سے ہو بہر حال بے ادبی ہی ہے جب یہ ثابت ہوا کہ بندہ کو اپنے افعال پر قدرت مستقلہ نہیں اور کبھی کوئی کام بے ارادہ نہیں ہوتا اور جبری ظاہر ہے کہ بندہ اپنے افعال ارادیہ میں بہر اور لکڑی کی طرح مجبور نہیں اسکے ارادے کا دباؤ اس طرح سے ہوتا ہے جو درخت میں پھل لگنے کا دباؤ ہوتا ہے گو درخت پھل لگنے پر مجبور ہے مگر پھل لگنا درخت کی طبیعت ہے اور اسکی ذات کا خاصہ ہے اسی طرح بندہ کا ارادہ جو کچھ ہوتا ہے اسکی ذات کا خاصہ ہے اسی لئے اسکو مجبور نہیں کہتے ہیں بلکہ اسکو اختیار کہتے ہیں اور اسی لئے اسکو ثواب و عقاب ہوتا ہے اور اسی لئے اسکو اپنے افعال پر ندامت ہوتی

میں لاتے ہیں۔ اب جس طرح یہ سوال ہوسکتا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو مختلف استعداد پر کیوں بنایا اور بعضوں کی جبلت میں یہ تاریکی کیوں رکھی اور پھر انکو عذاب کیوں دیا؟ کس لئے کہ یہ کسیقدر اختیار پر مبنی ہے۔ اور مختلف استعداد اور رنگ برنگ کی قابلیت دینے میں وہ خود مختار ہے جسکو جو کچھ دیا اسکا فضل ہے اور جسکو نہ دیا تو اسپر کچھ ظلم نہیں کیا۔ کیا برتن کمہار سے کہہ سکتا ہے کہ تو نے مجھپر ظلم کیا کہ جو آبدست کرنیکی بدھنی بنایا یا دانشمندوں اور عشقوں کے پینے کا پیالہ نہ بنایا؟ اس مسئلہ جبر و قدر میں زیادہ گفتگو کرنے سے ممانعت ہے کیونکہ اسکے اسرار پورے پورے عقل میں مشکل سے آتے ہیں اس لئے میں بھی قلم سنبھال کر روکتا ہوں +

قلب لغت میں ایک گوشت صنوبری کو کہتے ہیں کہ جو بائیں جانب پہلو میں الٹا لٹکا ہوا ہے اور اسی لئے اسکو قلب کہتے ہیں اور اسمیں جگر سے آکر خون پہنچتا ہے اور پھر اسکے لطیف بخار روح حیوانی بھی بنتے ہیں اور شرائین کے ذریعہ سے تمام بدن میں دوڑتے ہیں اور حس و حرکت کا منبع بھی یہی روح ہے جس عضو میں وہ روح نہ جائے تو وہ بیحس و حرکت ہوکر مرجائے۔ اور یہ روح ہوائی کہلاتی ہے اور ایسکو نفس بھی کہتے ہیں اور روح حقیقی یعنی نفس ناطقہ کا اصلی مرکب بھی ہے اور اس کا مرکب تمام جسم ہے جب اس روح ہوائی میں (کہ جسکو روح حیوانی اور روح طبی بھی کہتے ہیں) تعفن فساد آتا ہے تو روح حقیقی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور قطع تعلق کا نام موت ہے۔ اور اصطلاح شریعت قلب لطیفۂ انسانی کا نام ہے کہ جس سے انسانیت قائم ہے اور جس سے شوق و محبت پیدا ہوتی ہے اور جس سے شرع کے اوامر و نواہی بجالاتے ہیں۔ اور کبھی قلب سے عقل بھی مراد ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت میں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اور کبھی نفس یا روح بھی مراد ہوتی ہے۔ اس آیت میں بھی لطیفہ مراد ہے کیونکہ استدلال کرنا اسی کا کام ہے اور یہی الہام الٰہی کی جگہ ہے اور یہی حق شناسی کی دوربین ہے پس جب اسپر مہر ہوگئی تو یہ سب باتیں مفقود ہوگئیں +

نکات

۱ کلام مدلل کیا کیونکہ اول دعوے کے طور پر یہ فرمایا کہ کافروں کو برابر ہے آپ وعظ سنائیں یا نہ وہ ایمان نہ لاوینگے۔ بظاہر اس دعوے کا ثبوت سمجھ میں نہیں آتا تھا اسکے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اسلئے کہ خدا نے انکے دلوں اور کانوں پر مہر کردی ہے اور انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے یعنی انکی جبلت میں تاریکی ہے اور ذہنیت کے اندر یوں نے انکو ہر طرف سے محیط ہوکر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا +

۲ کسی چیز کا دریافت کرنا تین طرح سے ہوتا ہے یا حس سے معلوم کرے یا خبر صادق سے حال سمجھ لے یا خود عقل غور کرکے دریافت کرلے پس چونکہ امور آخرت اور خدا کی ذات و صفات حس سے نہیں معلوم ہوتی انکو یا خود عقل یقین کرے یا خبر صادق سے انکی تصدیق ہو اور ایمان و کفر یعنی سعادت و شقاوت میں امور آخرت اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کرنے یا نہ کرنے پر مدار ہے اور ان لوگوں کی بدبختی بیان کرنی ضرور تھی تو اسلئے پیشتر ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم فرمایا اور قلب اور سمع کو بصر پر مقدم کیا انکے دلوں پر مہر ہے عقل سے ان امور پر کیونکر یقین کریں اور انکے کانوں پر بھی مہر ہے وہ مخبر صادق کی خبر کیونکر سنیں اور کس طرح ایمان لاویں۔ لیکن کسیقدر حس سے بھی ایمان حاصل ہونیکا طریق تھا وہ یہ کہ نبی علیہ السلام کے معجزات کو دیکھکر ایمان لاویں سو یہ بھی بات انکو نصیب نہیں وہ ہر چند بشمار معجزات دیکھ چکے ہیں لیکن ہمنزلہ نابینا کے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ بالکل مومن نہیں +

ہیں گویا کہ جہم کے اندھے ہیں انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے کچھ دیکھتے ہی نہیں +

۳ مُہر ایسی چیز پر کیا کرتے ہیں کہ جس میں ہر طرف سے تصرف ہو سکے پس مُہر اسکو ہر طرف سے بند کر دیتی ہے چونکہ کان میں ہر طرف سے اور دل میں ہر طرف سے بات پہنچ سکتی ہے آنکھ کے لئے کوئی جہت خاص نہیں اسلئے آپر تو مُہر لگانا فرمایا اور آنکھ چونکہ سامنے سے دیکھتی ہے اسکے لئے جہت خاص ہے تو اسپر پردہ پڑنا فرمایا کہ سامنے سے پردہ پڑ گیا دیکھنا بھی جاتا رہا +

جب خدا تعالیٰ حکم اور اسکی دلیل بیان فرما چکا تو بعد میں اسپر جو اثر مرتب ہونیوالا ہے وہ فرمایا کہ ولہم عذاب الیم - یہ عذاب خواہ آگ سے ہو خواہ طوق وزنجیر سے خواہ اور کسی طرح سے کہ جسکی کیفیت ہمکو معلوم نہو جو کچھ ہو وہ سب روح کی تاریکی اور اس جبلی کجروی کا اثر مرتب ہے جسطرح پانی کا اثر برودت اور آگ کا اثر حرارت کا پیدا کرنا ہے اسی طرح انسان کے برے اعمال کا اثر خاص ہے جو مرنے کے بعد معلوم ہوگا اعاذنا اللہ منہ +

جب خدا تعالیٰ اس فریق اشقیا کو بیان کر چکا تو اب دوسرے فریق **منافقین** کا حال بیان فرماتا ہے +

ترکیب

یقول فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف اس کا فاعل اور آمنا باللہ الخ جملہ فعلیہ اسکا مقولہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی من نکرہ موصوفہ کی - من جار الناس مجرور - جار مجرور متعلق ثابت یا ثبت کے ہو اجو رافع ہے من کا تقدیر کلام یوں ہوئی ومن الناس ناس یقولون یہ جملہ خبریہ ہوا اسکا عطف الذین یومنون الخ پر یا قصہ کفار مصرین پر ہے - اور ممکن ہے کہ من کو موصول مانا جاوے ہم ما کا اسم اور مومنین خبر اسم وخبر ملکر جملہ خبریہ ہوا واو حالیہ کے ساتھ ملکر حال ہوا فاعل یقول سے جو من ہے - من لفظ مفرد ہے مگر معنی میں تثنیہ اور جمع کے بھی آتا ہے اسی لئے علم اصول میں اسکو عام گنا ہے پس باعتبار لفظ کے یقول صیغہ واحد بولا گیا اور باعتبار معنی کے ہم اور آمنا جمع کے صیغے بولے گئے بعض یوں بھی کہتے ہیں کہ من یقول آمنا باللہ الخ مبتدا اور من الناس ثابت کے متعلق ہو کر اسکی خبر ہوئی **تنبیہ** کفار کے حال کو بطور عطف کے اسلئے نہیں بیان کیا کہ وہاں متقین کا حال ضمن کتاب تھا اسلئے مضارت مانع عطف ہوئی اور چونکہ کفار کا حال مستقلاً بیان کیا دوسری قسم منافقین کا عطف اس پر نہ دیا ہوا +

تفسیر

مدینہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو بظاہر تو یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ اور رسول اور قیامت پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے تاکہ مسلمانوں میں ملکر منافع دنیا حاصل کریں اور ہر قسم کی سختی سے جو اُنپر بیتیں آنیوالی تھی اسلام کو آڑ بنا کر بچیں مگر ایمان وحقیقت ایمان نتھا اور بغیر خلوص دل کے زبان سے کہنا خدا تعالیٰ علام الغیوب کے آگے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا اسلئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کرنیکے لئے فرمایا کہ یہ لوگ فریبی ہیں

ہرگز مومن نہیں۔ ان لوگوں کو شرع میں منافق کہتے ہیں۔ انمیں سب کا سرگروہ **عبداللہ بن ابی بن سلول** تھا۔ حضرت کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے لوگوں نے چاہا تھا کہ اسکو سرداری کی پگڑی بندھوادیں اور مدینہ کا سردار بنادیں لیکن جب حضرت تشریف لائے اور روح کو زندہ کرنیوالی باتوں سے تمام جہالت کی تاریکیاں لوگوں میں سے دور ہوگئیں اور لوگوں کو ایک نئی زندگانی کا مزہ آگیا تو پھر اسکے روبرو اس بناپر بت کی کچھ بھی وقعت نہ رہی اسلئے اس شخص کو حضرت اور اہل اسلام سے حسد اور رنج پیدا ہوا مگر غلبۂ اسلام کی وجہ سے یہ خبث باطن کو ظاہر نہ کرسکا اور لوگوں کے ساتھ بظاہر آپ بھی اسلام میں شامل ہوگیا لیکن یہ اور اسکے رفیق **یہود** جو مدینہ کے آس پاس بستے تھے اور دس بیس اور اسی کے ہم قوم عقیدہ پردہ اسلام کی بیخ کنی کرتے رہے اور اس آفتاب عالمتاب پر گرد اڑانے اور اس چراغ جاودانی کو بجھانے میں ہر طرح سے کوشش کرتے رہے سورۂ برأت اور سورۂ منافقون اور اس سورہ اور دیگر سورتوں میں انکے اقوال و افعال نامناسبہ کا جواب مذکور ہے اور جو کچھ غزوات میں انہوں نے فتور برپا کئے ہیں وہ بھی مسطور جس سے خدا نے نفاق کی جڑ کو بالکل کاٹ دیا +

متعلقات

نفاق کی چند قسم ہیں **اول** یہ کہ زبان سے اسلام اور ایمان ظاہر کرے مگر درپردہ صاف منکر ہو۔ **دوم** یہ کہ درپردہ صاف منکر تو نہو مگر یقین بھی نہو بلکہ متردد اور مذبذب ہو **سوم** یہ کہ دل میں تصدیق تو ہو مگر کاہل نہو اور گنہا ہوں و حُبِّ دنیا اور غلبۂ شہوات نے اسکو ایسا کردیا ہو کہ یہ دنیا کے منافع کو ایمان پر مقدم سمجھتا ہو دنیا کی خاطر لشکر اسلام کا مقابلہ اور اہل اسلام کی بربادی اور دین کی ہجو اسکے نزدیک کچھ مستبعد نہو۔ یہ تینوں گروہ خدا کے نزدیک سخت کافر ہیں اور جہنم کے سب سے اسفل طبقہ میں ہیں گے **اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** ان تینوں قسم کے منافق مدینہ میں موجود تھے **چہارم** یہ کہ قال حال کے مطابق نہو زبان سے کچھ کہے دل میں کچھ اور ہو جسکو[1] تقیہ کہتے ہیں اگرچہ اس سے کافر نہیں ہوتا مگر یہ بھی انہیں منافقین کا شیوہ ہے اور سراسر ناراستی ہے۔ نور ایمان اور صداقت کی روشنی ذرا بھی فریب و مکر کو گوارا نہیں کرتی چہ جائیکہ اس پاک مذہب کا رکن قرار دیکر اسکے نورانی چہرہ پر دھبہ لگایا جاوے بلکہ نبی صلعم کے فیض صحبت سے سچا پکا مومن تو اپنی حالت قلبیہ میں ذرا فرق آنے کو بھی نفاق سمجھتے تھے چنانچہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ **حنظلہ بن ربیع** اسیدی حضرت ابوبکر سے ملے ابوبکر نے پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا میں تو منافق ہوگیا ابوبکر نے فرمایا تو یہ کیا کہتا ہے اس نے عرض کیا کہ جب ہم نبی صلعم کے پاس سے گھر میں آتے اور بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ کیفیت جو وہاں ہوتی ہے اسکو بھول جاتے

---

[1] اہل اسلام میں اول صدی کے اخیر میں جو کچھ خلافت کی بابت زیادہ نزاع ہوئی تو ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرفداری کا یہانتک مدعی ہونے لگا کہ جسکو وہ ذرہ بھی جائز نہ رکھتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ وہ ایک فریق ہوگیا جسکو شیعہ کہتے ہیں اور یہ فریق اکثر ایران میں پھیلا اور ایران میں مجوس کے ہاں یہ تقیہ بھینہ سے چلا آتا تھا چنانچہ وساتیر یا یہ ساسان اول کے (۲۴۱) عہد میں مرقوم ہے انہی تقلید سے یہ مسئلہ اس گروہ نے بھی اپنے مذہب میں جاری کیا اور جہاں کہیں حضرت علی اور ائمہ اہل بیت سے خلفاء ثلاثہ کی مدح منقول ہے اسکے جواب میں اس تقیہ سے کام لیا اور کہدیا کہ وہ تقیہ کرتے تھے اس اخوات کو روشن دماغ شیعہ بھی ہرگز نہیں تسلیم کرتے اور ائمہ کی بابت حق پرستی اور نفاق کا عیب لگانے سے ازحد ڈرتے ہیں ہاں جو لوگ ملّاؤں کی تقلید اور انکے طب و یابس روایات و حکایات پر غش ہیں وہ اسکو مانتے ہیں ۱۲ منہ

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ

(اپنے نزدیک) دھوکا دے رہے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو۔ حالانکہ وہ خود اپنے ہی آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور جانتے نہیں ؛

ہیں ابوبکر نے کہا میرا بھی یہی حال ہے تب وہ دونوں نبی صلعم کی خدمت میں گئے اور حنظلہ نے یہ حال بیان کیا تو نبی صلعم نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں رہو کہ جو میرے پاس ہوتی ہے اور یاد الٰہی میں رہو تو ملائکہ تم سے گلی کوچوں میں اور بستروں پر مصافحہ کیا کریں مگر یہ بات کبھی کبھی ہوتی ہے ؛

نکات

۱ منافقین دعویٰ کرتے تھے ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے بھی انکی ادعا کے موافق باللہ و بالیوم الآخر کو خاص کیا تاکہ معلوم ہو کہ جسمیں تم کو دعویٰ ہے اسمیں بھی تم سچے نہیں کیونکہ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے تو اس مکر اور فریب کو خدا اور اسکے رسول سے جایز نہ رکھتے پس اور باتوں میں تو تمہارے ایمان کا کیا اعتبار ہے یعنی جہاں تمکو سچائی کا دعویٰ ہے وہیں جھوٹے ہو چکے بلکہ جہاں تمکو خود نفاق مقصود ہو ۲ اگرچہ سیاق کلام یہ چاہتا تھا کہ انکے جواب میں ماآمنوا کہا جاتا تاکہ جواب مطابق ہوتا مگر برعکس اسکے ماہم مؤمنین فرمایا تاکہ انسے ایمان کی نفی اچھی طرح سے ہو جائے کیونکہ زمانہ ماضی میں انکو ایمان سے باہر بیان کرنا بعید ہے کہ ماآمنوا سے سمجھا جاتا اس امر میں اتنا فائدہ نہیں بخشتا کہ جو انکو ہمیشہ کے لئے ماہم مؤمنین سے ایمان سے باہر کر دینا بخشتا ہے علاوہ اسکے ماآمنوا میں بمقابلہ جواب صرف اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی نفی سمجھی جاتی۔ اور جبکہ ماہم مؤمنین کہا اور نفی کو آ سے مؤکد کر دیا تو بالکل ایمان سے بے بہرہ ہونا ثابت کر دیا کہ نہ انکا ایمان اللہ پر ہے نہ قیامت پر نہ نبی اور قرآن اور اسکے معجزات پر اسکے بعد خدا تعالیٰ انکے اس فعل سے جو غرض ہے اسکو بیان فرماتا

ترکیب

یخادعون فعل ضمیر ھم جو راجع ہے منافقین کی طرف اسکا فاعل اور لفظ اللہ اور الذین آمنوا (موصول صلہ ملکر معطوف ہو کر لفظ اللہ پر) مفعول مثل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ بنا کلام مستانف ہوا یا یہ حال ہے فاعل یقول سے ؛ اور ما یخدعون فعل با فاعل الا المفعول محذوف مستثنیٰ منہ الا انفسھم مستثنیٰ فعل فاعل اور مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ذیعہ واو حال ہوا فاعل یخادعون سے اور الا یشعرون جملہ فعلیہ ذیعہ واو کے اس ما یخدعون الخ سے حال واقع ہے ؛

تفسیر

یعنی وہ منافقین جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اپنے زعم میں خدا سے اور مسلمانوں سے فریب بازی کر رہے ہیں اور حالانکہ یہ فریب اپنے تئیں دے رہے ہیں کیونکہ خدا علام الغیوب سے اس سے کوئی بات مخفی نہیں رہ سکتی اور وہ مؤمنوں کو دھوکا کرتا ہے گا سو اپنے کچھ بھی اس مخادعت (فریب بازی) کا اثر نہ پڑا اس انہیں پڑا کہ دنیا میں بھی رسوائی ہوئی آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہونگے مگر

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝

اُنکے دلوں میں مرض ہے پھر خدا نے اُنکے مرض کو زیادہ کردیا اور اُنکو عذاب ہے دکھ دینے والا اُنکے جھوٹ بولنے کی وجہ سے

اُنکے حواس سلیمہ میں فتور آگیا کہ اُنکو یہ موٹی سی بات بھی دکھائی نہیں دیتی کہ خدا تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دیسکتا اسکا اُلٹا وبال ہمیں پر پڑیگا

متعلقات

خدع | لغت میں بُری بات چھپانا اور اُسکے برعکس دکھانا تاکہ کسی کو فریب دیا جاوے +

نفس | ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض یا دونوں سے بری جیسا کہ ذاتِ باری تعالیٰ لقولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک الآیہ اور روح کو بھی کہتے ہیں کیونکہ جی کا نفس اسی سے قائم ہے اور قلب کو بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ محل روح ہے اور خون کو بھی کہتے ہیں کیونکہ نفس کا قوام اسی سے ہے اور پانی کو بھی کیونکہ اسکی طرف نفس کو زیادہ حاجت ہے اور رائے کو بھی کیونکہ یہ نفس سے پیدا ہوتی ہے

شعور | احساس کو کہتے ہیں اور انسان کے مشاعر اُسکے حواس ہیں اور اصل اسکی شعر (بال) ہے اور چونکہ اس جلد کے بالوں سے ملا ہوتا ہے اسی لئے عرب اسکو شعار کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے پھر اور وسیع معانی میں بھی اس لفظ کا اطلاق آتا ہے +

نکات

۱ | چونکہ منافقین یہ فریب باری ہمیشہ کرتے تھے اور آئندہ بھی اُنسے یہ فعل متوقع تھا تو اس رمز کے لئے مضارع سے اُنکے اس حال کو تعبیر کیا تاکہ تجدد اور حدوث پر اور آئندہ کے صدور پر دلالت کرے +

۲ | اُنکے پرلے درجہ کی حماقت ثابت کرنے کو ولا یشعرون کہا یا لایعلمون نہ کہا کیونکہ شعور محسوسات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور علم محسوسات معقولات دونوں کے لئے پس جب لایشعرون کہا تو گویا یہ ثابت کردیا کہ اس مکر کی بُرائی ایک محسوس چیز ہے مگر چونکہ علی ابصارہم غشاوۃ یعنی اُنکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے دیکھ نہیں سکتے + اب کلی آیت میں اس فعل کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں +

ترکیب

مرض مبتدا مؤخر فی قلوبہم خبر دونوں ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ زادھم فعل اللہ فاعل ہم مفعول اول مرضا مفعول ثانی فعل فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔ عذاب موصوف الیم اسکی صفت پھر بما کانوا یکذبون جملہ بتاویل مصدر کے ہوکر متعلق کائن کے ہوا اور الیم کی صفت ہوا۔ یہ موصوف اپنی صفات سے ملکر مبتدا لہم خبر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور اُسکا عطف کلام سابق پر ہوا

تفسیر

یعنی انکی یہ فریب باری اسلئے ہے کہ انکی فطرت میں صحت سلامتی نہیں اور دل پر مرض ناراستی عارض ہے پس جوں جوں فطرت کو درست کرنیوالی اور روح کو صحت بخشنے والی باتیں نبی علیہ السلام پر نازل ہوتی گئیں انکی برخلافی سے اُس اصلی مرض کو ترقی ہوتی گئی

ع - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔ جس طرح جسمانی امراض کا نتیجہ موت ہے اسی طرح روحانی امراض کا ثمرہ اُس عالم میں عذاب الیم ہے ۔ آسمانی پانی ہر درخت اور تخم کی بالیدگی کا باعث ہے مگر کسی درخت میں اُسی پانی سے کانٹے اور کڑوے پھل آتے ہیں اور جس کا تخم اچھا ہوتا ہے اُس سے عمدہ اور خوشبودار پھول و پھل نکلتے ہیں ۔ اسی طرح قرآن جو تخم روح کے لئے آسمانی پانی ہے پس اس سے مومنوں کو شفا اور جنکی جبلت میں کجی ہے اُنکو زیادہ مرض پیدا ہوتا ہے پھر وہ مرض اُس عالم میں بصورت عذاب الیم ظاہر ہوتا ہے ۔

متعلقات

مرض لغت میں بدن کی اُس حالت غیر طبعی کو کہتے ہیں کہ جو افعال طبعیہ میں خلل انداز ہوتی ہے اور مجازاً اُن اعراض نفسانیہ کو بھی کہتے ہیں کہ جو نفس کے کمالات میں مخل ہوتے ہیں جیسا کہ جہل اور بدعقیدت اور کینہ اور حسد اور شہوت اور حُبِّ دنیا اور جھوٹ اور ظلم وغیرہ کیونکہ جس طرح مرض سے کمالِ بدن یا حیاتِ زائل ہوجاتی ہے اسی طرح اِن اعراض سے حیاتِ ابدی اور اُس کے کمالات زائل ہوجاتے ہیں اور روح پر تاریکی پیدا ہوتی ہے ۔

الیم اسے مولم - الم (جسکو کہ درد کہتے ہیں) ادراک ناملائم ہے ہر چند بدن میں ناملائم حالت تفرق اتصال زخم وشگاف ہو مگر جبتک ادراک نہ ہوگا جیسا کہ دوا بیہوشی کلوروفارم میں ہوتا ہے کچھ دکھ نہ معلوم ہوگا ۔ اسی طرح اس عالم میں روح کو طلسم دنیا کی کلوروفارم نے بیہوش کر رکھا ہے جب موت کے بعد یہ بیہوشی دور ہوگی تو ہر شخص کو اپنے روحانی امراض کا دکھ معلوم ہوگا اور اس عالم کی ٹھنڈی کا راز مفہوم ہوگا ۔ باش تا بندروی بگشایند ۔ باش تا تو در حدیث آیند ۔ تا کیاں رانشاند دُبر در ۔ تا کیاں اگر فتہ در بر ۔

کذب یعنی جھوٹ اُس خبر کو کہتے ہیں کہ جو خلاف واقع ہو ۔ بعض کہتے ہیں کہ جو خلافِ اعتقاد ہو بعض کہتے ہیں کہ جو اعتقاد اور واقعہ دونوں کے خلاف بیان ہو اُس کو کذب کہیں گے ۔

نکات

۱ اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ نے امر واقعی کی رعایت رکھی فی قلوبہم مرض سے یہ بات بتلادی کہ دنیا میں ہدایت اور گمراہی یا سعادت وشقاوت جو کچھ پیش آتا ہے وہ اصلی استعداد اور جبلی قابلیت کے موافق پیش آتا ہے جو ازلی مریض ہیں اور جنکی روح کا مزاج فاسد ہے اُنے اس عالم میں ویسے ہی افعال نامطلوب سرزد ہوتے ہیں اور فزادہم اللہ مرضاً سے اسباب کی طرف اشارہ کردیا کہ ان امور کا اصل خالق خدا تعالیٰ ہے گو مجاز سورہ یا کسی اور کیطرف بھی اسناد ہوتا ہے اور ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون سے یہ بات بتلادی کہ بندہ اپنے افعال میں مجبور محض نہیں بلکہ اختیار رکھتا ہے کہ جسکی وجہ سے اسکے افعال پر سزا و جزا مرتب ہوتی ہے ۔

۲ جس طرح اس آیت میں کاذبوں کے خیال باطل کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہتے ہیں کہ یہ عالم محض توہمات وخیالات ہیں کسی چیز کی کچھ اصل نہیں نہ کوئی کرم (فعل) مؤثر ہے نہ کوئی عمل آخرت میں نافع ہے نہ مضر جیسا کہ حکماء سوفسطائیہ اور بیدائتیوں کا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور جب اُن (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنیوالے ہیں۔ دیکھو وہی (منافق) خرابی کرنیوالے ہیں مگر سمجھتے نہیں

مذہب ہے اور عیسائی بھی بموجب فتویٰ پولوس شریعت سے آزاد ہیں۔ اسی طرح فرادہم اللہ مرضاً سے اُس فریق کے خیال باطل کیطرف اشارہ ہے کہ جو افعال یا اکرم ہی کو مؤثر بالذات جانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے وجود و قدرت کے منکر ہیں جیسا کہ بودہ میما نسا اہل ہند ہیں سے اسکے معتقد ہیں

۳ بما کانوا سے عذاب آخرت کی طرف اشارہ کر دیا تا کہ جو لوگ بطور تناسخ یا بطور ترقی مال وجاہ اسی عالم میں جزا و سزا کے قائل ہیں اُنکا خیال باطل ہو جائے ف عذاب کو جو کذب سے متعلق کیا اس سے جھوٹ کا حرام ہونا ثابت ہوا پس اسلئے اہل اسلام میں بالاتفاق جھوٹ بولنا حرام قرار دیا گیا۔ یہ وہ فضل ہے کہ جسکے قبیح پر اکثر بنی آدم متفق ہیں + اب اگلی آیتوں میں خدا تعالیٰ اُنکے مرض قلب کو ثابت کرتا ہے کہ وہ بُری باتیں کرتے ہیں اور اُنکو بھلی سمجھتے ہیں جس طرح کوئی مریض کڑوی چیز کو میٹھی یا بالعکس تصور کرتا ہے اور یہ جہل مرکب ہے حکماء کے نزدیک یہ مرض لاعلاج ہے پس فرماتا ہے +

ترکیب

اذا حرف شرط قیل فعل مجہول لہم متعلق قیل کے لاتفسدوا فی الارض مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا قیل کا یہ دونوں ملکر شرط ہوئے اور قالوا فعل انما نحن مصلحون جملہ اسکا مفعول فعل اپنے فاعل ضمیر ہم اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب ہوا شرط کا شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف ہوا کذبون یا یقول پر + ان مشبہ بفعل ہم اسکا اسم اور ہم المفسدون مبتدا خبر جملہ بنکر اسکی خبر۔ ولکن کلمہ استدراک اسکا بعد لایشعرون جملہ استدراکیہ۔ الا حرف تنبیہ جو صدر جملہ پر تنبیہ مخاطب کے لئے آتا ہے۔ یہ جملہ خبریہ مستانفہ ہے جواب میں اُنکے قول کے +

تفسیر

یعنی مرض قلب اپنے یہاں تک غالب آگیا ہے کہ اُنکو نیک و بد میں بھی تمیز نہیں رہی کسلئے کہ جب کوئی مؤمن یا رسول یا خود خدا تعالیٰ اُنسے یہ فرماتا ہے کہ تم ملک میں فساد یعنی گناہ اور جنگجوئی اور غمازی نہ کیا کرو تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو بہلائی کرتے ہیں اس غمازی اور گناہ کو بہلائی سمجھ گئے۔ خدا فرماتا ہے دیکھو یہی لوگ مفسد ہیں مگر بے شعور ہیں کہ اُنکو اپنے فساد اور صلاح میں تمیز نہیں معاذ اللہ جب انسان اپنے عیب کو عیب نہیں سمجھتا تو بڑی خرابی میں پڑتا ہے اور صدہا آدمی دنیا میں ایسے اندھے ہیں کہ اُنکو حقیقت امر معلوم نہیں ؎ چشم بازو گوش بازو ایں ذکا + خیرہ ام بر چشم بندی خدا + ایک عالم اس جہل مرکب میں گرفتار ہے کوئی خدا کا تقرب سمجھکر بتوں کو پوجتا ہے کوئی توحید سمجھکر تثلیث کی دلدل میں گرفتار ہے کوئی نامید سلطنت آگ کی دھونی رمائے بیٹھا ہے کوئی کسی ہوس خام کو دل میں جگہ کر کے دریا کے کنارے آسن لگائے بیٹھا ہے۔ ہزاروں لوگ گنگا میں غوطہ لگا کر گناہوں سے پاکی سمجھکر دور

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں کی طرح سے تم بھی ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لاویں دیکھو یہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن جانتے نہیں +

دراز سے آتے اور مشقت اٹھاتے ہیں اہل دنیا شب و روز لعین دین بیچ و شر امیں غرق ہیں نہ مرنے کی مہلت نہ جینے کی فرصت۔ صدہا دنیا پرست حکام کی خوشامد اور ترقی مناصب میں شب و روز گرم اور اسی کو فوز کبیر اور مقصود اصلی سمجھتے ہیں الغرض ہر کس بخیال خویش خبطے دارد لیکن جب اس طرف سے آنکھ بند ہوگی اور اس عالم کی چیزیں دکھائی دینگی تو حسرت و افسوس ہوگا اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی +

متعلقات

فساد کسی شے کا اعتدال سے باہر ہونا اور جو نفع کہ اس سے متصور ہے اسکے قابل نہ رہنا اسکی نقیض صلاح ہے یعنی جس طرح فساد میں بگڑنا ہے ویسا ہی صلاح کے معنی میں سنورنا معتبر ہے۔ اس جگہ فساد سے مراد بقول ابن عباس و حسن و قتادہ معاصی ہیں کیونکہ جب بندہ گناہگاری چوری قتل زنا فتنہ انگیزی شرک و کفر کی اشاعت ہوتی ہے تو انتظام عالم میں خلل آجاتا ہے اور قیل کا فاعل یعنی کہنے والے اس جگہ مؤمن یا رسول یا خدا لیا جائے ہے نہ کفار و اشرار[1] +

نکات

جس طرح کہ منافقین نے بزعم فاسد اپنے فساد کو صلاح بنایا اور انما نحن مصلحون میں صلاح کا انحصار اپنے ہی نفس پر کیا تھا اسی طرح اسکے رد میں لفظ الا اور انہم ھم المفسدون کلمہ انحصار فرمایا کہ بلاشک یہی مفسد ہیں تاکہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہو جائے۔ یہ ان منافقوں کی دوسری حرکت ناشائستہ تھی اب تیسری حرکت شنیعہ یہ ہے کہ +

ترکیب

اذا حرف شرط قیل فعل مجہول قول اسکا مفعول لھم سیم فاعلہ محذوف اور لھم متعلق ہے قیل کے اور آمنوا فعل با فاعل اسکی تفسیر کما آمن الناس بتاویل آمنوا ایمانا مثل ایمان الناس مصدر محذوف کی صفت۔ قالوا فعل با فاعل اور انؤمن الخ جملہ اسکا مفعول جواب ہوا شرط کا الا حرف تنبیہ انہم الخ اسم و خبر ان کی ہو کر جملہ خبریہ مستانفہ ہوا اور ولکن حرف استدراک لا یعلمون جملہ استدراکیہ +

تفسیر

یعنی جب ناصح انسے یہ کہتا ہے کہ ایمان حقیقی لاؤ کہ جس سے ترک فتنہ و فساد اور نفرت بنا اور اعراض از لذات فانیہ حاصل ہوا و مردان خدا کے

[1] پس وجہ تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۲ میں نیچر مفسر کہتے ہیں (قولہ واذا قیل لھم ان آیتوں میں اس گنگاوہ اشارہ ہے جو منافق اوسکا فر آپس میں کرتے تھے یعنی کافر سمجھتے تھے کہ منافقوں کا اس طرح ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان بتانا فساد ڈالنا ہے تو وہ انسے کہتے تھے کہ تم فساد مت ڈالو اور اپنے تئیں مسلمان مت بتلاؤ یا جس طرح اور لوگ سچ مچ مسلمان ہو گئے ہیں تم بھی ہو جاؤ الخ) سراسر غلط ہے جبندوجہ سے اول تو یوں کہ کافر منافقوں کے اس بیان کو صادق نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہ بیان صلاح جملہ مسلمانوں سے فریب کرکے اسنے رازہا تھے تھے دوم اشغول کی تصدیق کلام الٰہی میں آئی عظمت پر دال ہے حالانکہ یہ خلاف نصوص ہے۔ سوم کافروں کے یہ ہرگز مرضی نہ تھی کہ تم سچ مچ کے مسلمان ہو جاؤ علاوہ اسکے کوئی مفسر اسکا قائل نہیں بلکہ تفسیر کبیر میں یوں لکھا ہے خورد ص۲۵ ولا یجوز ان یکون القائل ذلک من الیھود الذین والصیحۃ الخ خانصاحب کو اب اسقدر وقوف تھا تو تفسیر لکھنے کی کیا ضرورت

ایمان کی مثل ہو کہ جو نفع و نقصان دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جانتے اس عالم کو فانی سمجھکر عالم باقی کے لئے جان و مال صرف کرنے میں کچھ دریغ نہیں کرتے اور درحقیقت یہی آدمی ہیں ورنہ جو لوگ کہ عالم باقی کے مقابلہ میں ان چند روزہ نعمتوں پر مفتون ہیں مجنوں ہیں پس اسکے جواب میں وہ منافق کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی مانند ایمان لائیں خیالی جنت و دوزخ کے لئے مطالب و مقاصد دنیا چھوڑ بیٹھیں؟ یہاں دنیا دین سے مقدم ہے عالم آخرت اور وہاں کے نعمار کس نے دیکھے ہیں جسکو یہاں عیش و آرام ہے اسکو ہر جگہ آرام ہے جس طرح ہو سکے دنیا ہاتھ آوے ؎ عرس باش و خوک باش و یا سگ مردار باش ۔ ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش ۔ اور کسی نے کہا ہے ؎ ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ ۔ دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے ۔ یہ لطف زندگانی اور یہ مزے اور یہ جلسے کون چھوڑے؟ اُدھار پر نقد کو کون ہاتھ سے دے؟ اور کیا ہم اُن لوگوں کی مانند ہو جاویں کہ جو دنیا اور ہر طرح کے عیش چھوڑ کر شب و روز خدا کی یاد میں مشغول ہیں اپنے منافع پر بھی نظر نہیں کرتے مناسب کہ دنیا سازی کی جائے اگر ان مسلمانوں کا دور دورا رہا تو انکے یار بنے رہے اور در پردہ مخالفوں سے بھی سازش رہی کیونکہ اگر انکا وقت آئیگا تو بھی ہمارا مدعا ہاتھ سے نہ جائیگا ۔ ایک طرفہ ہو جانا عقلمندوں کا کام نہیں اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے خبردار یہی لوگ احمق اور بیوقوف ہیں کیونکہ ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے با اقبال اور ذی اقتدار اور کیسے کیسے بادشاہِ ہفت کشور اور کیسے کیسے عیش و آرام اُٹھانیوالے ہزاروں من مٹی کے تلے آ چکے ہیں ؎ سعدی رو تو خاک سے پوچھوں کہ لے یتیم ۔ تو نے یہ گنجہا سے گرانمایہ کیا کئے ۔ اب نہ اُنکے وہ سامان عیش ہیں نہ وہ اربابِ حلسے ہیں نہ وہ مال و زر اُنکے پاس ہے پھر جب آخر کار ایک روز یہ تمام عیش و آرام ہاتھ سے جانا ہے (غایۃ الامر دس بیس برس بعد) تو اس چند روزہ حظ دنیا پر دل لگانا عجب ہے ؎ قابو میں ہوں مَیں تیرے گر اب جیا تو پھر کیا ۔ خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا ۔ پس اُس عالم بقا کے مقابلہ میں کہ جس کا زمانہ غیر متناہی ہے ان لذائذ حسیہ پر مفتون ہونا اور اُس یقینی امر کے لئے کچھ بندوبست نہ کرنا نہایت حماقت اور پرلے درجہ کی سفاہت ہے جس طرح نادان بچے ذرا سی مٹھائی سے بہل جاتے اور عمدہ چیز کو ہاتھ سے دے دیتے ہیں اسی طرح یہ لوگ ہیں اور جب عالم آخرت حق ہے اور وہاں جانا بھی حق ہے اور اُسکے ہادی بھی برحق ہیں اور اُن کا وعدہ بھی سچا ہے تو پھر مذبذب رہنا اور بھی حماقت ہے مگر وہ امراض قلب میں گرفتار ہیں اُنکو اس امر کی خبر نہیں ۔

متعلقات

سفہ ہلکا پن عرب بولتے ہیں سفہت الریح الثوب اُڑا لیگئی اُس چیز کو ہوا ۔ پھر اس کا اطلاق بیوقوفی اور حماقت میں بسبب ضعیف ہونے عقل کے آتا ہے ۔ سفیہ بروزن فعیل اسم فاعل بمعنی بیوقوف سفہاء اسکی جمع ہے ۔ سفاہت کے مقابلہ میں انابت (کہ جسکو تائی بھی کہتے ہیں) اور حلم آتا ہے جسکے معنی سوچ اور سمجھ کے ہیں ۔

الناس میں لام جنس کے لئے ہے جس سے مراد کامل میں کیونکہ جنس بولکر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے ہمارے محاورہ میں بھی کہتے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا

اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے اور جب تنہائی میں ملتے ہیں اپنے شیاطین (سرداروں) سے تو کہتے ہیں قطعاً ہم تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں سے

نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

ہم صرف دل لگی کیا کرتے ہیں۔ اللہ انکے دل لگی کر رہا ہے اور ڈھیل دے رہا ہے انکو انکی سرکشی میں کہ جو اندھے ہو رہے ہیں

کہ فلاں انسان ہے اور فلاں آدمی نہیں یعنی کامل انسان ہے اور کامل آدمی نہیں۔ اور عرب میں بھی اس معنی کے لئے استعمال آیا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎ بلاد بہا کنا وکنا نحبہا اذ الناس ناس والزمان زمان ۔ یعنی ہمارا وطن عمدہ تھا ہم وہاں پاک کرتے اور اس سے محبت رکھتے تھے۔ جبکہ آدمی آدمی تھے اور زمانہ زمانہ تھا یعنی جب اچھا زمانہ اور اچھے لوگ تھے ۔ پس اس تقدیر پر اہل ایمان کو آدمی فرمایا کیونکہ جو ایسے نہیں وہ آدمی نہیں یا لام عہدی ہے جس سے اشخاص معہود مراد ہیں یعنی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ۔

نکات

۱ فساد کے ذکر میں تو منافقین کو لا یشعرون کا لقب دیا اور ایمان نہ لانے کے بارہ میں لا یعلمون فرمایا اس میں یہ نکتہ ہے کہ فساد ایک امر محسوس ہے اور لا یشعرون بھی محسوسات میں بولا جاتا ہے بخلاف ایمان کے کہ اس پر مطلع ہونا از قسم علم ہے کہ جو نظر و تامل سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے فساد ایک قسم کا جہل ہے اسکے مقابلہ میں علم کا لانا کمال بلاغت ہے ۔

۲ منافقوں کے قبیح بیان کے بیچ میں ایک دلچسپہ بھی رکھا ہے وہ یہ کہ لا یشعرون اور لا یعلمون کے مفعول کو ذکر کیا تاکہ انکی بے شعوری اور جہالت عام طور پر ثابت ہو جائے یعنی یہ بات نہیں کہ وہ فلاں بات نہیں جانتے بلکہ کچھ بھی نہیں جانتے ۔

۳ نصیحت کو پورا کر دیا اول جملہ میں لا تفسدوا اور دوسرے میں آمنوا فرمایا کیونکہ نیکی کے دو جز ہیں بری باتوں سے بچنا اور اچھی باتوں کو عمل میں لانا ۔ اب حال انکی چوتھی خصلت نازیبا بیان فرماتا ہے ۔

ترکیب

و حرف عطف کہ جو کلام سابق پر ہے۔ اذا حرف شرط لقوا کہ در محل لقیوا تھا فعل با فاعل اور الذین آمنوا موصول وصلہ جملہ اسکا مفعول یہ اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر شرط ہوا۔ قالوا فعل با فاعل آمنا مفعول سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اذا حرف شرط خلوا فعل با فاعل الی شیاطینہم متعلق ہو اخلوا کے یہ سب شرط ہوئی اور قالوا فعل با فاعل انا معکم جملہ اسمیہ اسکا مفعول انما نحن مستہزؤن جملہ اسمیہ اسکی تاکید یا بدل سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ہو کر عطف ہوا پہلے جملہ پر ۔ لفظ اللہ مبتدا یستہزئ بہم جملہ اسکی خبر معطوف علیہ و حرف عطف بمد ہم جملہ فعلیہ معطوف فی طغیانہم متعلق ہے یمدہم کے یعمہون جملہ فعلیہ حال ہے یمدہم کی ضمیر ہم مفعول سے

تفسیر

یعنی جب وہ منافق مسلمانوں سے ملتے تھے تو اُنکے خوش کرنے کو یہ کہتے کہ ہم بھی ایمان لائے اور پھر جب اپنے سرداروں کے پاس جاتے تو نہایت تاکید سے یہ کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مسلمانوں سے بطور دل لگی کے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدیتے ہیں وہ بیوقوف سیدھے سادے لوگ ہیں ہماری اس بات کو سچ جانکر ہمیں اپنے رازوں اور دلی ارادوں سے مطلع کرتے اور فوائد میں شریک بنا لیتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے کیا دل لگی اور مسخرہ پن کر رہے ہیں خدا تعالیٰ اُنسے دل لگی کر رہا ہے کہ اُنکو اس حالت خراب میں چھوڑ رکھا ہے کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا میں خراب اور آخرت میں روح کو سخت عذاب ہے +

متعلقات

اللہ یستہزی بہم استہزاء اور مکر اور خداع وغیرہ اوصاف کو جو آیات قرآنیہ میں خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے تو مجازاً کیا گیا ہے کس لئے کہ یہ اوصاف ذمیمہ ہیں اُنسے وہ پاک ہے مگر محاورہ میں ایک فعل پر کسی مناسبت سے دوسرے فعل کا اکثر اطلاق آتا ہے بولتے ہیں جسقدر کوئی ستمگر ظلم کرے اُسیقدر تم بھی اُسپر ظلم کرو حالانکہ ظلم کے مقابلہ میں جو کچھ جزا رسانی سب ہی جائے وہ ظلم نہیں مگر وہ دونوں فعل باہم مناسبت رکھتے ہیں اسلئے اُسپر بھی ظلم کا اطلاق آیا خال تعالیٰ۔ وجزاء سیئۃ سیئۃ۔ پس وہ لوگ جو بندوں کے ساتھ مکر اور ٹھٹھا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُنکو اس فعل بد کی جزا دیتا ہے لیکن اس جزا پر ایک مناسبت سے مکر اور ہنسی کا اطلاق آیا اور خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہوا اور یہ ایک محاورہ کی بات ہے اسپر طعن کرنا سراسر بیوقوفی ہے۔ بعض پادری اور ہندو مسلمانوں کو ان آیات سے اُن الزامات کا جواب دیا کرتے ہیں کہ جو اُنکی کتب مزعومہ سے ثابت ہوتے ہیں جنمیں خدا تعالیٰ کی ذات مقدس میں جسمانیت اور حدوث اور جہل وغیرہ امور کو ثابت کیا ہے مگر یہ سراسر ناانصافی ہے یا ان آیات کے مطالب سے لاعلمی ہے یا عمداً کجروی ہے +

طغیان بالضم والکسر ایک جگہ مقرر سے تجاوز کرنا بولتے ہیں طغی الماء جبوقت کہ پانی اپنے حدود سے تجاوز کرتا اور حد سے بڑھجاتا ہے یہاں اس سے مراد سرکشی اور کفر میں حد سے بڑھجانا ہے۔ لفظ شیطان کی تحقیق مقدمہ کتاب میں ہو چکی یہاں اس سے مراد کفر کے سردار ہیں

عمہ اور عمی دونوں کے معنی اندھاپن اور نابینائی کے ہیں مگر عمی کا اطلاق ظاہری آنکھوں کے اندھا ہونے پر اور عمہ کا دل کی آنکھوں کے اندھا ہونے پر آتا ہے

نکات

۱ منافقین اپنی چالاکی سے ایماندروں کو اُسکے بہولے پنے سے بیوقوف سمجھکر اپنا ایمان جتلانے میں قسم اور کلام مؤکد کی ضرورت نہ سمجھتے تھے سو اُس کو تو خدا نے اُنکے ساتھ تعبیر کیا اور کفار بالخصوص کفر کے سردار تو بڑے چلتے پُرزے اور پرلے درجہ کے ہوشیار تھے وہ بغیر قسم اور کلام مؤکد کے کاہیکو اعتبار کرتے اسلئے اُنسے انا معکم تاکید کہا اور بجائے کفر کے معیت کو جتلایا +

۲ خدا تعالیٰ کے مقدس لوگوں سے ہنسی کرنا خدا تعالیٰ سے ہنسی کرنا ہے۔ اور اُنکا ادب اور اُنسے محبت کرنا خدا تعالیٰ کا ادب اور اُس سے محبت کرنا ہے اسی کے بتلانے کو خدا نے یہ فرمایا کہ تم میرے بندوں سے ہنسی کرتے ہو اُنکی طرف سے میں تمہارے ساتھ ہنسی کرتا ہوں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

یہ (منافق) وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت دیکر گمراہی کو خریدا پس کچھ نفع نہوا اُنکی تجارت میں اور نہ وہ تجارت کرنا جانتے تھے

کہ تم کو گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے جس کو تم بھلا سمجھتے ہو اور نتیجہ اُس کا بُرا ہے +

۳ اللہ بستہزیٰ بہم میں لفظ اللہ کو مقدم کرکے یہ بات جتلادی کہ کوئی اور نہیں بلکہ خدا تم سے ہنسی کر رہا ہے پھر دیکھو اُسکی ہنسی کیسی ہے جسطرح کوئی بادشاہ اپنے نمکحلال نوکر کیطرف سے اُسکے مخالف کو یوں کہے کہ تجھ سے بادشاہ مقابلہ کر رہا ہے تاکہ اُسکو خوف پیدا ہو اور اپنی حرکت ناشایستہ سے باز آئے + ۴ اللہ مستہزیٰ نہ کہا کہ جو ظاہر میں مطابق تھا مگر اس سخت کے لئے بستہزی جملہ فعلیہ فرمایا کہ تجدد او حدوث پر دلالت کرے اور وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے مصائب کا نازل ہونا اُنکو معلوم ہو جائے کما قال اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین الآیہ + اب اگلی آیتوں میں خدا تعالیٰ منافقوں کے اس فعل بد کا نتیجہ بڑے لطف کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے عمر عزیز صرف کرکے کیا حاصل کیا +

ترکیب

اولئک مبتدا الذین موصول اشتروا الخ جملہ فعلیہ اس کا صلہ مجموعہ مبتدا خبر ہوئی۔ فا تفریعیہ ما حرف نفی ربحت فعل تجارتہم فاعل۔ مجموعہ جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ اور ما کانوا مہتدین جملہ اس پر معطوف +

تفسیر

یعنی وہ جوہر انسان کو خدا کی طرف سے ایک فطرتی ہدایت ہے (کہ اگر اُس پر کوئی عوارض و موانع پیش نہ آئے تو اُسکی وجہ سے نیکی اور حیات ابدی کے رستہ پر چل سکے) ان منافقوں نے اپنے اندر اخلاق رذیلہ اور ملکات فاسدہ پیدا کرکے اُس نور فطرت کو بجھا دیا (جسکو خدا تعالیٰ نے ہدایت کے بالعوض گمراہی خریدنے کے ساتھ تعبیر کیا ہے) ان لوگوں نے اپنے نزدیک بڑی عمدہ اور نفع دینے والی تجارت کی تھی کہ مُنہ سے کلمہ توحید کہدیا اور اُسکی بدولت منافع دنیا کو حاصل کیا خدا تعالےٰ فرماتا ہے اس تجارت میں نفع نہوا کیونکہ عمر عزیز اور نور فطرت کہ جس کی کوئی قیمت نہیں اُس کو صرف کرکے دنیا چند روزہ اور شہوات نفسانیہ حاصل کرنا دُر بے بہا دیکر مٹی کا کھلونا لینا ہے جیسا کہ احمق اور لڑکے کرتے ہیں ؎ آئے ہے کس کام کو کیا کر چلے + تہمت چند سر بر اپنے دھر چلے + اور نہ سرے سے ان لوگوں کو تجارت کرنی آئی کیونکہ تجارت یہ تھی کہ اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں صرف کرکے حیات ابدی حاصل کرتے جیسا کہ وہ خود تلقین فرماتا ہے — کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ الآیات اصل مال فطرت سلیمہ کو بھی برباد کیا

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ

انکی مثل اُس شخص کی سی ہے کہ جس نے آگ سلگائی پس جب اُسکے آس پاس روشنی ہوگئی تو خدا نے انکی روشنی

بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ

بجھادی اور انکو اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کسیطرح نہیں دیکھتے (۱۸) گونگے ہیں بہرے ہیں اندھے ہیں پھر اسطرح راہ پر آویں گے

اور نفع بھی نہ ملا اب خدا تعالیٰ انکی حالت کو اور زیادہ تشریح سے بیان فرماتا ہے +

ترکیب

مثلھم مبتدا کمثل الخ موصول وصلہ سے ملکر اسکی خبر کاف بمعنی مثل ہے اور ممکن ہے کہ محذوف کے متعلق ہو۔ لما حرف شرط اضارت فعل نار اسکا فاعل ما حولہ سے حول الستوقد اسکا مفعول ممکن ہے کہ اضارت لازمی ہو پھر ما اسکا فاعل قرار دیا جاوے اور تانیث اضارت کی بلحاظ معنی ما ہو کہ جس سے مراد اشیاء یا اماکن ہیں اس تقدیر پر یہ ظرف ہوگا۔ لفظ ما کی تین صورت ہیں ایک بمعنی الذی دوم نکرہ موصوفہ اسے مکانا حولہ سوم زائدہ۔ ذہب فعل اللہ فاعل بنورہم باسطہ باسی تعدیہ مفعول۔ ہم ضمیر جمع راجع ہے طرف الذی کے کہ جو بمعنی جمع ہے یہ سب جملہ معطوف علیہ وترکھم فعل باقاعل مفعول اول فی ظلمات مفعول ثانی کس لئے کہ ترک متضمن بمعنی صیر ہے لا یبصرون جملہ فعلیہ حال ہے ہم مفعول سے یہ سب جملہ معطوف ہوا معطوف علیہ ومعطوف ملکر جواب ہوا الما کا۔ صم الخ خبر مبتدا محذوف کی جو ہم سے فہم مبتدا الا یرجعون خبر جملہ ستانفہ

تفسیر

یعنی ان منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کسی نے آگ جلائی اور جب اُسکی روشنی چمکی تو جب ہی گل ہوگئی اور وہ شخص ہکا بکا حیران و پریشان رہگیا اسی طرح انکا حال ہے کہ انکا وہ نور فطرت (کہ جو خدا نے ہر انسان میں ودیعت رکھا ہے) ذرا چمکا تھا یعنی ہر خیر و شر کے پہچاننے اور سعادت و شقاوت پر مطلع ہونیکا وقت آیا تھا تو اسیوقت اُسکو خدا نے بجھا دیا یعنے اُنکے نفاق اور تعصب و عناد اور حبّ جاہ و مال کے اندھیاؤ ظلمت خیز نے اُس چراغ فطرت کو بالکل گل کر دیا پس اب یہ بہرے ہیں کسی ہادی کی بات نہیں سُن سکتے اور گونگے بھی ہیں کہ اپنی بیماری دل کو حکیم روحانی سے بیان کر کے علاج پذیر بھی نہیں ہو سکتے اور خود اندھے بھی ہیں کہ از خود خدا کے آثار قدرت دیکھکر راہ پر نہیں آسکتے جب یہ ہے تو اب انکے ہدایت پر آنے کی کوئی صورت نہیں + یا یوں کہو کہ انہوں نے آگ جلائی اور ارد گرد روشنی ہوئی یعنی دنیا میں کلمۂ توحید کو اڑبنا کر غنائم اور حفظ جان و مال وغیرہ فوائد حاصل کئے مگر مرتے ہی یہ چراغ فوائد گل ہوگیا تو جھوٹا و طعنی اور سل مرکب و قبر کی اندھیریوں میں ہاتھ ملتے رہگئے اب ہاں اکتساب حسنات کا کوئی ذریعہ ہے نہ وہاں سے رجوع کر کے پھر دنیا میں آسکتے ہیں

متعلقات

مثلھم | مثل لغت میں بمعنی شکل اور مانند بولتے ہیں مثل و مثل و مثیل جیسا کہ شبہ و شبہ و شبیہ ایک ہی معنی کے لئے آتا ہے بعض

مثل اُس کہاوت مشہور کو کہنے لگے کہ جسمیں کسی غرابت (عمدگی) کی وجہ سے موقع بیان کو اصلی حال کے ساتھ تشبیہ دیا منظور ہو جس طرح ہمارے محاورہ میں جہاں کوئی برعکس عامۂ مشہور میں آتا ہے تو یہ مثل کہتے ہیں بیل نہ گودا گودی گون یہ تماشہ دیکھے کون + یعنی جس کا حق کرنے کا تھا اُس نے یہ کام کیا۔ اب اِس موقع کو اُس اصلی حال کے ساتھ کہ جہاں گون کو دنا فرض کیا گیا ہے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مثل میں شرط یہ ہے کہ کوئی نادر بات ہو اسلئے اصل کلام کو نہیں بدلتے +

تشبیہ و مثل میں علماء بلاغت کے نزدیک یہ فرق ہے کہ مثل کلام مرکب ہوتا ہے اور تشبیہ مفرد کو شامل ہے جیسا کہ زید کو شیر کہا جاوے اشتمال کے بیان کرنے سے دل میں معانی کا عمدہ طور پر جا دینا ہوتا ہے کیونکہ ایک خیالی اور معنوی بات کو محسوس بنا کر دکھایا جاتا ہے دیکھئے اگر کسب کا ضعف یوں ہے بیان کیا جاوے تو وہ اسقدر رسوخ نہیں ہوتا جسقدر کہ اسکو مکڑی کے جالے کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کرنے سے ہوتا ہے اور اسی رمز کے لئے حکماء اور خطباء اپنے کلام میں اکثر مثال لاتے ہیں اور اسی غرض سے کلام الٰہی میں بھی اسکا اکثر استعمال ہوا ہے اب تک بائیبل میں بھی بیشمار امثال ہیں قرآن میں بھی ہیں +

نار آگ کو کہتے ہیں اور نور اسی سے مشتق ہے جسکے معنی روشنی کے ہیں + **ظلمات** ظلمت کی جمع ہے کہ جس کے معنی اندھیرا ہے۔ اور چونکہ نار کو نور لازم ہے اس لئے ایک کا دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے +

نکات

۱ استوقد ناراً کے بعد جواب شرط میں ذہب اللہ بنورہم فرمانا اور نارہم نہ کہنا یہ بات بتلا دینا ہے کہ آگ جلانے سے اُنکا مقصود روشنی تھی اُس مقصود کو خدا نے فوت کر دیا۔ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم کو خوب ثابت کر دیا۔ اور ذہب کو با کے ساتھ متعدی کیا نہ کہ ہمزہ کے ساتھ تاکہ اُسکے بالکل مجھ جانے پر دلالت کرے کہتے ہیں ذہب السلطان بالہ جبکہ بالکل کچھ چھوڑے اور اسی لئے ضوء کو ذکر نہ کیا کیونکہ اگر ذہب اللہ بضوءہم کہتے تو احتمال تھا کہ اصل نور باقی رہگیا ضوء جاتی رہی ہو +

۲ مثال میں نور کے گم ہونے کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا (ذہب اللہ بنورہم یعنی خدا نے ان آگ جلانیوالوں کی آگ بجھا دی حالانکہ اسی موقع پر آگ یا چراغ جو بجھ جاتا ہے تو خود بخود یا ہوا سے بجھتا ہے) اسمیں یہ باریک نکتہ ہے کہ دنیا میں جسقدر چیزیں اپنے اسباب عمل پر مرتب ہوتی ہیں جنکی آنکھ میں نور حقیقی نہیں وہ تو اُس چیز کا سرزد ہونا اُسی سبب اور علت سے جانتے اور اُسی کو فاعل حقیقی یا موجد سمجھتے ہیں مگر جنکو چشم بصیرت عطا ہے وہ اپنی نظر کو قاصر نہیں کرتے بلکہ جسپر ان اسباب و عمل کا سلسلہ تمام ہوتا ہے یعنی جو ان اسباب و علتوں کا پیدا کرنیوالا اور ان سب کی علت ہے اُسکی طرف نظر ڈالتے اور ان درمیانی اسباب و علل کو واسطہ محض جانکر اُس فعل کو اس مسبب الاسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں پس اس سر تبلانے کے لئے خدا نے ذہب اللہ بنورہم فرمایا اور اسی طرح دیگر مقامات پر بھی اُن افعال کو جو بظاہر کسی اور فاعل سے سرزد ہوتے ہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے منجملہ اُنکے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ہے کیا خوب کہا ہے کسی

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ
یا (اُنکی مثال) اُن لوگوں کی سی ہے کہ جنپر آسمان سے مینہ برسا (تو) اس (میں) اندھیرا اور کڑک اور بجلی ہے۔ بجلی کی کڑکوں سے موت کے ڈر سے
فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝
اپنے کانوں میں اُنگلیاں کرتے ہیں اور خدا کافروں کو گھیرے ہوئے ہے

عارف لنے ۹ گر گزندت رسد ز خلق مرنج ۔ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج ۔ از خداداں خلاف دشمن و دوست ۔ کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست ۔ گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد ۔ از کماندار بیند اہل خرد ۔ **ف** بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ذہب اللہ الخ الگ جملہ ہے مثال اس سے اول تمام ہوچکی یہ جملہ صرف منافقوں کی حالت بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ **اب** خدا تعالیٰ ان منافقوں کے لئے ایک اور مثال بیان کرتا ہے تاکہ اس حال کی اور بھی وضاحت اور توضیح قباحت ہوجائے پس فرماتا ہے ۔

ترکیب

متلہم مبتدا محذوف کصیب اسکی خبر۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ او متلہم مثل اصحاب صیب ۔ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہوا اور یہ کاف موضع رفع میں ہے۔ من السماء کائن کے متعلق ہو کر صیب کی صفت۔ ظلمات ورعد وبرق بوا و عاطفہ مبتدا مؤخر فیہ خبر مقدم اور ضمیر فیہ کی راجع ہے صیب کی طرف یہ جملہ صیب کی صفت ہوا۔ یجعلون فعل بافاعل اصابعہم مفعول فی آذانہم ظرف اصابع من الصواعق متعلق یجعلون کے۔ حذر الموت مفعول لہ ہے یجعلون کا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکا حال ظاہر کر رہا ہے اور ممکن ہے کہ حال ہو ضمیر فیہ سے ۔ اللہ مبتدا محیط بالکافرین خبر جملہ معترضہ ہے۔ محیط اصل میں محوط تھا حاط یحوط سے کسرہ واو حا کی طرف نقل ہوا تو واو یا رہ گیا ۔

تفسیر

یعنی ان منافق لوگوں یا اُن لوگوں کی مثال ہے کہ جو بارش سے ڈر کر (کہ جس میں سراسر نفع ہے گو بظاہر بجلی اور کڑک اور بادلوں اور بارش اور رات کی اندھیریاں بھی ہیں) کسی قحط سالی کی جگہ میں چلے جاویں اور اس ظاہری تکلیف کو اصلی فائدہ کے مقابلہ میں لحاظ کریں پس اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ قرآن سے کہ جو آسمانی بلکہ روحانی پانی اور روح کی تروتازہ کرنیوالی بارش ہے اُسکے اوامر و نواہی اور عبادات و احکام کی سختوں سے ڈر کر کفر کے گھر میں اور نفاق کی اندھیری کوٹھری میں چھپنا چاہتے ہیں اور قرآن کی نفس کُش باتوں سے کہ جو کڑک کے مشابہ ہیں اور اُسکی قدرتی اور روحانی روشنی سے کہ جو برق کی مانند ہے ڈرتے اور اُسکو موت کا باعث خیال کرکے نفاق اور غفلت کی اُنگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ آواز کان میں نہ پڑے اور اس سے مرنہ جائیں اول تو یہ موت نفس امارہ ہے نہ موت روح بلکہ اُسکے لئے تو زمین کے سبزہ کی طرح تازگی اور حیاتِ ابدی ہے اور جو موت بھی ہو تو خدا سے کیونکر بھاگ سکتے ہیں اُسکے احاطۂ قدرت سے

کوئی باہر نہیں اور بالخصوص ان کفار کو تو وہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ پھر یہ حرکت سراسر حماقت اور نہایت درجہ کی سفاہت ہے

متعلقات

اَو اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اسکا استعمال ہوتا تھا پھر اسکا مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا گو کہ جہاں شک مقصود نہیں جیسا کہ بولتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ جا یا ابن سیرین کے دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے اس مقام پر بھی یہ کلمہ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے کہ ناخدا کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ ہنسنے سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں +

صیب فیعل کے وزن پر صوب بمعنی نزول سے مشتق ہے جسکے معنی بارش اور بادل ہیں مگر یہاں مراد بارش ہے +

السماء چند معانی میں مستعمل ہوتا ہے اُفق کو بھی کہتے ہیں اور بادل کو بھی اور آسمان کو بھی اصل میں سماء کا اطلاق اُوپر والی چیز پر ہوتا ہے خواہ وہ بادل ہو خواہ آسمان۔ اس جگہ بادل مراد ہے کیونکہ بارش وہیں سے نازل ہوتی ہے اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے +

رعد اُس آواز یا گرج کو کہتے ہیں کہ جو باہم بادلوں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ ہوا سے چلتے ہیں +

برق وہ چمک اور روشنی ہے کہ جو بادلوں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جسکو بجلی کہتے ہیں **حکما** کہتے ہیں کہ قوائی فلکیہ جب عناصر کو تسخین و تبخیر کرتے ہیں تو عناصر باہم مخلوط ہو جاتے ہیں پھر اُنسے گوناگوں مخلوقات پیدا ہوتی ہے چنانچہ جب آفتاب کی گرمی پانی اور زمین پر پڑتی ہے تو دریا سے ابخرہ اور زمین سے دھواں سا اُٹھکر آسمان کی طرف جاتا ہے پس **دھواں** کہی کرہ ہوا سے بھی گزر جاتا اور کرۂ آتش تک پہنچتا ہے تو اُسمیں آگ لگ اُٹھتی ہے پس وہ شعلہ ہو کر کبھی تو رات کو دُمدار ستارہ سا نظر آتا ہے اور کبھی نیزہ اور کبھی کوئی اور جانور یا درخت کی صورت میں دکھائی دیتا ہے پس اگر وہ قدر قلیل ہے تو جلد جلکا تمام ہو جاتا ہے اور جو بادہ زیادہ ہے تو مدت تک دکھائی دیتا ہے اور اسکی راکھ بھی بسا اوقات جھڑتی ہوئی لوگوں نے دیکھی ہے اور کبھی اس دُھوئیں میں شعلہ نہیں پیدا ہوتا تو آسمان و زمین کے درمیان ایک عجیب سرخی نمودار ہوتی ہے اور **بخارات** جو پانی سے اُٹھتے ہیں تو کبھی وہ لطیف ہوتے ہیں اور اسقدر اُونچے جاتے ہیں کہ جہانتک زمین کی گرمی نہیں پہنچتی پس وہاں کی سردی سے وہ بخارات منجمد ہو جاتے ہیں اور اُنکو ابر یا بادل کہتے ہیں اور انمیں سے جو قطرات ٹپکتے ہیں اُنکو **بارش** کہتے ہیں۔ اور جب کبھی وہ قطرات برودت کی وجہ سے آتے ہوئے منجمد ہو کر گرتے ہیں تو اُنکو **اولے** کہتے ہیں یا یوں کہو کہ اگر سخت سردی (مجتمع ہونے کے بعد) ان بخارات پر پڑتی ہے تو وہ **برف** بنکر زمین پر گرنے لگتے ہیں اور جو بہت ہی سے سخت ٹھنڈک پہنچتی ہے تو اولے بنکر گرتے ہیں۔ اور کبھی وہ بخارات طبقۂ مہر[1] تک نہیں پہنچتے بلکہ نیچے ہی کسی جگہ سردی برودت کی وجہ سے بادل بنجاتے ہیں جیسا کہ لوگوں نے بلند پہاڑوں پر دیکھا ہے کہ نیچے بخارات سے بادل بنا اور برسنے لگا۔ اور جب وہ ابخرے بہت ہی کم ہوتے ہیں تو شب کی سردی سے شبنم بنکر ٹپکتے ہیں۔ اور جب ان بخارات کے ساتھ زمین سے دھواں بھی ملکر اُوپر چڑھتا ہے

[1] یہ ہوا کا وہ طبقہ ہے کہ جو نہایت مشتعل ہے جہاں زمین کی گرمی پہنچتی ہے نہ کرۂ آتش کی حرارت اثر کرتی ہے ۱۲ منہ

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ ۖ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا

بجلی اُنکی بینائی کو اُچک لیتی ہے جب کچھ روشنی معلوم ہوتی ہے تو اُسمیں چلنے لگتے ہیں اور جب کچھ اندھیرا سا چھا جاتا ہے تو ٹھیر جاتے ہیں

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور اگر خدا چاہے تو اُنکی سُنواتی اور بینائی لیکھودے بیشک اللہ ہر بات پر قادر ہے

اور طبقۂ زمہریریہ میں بخارات کو سردی کی وجہ سے جم کر بادل ہو جاتے ہیں اور وہ وہاں اپنی حرارت سے اُوپر یا نیچے بادل کو توڑ کر جانا چاہتا ہے تو ایک سخت آواز پیدا ہوتی ہے کہ جسکو رعد کہتے ہیں یعنی گرج اور کڑک اور جو اس دھوپ میں دُھنکت (چکنائی) کی وجہ سے اس حرکت عنیفہ سے شعلہ نکلتا ہے پس اگر وہ لطیف ہے تو اُسکو **برق**[1] کہتے ہیں یعنی بجلی اور جو کثیف ہے تو اسکو **صاعقہ** کہتے ہیں جسکی جمع صواعق آتی ہے۔ یعنی وہ بجلی کہ جو زمین پر گرتی اور آدمی کیا بلکہ درختوں کو بھی جلاتی اور پہاڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اسی طرح زلزلہ اور چشموں کے جاری ہونے اور پہاڑوں میں سے آگ نکلنے اور دیگر عجائبات قدرت کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں + **لیکن** غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کے یہی اسباب نہیں بلکہ انکے ساتھ اور بھی اسباب و علل ہیں اور وہ یہ کہ خدا کی طرف سے کہ جو سب اسباب و علل کا پیدا کرنیوالا ہے اُس نے ان مواد اور صورتوں پر ارواح مدبرہ مؤکل کر رکھی ہیں کہ جنکو زبان شرع میں ملائکہ کہتے ہیں پس اُنکے ارادہ اور اختیار سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں ورنہ صدہا بار ایسے بخارات اور ادخنہ اُٹھتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ یہ چیزیں نہیں پیدا ہوتیں؟ پس وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور رعد فرشتہ کا کوڑا ہے اُن سے یہی مراد ہے پس جو عقل کہ نور الہام سے منور نہیں وہ تو انہیں اسباب ظاہرہ تک پہنچکر رہجاتی ہے اور اسی لئے سینکڑوں کم عقل خدا کے منکر ہو کر دہریہ ہو گئے مگر عقل الہامی ان اسباب و علل کا سلسلہ جناب باری تک پہنچا کر ہر ایک چیز کو اُسکے ید قدرت سے جانتے اور پھر ان عجائبات قدرت سے اُسکی عظمت و جلال پر ایمان لاتی ہے انبیاء اور حکما میں یہی تو فرق ہے **اب** اس آیت میں خدا تعالیٰ اس مثال کی زیادہ تشریح کرتا ہے +

ترکیب

یکاد فعل البرق اسم یکاد یخطف ابصارہم جملہ فعلیہ اسکی خبر۔ یہ اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ مستانفہ ہوا گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں اُنکا کیا حال ہے فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے اندھے ہی ہو جاوینگے۔ کلما کلمہ شرط اضاء لہم بمعنی لمع لہم شرطیہ مشوا فیہ جملہ جواب شرط۔ فیہ لے فی ضوء البرق یہ جملہ بھی مستانفہ ہے گویا کوئی سوال کرتا تھا کہ اس چمکنے اور تہم جانے میں وہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ذرا روشنی ہوئی

---

[1] ممکن ہے کہ برق اور رعد اور صاعقہ سوجہ سے بھی ہوتی ہوا و ربا ہم بادلوں کی باہمی ٹکر سے بھی ۱۲ منہ [2] بعض حمقا نے جو علم طبعیات کے دو چار رسالے پڑھ لئے ہیں یہ کہا کہ خدا کی کیا ضرورت ہے اگر تو کہے ہزار دو ہزار فیر کر دیے جاویں تو دھوئیں کا بادل بنکر برسنے لگے چنانچہ امریکہ میں فلاں نے ایسا کیا اور بھی مینہ برسنے کے لئے فلاں مسٹر نے ایک آلہ تیار کیا ہے اگر آسمانی بجلی ڈال دی جاتی ہے تو بچ جاتا ہے الحاصل افسوس کہ یورپ کی روشنی نے ان حمقا کو اور بھی اندھا کر دیا ۱۲ منہ

تو چل پڑے ورنہ وہیں کھڑے رہے۔ اذا کلمۂ شرط اظلم علیہم جملہ شرط قاموا جملہ فعلیہ جواب شرط۔ لو حرف شرط شاء فعل اللہ فاعل لذہب الخ جملہ اسکا جواب اور مفعول شاء کا ان یذہب بسمعہم محذوف کیلئے کہ جواب اسپر دلالت کرتا ہے۔ ان مشبہ بفعل اللہ اس کا اسم اور علی کل شئ قدیر اس کی خبر ؛

تفسیر

یعنی جس طرح بارش میں بجلی کی چمک سے آنکھیں چوندھیا تیں اور بند ہوئی جاتی ہیں اور جب بجلی کی چمک ہوتی ہے تو انسان چلنے لگتا ہے ورنہ خوفِ راہ سے اندھیرے میں ٹھہر جاتا ہے یہی حال ان منافقوں کا برق ایمان اور نور قرآن سے ہے کہ انکی آنکھیں خیرہ اور چوندھیائی جاتی ہیں اور اس روشنیٔ حق کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی ہیں۔ جب اسلام کی بجلی چمکتی ہے تو چلتے ہیں یعنی جب فوائد ظاہر یہ غنیمت وغیرہا پیش آتے ہیں تو راہِ اسلام پر چلنے لگتے ہیں ورنہ پھر اپنی جبلی کجروی سے رُک جاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات وآیات بینات کی برق چمکتی ہے تو اسوقت اضطرار اول سے تصدیق کر لیتے ہیں ورنہ پھر تاریکی شکوک وشبہات میں آکر رُک جاتے ہیں۔ اور برق قرآن کی روشنی سے آنکھیں بند کرنا بیفائدہ ہے اول تو اس سے بصیرت دُور نہیں ہوتی اور جو خدا چاہے تو آنکھوں بھی اندھا اور بہرا کر سکتا ہے کس لئے کہ وہ ہر بات پر قادر ہے

نکات

۱ لفظ لو سے یہ بات ثابت کر دی کہ ہر چند انسان کے آلاتِ ادراک خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہیں مگر جب وہ انکو اُس کے حکم کے موافق استعمال میں نہیں لاتا تو خوف کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ انکو معدوم نکر دے اور تبھی دیر وہ معدوم نہیں ہوئے اسمیں عبرت سخت ناچاہئے کس لئے کہ ہر گناہ کی سزا میں جو دیر ہو تو مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ سزا اسکی قدرت سے باہر نہیں یہ دیر کسی مصلحت یا رحمت سے یا کچھ بعد اسکے حق میں شدنی ہے ؛ ۲ اس جملہ ولو شاء اللہ الخ کو ذکر کر کے بعد میں ان اللہ علی کل شئ قدیر کہنا دعوے کو دلیل سے ثابت کر دیتا ہے اور اس کا لطف ارباب فہم پر مخفی نہیں ؛

۳ اگرچہ کلما و اذا کلمات شرط میں مگر تا ہم باہم فرق ہے کلما میں معنی تکرار مدِ نظر ہیں اسلئے اس کو تو اضاء لہم کے ساتھ اور اذا کو اظلم کے ساتھ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انکو اس ابر رحمت سے بھاگنے کی نہایت حرص اور سخت رغبت تھی اور ذرا مینہ میں ٹھیرتے تھے تو بجبر جابر اور قصر قاصر ورنہ بالطبع اس حیاتِ ابدی کے مینہ سے بھاگتے تھے ؛

ربط

سب سے پیشتر نبی کو یہ ضرور ہے کہ اپنی کتاب کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کر دے اور جب اسکو محکم دلائل سے ثابت کر چکے اور یہ اول مرحلہ طے ہو چکے تو پھر جو کچھ مقصود اصلی ہو اُسکو بیان فرماوے کہ جسکے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا ہے اور جس لئے اُسکی طاعت بندگانِ خدا پر فرض ہوئی ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے الم ذلک الکتاب الخ میں قرآن کا کتاب الٰہی ہونا بیان کیا اور اُسکی یہ خاصیت بتلائی

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي

اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی کہ جس نے تمکو اور جو تم سے پہلے تھے انکو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

کہ تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو ڈیرہ بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل نکالے پیش بناؤ کسیکو خدا کا شریک حالانکہ تم جانتے ہو

کہ اس سے ازلی نیکبختوں یعنی متقیوں کو ہدایت ہوتی ہے اور وہ ان اوصاف سے متصف ہوتے ہیں اور جب ان نیکوں یعنی متقیوں کا ذکر کیا تو انکے مقابلہ میں بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا بدبختوں کے دونوں گروہوں کفار اور منافقین کا بھی ذکر کیا تاکہ تقویٰ اور ہدایت کی بھلائی اور کفر و نفاق کہ جو تمام گناہوں کی جڑ ہے مخاطب کے سامنے محسوس ہو جائے پس جب یہ مرحلے طے ہو چکا اور سبب کو سعادت اور ہدایت کا ازبس مشتاق کر دیا تو مقصود اصلی یعنی عبادت کا ذکر کیا اور یہ بتلا دیا کہ اس عبادت سے وہ وصف تقویٰ کہ جس کے تم مشتاق ہوا اور جو سعادت ابدی اور ہدایت قرآنی کا ذریعہ ہے تم کو حاصل ہو جاویگا پس فرمایا +

ترکیب

یا حرف ندا ایہا الناس منادیٰ اعبدوا فعل بافاعل ربکم اسکا مفعول موصوف الذی موصول خلقکم صلہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ ۔ والذین من قبلکم اے والذین خلقہم من قبل خلقکم صلہ موصول جملہ ہوکر معطوف ہوا معطوف علیہ اور معطوف ملکر دونوں صفت ہوئے ربکم کی ۔ لعل مشبہ بفعل کم اسم تتقون جملہ اسکی خبر ۔ الذی موصول جعل فعل بافاعل لکم متعلق بجعل الارض مفعول اول فراشا مفعول ثانی واو حرف عطف السماء معطوف بر الارض یعنی جعل السماء بناء مفعول ثانی یہ سب جملہ صلہ ہوا الذی کا وانزل فعل بافاعل من السماء من ابتدائیہ متعلق ہے انزل کے ماء مفعول ہے انزل کا فاخرج فعل بافاعل بہ اسی باالماء متعلق ہے اخرج کے من الثمرات میں من تبعیضیہ یعنی بعض الثمرات مفعول ہوا اخرج کا اور رزقا لکم مفعول لہ ہوا یا رزقا مفعول بہ ہے اخرج کا اور من الثمرات اسکا بیان ہے فلا تجعلوا فعل بافاعل للہ متعلق ہے لاتجعلوا کے اندادا مفعول ہے اور انتم تعلمون جملہ فعلیہ خبریہ حال ہے ضمیر فاعل لاتجعلوا سے پس انزل معہ جمیع متعلقات معطوف ہوا جعل پر اور صلہ میں داخل ہوا ۔ اور یہ موصول وصلہ دوسری صفت ہے رب کی

تفسیر

یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمکو اور تم سے جسقدر پہلی چیزیں ہیں سب کو معدوم سے موجود کر دیا پس جو اسقدر قدر و عظمت رکھتا ہے وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود اور وہمی پروردگار اور عبادت اسلئے کرو کہ اس سے تمکو صفت تقویٰ حاصل ہو جائیگی (کیونکہ عبادت ہمہ تن جناب باری کی طرف بعجز و انکسار متوجہ ہونے کو کہتے ہیں پس جب بندہ اپنی روح سے اور اپنے

جسم سے اُسکی طرف متوجہ ہوتا اور اُسکے آگے سر عجز و نیاز رکھتا ہے تو اُسکی روح پر انوارِ باری تعالیٰ کی ایسی چمک پڑتی ہے جیسی آفتاب کی آئینہ میں پس جب یہ حال ہوگا تو بالضرور متقی ہو جاویگا اور سعادتِ ابدی کا حصہ پاویگا۔ دنیا میں دیکھئے جب گھڑی دو گھڑی لوہا آگ میں رہتا ہے تو اُسکی صحبت سے گرم بلکہ انگارا ہو جاتا ہے اور جب پھول کو کسی کپڑے میں رکھتے ہیں تو وہ خوشبو سے بس جاتا ہے الغرض ہر مؤثر کا متاثر میں اثر آتا ہے پھر جناب باری کا اثر روح پر نہ پڑنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ضرور قوی اثر پڑتا ہے کہ جس سے کبھی کبھی بندہ قانون اسباب کے برخلاف کوئی کام بھی اسی روحانی قوت سے کرنے لگتا ہے اور چونکہ عبادت بندہ اور خالق میں ایک عجیب رابطہ اور نسبت شریفہ ہے تو اسلئے ضرور ہوا کہ یہ فعل کسی اور کے ساتھ نہ کیا جاوے لہذا معبود کی صفت بھی بیان کر دی کہ رب وہ ہے جس نے تمکو اور تم سے سب پہلوں کو پیدا کیا اور وہ ہے کہ جس نے تمہارے آرام کے لئے زمین کو فرش بنا دیا یعنی اُسکے ایک ٹکڑے کو چوطرف پانی سے باہر لایا اور پھر اُسکو نہ ایسا نرم کیا کہ جسپر کار نہ ہو نہ ایسا سخت و مدور کیا کہ جس پر انسان لڑک پڑے بلکہ ایسا کہ اُس پر تمام لوگ رہتے اور سوتے اور بیٹھتے چلتے پھرتے ہیں یہ بھی بڑی بھاری نعمت ہے اور رب وہ ہے کہ جس نے آسمان کو تمبر خیمہ کی مانند بنا دیا گو یا زمین فرش اور آسمان اُسکی چھت ہے اور پھر اُس رب نے اِس گھر میں رکھکر تمہاری روزمرہ دعوت و ضیافت کا بھی عجیب سامان کیا کہ اوپر سے پانی برسایا اور اُس سے رنگ برنگ کے پھل و پھول پیدا کئے کہ جنکو تم کھاتے آرام و راحت پاتے ہو اور جسمیں یہ تین وصف نہیں وہ حقیقی رب نہیں اول تمام مخلوق کا پیدا کرنا دوم آسمان کو خیمہ اور زمین کو فرش بنا کے اِس پُر تکلف مکان میں رکھنا سوم قسم قسم کے کھانے کہلانا اور جو رب نہیں وہ عبادت کے قابل نہیں اِس لطیف بیان سے تمام خیالی معبودوں کی عبادت اور بتوں کی پرستش کو باطل کر دیا ۔

متعلقات

لعلّ زبان عرب میں اُس جگہ بولتے ہیں کہ جہاں کسی چیز کے حاصل ہونیکی توقع اور امید ہوتی ہے اور یقین نہیں ہوتا ہے گو اس لحاظ سے جناب باری تعالیٰ کا اِس کلمہ کو استعمال میں لانا محال معلوم ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا استعمال کرنا جب محال ہوتا کہ جب اُسکو کسی چیز کی علم میں شک و تردد ہوتا لیکن چونکہ وہ بندوں کے محاورہ میں کلام کرتا ہے اور جس موقع پر بندے اِس کلمہ کو استعمال کرتے ہیں وہ بھی کرتا ہے جس طرح کہ رحمت و غضب ساق و قدم وغیرہا الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ تو اب یہ تاویلات کرنا کہ لعل بمعنی کے ہے یا توقع بحال مخاطب ہے بیفائدہ ہے ۔

أنداد ندکی جمع ہے اور ندّ اُسکو کہتے ہیں کہ جو برابر کا مخالف ہو۔ مشرکین گو کہ خدا کی برابر ذات میں نہ سمجھتے تھے مگر جب عبادت و استعانت نذر و نیاز ادب و تعظیم اُسی بھی اُسی طرح کرتے تھے کہ جس طرح خدا کی تو گویا انہوں نے اپنے معبودوں کو خدا کی برابر سمجھا ۔

لعلکم تتقون اگرچہ بظاہر عبادت اور تقویٰ ایک ہی چیز ہے اور اس تقدیر پر کلام کی یہ صورت ہو جاویگی عبادت کرو تاکہ تم عبادت

کرنیوالے ہو جاؤ لیکن ابتدا کے لحاظ سے تقویٰ اور عبادت دو چیز ہیں کسلئے کہ عبادت کے معنی نسبت عبودیت کی تصحیح کرنا ہے اور اسکا درجۂ اخیر تقویٰ ہے۔ اور ممکن ہے کہ تقویٰ کے لغوی معنی مراد لئے جاویں یعنی عبادت کرو تاکہ روح کو قوت اور نفس بہیمیہ کو ضعف حاصل ہو جس سے گناہوں سے بچو اور غضب الٰہی سے مامون و محفوظ رہو اور اسی لئے ارباب کشف نے فرمایا ہے کہ جسقدر ذکر الٰہی اور اسکی طرف توجہ کرنے سے روح کو صفائی اور گناہوں سے نفرت ہوتی ہے وہ مہینوں کی ریاضت و نفس کشی اور مراقبہ سے حاصل نہیں ہوتی چنانچہ کلام ربانی میں بھی آیا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ کہ نماز زنا اور بری باتوں سے روکتی ہے منجملہ اور فوائد عبادت کے ایک بڑا فائدہ انسان کے لئے یہ بھی ہے اسلئے خدا نے اسکو فرض کیا +

نکات

۱ اللہ تعالےٰ نے بندوں کو اس آیت میں عبادت کا حکم دیا کہ جو خدا اور بندہ میں نہایت عمدہ رابطہ ہے اور چونکہ عبادت نفس پر نہایت شاق اور سخت گراں گزرتی ہے۔ اور علاوہ اسکے آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں تمام عالم میں مخلوق پرستی کی اندھیریاں ابر سیاہ کی طرح محیط تھیں بالخصوص مکہ میں عموماً بت پرستی اور صدہا لوگ الحاد و دہریت کے وادی ضلالت میں حیران و سرگردان تھے نہ عالم کی ابتدا انتہا مانتے تھے نہ اس عالم کے بانی کا وجود تسلیم کرتے تھے نہ عالم آخرت کے ثواب و عقاب جزا اعمال کے معتقد تھے جیسا آجکل یورپ میں ایسے ہزاروں آدمی ہیں پس ان لوگوں کو مخاطب بنا کے بلا دفع شکوک عبادت کا حکم دینا اپنی ذات و صفات کا ثبوت شرط مفید مدعا نہ تھا اسی لئے خدا تعالےٰ نے اسی آیت میں ان باتوں کا تدارک کر دیا اعنی یوں کہا کہ میری عبادت کرو یا خدا کی عبادت کرو بلکہ یوں فرمایا کہ اپنے رب یعنی ہر وقت پرورش کرنیوالے کی عبادت کرو اور یہ جبلی بات ہے کہ جب کسی شخص سے طاعت یعنی مقصود ہوتی ہے تو اسکو اپنی نعمتوں اور بخششوں کو یاد دلاتے ہیں اسوقت آقا ولی النعمت کے اطاعت کرنے کو از خود دل چاہا کرتا ہے پس اسلئے اعبدوا ربکم فرمایا اسکے بعد نفس کو اور بھی نعمائے بیحد کو یاد دلا کر عبادت کا مشتاق کیا اور مشقت عبادت کو آقا نمادار کے بیحد احسانوں کے مقابلہ میں نہایت سبک کر دیا کہ الذی خلقکم والذین من قبلکم تمہارا رب وہ ہے کہ جس نے تم بیحد انسان کیا کہ تم کو اور تمہارے بزرگوں کو پیدا کیا نہ یہ کہ کچھ دام دیکر مول لیا پس جس حالت میں کہ چند روپے دیکر خرید لینے سے غلام پر کیسے کچھ حقوق عبادت و طاعت فرض ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ جس نے زندگی عطا فرمائی اور ہاتھ پاؤں ناک وغیرہ صدہا بے قیمت نعمتیں عطا کیں اور یہ عنایت نہ صرف تم پر بلکہ تمہارے آباء و اجداد پر بھی ہے یعنی تم قدیمی خانہ زاد اور پروردۂ نعمت ہو۔ پس جب بندہ ان سابق کا لحاظ کریگا تو اس پر سو جان سے فدا ہوگا ؎ ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست روزے رخش بینیم و تسلیم وے کنم + ؎ اے خدا قربان احسانت شوم + ایں چہ احسان است قربانت شوم + اس جملہ سے جسطرح نفس کو مشقت عبادت اٹھانے پر آمادہ کر دیا اسی طرح اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ عبادت خاص اسی کا حق ہے کسی کے کہ خدا کے سوا

جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو انمیں کسی نے بھی نہ تم کو پیدا کیا ہے نہ تمہاری پرورش کی ہے کیونکہ جس طرح تم محتاج اسیطرح وہ چیزیں بھی پھر انکو بلاوجہ کسی امر کا مالک سمجھکر عبادت کرنا خیال باطل اور ظلمت جہولانیہ کا مقتضی ہے سینکڑوں جاہل اولیاء وانبیاء ملائکہ و دیگر غیر محسوس چیزوں اور ارواح غیر مرئیہ وجن وشیطان کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات کو پورا کرتے ہیں اگر ہم انکی پرستش نکریں تو ہمارے کاروبار میں فرق آجاوے اور وہ لوگ ہم کو مضرت پہنچائیں اور اسپر اتفاقاً مراد کا حاصل ہوجانا یا کسی عبادت میں اتفاقاً کوئی حارنہ پیش آنا انکے خیال باطل کی اور بھی قوی دلیل ہوجاتا ہے مگر درحقیقت یہ قوت وہمیہ کی کاریگری ہے اور کچھ نہیں جس طرح کہ شب کو تنہا مکان میں مردہ سے ڈرتی اور بلند مکان پر سے پانوں سے پانوں لڑکھڑاتی ہے اسی طرح ان لوگوں سے نفع ونقصان پہنچنے کا اعتقاد بھی یہی دلاتی ہے ورنہ امکان اور احتیاج میں دونوں برابر پھر عبادت لائق ہے اور جس طرح اس برہمن نے شرک کی جڑ کو کاٹ دیا اسی طرح اس نے الحاد اور دہریت کے درخت کو بھی بڑ پیڑ سے اکھاڑ دیا کیونکہ اپنا حادث ہونا اور عالم نیست سے ہست میں آنا تو ایسا بدیہی امر ہے کہ جسمیں کسی ملحد یا دہریہ کو کچھ بھی شک نہیں جس دہریہ سے چاہے پوچھ دیکھے کہ تمہاری کتنی عمر ہے وہ ضرور بیس تیس چالیس پچاس کوئی عدد یقینی یا تخمینی بیان کریگا جسکے یہ معنی کہ ہم کو موجود ہوئے اتنے برس ہوئے اب اس سے پوچھئے کہ آیا آپ خود بخود پیدا ہوگئے یا کسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ پیدا کرنیوالا ممکن ہے یا واجب یہ تو ظاہر ہے کہ وہ خود بخود پیدا نہیں ہوا ورنہ واجب الوجود ہوجاتا اور بدیہیہ سے پایا جاتا اور پھر معدوم نہ ہوتا کیونکہ جس کا وجود اپنا ہوتا ہے وہ ہمیشہ رہتا ہے یہ بدیہی بات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ پیدا کرنیوالا ممکن نہیں ورنہ تسلسل لازم آوے اور پھر اس ممکن کے پیدا کرنیوالے اور پھر اسکے پیدا کرنیوالے میں کلام کیا جائے سے لاچار یہ سلسلہ کسی واجب الوجود کی طرف منتہی مانا جاویگا پس سوقت ہیں اور میری حق میں واجب الوجود کا ہونا ضرور ماننا پڑا جس نے ہمکو اس خوبی اور محبوبی کی شان میں پیدا کیا جسکا ہر زبان میں ایک جدا نام ہے کوئی اسکو اللہ کوئی خدا کوئی الہٰ کوئی گاڈ کہتا ہے واجب الوجود خالق ہے تو اسمیں علم وقدرت حیات ارادہ وغیرہ وغیرہ عمدہ صفات بھی ہیں خواہ وہ عین ذات ہوں یا غیر خواہ لا عین ولا غیر ؛

۲ خدائے پاک نے منکرکے روبرو اس آیت میں چند دلائل سے اپنا وجود اور اپنی صفات کا ثبوت نہایت خوبی سے ثابت کردیا اور لطف یہ ہے کہ وہ دلیلیں بیان کیں کہ جو اسکے انعام پیہم اور لطف سرمد کو بیان کرتی ہیں اور وہ دلیلیں یہ ہیں (۱) سکائین کا پیدا کرنا (۲) انکے بزرگوں کا اور انسے پہلے جسقدر چیزیں ہیں کہ جنکو اسکے وجود سے نہایت تعلق ہے اور جنکو جاہل خالق یا شریک خالق سمجھ بیٹھتا ہے پیدا کرنا (۳) زمین کا اس سہولت سے پیدا کرنا کہ جس پر لوگ زندگی بسر کرسکتے ہیں (۴) آسمان کا پیدا کرنا کہ جسکی تاثیرات سے زمین کی چیزیں نشوونما پاتی ہیں (۵) بارش سے ہر قسم کا غلہ اور پھل اور اناج کا پیدا کرنا کہ جو جانوروں کی زندگانی کا سبب ہے ؛

۳ ان دلائل کے بیان کرنے میں بھی ایک عجیب لطف رکھا ہے وہ یہ کہ مخاطب کے ذہن میں جو چیز مقدم تر قابل استدلال تھی اسکو مقدم کیا اور جو اخص تھی اسکو بعد میں ذکر کیا پس سب سے مقدم انسان اپنی ذات اور اپنے حالات پر بخوبی غور کرسکتا ہے اور

اسی لئے کسی عارف نے فرمایا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے سب سے بیشتر یہ فرمایا کہ الذی خلقکم پس انسان جب اپنے حالات پر غور کریگا اور یہ دیکھیگا کہ میں ہمیشہ سے نہیں ہوں بلکہ آناً فاناً میرا وجود اور اُسکے متعلق سب باتیں کہیں اور سے عطا ہوتی ہیں اور پُر ضرور ہے کہ وہ معطی نہ انسان ہے کیونکہ انسان باہم برابر ہیں نہ کوئی اور ممکن ہے کیونکہ ہر ممکن محتاج ہے اور ایک محتاج دوسرے محتاج کی حاجت روائی نہیں کرسکتا پھر اسی طرح جب اپنے قوی باطنہ اور ظاہرہ میں غور کریگا تو بلا شک اُسکی ذات وصفات کا یقین کامل پیدا ہوگا اسکے بعد پہلے لوگوں کا مخلوق ہونا قریب الفہم ہے پس جب یہ خیال کریگا کہ نہ تنہا میں بلکہ مجھ سے پہلے از خود نہ تھے بلکہ کسیکے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے اور کسی کے فنا کرنے سے فنا ہوگئے تو اور بھی یقین مستحکم ہوگا اور سب کو علے التساوی مخلوق الٰہی جانے گا اور جب اقوال سے نفرت کریگا سب سے پہلے بدن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اور پھر اُس نے برہما کو اور برہما نے تمام خلقت کو پیدا کیا الخ پھر جب انسان اپنے اور اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات پر غور کرنے سے خوب سمجھ گیا کہ ضرور ہمارا خالق و مربی کوئی اور شخص ہے تو یہ بھی سمجھیگا کہ اُس قادر مطلق نے جس نے ہمکو پیدا کیا ہمارے لئے بسنے کو کوئی مکان بھی تجویز کیا ہے اور پھر کھانے پینے کا بھی کوئی سامان کیا ہے ورنہ جسکو انسان جیسے ذات شریف کے پیدا کرنے کی قدرت ہو اور اُسکو اُسکے مکان و اسباب معاش کا دہیان نہو اور اُسکے پاس کوئی سامان نہو بعید از فہم ہے پس جب اسبات کا دل کو یقین کامل ہوا اور اُس مکان و سامان کی طرف دیکھا تو ہم کو ایک نہایت پُر فضا اور وسیع کمرہ نظر آیا جس کا فرش زمین اور چھت آسمان ہے اور ابر و بارش کے ذریعہ سے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں اور چونکہ فرش جہت سے قریب تر ہے اسلئے بیشتر زمین کا بنانا اور اُسکے بعد آسمان کا مخلوق ہونا اور اُسکے بعد پانی سے ثمرات کا پیدا ہونا بیان کیا جس سے ہمکو یقین کامل ہوگیا کہ جس نے ہم کو بنایا اُس نے آسمان و زمین کو بھی پیدا کیا اور وہی ہر روز روزی کا سامان کرتا ہے اب ان دلائل کے بعد گو ہم نے اُسکو آنکھ سے نہیں دیکھا (اور نہ وہ دکھائی دیسکتا ہے) لیکن آنکھ کے دیکھنے سے زیادہ یقین اُسکے وجود اور صفات پر ہوتا ہے جس طرح گو ہم مکان کے بنانیوالے معمار کو آنکھ سے نہ دیکھیں لیکن دیکھنے کے برابر یہ یقین ہے کہ ضرور کسی کاریگر نے اسکو بنایا ہے جس میں علم و قدرت تھی +

۴ جب انسان اور زمین و آسمان ہر چیز کا مخلوق الٰہی ہونا ثابت کر دیا (اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت خاص خالق مختار کا حصہ ہے کہ جو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے) تو اُسکے بعد فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون فرمانا اور شرک کی نفی کرنا نہایت ہی دلچسپ اور بڑی ذہن نشین تقریر ہے کہ جس سے سوائے سمجھانیا جاہل کے اور کسیکو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ جب یہ بات عیاناً ثابت ہوگئی کہ اُسکے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ رازق ہے اور وہ پیدا کرکے غافل بھی نہیں ہوگیا بلکہ ہر وقت خبر گیری کرتا ہے پھر اُسکی مخلوق میں سے کسیکو اُسکا شریک قرار دینا اور اُسکی برابر کا سمجھنا اور اُس سے اُسی عبادت اور تعظیم سے پیش آنا نہایت حماقت ہے +

جملہ نفس آیت کریمہ میں عبادت کا حکم اور اُسکا انعام مکار بھی بیان کر دیا اور اُسکے ضمن میں اپنی قدرت پر پہلے اکرنے کے مضامین

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اور اگر تمکو اُس چیز میں کہ جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی شک ہے تو تم بھی اُسکی مانند کوئی سورہ بنالاؤ اور خدا کے سوائے جسقدر تمہارے حمایتی ہیں سب کو بلالو اگر تم سچے ہو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

پھر اگر تم نکر سکو اور ہرگز نہ کر سکوگے تو ہو اُس آگ سے کہ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے ✦

بھی یاد دلائے اور اپنا استحقاق بھی جتلادیا اور آسمان و زمین بلکہ اس عالم کی ابتدا بھی بیان کر دی اور اپنا وجود اور قدرت و علم صفات کمال کو بھی ظاہر کر دیا اور بت پرستی کو بھی ممنوع کر دیا۔ سبحان اللہ عجیب کلام ہے کہ ہر پہلو میں ہزاروں معانی ہیں ✦

تنبیہ حکماء کہتے ہیں کہ زمین گول ہے اور اسی طرح کل عناصر اور بسائط کی شکل طبعی گول ہے اس طرح پر کہ اول ایک گول سا جسم رکھا کہ جسکو زمین کہتے ہیں اور پھر اُسکے گرد دوسرا گولا پانی کا لپیٹا کہ جسنے اُسکو ہر طرف سے ڈھانک لیا یعنی سمندر نے لیکن تخمیناً چوتھائی زمین اس پانی کے گولے سے اُوپر کو نکل گئی ہے جسپر یہ آبادی ہے اور اسکی نسبت خدا فرش ہونا فرماتا ہے لیکن جب وہ نہایت وسیع ہوتا ہے تو اسکی گولائی اُسکے فرش ہونے میں مانع نہیں ہوتی اس پانی کے اُوپر ہوا کا گولہ اور اُسکے اُوپر آگ کا گولہ لپیٹا اور اُس کے اُوپر آسمان اول پھر دوم سوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم نہم خیر یہ حکماء کی تحقیقات ہیں لیکن خدا تعالیٰ کو سائنس بیان کرنا مقصود نہیں صرف فوائد تبلانا مطلوب ہے ✦ **مسئلہ** خدا تعالیٰ کی عبادت فرض ہے نہ اسلئے کہ اسمیں کچھ اُس کا نفع ہے بلکہ بندہ کے نفع آخرت کے لئے اور عبادت عام ہے خواہ جان سے ہو خواہ مال سے ✦ **مسئلہ ۲** شرک حرام ہے خدا تعالیٰ کے سوا نہ کسیکی عبادت کرنا چاہئے نہ کسیکو اُسکی ذات و صفات میں حصہ دار ٹھیرانا چاہئے ✦ **ف** چونکہ اعمال صالحہ کے لئے ایمان شرط ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس آیت میں یا ایہا الناس اعبدوا جو وارد ہے اور وہ کفار کو بھی شامل ہے حالانکہ کفار کی عبادت بلا ایمان درست نہیں تو اسلئے مراد اُس سے توحید ہے کہ توحید اختیار کرو۔ مگر یہ توجیہ بعید ہے بلکہ کفار بھی اعمال سے مخاطب ہیں اور اُنکا کفر ان عبادات سے مانع نہیں جس طرح کہ حدث وجوب صلوٰۃ سے مانع نہیں بلکہ یہ یعنی کہ اسلئے کفار عبادت کرو ایمان لاکر نماز پڑھو یعنی وضو کرکے فان من لوازم وجوب لشئے وجوب مالا تتم الا بہ ہاں یہ مسلم ہے کہ ایمان لانے کے بعد حالت کفر کی عبادات کی قضا اسپر لازم نہیں آتی ✦

ربط

اس سے پہلے آیت میں خدا نے عبادت کا حکم دیا تھا اور عبادت مقبول عند اللہ اور غیر مقبول عند اللہ کا فرق صرف عقل سے نہیں ہو سکتا اسمیں نبی اور الہام کی سخت ضرورت ہے جبتک نبی کا دامن ہاتھ میں نہ ہوگا کوئی شخص اس دریا یعنی سے پار نہ ہو سکیگا ؎ محال است سعدی کہ راہِ صفا ✦ تواں رفت جز در پے مصطفےٰ ✦ لہٰذا سلئے ضرور ہوا کہ جناب نبی علیہ السلام کی نبوت اُس

دلیل سے ثابت کی جاوے کہ جو قرآن کا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کرے تاکہ نبی اور اُسکی کتاب کی پابندی اور اتباع سے خدا یتعالےٰ کی عبادت مروجہ سرزد ہوا ور متقی ہوکر دین میں صلاح وفلاح پاوے +

یا یوں کہو کہ بدون خدا یتعالےٰ میں کوئی مناسبت نہیں نہ یہ اُس سے بات کرسکتا ہے نہ اُسکی مرضی وغیر مرضی کو دریافت کرسکتا ہے نہ عقل اس مرحلہ کو طے کرسکتی ہے وہ بحر بادر حالت صحت ومرض بدن میں جداگانہ طور رکھتی ہے کبھی وہم اور رسوم وتقلید کی پنجے سے نجات پاتی ہے اور اسی لئے ہر امر نظری میں عقلاء کا باہم اختلاف شدید ہے کسیکی عقل ستاروں اور غیر مرئی ارواح کی پیتل اور تانبے چاندی کی یا پتھر کی تصویریں بناکر اُنکو وسیلہ بناکر عبادت کرنا بتلاتی ہے کسیکی عقل اسکو کفر کہتی ہے کوئی گوشت گائے کو حرام کہتا ہے کوئی حلال ومباح جانتا ہے الغرض بغیر کسی ایسے شخص کے (کہ جو اپنی روحانی قوت میں فرشتوں سے بھی بڑھکر ہو اور وہ جسے کلام بھی کرسکتا ہو اور جس پر عالم غیب کے اسرار منکشف ہوں کہ جسکو عرف شرع میں نبی کہتے ہیں) ان اُمور کا فیصلہ ممکن نہیں اور اسی لئے یہ بات شرع میں قرار پاچکی ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اقرار نبوت بھی شرط ہے تنہا توحید یا اتباع فطرت کافی نہیں پس جب سعادت کے دو جزو ٹھیرے ایک توحید کہ جو پہلی آیت میں گزری دوسرا اقرار رسالت جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس دوسرے جز کا اثبات خدا یتعالےٰ نے اس آیت میں اس خوبی کے ساتھ کیا کہ جس سے قرآن کا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کردیا +

لہ شہر کلکتہ میں عرصہ تخمیناً چالیس برس کا گزرا کہ ایک دولتمند بنیر طبع راجہ رام موہن نام بنگالی نے اہل اسلام یا دریوں کی کتابوں سے واقف ہوکر اپنے قدیم مذہب بت پرستی اور عجائب پرستی سے بیزار ہوا مگر چونکہ وہ شخص باخدا نہ تھا اسلئے اُس نے مذہب حقانی اسلام کو قبول کرنے کے بجائے اپنی قوم کے روبرو نہایت شاق جانکر ایک اور نیا مذہب اسلام سے اخذ کیا اور اُس میں کسیقدر یورپ کے ملحدوں کے خیالات اور کچھ عیسائیوں کی عبادات کو بھی ملاکر ایک معجون مرکب بنایا اور اپنے نام اُسکو قدیم مذہب ہنود کا عطر کہکے براہم دھرم نام رکھا اور حکیمانہ تقریروں پر اسکی شہرت اور شیوع کا دارومدار رکھا پھر اسکے بعد ایک شخص دوارندوناتھ اسکے طرفداروں میں سے کھڑا ہوا اور اس مذہب کو فروغ دیتا رہا اسکے بعد ۱۸۵۰ء میں بابو کیسب چندر سین جو انگریزی میں خوب بولنا جانتے تھے اس مذہب کے سرپرست بنے اور لندن وغیرہ بعض یورپ کے شہروں میں اپنے خیالات حکیمانہ کو پھیلاتے پھرے یورپ کے لوگ چونکہ مذہب عیسوی کے بیہودہ عقائد سے اخذ نفور میں اُنہوں نے شاید انکو غنیمت جانکر قبول بھی کیا ہو۔ اس مذہب کے اصول ہیں آسمانی کتاب قرآن یا وید یا تورات کوئی نہیں بلکہ آسمانی دو کتاب ہیں اول طبعی خیالات دوم وہ اصلی صداقتیں جو اخلاق خدا اور بقا کی بابت ہیں انبیاء علیہم السلام سے نہ معجزہ ممکن ہے نہ کبھی سرزد ہوا ہے اور نہ اُنسے خدا نے بطریق وحی یا الہام کلام کیا ہے نہ اس قسم کی نبوت کی کچھ ضرورت ہے بلکہ عقل کافی ہے انبیاء اپنے اپنے وقت میں بزرگ وناصح اور امور دینی میں قائد ومجتہد تھے گروہ معصوم نہ تھے اپنے دینی ترقی کا خاتمہ ہوگیا بلکہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے اسمیں حضرات موسیٰ وعیسیٰ ومحمد وناتک وکبیر سب شریک ہیں یعنی نبوت جو یعنی اہل اسلام اور اہل کتاب کے ذہن میں ہیں یہ اُسکے منکر ہیں۔ اس مذہب میں ہندو مسلمان عیسائی مجوسی جوان باتوں کے معتقد ہیں سب شریک ہیں۔ مرنے کے بعد صرف عمدہ کمالات کی خوشی کا نام جنت اور بری لگات سے تاسف کرنے کا نام جہنم ہے۔ وسیلہ نجات عبادت ہے اور عبادت کے چار رکن ہیں حمد الٰہی روح الٰہی کا اپنی روح میں ملاقبہ کرنا خالق کا ہر دم شکر گزار رہنا۔ اور اسی سے دعا مانگنا۔ یہ برہمو سماج مذہب کا خلاصہ ہے اور جو تفصیل چاہے تو انکے رسائل اور تصنیف دیکھے بالخصوص رسالہ خلاصۃ الاصول کو دیکھئے۔ اب چند روز ہوئے کہ بابو کیسب چندر سین مرگئے مگر صدہا بنگالی اور مہتے اور لوگ بھی اُسکی قضا

ترکیب

اِن کنتم فی ریب الخ شرط فاتوا بسورۃ من مثلہ اسکی جزا یعنی جواب۔ مما نزلنا موضع جر میں صفت ہے ریب کی اسے ریب کائن مما نزلنا اور عائد محذوف ہے اسے نزلناہ اور ما بمعنی الذی ہے من مثلہ صفت ہے سورۃ کی اسے بسورۃ کائنۃ من مثلہ۔ اور ضمیر مثلہ کی یا مانزلنا کی طرف رجوع کرتی ہے اور من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ اسے بسورۃ مماثلۃ القرآن فی البلاغۃ یا ضمیر مثلہ کی عبدنا کی طرف رجوع کرتی ہے پس اسوقت میں من ابتدائیہ ہے اب یہ معنی ہوئے کہ کوئی سورۃ

وبلاغت سے اکثر اس زمانہ کا نبی مانتے ہیں نعوذ باللہ منہ۔ اس مذہب کے ایجاد سے موجد کی دو غرض تھیں ایک یہ کہ یہ مذہب صلح کل ہے۔ رعایا و گورنمنٹ میں جسقدر خرخشہ مخالفتِ مذہبیہ سے پیش آتے ہیں وہ سب فرو ہو جاوینگے اور گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل ہوگی دوم یہ کہ یہ مذہب برائے نام وہی قدیم مذہب ہنود بھی رہا اور مخالفوں کے ان اعتراضات سے کہ جو پیشتر اس مذہب پر پڑتے تھے نجات حاصل ہوگی کھانے پینے کی جو بیجا قیودات اس مذہب میں تھیں سب اٹھ گئیں سفر یورپ اور وہاں سے تعلیم پا لینے کے موانع جاتے رہے ؛

مذہب نیچری

شہر دہلی جب شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں نہایت تنزل کو پہنچا اور وہاں کے عمائد شرفا اہل ہنر جو عہد سلطنت حضرت شاہ جہاں سے آباد تھے ادھر اُدھر پراگندہ ہو کر نکل گئے تو اس زمانہ میں خاص کشمیر یا اسکی نواح کے کچھ لوگ یہاں آبسے۔ فارسیین سول شاہی اور دیگر قلندر رند مشرب نوش مسیلی ٹوپی والے آزاد اسی قوم میں گزرے ہیں ان میں سے بعض خانصاحب و بعض مرزا اور بعض سید اور سیر صاحب کہلاتے ہیں۔ اس قوم کے بعض لوگوں نے اُس اُجڑی سلطنت میں کچھ رسوخ پیدا کیا تھا اور کوئی معزز لقب بھی خریدا[1] تھا پس اسی کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے۔ یہ شخص ابتدا میں مولوی محمد خاص اللہ صاحب نبیرۂ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسیقدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تھوڑے گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا اور اپنی لیاقتِ خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا پھر تو سچے وہابی متبع مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم ہو گئے اور ایک کتاب آثار الصنادید لکھکر شہر کے اہل علم و فضل میں بھی شہرت اور عزت حاصل کی۔ اس عرصہ میں ضدر ہو گیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور احکام رسی کے ذریعہ سے بڑی ترقی کر گئے۔ اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی کی وجہ سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسفر یا فارمر مانے گئے اور سی ایس آئی کا لقب حاصل کیا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش ۱۸۵۷ء کے فساد سے (کہ جس کا منشا صرف توہماتِ جاہلانہ تھے) برجذر ہو اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو اطمینان دلایا اور نہ صرف خیالاتِ فاسدہ بلکہ اسلام قدیم کے گرانے کا بھی بیڑہ اٹھایا ہو اپنی ترقی اور خیر خواہی کے لئے یہ خیال از خود سید صاحب کو پیدا ہوا ہو اور غالباً یوں ہی ہوگا کیونکہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی طرف چنداں خیال نہیں خیر جو کچھ باشد مگر اس شخص نے اسی ارادہ سے ایک کتاب تبیین الکلام ہائیل کی تفسیر میں لکھکر عیسائیوں اور مسلمانوں کو باہم ملانا اور ایک بنانا چاہا لیکن اس امر محال کے وقوع میں سید صاحب ناکام رہے اس عرصہ میں سید صاحب نے

---

[1] علمہ میں عہد شاہ عالم سے زہد افلاس تھا وزارت اور عہدۂ دیوانی اور القاب معززہ روپیہ سے فروخت ہوا کرتے تھے یعنی جو شخص مقدار روپیہ دے تو یہ عہدہ سرکار سے حاصل کرے چنانچہ بہتیرے لوگوں نے اسمات کو غنیمت جانکر روپیہ صرف کر کے یہ عہدے اور القاب حاصل کئے تھے اور یہ بات اخیر بادشاہ ابوظفر بہادر شاہ مرحوم تک بھی مروج تھی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مثل محمد صلعم سے ہوا کرا ؤ کہ جو اُمّی ہو اور جس نے کبھی شعر و سخن کی مشاقی بھی نہ کی ہو و ادعوا شہداءکم جملہ انشائیہ معطوف ہے فاتوا پر من دون اللہ موضع حال میں ہے شہداء سے یعنی شہداءکم منفردین عن اللہ ان کنتم صادقین شرط اسکا جواب محذوف ہے اُس پر کلام سابق دال ہے اعنی فاتوا وادعوا ۔ فان لم تفعلوا شرط اور فاتقوا النار الخ اِس کا جواب اور لن تفعلوا جملہ معترضہ ۔ اعدت للکافرین جملہ خبریہ موضع حال میں ہے ۔ النار سے اور عامل اِس میں فاتقوا ہے ۔

کلکتہ میں برہمو سماج مذہب کو ہو نہار دیکھا اور اُسکے اُصول کو یورپ کے فلاسفروں اور ایشیا کے معلموں کے مطابق خیال پاکر اُسکو اوج رسید کیا اور جو دل میں مراد تھی اُسکو بلا محنت و مشقت پایا لیکن یہ بات نہ تنہا اُسکے دل مقصد بلکہ اُسکے شان کی بھی خلاف تھی کہ وہ کھلم کھلا اسلام کو ترک کرے ایک بنگالی بابو کے مُرید اور اُمت کہلاتے مگر دل میں یہ سوچا کہ اِسے نام تو اسلام ہو مگر اُسکو برہمو سماج مذہب کے مطابق بنا لیجئے لفظ نبی اور ملائکہ اور جبرئیل وجنت و دوزخ وحی والہام و شیطان بلکہ سماء وحین کو تو بحال خود رہنے دیجئے اور ہر مسلمان سے کہئے کہ میں ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو مجال تکفیر نہ ہو اور ان الفاظ کے معانی بالکل پلٹ دیجئے ۔ نبی صرف رفارمر کہ جس میں بڑھئی لُہار کے کام کی مانند اس وعظ گوئی کا ملکہ ہو اور نبوت ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے بلکہ ہر قوم اور پیشہ میں دیکھو نظامی و جامی کو ہمیر ان سخن کہتے ہیں ۔ اِس زمانہ میں بابو کسیب چندر سین بھی نبی ہیں اور انگلنڈ میں بھی فلاں فلاں شخص نبی ہیں ۔ نبی کے لئے معجزہ یا کرامت جسکو خرق عادت کہتے ہیں شرط نہیں یہ صرف پُرانے خیالات ہیں بلکہ خرق عادات ممکن ہی نہیں الہام یا وحی خیالات فطری کا جوش ہے اور جبرئیل جو اُسکو لاتا ہے کوئی شخص خاص نہیں وہ اِس نبی کی قوت ہے جو فطرت کے سوافق فوارہ کی طرح اُچھلکا اُسی پر گرتی ہے اور یہی معنی نزول کے ہیں ۔ ملائکہ استخاص تمحیزہ بالذات نہیں قرآن میں جو لفظ ملک یا ملائکہ یا جبرئیل آیا ہے اُس سے انسان کی قوت ملکیہ مراد ہے جس طرح شیطان سے قوت بہیمیہ اور جن سے ایک جنگلی قوم کہ جو لوگوں سے پوشیدہ رہتے تھے اور جنت و دوزخ صرف خوشی وغمی کا نام ہے باقی حوریں اور نہریں اور سیوہ جات جو قرآن اور نبی اسلام نے بیان فرمائی ہیں وہ محض عبث اور خوف دلانے کو اس خوشی وغم کی ان چیزوں کے ساتھ تفسیر یا تشریح کر دی ہے ورنہ کچھ نہیں آسمان سے مراد بلندی اور جو ہے اور جو کچھ ہے اور ہو گا ہی اور تصل کیجے بعد دیگرے ہے اسلئے اِسکو سبع سموات کے ساتھ تعبیر کیا وقس علی ہذا یہ باتیں سید صاحب کی تفسیر اور رسالہ تہذیب الاخلاق میں موجود ہیں مقدمۂ تفسیر میں اسکے حوالہ بصفحہ وسطر مندرج ہیں اور آئندہ بھی ہم اقوال کو نقل کرینگے ۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ سید صاحب حرف بحرف بنگالی بابو کے مقلد ہوں بلکہ ممکن ہے کہ اُنسے بھی ترقی کر جاویں کیونکہ اول تو سید صاحب دلی کے رہنے والے دوم اس خاندان کے نونہال (یا اب نچوڑ کہنہ) کہ جو مذاہب میں مشیوا ہونے کی جبلی لیاقت رکھتا ہے پھر کیا وجہ کہ ایک بنگالی دال بھات کھانے والے سے کہ جسکا بڑا سرمایہ انگریزی ہے پیچھے رہجائیں ؟ اسلئے سید صاحب نے ایک جدید اسلام کی بنیاد ڈالی اور پرچۂ تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۲۹۶ھ ہجری صفحہ ۴۱ سے ۴۲ و ۱۰۰ میں یوں فرمایا الاسلام ہو الفطرۃ و الفطرۃ ہی الاسلام یعنی اسلام جو ہے وہ فطرت اور فطرت جو ہے وہ اسلام ہے اور فطرت اسلام کا دوسرا نام ہے لامذہبی بھی درحقیقت اسلام ہے کیونکہ لامذہب بھی کوئی مذہب رکھتا ہے اور وہی اسلام ہے الخ اور وہی عین فطرت و نیچر ہے جو آدمی نہ کسی نبی کو مانتا ہو اور نہ کسی اوتار کو اور نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو مذاہب میں فرض اور واجب سے تعبیر کئے گئے ہیں بلکہ صرف خدا سے واحد پر یقین رکھتا ہو وہ آدمی کسی مذہب میں نہیں ہے مگر مسلمان ہے اور جو لوگ خدا کے بھی قائل نہیں ہیں وہ بھی مسلمان ہیں کیونکہ الخ انکے اہل جنت ہونے میں کیا شک باقی رہا انہی ۔ اِسکی تائید میں سید صاحب اس

تفسیر

یعنی اگر تم کو ہمارے اُس کلام میں کہ جسکو ہم نے اپنے بندے محمد صلعم پر نازل کیا ہے (قرآن) کچھ شک ہو کہ آیا یہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں اور یہ نبی برحق ہے یا نہیں تو قطع نظر اور معجزات وآیات بیّنات کے کہ جن میں تمہارا عجز ظاہر ہے تم خاص اس کلام کا ہی مقابلہ کرکے دیکھو کہ جسکی تعمیل (معجزات سے) مقصود بالذات ہے کیونکہ ہر قسم کے کلام مرکب کرنے میں تم آنحضرت صلعم سے کسی بات میں کم نہیں تم بھی اہل زبان ہو اور تم بھی خاص اُسی شہر اور اسی ملک اور اسی

حدیث کو پیش کرتے ہیں من قال لاالٰہ الااللہ دخل الجنۃ وان زنے وان سرق علی رغم الف ابی ذر سید صاحب کی تعریف اسلام جدید کے بموجب تو جو شخص جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر بلکہ سخت مخالف ہو جیسا کہ ابوجہل وغیرہ وہ بھی مسلمان اور جنتی ہے بلکہ کل بنی آدم اول سے اخیر تک مسلمان اور جنّتی ہیں خواہ وہ کیسا ہی عقیدہ رکھیں اور کچھ ہی کریں۔ اس اسلام جدید کی اسقدر حدود وسیع کرنے سے سید صاحب کے چند اغراض اور ایک وجہ ہے۔ غرض اول یہ کہ نہ تنہا بنگالی بابو نے اپنے مذہب کو ایسا وسیع کیا کہ کسیطرح ہندو دھرم میں سے باہر نہیں ہوتا خواہ گائے کا گوشت کھائے خواہ ویدا اور اوتاروں کا منکر ہو بلکہ سید صاحب نے بھی اُس سے بڑھکر اسلام جدید کو وسعت دی کہ کفر منصوص کو بھی اسلام کا مصداق بنا دیا تاکہ انکے مریدوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل رہے۔ دوم یہ کہ جو چیزیں اسلام حقیقی کے بالکل برخلاف ہیں اور انپر پابندی کی سخت تاکید اور انکی مخالفت پر بڑی تہدید ہے انکے ترک واستعمال سے کچھ محذور لازم نہ آوے پس حکام کی خوشنودی یا نفس کی خواہش سے انکو عمل میں لاوے تو کچھ مضائقہ نہیں کوئی خانہ کعبہ ہی ڈھا نہ گرائے اور قرآن مجید اور اسکی باتیوں پر قہقہہ ہی کیوں نہ اُڑائے نعوذ باللہ آنحضرت علیہ السلام سے جسقدر چاہے دشمنی کرے اور سُور کھائے شراب پیئے تو بھی پکا مسلمان جنتی رہتا ہے اُسپر اور مسلمانوں کو کوئی اعتراض کا محل نہیں سوم سوقت جو عیسائی حاکم ہیں اُنکو غیر نہ جانیں نہ مخالف مذہبی نہ اُنکے تعصبات کو خیال میں لائیں کیونکہ وہ بھی تو مسلمان ہیں حقیقت میں حکّام رسمی کا یہ عمدہ نوکر سید صاحب کے ہاتھ آیا ہے صرف برائے نام مسلمان رہ گیا ہو سو کرو اور وجہ یہ ہے کہ جب سید صاحب بابو کیسب چندر سین کی تقلید میں لندن تشریف لیگئے اور وہاں خطبات احمدیہ ایک کتاب لکھکر بابو صاحب کی طرح یورپین لوگوں کو اپنا مُرید بنانا چاہا تو لوگوں نے سید صاحب پر اعتراض کیا کہ یہ نیچر اسکو تسلیم نہیں کرتا کہ بغیر اتباع نبی عربی کوئی شخص مہذّب اور نہایت علوم کا ماہر نجات نہ پائے اور آسمانی اہل اسلام تمام یورپ بلکہ کل بنی آدم جہنم میں جائیں اسلئے سید صاحب نے اسلام جدید کو وضع کیا جہاں جاتے اپنے خیالات کی ترقی کے لئے ایک علیگڈھ میں قائم کیا اور ایک اخبار تہذیب الاخلاق جاری کیا اور اس پر بس نہ کرکے قرآن مجید کی تفسیر لکھکر قرآن کو اپنے اسلام جدید کے موافق بنایا۔ اس زمانے کے اُمرا تو نام پر مرتے ہیں جہاں اُنکو سبز باغ دکھایا (کہ اس مدرسہ سے اہل اسلام کو دینی و دنیوی ترقی ہوگی) جھٹ معین و مددگار ہو گئے اور گورنمنٹ برٹش میں انکی معیشت کو عمدہ ذریعہ تقرب سمجھا اور بعض وہ لوگ کہ جنکو انگریزی خیالات نے بے قید کر دیا اور وہ برائے نام مسلمان ہونا کافی سمجھتے ہیں اس مذہب کے معین و مددگار بنگئے اور بعض تو صرف کوٹ پتلون پہنکر جنٹلمین کہلانے کے لئے سید صاحب کے دین میں آئے + ایک پادری صاحب نے ایک رسالہ تقیید الخیالات مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ۱۸۸۸ء میں سید صاحب کے اس ایجاد خانہ ساز کو اور بات پر محمول کرتے ہیں وہ یہ کہ سید صاحب کی نظروں میں پادریوں اور حکمار یورپ کی روشنی علم و تحقیقات سے اصول اسلام نہایت کمزور اور لغو معلوم ہوئے لیکن سید صاحب نے اسلام کا ترک کرنا مناسب نہ جانا برائے نام اسکو قائم رکھکر ایک نیا اسلام ایجاد کیا کہ جو اصول حکمار یورپ پر مبنی ہو اور جس پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہ ہو اور نیز باعتبار مشقت عمل و قید حلال و حرام کی بھی بہت آسان ہو مگر میرے نزدیک یہ

قوم کے لوگ ہو کہ جسکے نبی صلعم ہیں بلکہ تم اُنسے اس امر میں کہیں بڑھکر ہو کیونکہ اول تو تم شعر و سخن کے مشاق ہو اور نبی صلعم کو تم ابتدا عمر سے عبادت و ریاضت اور گوشۂ تنہائی میں ساکت و صامت دیکھتے ہو دوم ہر مجلس و میلہ اور ہر ایک قسم کے مجمع میں کہ جہاں اہل سخن جمع ہوا کرتے ہیں اپنے اشعار کو جلا دیتے اور اُسکی مشاقی بہم پہنچاتے ہو اور حضرت تو اس قسم کے مجامع میں مدت العمر ایکبار بھی تشریف نہیں لیگئے۔ سوم تم کو مبالغہ اور زیادہ گوئی میں اور ہر قسم کی لفاظی میں کچھ بھی احتیاط نہیں اور یہی امور فصاحت و بلاغت کے سامان اور خوش بیانی کے مصالح ہیں پس باوجود اسکے تم سے ایک

صاحب کا یہ خیال خام ہے کیونکہ سید صاحب کو مذہب عیسوی کی حقیقت معلوم ہے شاید حکمار یورپ و دہریان فرنگ کی طمع کار خیالات نے پریشان کیا ہو تو کیا ہو اور اُنکی بے حاصل تقریروں نے اِنکی دماغ کو مخبوط بنایا ہو تو بنایا ہو جیسا کہ اُنکی بعض عبارات بانگھم صاحب علیگڈھ اخبار سے جو سفر پنجاب کے بارہ میں لکھا تھا ثابت ہے مگر ان بیہودہ اعتراضات سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچتا۔ اسلام میں کوئی ایسی بات خلاف عقل نہیں کہ جس پر مسلمانوں کو اُنکے روبرو نیچا دیکھنا پڑے اور جو معجزات انبیاء اور آسمان و زمین کی بابت کچھ کسیکو اعتراض ہے تو وہ یہی بیجا ہے اول تو انہوں نے ہنوز کوئی تسلی بخش دلیل اپنے تحقیقات پر بیان نہیں کی دوم قرآن نے ہیئت یا طبعیات کے غلط مسائل کا دعوی نہیں کیا۔ سوم اسمیں کل مذاہب سماویہ شریک ہیں تورات و انجیل بھی اس حملہ کی مدافعت میں مشاہدہ میں یورپ کے عیسائی فلاسفروں پر بھی اسکی ذمہ داری ہے۔ اب میں پادری صاحب کے اقوال کو نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو میری رائے کی تصدیق ہو قولہ سید صاحب تہذیب الاخلاق جمادی الاول ۱۲۹۲ھ صفحہ ۲۰ و ۱۲۹۶ ہجری صفحہ ۲۰۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ اسلام کی وہ حالت مجموعی جو تیرہ سو برس سے دنیا میں کہلایا درحقیقت وہ اسلام نہ تھا وہ تو علماء محمدیہ کا تراشا ہوا یا قرآن حدیث کے درست مطلب نہ سمجھکر نکالا ہوا اسلام تھا اگرچہ اُسمیں درست بھی تھا تو اسیقدر درست تھا جسپر کچھ اعتراض نہ پڑتا ہو اور جنتی باتوں پر علوم سے یا غیر اشخاص سے اعتراض واقع ہوئے ہیں وہ سب نقصان کی باتیں ہمارے بزرگ عالموں کی غلطی سے اسلام میں قرار پکڑے ہوئے تھیں وہ حقیقی خیالات اسلام کے نہ تھے وہ گویا کاٹھ کی ہنڈیا تھی جو اسوقت جل رہی ہے۔

مراد انکی یہ ہے کہ جسکو آجتک اُمت محمدیہ نے اسلام سمجھا وہ اسلام نہ تھا اسی لئے تو جو جو اعتراض دنیاوی علوم کی روشنی سے یا مخالفوں سے اُس پر وارد ہوئی وہ سب برحق نکلے اور وہ اسلام پوری شکست کھا گیا فی الحقیقت جو سچا اسلام ہے وہ درست ہے اور مضبوط گویا وہ اسبات کی ہنڈیا ہے اور وہ آجتک سب محمدی علماء سے پوشیدہ رہا اب ہم اسکو تیرہ سو برس بعد ظاہر کرتے ہیں اور اسکا خیال اس زمانہ میں صرف مجھ سید احمد خاں ہی کو آیا ہے اور میں اپنا فرض سمجھکر اِن خیالوں کو ظاہر کرتا ہوں الخ لیکن سید صاحب یہ نہیں بتلا سکتے کہ کس عہد تک اس درست راہ پر مسلمان رہے تھے تاکہ ہم اُس عہد کے خیالات کا مقابلہ سید احمد خاں صاحب کے خیالات سے کریں الخ بس میں نے سید صاحب کے خیالات پر حتے المقدور بہت فکر کیا کہ وہ کیا کہتے ہیں پر مجھے معلوم ہوا کہ سید صاحب کا خیال ہرگز درست نہیں محض غلط بات ہے کہ اسلام قدیم اسلام نہ تھا اور اسلام جدید جو سید صاحب دکھلاتے ہیں درست اسلام ہے۔

قدیمی اسلام جسکو وہ کاٹھ کی جلتی ہنڈیا بتلاتے ہیں یقیناً وہی حقیقی اسلام ہے جو محمد صاحب نے اپنی اُمت کو دیا تھا یہ وہ بنا اسلام جسکو الخ اِنہوں نے اِس زمانہ میں نکالا اور اہل ہند کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہرگز اسلام نہیں ہے بلکہ اسمیں اکثر وہ خیالات بھرے گئے ہیں جو ہندوؤں کے ایک برہمو فرقہ کے ہیں اور وہ بھی چند روز سے شہر کلکتہ میں نکلے ہیں الخ یا اُن لوگوں کے بعض خیالات اسلام میں کے خفی کاٹے ہیں جو قدیم زمانہ سے آجتک انبیائی سلسلہ کے مخالف ہیں جنکو دنیاوی عقلمند کہتے ہیں۔ اِن خیالوں کو سید صاحب

سورہ کے برابر بھی کلام مرکب نہیں کیا جاتا اور تم کو نہایت زور اور دعوی سے کہا جاتا ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی اجازت دی جاتی ہے کہ ایک نہیں بلکہ سب ملکر بنالاؤ اور اپنے اُن معبودوں سے بھی مدد لو کہ جنکو تم ہر قسم کی قدرت اور اختیار کا مبدء اور ہر طرح کا حاجت روا جانکر پوجتے ہو پھر جب بھی تم سے ایک سورہ کی برابر بھی نہ بن سکا اور نہ کبھی بن سکیگا تو یقین کرو کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے کہ جو تمام لوگوں اور غیر اللہ سب معبودوں سے بڑھکر ہے اور وہ خدا یتعالے ہے کہ جو ہر بات میں سب سے نرالا ہے پس جب یہ ہے تو خلاق اقدر کا مقابلہ اور اُسکے کلام کو جھٹلانا جہنم میں ڈالجانے

فقرات میں لپیٹ کر اسلام میں شامل کرنا چاہتے ہیں یہ دعوی سنکر شروع میں مجھے خیال آیا تھا کہ شاید سید صاحب اسلام کے وہ زوائد جو پیچھے سے اس میں پیدا ہو گئے ہیں کاٹ چھانٹ کر دکھلا دینگے لیکن اب جو کچھ کہ انہوں نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ تو کہیں سے کہیں چلے گئے حقیقی اسلام اُنکے ہاتھ سے نکل گیا اور ایسا چھوٹا کہ بہت ہی دُور رہگیا اسلئے علماء محمدیہ نے اُنکی نسبت سخت فتوے لکھے ہیں اسلام فی الحقیقت وہی ہے کہ جسکو مسلمانوں نے محمد صاحب سے پایا یا یوں کہو کہ اسلام وہ ہے کہ جو قرآن وحدیث سے بتبادر اہل زبان کے ذہن میں آیا اور ابتداے دعوی نبوت سے میں برس تک دنیا میں محمد صاحب نے قولاً و فعلاً اُسکی تعلیم دی ہے + یہ بات تو دیکھی جاتی ہے کہ کسی مرشد برحق یا غیر برحق کے خیالات پر اہل غرض اور بے احتیاط مفسر کبھی کبھی اپنے خیالات کی قلعی چڑھایا کرتے ہیں اگر سید صاحب زوائد اسلام کو خارج کرکے خالص اسلام جو قرآن وحدیث میں ہے دکھلاتے اور پھر ثابت کرتے کہ علوم کی روشنی اور مخالفوں کے اعتراض سے محفوظ ہے تو اُنکی یہ کوشش قابل تحسین وشکر تھی لیکن سید صاحب نے محدثوں اور لامذہبوں اور حکماء مخالفین انبیاء کے اُصول اور کلکتہ کے بگالیوں کے خیال جنکے دلوں میں سے بُت پرستی کو انگریزی تعلیم نے نکالا اور ملحد انگریزوں کے اُصول کو جمع آکے قرآن وحدیث میں جہاں کرنے کا بُورا بندوبست کر لیا اور بھی اس طرح پر کہ قرآن وحدیث کے صاف وصریح مطلب کو تحریف معنوی اور اجنبی تاویلوں سے دھکے دیکر وہاں سے نکالتے ہیں اور اپنے مرغوب خیالوں کو وہاں بٹھلاتے ہیں جو ہرگز بیٹھ نہیں سکتے +

اور یہ کام اس مراد سے ہے کہ اسلام قدیم کے اُصول مخالفوں سے شکست کھا چکے ہیں لیکن جب وہ اس طرح کی اُلٹ پلٹ نہیں کر لینگے تو پھر اس اسلام جدید پر یہ اعتراضات نہونگے کیونکہ سید صاحب کے گمان میں محدثوں کے خیالات انبیائی خیالات سے مضبوط تر اُستوار ہیں۔ اس صورت میں سید صاحب کو ایک بڑی مشکل پیش آئی کہ تمام کتب مسلمہ اہل اسلام کو پھینکنا پڑا اور بہت سی تواریخی باتوں کو بھی تبدیل کرکے اپنے دل سے نئی تواریخ تصنیف کرنی پڑی تاہم ایک سخت مشکل باقی تھی کہ ان خیالات نئی سند جنکو وہ لاتے ہیں محمد صاحب تک نہ پہنچی گویا کہ قرآن تو محمد صاحب نے دیا اور معنی اُسمیں تیرہ سو برس بعد سید صاحب نے ڈالے اور سند اُن معنوں کی نہ محمد صاحب تک مگر اہل الحاد تک پہنچی اسکے علاوہ اسلام جدید میں اسلام قدیم کے برخلاف نیا الہام اور نئی وحی اور نیا خدا اور نیا نبی تجویز کرنا پڑا اور اسی طرح دوزخ اور بہشت اور اُصولی باتوں میں بہت ہی بڑی تبدیل کرنی پڑی باوجود اسکے یہ اسلام جدید زیادہ تر محل اعتراض ہے۔ اپنی تصانیف میں جہاں تک سید صاحب نے علوم کی روشنی سے اسلام قدیم کی شکست دکھلائی ہے میرے گمان میں یہ تو اسکی کچھ بھی شکست نہیں کیونکہ حکماء مخالفین انبیاء کے چند خیالات ہیں جن سے کوئی مذہب مدعی الہام ونبوت شکست نہیں کھا سکتا بلکہ وہ حکماء ہی طالبان حق کی نظروں میں حقیر ہیں اور رہیں گے اور مثلاً خدا کا محالات عادیہ پر قادر ہونا کیا کہ نہیں مانتے اسلام اسکا قائل ہے اس کردہ خیال سے اسلام کو شکست نہیں ہوئی بلکہ اس خیال مکروہ کو الخ انتہی ملخصاً + پھر یہ پادری صاحب اپنے اول اس رسالہ کے ۴ صفحہ میں یہ کہتے ہیں قولہ پہلے سید صاحب نے تبیین الکلام ایک کتاب لکھی تھی اور اُسمیں خدا کے کلا

آگ یہاں کی آگ سے سخت اور تیز ہے جسمیں پتھر اور آدمی جلتے ہیں) ٹھکانا بنانا ہے اب تم کو لازم ہے کہ اُس آگ سے بچنے کا سامان کرو یعنی اِس کلام پاک پر صدق دل سے ایمان لاؤ اور اس حیات بخش کلام کو اپنا دستور العمل بناؤ

متعلقات

معجزہ اُس امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ جو مدعی نبوت سے سرزد ہو خواہ وہ کلام ہو یا کوئی کام ہو اور چونکہ مخالف کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ویسے امر بنانے کی قدرت نہیں ہوتی بلکہ وہ عاجز ہوتا ہے اسلئے اُسکو معجزہ کہتے ہیں اور اسی لئے یہ معجزہ اُن اسباب کی قبیل سے نہیں ہوتا ہے کہ جسکے ہاتھ سے یہ سرزد ہوا ہے وہ موید من اللہ ہے۔ یعنی اِس عالم اسباب میں جسقدر امور واقع ہوتے ہیں وہ اسباب پر مبنی ہوتے ہیں اور اُن اسباب کا سلسلہ جناب باری پر ختم ہوتا ہے اسلئے اِن امور کو ظاہر اسباب پر نظر کرکے اُن اسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور جنکی چشم حق بیں نور الہام سے روشن ہے وہ اِن اسباب سے قطع نظر کرکے اس مسبب الاسباب کی طرف اِس فعل کو منسوب کرتے ہیں لیکن جب خدا تعالےٰ کو اپنے ہادی کی

تفسیر اکثر مقامات میں کچھ اپنے طور سے کرکے عیسائیوں اور محمدیوں کو قریب قریب ایک حکمت سے لایا چاہتے ہیں لیکن جو تفسیر خلاف جمہور ہو وہ کب مقبول ہو سکتی ہے اسلئے انہوں نے اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا اور اب وہ اسلام کی مرمت کے درپے ہیں مگر یہ بھی انہونی بات ہے کیونکہ نام تو مرمت کا لیا ہے مگر ایک اور ہی بنیاد ڈالی ہے جسکو ہرگز اسلام نہیں کہہ سکتے۔ یہی سبب ہے کہ علماء محمدیہ اُنکے برخلاف ہیں ہاں بعض محمدی کہ جو اہل یورپ کے خیالات سے بہرہ یاب ہیں وہ سید صاحب کے ساتھ موافق ہیں نہ اسلئے کہ سید صاحب ٹھیک اسلام کے موافق بول رہے ہیں بلکہ اسلئے کہ انگریزی خیالات سے انکے خیالات کچھ اور ہی طرح کے ہو گئے ہیں اور محمدی اسلام انہیں اچھا نہیں معلوم ہوتا اور کسی مذہب میں اسکو چھوڑ کر کسی وجہ سے شامل ہونا بھی نہیں چاہتے انکو تو صرف قومی آرام اور آسایش دنیا اور آبائی نام کے لئے اسلام کا نام ہی کافی ہے جس عقلی راہ پر انکو چاہو لیجاؤ وہ تیار ہیں کیونکہ وہ ابھی اُس طبیعت کے مطیع ہیں جو انگریزی خیالات ان میں پیدا ہو گئی ہے وہ ان خیالات کے کچھ درپے نہیں کہ جو اُنکے آباء کو محمد صاحب نے دیے تھے انتہے ملخصاً +

اقول حقیقت میں سید صاحب نے وہ بڑھکر کام کیا کہ جو اُنکے اسلاف میں سے کسی سے نہو سکا۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست + اُنکی ہمت صرف رسول نمائیوں میں مشائخ کہلانے ہی تک تھی جناب کی ہمت عالیہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کا نبی اور رسول بننے کا تقاضہ کیا جس طرح کہ سید محمد جونپوری مہدی بنا اور میر محمد حسین بیکوک بنا۔ کیا عجب ہے کہ سید صاحب کی ذریت میں سے کوئی خدائی کا دعوی بھی کرے + مگر جس سید کے لئے سید صاحب نے یہ کام کیا تھا وہ حاصل نہ ہوئی۔ ہر چند گورنمنٹ کو ان لوگوں نے مغالطہ میں ڈالا کر اُس نے سید صاحب کے اور اُس کے بعض خلفاء کو اہل اسلام کا رکن اور معزز جانکر اہل اسلام کے اتحاد اور ارتباط کے لئے وسیلہ بنایا مگر ان کا اعزاز اہل اسلام میں اسیقدر ہے کہ جسقدر دشمنان اسلام پادریوں یا دہریوں کا ہے یعنی تمام مسلمان انکو سخت کافر اور بے دین جانتے اور انکی کوٹ پتلون اور انکے تجمر و تجبر کو نہایت ذلت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسلئے انجام کار ناکامی ہوتی ہے + یہانتک جو حال اِس فرقہ کے موجد کا تھا میں نے بنظر نیک لکھا اور اگر کوئی بات خلاف واقع ہو تو میں اُسکا ذمہ دار نہیں۔ اب میں اس تمہید کے بعد سید صاحب کے اقوال کو نقل کرکے جواب دونگا + ۱۲ منہ

(۱) جیسا کہ سمیع اللہ خاں صاحب ۱۲ منہ

عام لوگوں کے روبرو تصدیق منظور ہوتی ہے تو وہ خلافِ عادت اِن اسباب کو درمیان سے اُٹھاکر بغیر اُنکے کوئی کام اُس نبی کی معرفت سرزد کرا دیتا ہے تاکہ اسباب کی طرف نظر نہ پڑے اور یہ فعل اسی کا معلوم ہو +

مگر یہ کام خدا کا ہے جب چاہے کرتا ہے اور وہ کسی مصلحت سے نہ چاہے تو نہیں کرتا۔ یورپ کے بہت سے حکماء کہ جنکو صرف ظاہر بیں آنکھیں عطا ہوئی ہیں اِس امر خارق عادت کا انکار کرتے ہیں اور اُنکی تقلید سے فرقہ برہمو سماج بھی منکر ہے اور اُنکی تقلید سے سید احمد خاں صاحب وغیرہم بھی اصول اسلام کے برخلاف اسکا انکار کرتے ہیں اور بلا دلیل ناممکن اور محال بتلاتے ہیں اور لطف یہ کہ ابتک امکان اور وجوب اور محال کے معانی سے بے خبر ہیں۔ یہ انکار اسلئے ہے کہ انہوں نے کبھی معجزہ یا خارق عادت بات دیکھی نہیں اور یہ طبائع عامہ کا جبلّی خاصّہ ہے کہ وہ جس چیز کو مدت العمر دیکھتے نہیں اُسکے وجود بلکہ امکان میں بھی شک کرتے ہیں چنانچہ عرب کے گلستان میں کہ جس نے مدت العمر کوئی ندی یا دریا نہ دیکھا تھا دریا کا مفہوم سنکر بڑا تعجب کیا اور پھر سمندر کا حال سنکر تو دونوں کانوں پر ہاتھ دھر کر یہ کہدیا واللہ لا یمکن ثم باللہ لا یمکن +

اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور اسکی مانند بنانا طاقتِ بشریہ سے خارج ہے خواہ مضامین کی خوبی سے ہو یا اُسکے ساتھ عبارت بھی حد اعجاز کو پہنچ گئی ہو یا کوئی اور سر ہو مگر جمہور اہل اسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہے اور اس کا مثل بنانا بشر سے محال ہے۔ اور یہ بات خدا نے اسلئے قرآن میں رکھی کہ عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا گھمنڈ تھا پس خدا تعالیٰ نے اِسمیں اُنکو عاجز کرکے اُسکا منجانب اللہ ہونا تبلا دیا +

نکات

سورہ شرع میں قرآن مجید کے اُس حصہ کو کہتے ہیں کہ جس میں کم از کم تین آیتیں ہوں اور اُس حصہ کا کوئی نام معین بھی ہو جیسا کہ فاتحہ بقرہ۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ اسکا واو اصلی ہے اِس تقدیر پر یہ سور البلد (شہر پناہ) سے ماخوذ ہے

لہ سید صاحب فرماتے ہیں قولہ صـ۳۳ مگر یہ بات کہ اسکی مثل کوئی نہیں کہہ سکتا یا کہہ سکتا اسکے من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کسی کلام کی نظیر ہونا اسباب کی تو بلاشبہ دلیل ہے کہ اسکی مانند دوسرا کلام موجود نہیں ہے مگر اسکی دلیل نہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے بہت سے کلام انسانوں کے دنیا میں ایسے ہیں کہ اُنکی مثل فصاحت و بلاغت میں دوسرا کلام نہیں ہوا گروہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے الخ اوّل تو انسانوں کا کونسا ایسا کلام ہے کہ جسکا مثل فصاحت و بلاغت میں آجتک بانجوی سبھی کے دوسرا کلام نہو سکا ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی نے کوئی عمدہ کتاب تصنیف کی مگر اسوقت سے نام فصیح مضمونوں کو عاریۃً لاکر اُس کے مثل بنانے کا اشتہار نہ دیا اتفاقاً مدت تک کسی نے اسمارہ میں قلم نہ اُٹھایا بلاشک اسوجہ سے یہ کتاب من اللہ تسلیم نہیں ہو سکتی اور جبکہ بڑے زور سے دعوے کیا ہوا اور سب کو اس میں شریک ہونے کی اجازت دی ہو اور اپنے کلام کے ایک ٹکڑے کے برابر بنانے کی درخواست کی ہو اور لوگوں نے اِس امر میں جو حصہ بھی کیا ہو اور پھر اپنے اپنے مسودات اور کلمات کو معیوب سمجھکر پیش نہ کر سکے ہوں بلکہ وہ خود ہی انہیں کے لوگوں نے اُس پر قہقہہ اُڑایا ہو پس یہ من اللہ ہونے کی صریح دلیل ہے دوم اگر یاد بھی ہوتے میں تحدی تھی تو یہ بھی کلام ہے قرآن سے متعلق تھی پھر اسکا مثل نہ بنانا ہی بات ہے سر کے پیچھے ہاتھ پھیرکر ناک تبلانی فضول امر ہے ۱۲ منہ

اس مناسبت سے کہ سور البلد جس طرح شہر کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اسی طرح سورہ بھی چند آیات یا ہر قسم کے مضامین کو گھیرے ہوئے ہے یا سورہ بمعنی رتبہ سے ماخوذ ہے کیونکہ کل سورتیں منزلہ منازل اور مراتب کے ہیں یا ان کے باہم شرف اور طول و قصر میں مرتب جداگانہ ہیں +

بعض کہتے ہیں کہ یہ واو اصلی نہیں بلکہ ہمزہ تھی اسکو واو بنالیا ہے اور باہم مبادلہ ہوگیا ہے اس تقدیر پر اسکی اصل سُؤرۃ ہے جسکے معنی کسی چیز کا بقیہ اور ٹکڑا ہے یعنی یہ قرآن کا ایک ٹکڑا ہے اسلئے اسکو سورہ کہنے لگے۔ یہانتک وجہ تسمیہ کا بیان تھا۔ اور قرآن مجید کا سورتوں پر منقسم ہونا اس حکمت کے لئے ہے کہ ایک مضمون دوسرے مضمون سے جدا ہوجاوے اور ایک قسم کی نظم جو باہم مناسبت رکھتی ہے دوسری قسم سے علیحدہ شمار ہوجائے اور پڑھنے والیکو سہولت اور فرحت اور حفظ کرنے میں سہولت اور قراءت حاصل ہو کیونکہ جب وہ ایک سورہ کو تمام کریگا تو دل میں فرحت پیدا ہوگی جس طرح مسافر جب ایک منزل طے کرلیتا ہے تو دل میں خوش ہوتا ہے کہ اس مسافت کا اسقدر حصہ میں نے طے کرلیا اسی مقصد کے لئے مصنفین اپنی کتابوں میں فصل اور باب مقرر کرتے ہیں ورنہ ایک کلام مسلسل سے دل گھبراتا ہے اسکے علاوہ اور بہت سی حکمتیں ہیں سورتوں کے آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں نام مقرر ہوچکے تھے +

شہداء شہید کی جمع ہے جسکے معنی حاضر اور گواہی دینے والا اور مددگار نیوالا اور حاکم کے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ لفظ شہید یعنی اس ترکیب میں حاضر ہونے کے معنی ملحوظ ہیں خواہ یہ حضور بالذات ہو یا بالتصور پس مدد کرنے والے اور حاکم اور حاضر میں تو بالذات حضور پایا جاتا ہے کس لئے کہ حاضر تو موقع پر حاضر ہوتا ہی ہے مگر مدد کرنے والا بھی موقع پر حاضر ہوتا ہے اور حاکم کے حضور (روبرو) مقدمات فیصلہ ہوتے ہیں اور گواہی دینے والے میں حضور کے معنی بالتصور پائے جاتے ہیں یعنی جب وہ گواہی دیتا ہے تو اپنے خیال میں اُن سبات کو حاضر کرتا ہے اور جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاوے اُسکو بھی اسلئے شہید کہتے ہیں کہ وہ خدا تعالے کے پاس حاضر ہوگیا اور اُس کا بدلہ ثواب آخرت اور اُسکے مصاحب ملائکہ اُس کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں

اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک + اس مقام پر یہ چاروں معانی مراد ہوسکتے ہیں یعنی تم قرآن کی سورہ کے مثل بنانے میں جو لوگ اسوقت بڑے فصیح و بلیغ حاضر اور موجود ہیں اُنکو بلاؤ اور اُنسے مدد لو۔ اور جو تمہارے کلام پر سورہ کے مثل ہونے کی گواہی دیں اُنکو بھی بلاؤ اور جو لوگ تمہارے زعم میں تمہارے مددگار اور حاجت روا ہیں اور جنکے نام کے تم دُہائی دیتے ہو اور جنکی عبادت کرتے ہو اُنسے بھی مدد لے دیکھو الغرض سب زور لگالو اور پھر حاکموں کے پاس اس منازعت کے فیصلہ کے لئے چلو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

دون اللہ دون کے معنی پاس اور قریب جگہ کے ہیں اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک ضمیمہ

دوسرے مضمون کے ساتھ متصل اور پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا کہتے ہیں زید دون عمر یعنی زید عمر سے کم مرتبہ ہے اور اسی لئے حقیر چیز کو دون یا دنی بولتے ہیں اور اسی لئے اس عالم کو جو حقیر و ذلیل ہے دنیا کہتے ہیں (مؤنث کا صیغہ) یا اسلئے کہ یہ قریب اور پاس اور وہ عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت دیکھی اور اس کلمہ کا ایک چیز چھوڑ کر دوسرے کے اختیار کرنے پر اطلاق ہوا اور لفظ غیر کے قریب المعنی ہوگیا۔ اس مقام پر اسکے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اسکے سوا جسقدر تمہارے مددگار ہیں سب سے مدد لو +

مما نزلنا نزول اوپر سے نیچے کسی چیز کا اترنا اس جگہ قرآن مجید مراد ہے کہ بواسطہ جبرئیل عالم بالا سے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا

زکات

۱ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا اسلئے کہ تنزیل کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کرنا اور انزال کے معنی ایکبار نازل کرنا ہے۔ گو قرآن مجید لوح محفوظ سے بیت المعمور تک ایکبار نازل ہوا مگر وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلعم کے پاس حسب حاجت ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوتا تھا اور اسبات سے بیقیدوں کو شک پیدا ہوتا تھا کہ یہ تو تناعروں اور دیگر مصنفین کی طرح تھوڑا تھوڑا تصنیف کرکے سناتا ہے اگر منجانب اللہ ہوتا تو تمام قرآن کو ایکبارگی دکھلاتا بلکہ کاغذوں میں لکھا ہوا اور جلد بندھا ہوا لاکر سامنے دھر دیتا کہ

تفسیر القرآن کے مؤلف اس مقام پر صفحہ ۴ سے لیکر ۱۴ تک اپنے خیالات فاسدہ کو بہت کچھ طول دیا ہے اور چند اعتراضات بھی ہیں (۱) ممانزلنا پر جسکا خلاصہ امام رازی نزول وحی کے بارہ میں عقراضل اور تمام علماء اسلام پر بلحاظ کے بعد یہ ہے کہ خدا اور پیغمبر میں جبرئیل وغیرہ کوئی واسطہ نہیں صرف اسی کے خیالات جس طرح کہ مجنونوں کو متجسم پاکر کرتے ہیں اور کوئی باتیں کرتا معلوم ہوتا ہے آوازیں سنائی دیتی ہیں اسی طرح اس نبی کو نظر آتے ہیں باتیں کرتے ہیں اسی کے دل سے خیالات اٹھکر دل پر وارد ہوتے ہیں جیسے نزول وحی ہے (۲) بحث نبوت کی بابت کی ہے کہ نبوت خدا کی طرف سے ایک ایسا عہدہ سمجھا کہ وہ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حیث یجعل رسالتہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) اہل اسلام کا غلط عقیدہ ہے بلکہ نبوت ایک فطری ملکہ ہے کہ جسطرح انسان کے اندر اور صدہا فطری ملکات ہیں یہ بھی ایک ملکہ ہے کہ جو جسم کے قوی ضعیف ہونے سے قوی وضعیف ہوتا ہے پس جسمیں خلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ مقتضائے اسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے (پھر پیغمبری کسی خاص اور دینی زمانہ میں منحصر نہیں بلکہ ہر ملک و ہر زمانہ میں ایسے لوگ کہ جو رفاہ عام کہلاتے ہیں نبی ہیں چنانچہ ہندوستان میں دیانند سرستی اور بگال میں بابو کیشب چندر سین اور انگلستان میں فلاں فلاں صاحب بھی نبی ہیں۔ تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۲۹۲ھ) (۳) لفظ اُعدت سے دوزخ اور جنت کا بالفعل موجود ہونا خیال کرنا جیسا کہ عموماً اہل سنت والجماعت یہ رکھتے ہیں غلط ہے کیونکہ قطعی الوقوع چیز کو قرآن بلفظ ماضی تعبیر کرتا ہے (۴) بحث دوزخ و جنت کی بابت کی ہے کہ جنت کی حقیقت کا بیان کرنا خدا کو بھی محال ہے جنت وہ موقع راحت و تکلیف کا نام ہے سو سنی نے اُسکی تفسیر کثرت اولاد اور پیداوار مال کے ساتھ کی ہے اور دوزخ ان چیزوں کے نقصان اور بیقدری وغیرہ مصداق کہکے بتلایا ہے محمد صلعم نے قرآن میں لوگوں کو رغبت اور خوف دلانے کے مصلحت سے اسکی تفسیر حور و قصور باغ اور نہریں اور شعلۂ آتش و زقوم و حمیم کے ساتھ کردی اور اصل یہ چیزیں جنت و دوزخ میں نہیں اگر یہی جنت ہے تو اس سے ہماری خواہش بہتر ہے الخ اقول یہ مزخ اقوال کا خلاصہ مطلب ہے اب ناظرین دیکھ لیں کہ یہ باتیں بلا دلیل ہونا فصا صحیح بیان کی ہیں یا نہیں محض فرقہ بندی مزاج کی تقلید ہے یا نہیں؟ اور ان خیالات کو نہ تنہا اسلام بلکہ کل آسمانی مذاہب سے کسقدر مبائنت ہے اور سوقت جوالحاد و دہریت کے دریا بیکنار کل نوجیں ہندوستان کو تہ و بالا کر رہی ہیں اور کسقدر ہزاروں گمراہ کرکے جنکو علوم اسلامیہ سے بہرہ و فنون عقلیہ سے حصہ نہیں بدکتوں سے نفیہ بلکہ کھلے دنیا و جاہ و مال کے بندے نفسانیت سے بھرے ہوئے کسقدر خود بنا حاصل کرکے بانی مذہب جدید ہوگئے اور سیکڑوں بندگان خدا کو گمراہ کردیا اور حیات ابدی سے محروم بنا دیا) انسے کسقدر مناسبت ہے ان خیالات کا بطلان مقدمۂ کتاب میں ہوچکا ہے فمن شاء فلیرجع الیہا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ +

دیکھیے کتاب مجھ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے قال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ چونکہ وہ جاہل اس پارہ پارہ نازل ہونے کے سرتہ واقف نہ تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ کسی نبی پر آجتک اس طرح سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی جسکے اسلئے اللہ تعالے نے اس امر سے درگزر فرماکر اسی تقدیر پر قائل کیا کہ اچھا یوں ہی سہی تم یہی پوری کتاب نہیں بلکہ اس کے ایک ٹکڑے کی برابر بنا کے لاؤ میں اسلئے لفظ تنزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا +

۲ اس تحدی (معارضہ) کو خدا سے تعالے نے ایک نکتہ کے لئے کئی سورتوں میں مختلف طور سے بیان کیا اس سورہ میں اور سورہ یونس میں تو اس طرح سے فرمایا اور سورۂ ہود میں یوں فرمایا فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین لاسکے دس ہی ٹکڑوں کی مانند بنا کے لاؤ اور خدا کے سوا جس سے چاہو مدد لو اور سورۂ اسرے میں یوں فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا اگر تمام جن و انس قرآن کی مثل بنانے پر متفق ہو جاویں اور ایک دوسرے کی مدد کرے تب بھی اسکی مانند نہ بنا سکیں گے۔ اور سورۂ قصص میں یوں فرمایا قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو ابدی منہما اتبعہ ان کنتم صادقین کہ اسے کہہ اگر تم سچے ہو تو خدا کے ہاں سے کوئی اور کتاب لاکے دکھاؤ کہ جو قرآن و توریت سے زیادہ ہادی ہو نہیں بھی اسکو مانوں گا۔ پس ان سب آیات کو ملا کر یہ نکتہ پیدا ہوا کہ خواہ تم ایک سورہ کی برابر خواہ دس کی برابر خواہ اس تمام قرآن کی برابر بنا کے دکھاؤ میں یہ سخت معارضہ ہے گویا یوں فرمایا کہ اسکی برابر بناؤ یا اسکے نصف کی برابر یا اس کے ربع کی برابر بناؤ +

۳ وقودہا الناس والحجارۃ فرمایا کہ آتش جہنم میں آدمی اور پتھر جلتے ہیں اسمیں یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ غیر اللہ کو پوجتے ہیں اور انکو حاجت روا آپ اور انکے نام کی دہائی دیتے اور نذر و نیاز کرتے ہیں وہ عابد اور معبود دونوں خدا سے جبار کے قہر میں مبتلا ہیں خدا کا قہر آگ کی صورت میں متمثل ہو کر انکو جلاویگا اور جہنم کا ایندھن بناویگا۔ اور عرب کے لوگ اکثر پتھر کے بت بنا کر پوجتے تھے اسلیئے حجارہ کہا۔ الغرض اس لطف کے ساتھ انکی بت پرستی کی سزا اور رتبوں کی وقعت و اقتدار کا اندازہ ظاہر کر دیا +

اس تھوڑے سے کلام میں خدا تعالے نے ان چند مقاصد ضروریہ کو کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا کہ جس کا کچھ بیان نہیں (۱) جس امر میں مخالفوں کو بڑا دعوی تھا اسمیں انکو عاجز بنا کر قرآن کا منجانب اللہ ہونا ثابت کر دیا (۲) اسکے ضمن میں اس معجزۂ قرآنیہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مخالفوں کے روبرو متقن و ثابت کر دیا تھے کہ پھر جو کوئی انکار کرتا تھا تو محض عناد سے کرتا تھا لانہم کانوا یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم (۳) وادعوا شہداءکم سے خدا کے سوا جسقدر معبود لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور انسے مرادیں مانگتے اور انکو حاجت روا یا قادر مطلق یا قادر مطلق کا مختار عام یا دارو غۂ با اختیار جانتے ہیں (جیسا کہ ہنود کالی بھوانی بھیروں۔

ہنومان کرشن بشن مہادیو راجہ رام چندر کواکب وعناصر وارواح وغیرہا اشیاء کو اب تک ایسا جانتے اور انکے نام کے پتھر تانبے پیتل کے بُت بنا کے پُوجتے ہیں جسکو یقین نہ آئے تو بنارس جاکر دیکھ لے انکا عاجز ہونا ثابت کر دیا گویا یہ توحید کے لئے ایک بُرہان قاطع اور ابطالِ شرک کے لئے دلیل ساطع ہے (۴) ولن تفعلوا سے قیامت تک کی پیشین گوئی کر کے آنحضرت علیہ السلام کو کامل اطمینان دلایا جس سے آنحضرتؐ نے اس دعوے کو نہایت اطمینان سے تمام لوگوں کو سُنا کر اپنی نبوت کو ثابت کر دیا (۵) فاتقوا النار سے عالم آخرت اور وہاں کے احوال عذاب وثواب اور بُت پرستی اور کفر کی سزا جہنم اور اسکی کیفیات بیان اور نتیجہ اعمال کو عیاں کر دیا (۶) التی وقودہا الناس والحجارۃ سے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ آگ یہاں کی آگ سے بہت تیز ہے یہاں کی آگ لکڑیوں سے جلتی ہے وہ آگ ارواح کفار اور سخت سخت پتھروں سے سُلگتی ہے۔ اور یہ کہ وہ معبود کہ جنکو وہ لوگ پُوجتے ہیں محض بے حقیقت ہیں اور کافروں کو کیا بھلا کرینگے اپنے ہی تئیں مواخذہ سے بری نہ کر سکیں گے۔ جب مکہ میں حضرت نے انوار توحید کو پھیلایا اور آفتاب نبوت بن ہو توبتوں میں سے آوازیں آیا کرتی تھیں کہ اب ہماری پرستش کا زمانہ تمام ہوگیا چنانچہ اسلام لانے سے تھوڑے دن پہلے حضرت عمرؓ نے جب ایک بت کے آگے قربانی لیگئے تو اُسکے اندر سے نوحہ کی آواز آئی اور یہ اشعار پڑھے صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت کی بابت سنائی دیئے اور اُسی آواز غیبی نے پھر کلمات الوداع پڑھکر حسرت وافسوس ظاہر کیا اس قصہ کو بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کیا ہے۔ (۷) اعدت للکافرین سے یہ بات ثابت کر دی کہ جنت ودوزخ بالفعل عالم ظہور میں آنیوالا ہے وہ سب کچھ عالم مثالی میں قائم ہو چکا ہے۔ یہ سلم کہ قرآن مجید میں آئندہ ہونیوالی چیزوں کو کہ جو قطعاً واقع ہونگی ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس چیز کو اس لفظ سے بیان کیا وہ ہنوز واقع نہیں ہوئی آئندہ ہوگی پس ان دونوں چیزوں میں مساوات سمجھکر یہ کہدینا کہ دوزخ وجنت ہنوز پیدا نہیں ہوئی بڑی غلطی ہے اسلئے جمہور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنت ودوزخ اب بھی موجود ہیں نہ یہ کہ قیامت کو موجود ہونگے یہ اسلئے کہتے ہیں کہ اگر یہ ہو تو جسقدر عہد آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک لوگ نیک اور متقی مرے ہیں وہ جنت اور وہاں کے نعماء سے محروم رہیں اور بُرے لوگ جہنم سے بچے رہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے عرصۂ دراز تک کیوں اعمال کی جزا وسزا نہیں ملتی؟

علاوہ اسکے قرآن واحادیث اسپر گواہ صادق ہیں۔ خود حضرت آدم جنت میں رہے تھے۔ نبی صلعم نے شب معراج میں جنت ودوزخ کی سیر کی اور انبیاء نماز پڑھتے میں دوزخ وجنت کو دیکھا۔ اور یوں بعض شخصوں کو دوزخ وجنت کا دیکھنا جو دنیا میں ان باتوں کو ایک دو صحابی نے نہیں بلکہ بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے اور کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہا میں بہت سے طرق سے یہ روایتیں موجود ہیں

جنت ودوزخ کے لئے اس عالم کی کوئی دوسری زمین اور دوسرا آسمان نہیں کہ آسکا بُعد بمسافت اسکے پایا جاوے یا اس آسمان

ع جہاں ہیں جانے ہی کی کیا ضرورت ہے میرے گھر میں ہی عمارت ہے ۱۲ منہ

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا

اور جو شخص سُنا اُن لوگوں کو کہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یہ کہ اُنکے لئے باغ ہیں کہ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں جب

رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اُنکو اُن میں سے کوئی پھل کھانیکو دیگا تو کہینگے یہ تو وہی ہے جو ہمکو پہلے دیا تھا اور اُنکو وہ پھل باہم (رنگ صورت میں) ملتے جلتے دیے جاوینگے اور اُنکے لیئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہونگی اور وہ وہاں ہمیشہ رہینگے

زمین کے دائیں بائیں نیچے اُوپر اُسکی جگہ متعین کی جائے کیونکہ جنّت کا چوڑان جب آسمان وزمین کے برابر ہے تو اُسکے طول کی اس عالم میں کہاں گنجائش ہے قال تعالیٰ جنّۃ عرضھا کعرض السموات والارض۔ بلکہ اس عالم حسّی کا دوسرا پہلو عالم آخرت ہے کہ جسکی وسعت کی کوئی نہایت نہیں مرکز بدن انسان کی روح جاتی اور وہیں ثواب وعقاب حسبِ اعمال پاتی ہے اور وہیں دوزخ وجنت ہے اور وہیں سب راحت ورنج موجود ہوجاتے ہیں اور وہیں اُسکے اعمال اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہوکر بشیر آتے ہیں جس طرح خواب میں معانی اور خیالات اپنے مناسب صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ وہ عالم جسقدر اس عالم حسّی سے دور ہے اُسی قدر نزدیک بھی ہے۔ احادیث صحیحہ میں جو بعض انبیاء وصالحین کا مقام آسمانوں پر آیا ہے یا ارواح مومنین کا آسمانوں تک جانا یا خود حضرت کا آسمانوں کے اُوپر جانا اور پھر جنّت کو ملاحظہ فرمانا جو مذکور ہے اُس سے یہ مراد نہیں کہ آسمان کے اُوپر جنّت اور زمین کے نیچے جہنم ہے اور جو کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول میں آیا بھی ہے تو اُس سے یہ مراد ہے کہ افلاک چونکہ لطیف ہیں اور وہاں ملائکہ اور عالم قدس کے اکثر لوگ مقیم ہیں اس لطافت کے اعتبار سے اُس عالم یا جنت کو بلاشک آسمانوں سے نہایت قریب ہے اور چونکہ اُس عالم کی لطافت اعلےٰ ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ جنّت آسمانوں سے بالا ہے۔ اُس عالم میں جو کچھ نعمتیں ہیں قرآن[1] واحادیث میں اُنکی اسقدر تصریح وتشریح ہے کہ کسی کتاب الہامی میں گو انگور کا شیرہ پینا وغیرہ اشارات انجیل میں بھی ہیں اور مکاشفات یوحنا میں بھی مما کے طور پر قرآن واحادیث کی تصدیق ہے۔ پس بلا دلیل محض فلاسفہ بے دین کی تقلید سے وہاں کی نعمتوں کا انکار کرنا کہ جہاں عقل کا قافیہ تنگ ہے حماقت پر حماقت ہے یہ جو کچھ میں نے بیان کیا قرآن واحادیث سے بمدد فہم سلیم سمجھا جاتا ہے ✦

ترکیب

بشّر فعل با فاعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات صلہ وصول جملہ اس کا مفعول۔ جنّٰتٍ اسم ہے اَنَّ کا موصوف تجری من تحتہا الانہار جملہ فعلیہ اسکی صفت لہم خبر اَنَّ کی پس یہ اَنَّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مجرور ہے با کا تقدیرہ بان اور متعلق ہے بشّر کے کلما کلمہ شرط رُزقوا الخ شرط قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل جملہ فعلیہ اسکا جواب شرط وجزا ملکر دوسری صفت ہوئی جنّت کی

[1] دراصل اس عالم کی اونٹے نعمتیں آگے اِس عالم کی سلطنت بھی ہیچ ہے وہ باقی یہ فانی وہ اصلی یہ نقلی یہاں کی ایک راحت میں سطح بیچ ومحن ستروماں سرور دائمی جگہ

یا خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ہم اوہی یا جملہ مستانفہ ہے (رزقا مفعول بہ ہے رزقوا کا اور منہا من ثمرۃ میں من ابتدا یہ ہے دونوں حال ہیں رزقا سے علی سبیل تداخل) یہ تمام جملہ عطف ہے جملہ سابقہ پر ۔ واتوا بہ متشابہا جملہ معترضہ ہے گویا اس کہنے کا سبب سمجھ میں بیان ہے یعنی وہ یہ بات اسلئے کہیں گے کہ انکو یہ پہل یکساں صورت کے دیے جاوینگے ضمیر بہ کی مارزقوا کی طرف راجع ہے متشابہا حال ہے ضمیر بہ سے ۔ ازواج موصوف مطہرۃ صفت دونوں ملکر مبتدا لہم خبر مقدم ۔ جملہ مستانفہ ہے ۔ ہم مبتدا خالدون خبر فیہا اسکے متعلق یہ جملہ مستانفہ ہے یا حال ہے لہم سے ۔

ربط

پہلی آیت میں کفار کا حال بیان ہوا تھا (کہ انکو چاہیئے کہ اُس آگ سے کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں بچیں) تو مناسب ہوا کہ جو لوگ مومن ہیں انکا حال بھی بیان کیا جاوے کہ جس طرح نافرمانی کا وہ نتیجہ ہے فرمانبرداری کا یہ ثمرہ ہے ۔ کیونکہ ترہیب کے ساتھ ترغیب ایسی ہے کہ جیسے شگاف کے ساتھ مرہم ۔ یا یوں کہو کہ معاد کا ذکر آیا تھا مگر وہ ناتمام تھا کس لئے کہ ایک فریق (کفار) کا حال تھا دوسرے کا نہ تھا اسلئے اُس بیان کو تمام کرنے کے لئے یہ فرمایا ۔

تفسیر

کہ اے نبی صلی اللہ علیک وسلم جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام عبادت وسخاوت وغیرہا کئے ہیں انکو یہ مژدہ سنا دے کہ انکو مرنے کے بعد اُس عالم میں ایسے باغ عنایت ہونگے کہ جن میں نہریں بہتی ہونگی اور ان باغوں کے میووں میں عجب لطف ہوگا کہ شکل وصورت رنگ وبو یکساں اور مزے الگ الگ ہونگے یہاں تک کہ جب کوئی میوہ انکو ملیگا تو اس مشابہت سے یہ سمجھیں گے کہ یہ تو ہم بھی کھا چکے ہیں مگر جب کھاوینگے تو نیا لطف پاوینگے ۔ اور انکو جس طرح مکانات اور کھانے عمدہ عنایت ہونگے اسی طرح اُنس وصحبت کے لئے پاکیزہ بیویاں ملیں گی کہ جو نفرت کی باتیں ہوتی ہیں وہ ان میں نہونگی نہ صورت میں نہ سیرت میں اسپر انکو بڑھاپے اور موت یا افلاس کا غم نہوگا بلکہ وہ اسی عیش وآرام کے ساتھ ہمیشہ رہینگی ۔

نکات

۱ کتب الہامیہ کا زیادہ تر مقصود تین چیزوں کا بتلانا ہوتا ہے (۱) علم مبدء کہ پیدا کیا تھا اور اس عالم کو کس نے بنایا ہے اور میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں (۲) علم معاش کہ میں یا اور چیزیں پیدا ہونے کے بعد خود مختار ہیں اور ہر چیز کی قدرت مستقل رکھتے ہیں یا ہر دم معاش میں پھر اُسی کے وہ محتاج ہیں وہی اسباب معاش پیدا کرتا ہے اور ہماری سعی وکوشش تو صرف یہ ہے کہ ہم اُن اسباب کو کام میں لاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ کسیوقت اُس سے بے پروائی اور استغنا نہیں ہوسکتا (۳) علم معاد کہ آخر کار میرا کیا ہے؟ مجھکو یہاں سے کہیں اور جگہ بھی جانا ہے وہاں اپنے اعمال کا ثمرہ بھی پانا ہے ۔

پس خدا تعالےٰ نے بعد اوصاف کتاب اور مراتب سعداء و اشقیاء کے یہاں تک ان تینوں علوم کو بیان کر دیا اول کو الذی خلقکم میں اور پھر اسکو اور دوم کو الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء سے لیکر رزقا لکم تک (سوم) کو فاتقوا النار التی سے لیکر خالدون تک

۲ انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ جب کسی چیز کی مضرت سے واقف ہوتا ہے تو اس سے ڈرتا ہے اور کسی منفعت کی طمع میں کوئی کام کرتا ہے پس اسلئے خدا نے کفر کا نتیجہ فاتقوا النار الخ اور ایمان و اعمال صالحہ کا ثمرہ وبشر الذین الخ بیان کر دیا اور اسی حکمت سے جہاں ترہیب ہے ترغیب بھی ہے تاکہ خوف و رجا کے دونوں پلے مساوی رہیں +

۳ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل میں عالم آخرت کے اسرار کی طرف اشارہ کر دیا کس لئے کہ کلام عموم کو چاہتا ہے اور یہ بات جنت میں اول مرتبہ ثمرہ کھانے پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس سے پہلے وہ کہاں پا چکے ہیں ؟ دنیا کے ثمرات اول تو صدہا مفاسد اور غریب اہل جنت کو دنیا میں نصیب ہوئے تھے پھر انکو جنت کے ثمرات سے کیا نسبت بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس عالم میں ان کے معارف و اعمال اپنی مناسب کسی شکل میں ظہور کرینگے جس طرح کہ معانی خواب میں اپنے مناسب اشکال میں دکھائے جاتے ہیں پس جنت کے ثمرات یہی دنیا کے معارف و اعمال صالحہ ہیں جب انکو وہاں دیکھینگے تو اصلی مناسبت کا ادراک یہاں تک کامل ہوگا کہ دونوں کو ایک جانکر یہ کہینگے کہ یہ تو ہم پہلے پا چکے اور دنیا میں کھا چکے ہیں (واللہ اعلم بمرادہ) پس اسی طرح کفر و الحاد اور انہار سے غصہ کرنا آگ اور جہنم مردم سوزی کی صورت میں اور ایمان اور اچھے اعمال جنت و ثمرات و ازواج و انہار کی صورت میں ظہور کرینگے + واضح ہو کہ انسان کی رغبت تین چیزوں سے زیادہ ہوتی ہے اور انہیں کی طرف زیادہ احتیاج پڑتی ہے (۱) مکان عمدہ (۲) اچھے سامان عمدہ کھانا پینا (۳) عورت حسین۔ پس اول کو تو ہم جنت میں اور دوسرے کو کلما رزقوا الخ میں تیسرے کو و لہم فیہا ازواج میں بیان کر دیا اور اسپر ایک کھٹکا ان چیزوں کے فنا ہو جانے یا اپنے مر جانے کا بھی ہوتا ہے کہ جو تمام لذت کو خاک میں ملا دیتا ہے ؎ مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم + جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا + پس اس کھٹکے کو ہم فیہا خالدون سے ہٹا دیا + اس امر میں اس سے بڑھکر کوئی کیا سمجھائیگا جس طرح حد سے بڑھکر ترہیب میں فصاحت و بلاغت تھی ویسے ہی حد افزوں ترغیب میں ہے +

تحقیقات

(سوال) انسان اور دیگر ابدان اجزاء متضادہ الکیفیت سے مرکب ہیں کہ جن میں طرح طرح کے استحالات و انقلابات ہوتے رہتے ہیں کہ جن سے انجام کار اختلال و انفکاک ہوتا ہے اور اس مرکب کے اجزاء علیحدہ ہو کر یہ مرکب فنا ہو جاتا ہے پس جب یہ ہے تو جنت میں ہمیشہ رہنا کس طرح ہو سکتا ہے +

(جواب) ہم پیشتر بھی جنت کی حقیقت بیان کر چکے ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ جنت میں جسم عنصری تو کیا بلکہ جرم فلکی کی

ف اور اصل یہ ہے صرف انہیں معنی سمجھنا اور دلائل بلیغہ سے جو کہ ثبوت حکماء یونان کے توہمات فاسدہ ہیں ۱۲ منہ

قسم سے بھی کوئی جسم نہیں بلکہ وہ عالم اس عالم سے غیر ہے اس عالم کا اُسپر قیاس کرکے الفکاک وفساد ترکیب کا احتمال نکالنا قیاس مع الفارق ہے قال تعالیٰ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ کہ یہ زمین اور یہ آسمان اُس روز نہ رہیگا بلکہ اسکے بدلے میں اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا کہ جنکی جسمیت انکی جسمیت سے بالکل مختلف الماہیت ہوگی یوحنا بھی اپنے مکاشفات کے ۲۱ باب میں کہتے ہیں (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی انتہی وہاں کے اجسام لطافت میں روح کے ہم پلّہ ہیں پس جس طرح روح ہمیشہ رہ سکتی ہے وہ بھی پس اس شبہ کی بنیاد ایک فلسفی وسوسہ پر ہے کہ جو نہایت کمزور اور بودا ہے +

(سوال) وہ عالم اگر ایسا ہی کیا جاوے تو وہ ایک عالم قدس ہوگا کہ جس میں کھانا پینا عورتوں سے لذت اُٹھانا یا عمدہ باغ اور نہریں اور خوبصورت عورتیں عیش اُڑانے کو کہاں ؟ جنت یہ ہے کہ نفس ناطقہ اپنے ادراکات سے حظ اُٹھائیگا اور جہنم اور آگ یہ ہے کہ اپنے جہل اور ضلالت اور حقائق الاشیاء کے نہ جاننے پر بڑا تاسف کریگا پچھتائیگا +

جواب - یہ سب چیزیں عالم قدس میں موجود ہیں اور پھر عالم قدس کے تقدس میں کوئی فرق لازم نہیں آتا ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ وہ عالم اس عالم کا دوسرا پہلو ہے یہاں جو کچھ ہے وہیں کا ظل ہے اور پھر یہاں کی چیزیں وہاں جاکر متمثل ہوجاتی ہیں اس مسئلہ کا اظہار نہ تحریر سے ہوسکتا ہے نہ تقریر سے انبیاء علیہم السلام یا اُنکے متبعین پر جو کچھ کشف و شہود سے یہ راز کھلا وہی خوب جانتے ہیں البتہ سمجھانے کے لئے ایک مثال یا نظیر (کہ جسکو اصل ممثل لہ سے ادنیٰ سی مناسبت ہے ورنہ زمین و آسمان کا فرق ہے) بیان کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آئینہ میں ہاتھی گھوڑے درخت بڑے بڑے پہاڑ اپنی حقیقی صورت پر دکھلائی دیتے ہیں اور جس طرح آئینہ سے بیرونی وجود میں باہم امتیاز ہے اسی طرح آئینہ کے وجود میں بھی ان چیزوں میں حقیقی امتیاز ہے گھوڑا جدا دکھلائی دیتا ہے اور ہاتھی الگ پھرتا چلتا ہوا اور پہاڑ وقار سے زانو جمائے بیٹھا ہوا نظر آرہا ہے آسمان اور زمین بھی باوجود اس وسعت کے آئینہ میں موجود ہیں حالانکہ بالشت دو بالشت کا آئینہ ہے اور اُسمیں ایسی بڑی بڑی چیزیں موجود ہیں پھر کیا بات ہے صرف یہ کہ یہ چیزیں تو وہی ہیں مگر یہاں اور حال ہے اور باہر اور + پس باہر کے حالات کو آئینہ میں فرض کرکے محال جاننا اور انکار کرنا کوتاہ فہمی ہے +

اور سنئے خواب میں جبکہ ہم لحاف میں مُنہ لپیٹ کر سوتے ہیں تو ہزاروں عجائبات دیکھتے ہیں کبھی باغوں میں جاتے کھاتے کھاتے جماع کرتے ہیں انزال کا اثر صبح کو کپڑے پر پاتے ہیں اسی طرح صدہا معائب بھی دیکھتے ہیں حالانکہ یہ صورتیں صرف خیال میں ہوتی ہیں کہ جس میں ہاتھ بھر کی چیز کی بھی گنجایش نہیں نہ اُسمیں عورت آسکتی ہے نہ درخت گھس سکتا ہے پس ان چیزوں کے وجود خارجی کے حالات سے وجود خیالی کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ یہ اُسکی وسعت کے منافی ہے جہل مرکب ہے

یہی حال اُس عالم کا ہے کہ وہاں سب کچھ ہے مگر یہاں جسم عنصری فانی وہاں لطیف باقی۔ اِس رمز کی طرف اِس آیت میں اشارہ کر دیا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ الآیہ۔ اور اسی طرح حدیث میں وارد ہے قال اللہ تعالےٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (رواہ البخاری ومسلم) پس شبہ بھی حکماء یونان کا بے بنیاد و سوسہ ہے۔

واضح ہو

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس حقانی مذہب میں ایسا خلط ملط ہوا کہ کچھ کا کچھ ہو گیا جھوٹی انجیلیں اور جھوٹے ناموں حواریوں کے نام سے تصنیف ہونے شروع ہوئے جس شخص کے جو جی میں آیا اُس نے روح القدس کا نازل ہونے کے پیرایہ میں لوگوں میں جاری کر دیا چنانچہ پولوس کے خطوط سے بھی یہ بات ثابت ہے (بلکہ پولوس ہی انہیں میں سے ایک شخص تھا) پھر قوم گریک یعنے یونانی بھی اس مذہب میں آئے تو اُنہوں نے اپنے خیالات حکیمانہ کو اس مذہب میں ملایا ہوتے ہوتے پہلی صدیوں میں مارٹین لوتھر اور اُسکے شاگرد کالون وغیرہ فرقہ پراٹسٹنٹ کے پیشوا ظاہر ہوئے تو اور بھی الحاد اور دہریت کو ترقی ہو گئی یہانتک کہ سترھویں صدی میں فرانس و جرمن میں سیکڑوں ایسے لوگ صاحب تصانیف ظاہر ہوئے کہ جو صرف خدا کے قائل تھے باقی انبیاء اور اُنکے معجزات اور امور آخرت اور مجسم بلا ملائکہ بلکہ وجود آسمان سب کو قصہ کہانی جانتے تھے پھر تو انگلستان میں بھی اسکا چرچہ پھیلا اور لارڈ ہربرٹ اور مسٹر بلاونٹ اور ہوبس اور ارل شاف جیسے معزز بھی ملحد ہو گئے اور اسی بارہ میں بہت سی کتابیں انہوں نے تصنیف کیں اور پھر تو امریکہ اور ہسپانیہ وغیرہ جمیع بلاد یورپ میں بھی یہ بلا پھیل گئی اور ان نام کے عیسائیوں کی یہ بلا ہندوستان میں بھی آئی اور کلکتہ میں راجہ موہن نامی بنگالی نے ۱۸۳۰ء میں انہیں اصول بت پرستی سے نارض ہو کر ایک جدید مذہب کی بنیاد ڈالی اور اس کا برہمو سماج نام رکھا اُسکے شاگردوں نے انگریزی خواں بنگالیوں میں اسکا بہت رواج دیا اور اُنکی تقلید سے ایک شخص دہلی کے رہنے والے سید احمد خاں نے بھی مذہب اسلام کو برائے نام قائم رکھکر ایک جدید مذہب کی انہیں اصول ملحدانہ پر بنیاد ڈالی اور قرآن مجید کو تفسیر کے پیرایہ میں اپنے خیالات ملحدانہ کے تابع بنایا مگر یہ کب ہو سکتا ہے؟

اب میں ان برائے نام عیسائیوں اور برہمو اور اس شخص کے ان اعتراضات کو سُناتا ہوں کہ جو تقلید حکماء یونان انہوں نے بے سمجھے بوجھے جنت و دوزخ پر کئے ہیں منجملہ اُنکے پاری چند رابنی کتاب میزان الحق کے ۲ باب کے ۳ فصل میں قرآن مجید کی اُن آیات کا ترجمہ کر کے کہ جن میں جنت کی جزئیات مذکور ہیں جیسا کہ حور و نہریں وغیرہ یہ کہتا ہے قولہ۔ محمدیوں کا اعتقاد بہشت بالکل

لہ یعنی سولھویں صدی عیسوی میں جبکہ پوپ لوگ کہ جو حضرت مسیح کے نائب کہلاتے تھے اُنکی سلطنت میں فتور آیا۔ ان پوپوں کو عیسائی پادری دجال اور شیطان بتلاتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح کے یہ لوگ سینکڑوں برس بعد جانشین تھے اس حسب انکا یہ حال تھا تو اور کے ساتھ کیا بھلائی تھا ۱۲ منہ

مجازی وجسمانی ہے اس نہج پر کہ جو چیز آدمی کے خیال میں آوے سو وہاں موجود ہے اور نفسانی وجسمانی ہر ایک لذت وعیش جس پر انسان کا دل مائل ہو وہاں ملتی ہے پس ظاہر ہے کہ ایسے بہشت کا امیدوار کرنا آدمی کو دل کی پاکی اور نیک فکر سے روک نفسانی خواہشوں کو قوت وقدرت دیتا ہے سو ایسا بہشت خدا کے تقدس کے لایق کیونکر ہوسکتا ہے الخ اور اس سے پیشتر قرآن مجید کی آیات کو غلط ثابت کرنے کے لئے لوقا اور پولوس کے اقوال نقل کئے ہیں کہ جنکو اہل اسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کا مخرب سمجھتے ہیں چنانچہ اسکا ثبوت مقدمہ کتاب میں گزرا اور آئندہ بھی کچھ ہوگا۔ **قولہ** مسیح نے تو لوقا کے ۲۰ باب کی ۳۴ سے ۳۶ تک یوں فرمایا کہ اس جہان کے لوگ یعنی بہشت کے لوگ نہ بیاہ کرتے ہیں نہ بیاہے جاتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں کی مانند ہیں اور رسولوں کے ۱۴ باب کی ۷ آیت میں مرقوم ہے کہ خدا کی بادشاہت کھانا پینا نہیں بلکہ راستی اور سلامتی اور روح قدس سے خوشوقتی ہے۔ مگر محمد نے قرآن میں اسکے برخلاف فرمایا ہے کہ بہشت میں کھانا پینا اور جوروؤں کے ساتھ رہنا ہے انتہی +

اقول آپکے مجازیت وجسمانیت کا جواب تحقیقی تو ابھی بیان ہوچکا اور الزامی یہ ہے کہ یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ جنت میں ایک شخص دوسرے کو نظر آویگا کلام کریگا پس جب یہ ہے تو جسمانیت ثابت ہوئی خواہ وہ کسی قسم کی جسمانیت ہو عنصریت نہو نہی پس جب جسم ثابت ہے تو ہر جسم کو مکان ضرور ہے اور دیگر اُس کے لوازمات بھی ضرور ہیں لان الشئ اذا ثبت ثبت بجمیع لوازمہ آپکے حکماء یونان کا مقولہ ہے پس جب یہ ہے تو ان لوازمات کا حسب مرضی ہونا کہ جسکو جنت کے معنی چاہتے ہیں ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد) کچھ خلاف عقل نہیں اور جو کہے تو کوئی دلیل پیش کرے اور آپکے نقلی دلائل کا یہ جواب ہے کہ اول تو لوقا حضرت مسیح کے قول کو نقل کرتا ہے اور یہ راوی معتبر نہیں نہ یہ شخص حواری ہے نہ کبھی اس سے کوئی معجزہ وکرامت سرزد ہوا ہے نہ حواریوں میں اسکی قدر ومنزلت تھی بلکہ یہ **پولوس** کا شاگرد ہے کہ جو دنیات میں جھوٹ بولنا ثواب سمجھتا ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں مذکور ہوا اور یہ خود کہتا ہے کہ میں سنکر مسیح کا حال لکھتا ہوں دوم اگر اسکو معتبر شخص بھی فرض کیا جاوے تو ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ مراد ہو کہ دنیا کی طرح وہاں کھیڑے نہونگے کسلئے کہ یہ بات حضرت نے صدوقیوں کے جواب میں بیان فرمائی تھی کہ جو قیامت کے منکر تھے اور جنہوں نے ایک عورت چند شوہردار کا سوال حضرت سے کیا تھا کہ وہ کس شوہر کو ملیگی سوم یوں بھی ہوسکتا ہے تو پھر خود حضرت مسیح علیہ السلام انجیل متی کے ۲۶ باب ۲۹ درس میں کیوں فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہت یعنی بہشت میں انگور کا رس پیوں گا۔ پس جب وہاں پینا ہے تو کیا کھانا نہو گا اور جب شراب ہے تو دیا عورتیں نہونگی؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ عیسائیوں کی جنت میں صرف انگور کا شیرہ ہونہ باغ ہو نہ انیس ہو نہ اور کچھ کھانا ہو جیسا کہ دنیا میں بھنگڑ کہا کرتے ہیں کہ بنگ ہی کا مکان ہو اسی کا اوڑھنا اسی کا بچھونا ہو سچ ہے ؎ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست + علاوہ اسکے مکاشفات یوحنا کے ۷ باب اور ۲۱ و ۲۲ میں بھی اس قسم کا بیان ہے اور پولوس کے قول کا مسیح کے قول کے مقابلہ میں کیا اعتبار ہے

علاوہ اسکے وہ دنیا کے نسبت یہ کہتا ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ پیشتر وہ یہ کہتا ہے کہ دنیا میں حرام و حلال پاک و ناپاک چیز کی احتیاط کچھ نہیں بلکہ پاک لوگوں کو ہر چیز پاک ہے پس اس ملحدانہ اعتراض سے اسرار نبوت میں کیا دقت لگ سکتا ہے پھر انکے مقلد برہمو سماج رسالہ خلاصۃ الاصول مطبوعہ وکیل ہندوستان پریس مرزا پور ۱۸۷۳ء کے صفحہ ۱۰ میں یہ لکھتے ہیں کہ صرف روح کا تقرب الٰہی میں سرور ہونا بہشت ہے اور یہ تقرب ابدالآباد بڑھتا جائیگا۔ اگرچہ یہ قول محققین اسلام سے لیا گیا ہے اور قرآن مجید بھی اسکی تائید کرتا ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر + بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ قاطبۃً اسبات پر متفق ہیں کہ حق تعالےٰ کا قرب اور روح کا اسکے دیدار فرحت آثار سے بشاش ہونا تمام نعماء جنت سے بڑھکر ہے اور یہ تو کوئی مسلمان بھی نہیں کہتا ہے کہ جنت صرف اس عالم کی شہوات و لذات میں کامیابی حاصل کرنا ہے شاید کسی نے ناواقفی سے یہ سمجھکر یوں کہا ہو تو کہا ہو۔ ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ + دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے + وغیر ذالک من الاشعار) بلکہ کل اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ وہ عالم قدس ہے وہاں موت بیماری دکھ درد بڑھاپا وغیرہ عوارضات جسم عنصری کچھ نہیں اور خصوص ابرار تو ہمیشہ مسرت دیداری میں مستغرق رہینگے ہاں یہ بات اور ہے کہ انسان کے اعمال صالحہ و معارف عمدہ عمدہ شکلوں میں ظہور پذیر ہونگے اور ان حور اور باغ اور نہروں کا بھی سر ہے پس ان چیزوں کو دنیا کی چیزیں سمجھکر اعتراض کرنا اور اہل اسلام کا بھی جسمانی اور مجازی بہشت قرار دینا بڑی غلطی ہے مگر برہمو کا لفظ صرف اسی طرف اشارہ کرتا ہے اگر یہ ہے تو بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں + خانصاحب بہادر تو اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۶ میں ان دونوں کے مقلد ہو کر جادہ سے باہر ہو گئے ہیں اور جوش خروش میں آکر علماء اسلام اور مسلمانوں کو بہت کچھ کہا ہے اور جنت کی نسبت بھی بڑی دریدہ دہنی کی ہے پھکڑ اڑایا ہے تاکہ اہل اسلام خجل ہو کر اس عقیدہ سے نفرت کریں سب سے پیشتر میں خانصاحب کے قول کو مختصراً لخص کرکے بیان کرتا ہوں اور پھر انکی بھکڑ بازی خانصاحب کہتے ہیں کہ جنت کی ماہیت جو خدا اور رسول نے (آیت فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور حدیث اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر) میں بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ اسکو کوئی نہیں جانتا کس لئے کہ انسان اسی چیز کو جان سکتا ہے کہ جو حواس خمسہ سے محسوس ہوئے اور جنت کا کسی انسان نے حواس خمسہ سے حس نہیں کیا پس اسکا بیان کرنا (گونگے کا گڑ) کھانا ہی جانا ہے محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہے کس لئے کہ انسان کی کیفیات دنیا یخ و خوشی کی بھی کوئی کیفیت نہیں بتا سکتا۔ اس تقدیر پر اگر جنت کی حقیقت یہی باغ اور نہریں اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹوں کے مکانات اور دودھ اور شراب و شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈی ہوں تو یہ آیت و حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ ان کو تو انسان بیان کر سکتا ہے غایۃ الامر اس قسم کی عمدہ چیزوں کو حواس سے نہیں جانتا تو یہ کچھ بات نہیں کیونکہ عمدگی ایک مراتب انسانی ہے اسکو جہاں تک ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل میں اسکا خیال گزر سکتا ہے پس یہ چیزیں بقدر طاقت بشری

تمثیل کے طور پر سمجھانے کے لئے مذکور ہوئی ہیں ورنہ درحقیقت یہ بہشت میں نہیں ہیں۔ بہشت و دوزخ راحتوں اور لذتوں اور رنج اور تکلیفوں کا نام ہے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کو لوگوں کے واسطے مصلحتاً بہت سی باتوں سے منع کرنا اور بہت سی باتوں کا عمل میں لانا بیان کرنا پڑتا ہے اور آدمی کی جبلّی بات ہے کہ وہ کسی کام سے جو باز رہتا ہے تو کسی خوف سے اور کرتا ہے تو کسی لالچ سے پس اس راحت و رنج کو ہر نبی نے لوگوں کے حسب حال تعبیر کیا ہے موسےٰ نے جنت کو فراغ دستی کثرت اولاد و مال صحت و فتحمندی کے ساتھ اور دوزخ کو قحط و بلا سے خلوبی کے ساتھ تعبیر کیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل انہیں باتوں کی رغبت اور انہیں سے نفرت رکھتے تھے اور محمد مصطفےٰ نے اسکو ایسی تشبیہوں میں بیان کیا ہے کہ جو تمام جہان کی طبیعتوں پر حاوی ہیں کہ خواہ کوئی کسی گرم یا سرد ملک کا رہنے والا ہو اسکو عمدہ مکان اور باغ اور خوبصورت عورت اور لذیذ کھانوں سے رغبت ہوتی ہے اور آگ میں جلنے اور لہو پیپ کھانے سے دل ڈرتا ہے اور رفارمر یعنی ناصحوں کا یہی کام ہے انتہی۔ اس قول کا تفصیلی جواب تو ہم مقدمہ کتاب میں دے چکے ہیں مگر اجمالاً یہاں اسقدر کہتا ہوں کہ (۱) آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جنت کو کوئی نہیں جان سکتا بلکہ یہ مطلب کہ جنت میں جو کچھ جزئیات امور یوماً فیوماً پیش آوینگے اور تفصیلی حالات کو کوئی شخص نہیں جانتا اور نہ دل میں اسکا خیال آسکتا ہے کس لئے کہ اس عالم کا اور حال ہے۔ اسی عالم میں دیکھئے جنہوں نے لندن اور پیرس کے مکانات اور دیگر لوازمات عیش نہیں دیکھے نہ انکا نقشہ دیکھا نہ تفصیلاً حال سنا اور اسپر یہ شخص کسی گاؤں کا رہنے والا بھی ہو کہ جہاں نہ اور کھیل کے سوا اور کچھ نہ ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ جزئیات تفصیلاً اسکے خیال میں نہیں آسکتی باوجودیکہ اس سے وہاں کے اجمالی حالات بھی بیان کئے جاویں (کہ وہاں عمدہ عمدہ کمرے اور نفیس نفیس بلور اور شیشہ کے آلات و ظروف اور نہایت خوبصورت خدام اور نہایت عمدہ کھانے ہیں) مگر تب بھی باعتبار علم تفصیلی کے اسپر یہ صادق آتا ہے کہ اس نے نہ ان چیزوں کو آنکھ سے دیکھا نہ کانوں سے سنا ہے نہ اسکے دل میں ان چیزوں کا خیال گزرا ہے **الغرض** اجمالاً علم ہونا اور تفصیلاً اس علم کا سبب کچھ منافات نہیں رکھتا جس نے ایسا غوجی بھی پڑھی ہوگی یہ تو وہ بھی جانتا ہوگا کہ تناقض میں اتحاد جہت شرط ہے۔ پس تفصیلی جو اسقدر باتی کی پاڑ باندھی ہے یہ سب کئے آیت و حدیث نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ پس جنت میں حور اور باغ اور دیگر امور مذکورہ فی القرآن کا ہونا اس آیت و حدیث کے برخلاف نہیں (۲) اگر یہی مطلب تسلیم کیا جاوے کہ آیت و حدیث سے جنت کی حقیقت عدم علم مطلقاً ثابت ہوئی تو پھر خانصاحب کا یہ کہنا بھی (کہ جنت و دوزخ کی حقیقت ہر طرح کی راحت اور رنج سے اور یہ حور اور آگ جو بیان ہوئے تو تمثیلاً نہ حقیقۃً الخ) آیت و حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ وہاں تو کہا کہ کوئی جانتا ہی نہیں یہاں جانا تو سہی اور نہیں اسقدر تو جنت کو جانا کہ وہ راحت سے وفیہ تناقض صریح لایخفیٰ علیٰ من لہ ادنیٰ شعور +

(۳) اگر بفرض محال علم و ادراک کا انحصار حواس خمسہ ہی پر تسلیم کر لیا جاوے تو بندہ کے قصور سے خدا تعالیٰ قادر میں کیوں

عجز لازم آیا کہ جو اس کو جنت کا نبلانا محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہوگیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلعم نے بلکہ آپ نے بیان کر دیا اب عام ہے کہ حقیقت جنت کا علم ہا بکنہ ہوا یکنہ ہوا یا بوجہ ہو یا بوجہ ہو +

(۴) آپ کے نزدیک جنت اس راحت کا نام ہے کہ جس کو موسیٰ علیہ السلام نے ترقی رزق وغیرہ امور دنیا سے تعبیر کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ اس عالم میں آرام پانا جنت ہے وذلک فاسد لا یقول بہ احد من اہل الکتاب و اہل الاسلام +

(۵) آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ اصل جنت و دوزخ کچھ نہیں پیغمبروں یا رفارمروں کو جب لوگوں کو کسی فعل یا اُسکے ترک پر آمادہ لانا منظور ہوتا ہے تو وہ جنت و دوزخ کا اڑنگہ بنا کے بیان کرتے ہیں اور محض بے اصل بات کو (یعنی حور و قصور باغ و انہار کو یا آگ و طوق کو) شاعروں کی طرح خیالات بندی کر کے دکھلاتے ہیں۔ معاذ اللہ اس سے بڑھکر کیا کفر و الحاد ہوگا اس کفار کی سزا وہی جہنم ہے نارہ النار التی کنتم بہا تکذبون چند روز صبر کیجئے پھر معلوم ہو جائیگا۔ اور بالفرض آپ کا خیال صحیح نکلا تو ہمیں کیا فکر ہے مگر جب آپ کا خیال غلط نکلا تو دیکھئے اُسکا کیا نتیجہ ہوتا ہے بہر طور تم خطرہ میں ہو +

پھکڑ بازی

کے یہ اقوال ہیں قولہ صفحہ ۳۔ یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اُس میں سنگ مرمر اور سونے کے جڑاؤ محل ہیں باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنیں نہایت خوب صورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں نہیں ہیں شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ ہمارے علمار اسلام نے الخ بسبب اپنی رقت قلبی کے الخ یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اسکو تسلیم کر لیں الخ اسواسطے وہ بزرگ تمام ان چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں کہ جن کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا اور جو عقل اور مذہب کی بزرگی اور تقدیس کے برخلاف ہیں و قال صفحہ ۴۔ اور ایک کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوب صورت آن گنت حوریں ملینگی شرابیں پیوں گے میوے کھاوینگے الخ **اقول** اس جہالت اور بیباکی کی سزا ابدی جہنم ہے اور جو دنیا میں الہامی احکام جاری ہوں تو ایسے دشمن خدا کی گردن ماری جاوے +

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

اللہ شرم نہیں کرتا کہ ایک مچھر کی یا اس سے بھی بڑھکر کوئی مثال بیان کرے پس جو ایماندار ہیں جانتے ہیں کہ یہ مثال سچ ہے انکے رب کی

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے اس مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے (اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے) وہ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو اس سے ہدایت کرتا ہے اور وہ اس سے

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

بدکاروں کے اور کسی کو وہ گمراہ نہیں کرتا۔ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھکر توڑ دیتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اسکو کاٹ دیتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ نقصان میں

ترکیب

اللہ اسم اِنَّ لَا یَسْتَحْیٖ الخ اسکی خبر جملہ اسمیہ مستانفہ ہوا لَا یَسْتَحْیٖ یعنی لا یترک فعل یا فاعل مثلاً مفعول یضرب ما ابہامیہ کہ جو نکرہ کو ابہام اور شیوع زیادہ دیتا ہے تکوک اعطنی کتاباً اے ای کتاب کان یا زائدہ ہے جیسا کہ اس قول میں فبما رحمۃ من اللہ اے برحمۃ من اللہ بعضہم عطف بیان ہے مثلاً کا اور ممکن ہے کہ ما کو نکرہ موصوفہ اور بعوضۃ کو اسکی صفت قرار دیا جاوے فما فاے عطف کے لئے اور ما نکرہ موصوفہ فوقہا اسکی صفت بعوضۃ معطوف علیہ پس یضرب اپنے فاعل اور مفعول اور اسکے متعلقات سے ملکر ان مصدریہ کی وجہ سے تاویل مصدر میں ہو کر مفعول ہوا لَا یَسْتَحْیٖ کا۔ فاما فاے تعقیبیہ ہے کس لئے کہ مرتبہ تفصیل اجمال کے بعد ہے۔ اما وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اسمیں شرط کے معنی بھی ہیں اسلئے اسکے جواب میں فاے آتی ہے اسکے بعد جو اسم آتا ہے اسکو مبتدا اور جس پر فاے داخل ہوئی ہے اسکو خبر کہتے ہیں پس الذین آمنوا مبتدا اور یعلمون الخ اسکی خبر اور اسی طرح والذین کفروا۔ ما استفہامیہ ذا بمعنی الذی اراد اللہ بہذا الخ اسکا صلہ مجموعہ خبر ما اور ممکن ہے کہ ما ذا کل ایک اسم ہو بمعنی ای شے اور یہ منصوب المحل ہوا اراد سے مثلاً حال ہے ہذا سے یا تمیز ہے۔ یضل بہ ویہدی بہ الخ معطوف اور معطوف علیہ ملکر جملہ مستانفہ ہے جواب ہے ماذا کا یا ان دونوں جملوں کا کہ جنکے ابتدا میں اما ہے بیان ہے میثاقہ مصدر ہے بمعنی الایثاق یا اسم لما یقع بہ الوثاقۃ۔ باقی سب ترکیب واضح ہے۔

تفسیر

اس سے پیشتر جبکہ خدا تعالےٰ نے منافقوں کا حال آگ جلانیوالوں اور مینہ والوں کے ساتھ مثال دیکر بیان کیا اور پھر اثبات نبوت میں آکر یہ فرمایا کہ اگر تم اس قرآن کو خوبی میں ایسا اعلےٰ نہیں تسلیم کرتے کہ جو بشر کی طاقت سے باہر ہے اور جو خاص منبع فیض سے نازل ہوا ہے یعنی اگر تم اسکو منجانب اللہ نہیں مانتے تو تم بھی اسکے برابر بنا کے دکھاؤ پس جب وہ عاجز آئے (حالانکہ اس بارہ میں انہوں نے مجلسیں بھی منعقد کیں بڑے بڑے نامور شاعروں اور جادوگروں اور کاہنوں کو بھی شریک کیا مگر کسیکی جرأت نہ پڑی اور جو کسی نے کچھ جواب میں کہا جیسا کہ یمامہ کا ایک شخص ابو سلیمہ کذاب والنساء ذات الفروج الخ اور الفیل وما ادراک

ما الفیل ذنبہ قلیل و خرطومہ طویل وانہ من خلقہ ترک لقلیل وغیرہ خرافات بناکر لایا تو قبل ازینکہ آنحضرت علیہ السلام کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا اُس پر وہیں اُسکے ہم قوم اور ہم زبان نے قہقہہ اُڑایا) تو اور کوئی بات تو نہ بن آئی مگر یہ عیب نکالا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو تعجب کا مقام ہے کہ وہ ایسا جلیل القدر ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ساتھ مثال دیکر بیان کرتا ہے خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ خدا کو مچھر یا اُس سے بھی چھوٹی چیز کے ساتھ مثال دینے سے شرم نہیں آتی کیونکہ مثال سے غرض ایک حال کا اظہار ہے اور امر معقول کو محسوس بنا کے دکھانا اور سمجھانا مقصود ہوتا ہے جیسا حال ہوگا اُسی قسم کی چیز سے مثال دی جائیگی مثال کی خوبی یہ ہے کہ جسکے ساتھ مثال دی ہے اُس سے وہ شے کہ جسکی مثال دی ہے مناسبت رکھتی ہو عام ہے کہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی مچھر ہو یا اُس سے بھی کم پس جو مومن ہیں اور اُنکو خدا نے نورِ فطرت عطا کیا ہے وہ جان جاتے ہیں کہ یہ مثال درست ہے اور خدا تعالیٰ نے ہمارے سمجھانے کے لئے بیان کی ہے اور جو کافر ہیں نورِ بصیرت سے محروم ہیں وہ طعن کرتے کہتے ہیں کہ خدا کو ایسی مثالوں سے کیا غرض ہے؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ہاں اِنسے یہ مقصد ہے کہ بہت سے لوگ اِن میں غور و فکر کر کے عمدہ نتیجہ نکالتے ہیں اور بہت سے نکتہ چینیاں کرکے فوائد سے محروم رہتے ہیں مگر فوائد سے وہی محروم رہتے ہیں کہ جو فاسق ہیں اور خدا کے عہد کو جو روزِ میثاق کیا تھا کہ ہم تیری اطاعت کرینگے مضبوط باندھکر توڑتے اور زمین پر چوری اور افتاء الحاد و کفر و ظلم و جور کرکے فساد مچاتے ہیں اور جس بات کے قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا تھا کہ اُسکو برپا رکھیں گے (یعنی والدین اور دیگر اقارب کے حقوق اور باہمی رحمدلی) اُسکو برپا نہیں رکھتے بس یہی لوگ بدنصیب اور زیانکار ہیں دنیا میں بھی اپنے اعمال کا پھل بُرا پاوینگے اور آخرت میں بھی سخت اُٹھاوینگے اب جاؤ دن نفس کو خوش کر لیا تو کیا +

متعلقات

حیا نفس انسان کا بدنامی اور بُرائی کے خوف سے منقبض ہونا اور متغیر ہو جانا ہے پس یہ انسان کی وہ حالت متوسطہ ہے کہ جسکے نیچے **خجالت** ہے کہ جو نفس کے کسی کام سے بالکل باز رہنے کو کہتے ہیں اور اُسکے اُوپر **وقاحت** ہے یعنی بے شرمی کی باتوں پر جرأت کرنا۔ یہ حیات سے مشتق ہے اِس مناسبت سے کہ یہ حیا قوی حیوانیہ کو کئی افعال سے روکتی ہے پھر اِس لفظ اور اِس قسم کے دیگر الفاظ کا اطلاق جناب باری پر (کہ جو نفس اور انقباض سے پاک ہے) حقیقی طور پر نہیں بلکہ اِن معانی کو جو لازم ہے وہ مراد ہے مثلاً حیا کو لازم ہے کہ جس کام سے حیا کرے اُسکو ترک کرے اور غضب کو لازم انتقام ہے پس اِس سے

سے آجکل بعض پادریوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں قرآن مجید کے بے شکل ہونے پر یہ حجت پیش کی کہ ایسی عبارت تو سید کذاب نے بھی بنالی تھی اور مقامات حریری کے بھی ایسی عبارت ہے اور رشید کے عمار نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ حسنین قرآن میں ایسی ہی بناکر ملا دی ہے الخ میں ان پادریوں کی کور مغزی پر نہایت افسوس کرتا ہوں بقول شخصے ؎ عجب مست گوید حجت ان کلاموں کہ خود قرآن کے مقابلہ میں لیتے ہوئے ڈرتے ہیں اور پادری لوگ کہ جنکو عربیت کچھ بھی مس نہیں سند بنکے لاتے ہیں ۱۲ منہ ۵۲ غضب حمیت وغیرہ

مراد ترک اور اُس سے مراد انتقام اور رحمت سے مراد نفع پہنچانا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے اسکو اور ان مقامات پر بھی کہ جہاں ذاتِ باری پر وہ الفاظ بولے گئے ہیں کہ جو بندوں کے اوصاف پر بولے جاتے ہیں لحاظ رکھنا چاہئے +

یضل بہ گمراہ کرنا اور دلوں پر مُہر لگانا جو قرآن مجید میں مذکور ہے اس سے بعض نا سمجھ عیسائی اور دیگر ملتہ جہین سلام پہ عیب لگایا کرتے ہیں مگر اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی ختم اللہ کی تفسیر میں دیچکے ہیں وہاں ملاحظہ کرلو +

فاسقین فسق نکلنے کو کہتے ہیں عرب بولتے ہیں فسقت الرطبۃ عن قشرہا کہ چھوارہ اپنے پوست سے باہر ہوگیا اور عرف شرع میں فسق خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کرکے خارج ہونے کو کہتے ہیں اور اسکے تین درجہ ہیں (۱) تغابی یعنی باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اُسکا مرتکب ہوجاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کرلے اور کچھ پروا نکرے (۳) جحود وہ یہ کہ گناہ کو اچھا جانکر عمل میں لاوے اور خدا رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجہ میں انسان کافر ہوجاتا ہے اور پہلے دونوں درجوں تک مؤمن رہتا ہے کسلئے کہ تصدیق جو اصل ایمان ہے اسکے دل میں باقی ہے پس ایسے شخصوں پر تمام احکام اسلام نماز جنازہ و امامت و توریث و مناکحت وغیرہا جاری ہونگے عالم آخرت میں جا ہوگا خدا اسکو بلا عذاب جنت میں جگہ دیگا یا بقدر گناہ سزا دیکر چھوڑ دیگا اور دلیل اسبات پر کہ گناہ کرنے سے ایمان نہیں جاتا آیات و احادیث و اجماع صحابہ ہے قال تعالیٰ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الآیہ اگر اہل ایمان کے دو گروہ باہم جنگ کریں الخ حالانکہ جنگ باہمی گناہ ہے مگر اسکے مرتکب کو بھی خدا تعالیٰ نے مؤمن کہا ہے **خوارج** چونکہ ایمان کا اعمال صالحہ کو جزو قرار دیتے ہیں تو گناہ کرنیوالے کو کافر کہتے ہیں اور **معتزلہ** چونکہ تصدیق قلب اور اقرار باللسان اور اعمال صالحہ کے مجموعہ مرکب کو ایمان کہتے ہیں تو اس شخص کو مؤمن نہیں کہتے کیونکہ مجموعہ میں سے ایک جزو اعمال صالحہ نہیں پائے جاتے مگر اسکو کافر بھی نہیں کہتے کیونکہ کفر میں انکار حق شرط ہے اور انکار پایا نہیں گیا پس وہ ایمان اور کفر میں ایک تیسرا مرتبہ فرض کرتے ہیں۔ **لازم** کہ اگر انسان سے بمقتضاے بشریت کوئی گناہ ہوجاوے تو فوراً توبہ کرے دل میں نادم ہو۔ خدا تعالےٰ سے بعجز و انکسار و بچشم اشکبار معافی چاہے اور استغفار کرے وہ غفور رحیم ہے۔ معافی اسکا عام دستور ہے +

عہد لغت میں اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جسکی محافظت اور رعایت کی جاتی ہے جیسا کہ وصیت اور قسم اور گھر کو بھی عرب اسلئے عہد بولتے ہیں کہ ہر پھیر کے انسان وہاں آتا اور اُسکی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے خیال رکھتا ہے۔ اور تاریخ کو بھی اسلئے عہد کہتے ہیں کہ اُسکی محافظت ہوتی ہے اور عہد اللہ وہ ہے کہ جو روز ازل اُس نے عالم روحانی میں تمام ارواح کو موجود کرکے باندھا تھا اور سب سے یہ اقرار کروایا تھا کہ میرے سوا کسیکو خدا نہ جاننا جیسا کہ اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الآیہ پھر اسکی شرح اُس حدیث میں ہے کہ جسکو امام احمد نے ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ سے

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

کس طرح انکار کرتے ہو تم اللہ کا حالانکہ تم مُردے تھے (معدوم تھے) پس تمکو (وجود) کیا پھر تمکو مارے گا پھر تمکو زندہ کریگا پھر تم اُسی کے پاس پھیرے جاؤگے

روایت کیا ہے کہ خدا نے آدم کی پشت سے اُسکی تمام اولاد کو نکالا کہ پھیلا دیا اور اُنسے یہ کلام کیا الست بربکم کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں سب نے کہا بلی کہ ہاں تو ہمارا رب ہے تب خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے باپ آدم اور آسمان و زمین کو گواہ کرتا ہوں تاکہ قیامت کو یوں نہ کہو کہ ہمکو اسکی خبر نہ تھی اب تم جانو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا کسیکو شریک نہ بنانا اور میں دنیا میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجونگا جو تمکو اس عہد کے یاد دلائے کہ جیسا کہ حدیث پس یہ عہد ازلی ہے اور اسکا پورا کرنا انسان کی عقل خداداد اور فطرت سلیمہ ہے کہ جو اُسکے عجائب مخلوقات سے اور اُسکی ان نشانیوں سے کہ جو دنیا میں اور خود انسان کے اندر ہیں اُسکے وحدہ لاشریک ہونے کا عہد موثق ہے اور یہ بات ہر انسان میں خدا تعالےٰ نے رکھی ہے اور اسی عہد کو بار امانت کہتے ہیں کہ جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ الآیہ پھر اس الہام الٰہی یعنی انبیا علیہم السلام اُنکے معجزات و آیات و کتاب اس عہد کی مضبوطی اور تاکید و تائید ہے جہاں انبیاء نہیں آئے وہاں کے لوگ بھی اپنے عہد کے ذمہ دار ہیں اگر شرک کرینگے تو جہنم میں بدعہدی کی سزا پاوینگے اور بالخصوص جہاں انبیاء علیہم السلام کا فیض نبوت پہنچ چکا اور یہ عہد موثق ہو گیا پھر جو اسکو توڑتا ہے اور یہی زیانکار ہے **بعض** مفسرین کہتے ہیں کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل سے لیا تھا اور اُسکی مضبوطی دیگر انبیاء علیہم السلام کی معرفت کی گئی تھی کہ میرے انبیا کو ماننا شرک نہ کرنا قتل نہ کرنا احکام عشرہ وغیرہا اس تقدیر پر اس آیت کے مخاطب یہود یا نصاریٰ ہیں پھر یہ عہد ہر شخص کے ساتھ اور بھی خصوصیت رکھتا ہے بادشاہوں کے ساتھ یہ خصوصیت کہ وہ عدل و انصاف کریں علماء سے یہ کہ حق نہ چھپاویں مداہنت نکریں انبیاء سے یہ کہ اُسکے دین کو قائم کریں تفریق نکریں وقس علی ہذا باقی توحید اور اقرار ربوبیت میں تو تمام بنی آدم شریک ہیں جس چیز کے وصل یعنی ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے وہ حقوق قرابت و حقوق محبت و حقوق وطن و حقوق ملت ہیں واللہ اعلم

ترکیب

کیف استفہام حال کے لئے ہے اور یہاں استفہام انکاری ہے تکفرون باللہ جملہ استفہامیہ اور ضمیر انتم جو تکفرون کا فاعل ہے ذی الحال اور یہ جملے معطوف مع معطوف علیہ وکنتم امواتا الخ حال واقع ہوئے ہیں +

تفسیر

یعنی جبکہ تم یہ جانتے ہو کہ ہم پہلے نیست تھے پھر خدا نے ہم کو موجود کیا ہے اور پھر مرنا ہے اور پھر حشر کو زندہ ہو کر حساب دینا ہے اور اُسکے پاس جانا ہے تو پھر کیوں کفر میں پڑتے اور انکار کرتے ہو کسیلئے کہ یہ عقل کا مقتضیٰ نہیں کہ جس نے ایسے ایسے انعام کئے

ہوں اور آئندہ اُس سے اُمید بہتری کی ہو اور بُرائی کی سزا کا کھٹکا ہو پھر اُس کی نافرمانی اور ناسپاسی کی جائے اور اُس کے رسول سے عداوت باندھکر قرآن کا انکار کیا جاوے +

ربط

اِس آیت کا پہلی آیتوں سے بھی اِس تقریر و تفسیر سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ وہ یہ کہ جب قرآن مجید کا اعجاز اور کلام الٰہی ہونا ثابت ہوگیا اور مخالفین کے بیجا اعتراض کا بھی جواب ہوچکا تو اِس آیت سے لیکر یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم تک اپنی وہ نعمتیں بندوں کو بتلاتا ہے کہ جن میں خاص و عام سب شریک ہیں اور اِن نعمتوں کے ذکر میں مبدء و معاد کے متعلق بہت سی باتیں بھی بتاتا ہے تاکہ قرآن کا اعجاز اور بھی نشین ہوجائے اور یہ بات ثابت ہوجائے کہ اب جو اِن نعمتوں سے قرآن کا انکار کرتا ہے تو وہ ایسے منعم اور منتقم کا انکار اور ناقدرا کرتا ہے جو عقلاً کسی حال میں درست نہیں +

متعلقات

وکنتم امواتا موت سے مراد عدم ہے یہ ظاہر ہے کہ ازلی و ابدی خدا جسکے سوا جو کچھ ہے پہلے معدوم اور نیست تھا پھر اُسکے ارادہ سے وجود مجازی احسام کی نسبت تو یہ امر اور بھی ظاہر ہے کس لئے کہ انسان جب غذائیں کھاتا ہے تو اُس سے بدن میں خون بنتا ہے اور پیشہ وہ غذائیں عناصر محض تھیں یعنی آگ و ہوا پانی و خاک مگر ترکیب پاکر انسے درخت یا خوردنی حیوانات بنے الغرض خاک و پانی وغیرہا غذائیں بنیں اور پھر پیٹ میں جاکر خون ہوگئیں پھر وہ خون استحالات کے بعد منی بنا پھر وہ منی عورت کے رحم میں علقہ اور مضغہ بنا پھر اُسمیں ہڈیاں گوشت پوست نمودار ہوا پھر بچہ جاندار بنکر باہر آیا سو یہ بات کہ پہلے ہم اموات تھے پھر خدا نے ہم کو زندہ کیا (کس لئے کہ ماں باپ کی اِسمیں کوئی کارگری نہیں) مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اور اس زندگی مستعار کے بعد مرنا بھی مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے سو نہ گو سکندر نہ ہے قبر دارا سے نادیوں کے نشاں کیسے کیسے +

اب رہا **ثم یحییکم** کہ مرکر پھر زندہ ہونا ہے اس دلیل سے ظاہر ہے کہ جس نے ابتداءً زندہ کردیا وہ دوبارہ زندہ کرنا اُسکو کیا مشکل ہے؟ جب یہ ہے تو **ثم الیہ ترجعون** میں کہ اُسکے پاس حساب و کتاب کے لئے پھر جانا ہے کیا شک ہے؟ گویا یوں کہنا چاہئے کہ انسان ملک عدم سے کوچ کرکے ملک ہستی میں آیا پھر یہاں سے انتقال کرکے ایک اور عالم میں جائیگا کہ جسکو باعتبار اِس حیات کے موت کہتے ہیں لیکن چندے وہاں آلودگی جسمانی کے اثر میں مبتلا رہیگا پھر اُس سے پاک ہوکر ایک کامل حیات پاویگا اور جب یہ تکدر بالکل جاتا رہیگا تو خدا تعالیٰ کے روبرو ظہور کلی یعنی حشر کے روز حاضر ہوگا۔ اِس تھوڑے سے کلام میں کسقدر مبدء و معاد کے احوال اجمالاً مذکور ہیں؟ تورات حال میں چونکہ زمین و آسمان کی آفرینش سے لیکر حضرت موسیٰ تک کی تاریخ بیان ہے اسلئے عیسائی اہل اسلام سے معارضہ کیا کرتے ہیں کہ الہامی کتاب کے لئے ضرور ہے کہ وہ انسان کی بلکہ زمین و آسمان کی ابتداء انتہاء اور انجام بتلائے کیونکہ ان

باتوں کے ادراک میں عقل کا قافیہ تنگ ہے پس یہ باتیں قرآن میں نہیں اسلئے وہ کلام الٰہی نہیں۔ پادریوں کو ایسی باتیں لکھتے اور کہتے شرم نہیں آتی۔ قرآن کی اس آیت میں جسقدر یہ بیان ہے وہ تورات میں کہاں ہے؟ علاوہ اسکے اور جا بجا قرآن نے اس امر کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے مگر ہم اسکو کیا کریں کہ وہ لوگ سلسلہ وار تاریخ کی کتاب پر جلد ایمان لاتے ہیں اور ایسے کلام معجز نظام کو نہیں سمجھتے +

نکات

۱ الیہ ترجعون میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمام عالم بالخصوص انسان محض اُسکے وجود کا ظل ہیں جس طرح کہ دھوپ آفتاب کا ظل ہے پس جس طرح یہ تخصیص شیونات ہر چیز بالخصوص انسان اُس مبدء سے چلا ہے اسی طرح پھر اُسکی طرف تجرد ہوتے ہوتے (کہ جو موت سے حاصل ہوتا ہے اور اسی لئے موت کو نعمار میں شمار کیا ہے ورنہ موت فی نفسہ نعمت نہیں) وہیں جا کر منتہی ہوگا کیونکہ رجوع کے معنی یہ ہیں کہ جہاں سے جاوے پھر وہیں ہٹ کر آوے جس طرح کرہ میں جہاں سے ابتدا ہوتی ہے وہیں آکر انتہا ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ چونکہ ہر شے پر محیط ہے (انہ بکل شئے محیط) اُسی سے ابتدا ہے پھر اُسکی طرف انتہا ہے لیکن یہ احاطہ جسمانی نہیں۔ پس کفر و الحاد ہر طرح کی بے دینی شہوت پرستی روح کی لگاؤ اُسکی طرف رجوع ہونے میں چونکہ موانع اور عوائق ہیں جیسا سڑک پر چلنے والے کے لئے غار و دیوار یا اینٹ پتھر اسلئے انبیاء علیہم السلام اس سلوک تمام کرنے کے لئے ان چیزوں سے منع کرتے ہیں کیونکہ اُس کے پاس پہنچنا کہ جو مرکز اصلی ہے مظہر جنت ہے اور اس کے قرب کا فرح و سرور مظہر حور و قصور ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ +

۲ اگرچہ بظاہر فاعل تکفرون سے وکنتم امواتا حال نہیں ہو سکتا کیلئے کہ جب جملۂ اضویہ کو حال بناتے ہیں تو لفظ قد مقدر مانتے ہیں کیونکہ ق ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے حالانکہ ماں کے پیٹ میں بچہان ہونیکا زمانہ جو کنتم امواتاً سے سمجھا جاتا ہے دور ہے لیکن اس رمز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حال بنایا کہ گو وہ زمانہ بعید ہے مگر ایام زندگانی چونکہ باد صبا کی طرح یوں ہی گذر جاتے ہیں جسکی سو برس کی عمر ہوگی وہ ایام طفولیت کے وقائع کو کل کی بات کہا کرتا ہے **خواجہ درد** فرماتے ہیں ؎ گزروں ہوں جس خرابہ پہ کہتے ہیں وہاں یہ لوگ۔ ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا + یہ تو کیا آنکھ بند ہونے کے بعد تو ہزار سال کے زمانہ کو یوم او بعض یوم کہیں گے اسلئے اسکو حال بنایا +

۳ گو اس تقدیر پر ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون کا بظاہر عطف وکنتم امواتاً پر صحیح نہیں ہوتا کیونکہ یہ امور تو زمانۂ آئندہ میں پیش آئینگے پس تکفرون سے بذریعہ عطف کہ جو زمانۂ حال کو چاہتا ہے حال نہیں بن سکتے مگر یہاں بھی وہی نکتہ مرعی ہے کہ گویا سو ایک عرصہ بعد پیش آوینگے جیسا کہ لفظ ثم آواز بلند کہہ رہا ہے مگر بقول عرب ما اقرب ما ہو آت وما ابعد ما ہو فات آنیوالی چیز

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ؕ

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اُنکو سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز جانتا ہے +

گویا عاقل کے روبرو کھڑی ہے پس اس نکتہ کے لئے اُس آئندہ زمانہ کو حال بنایا گویا یہ بات بتلادی کہ تمہارے پیدا ہونیکا اور پھر مرنے کا زمانہ دونوں ملے ہوئے ہیں پس جب یہ ہے تو اس وجود بین العدمین کا مظہر بین الدمین پر بھولکر خدا کو بھولنا اور اس بے حقیقت ہستی کے گھمنڈ میں خدا تعالےٰ سے اکڑنا کفر کرنا بڑی حماقت ہے + بلغاء کا عام دستور ہے کہ وہ وجود شئے کو عدم اور عدم کو وجود اور بُعد کو قرب اور قرب کو بُعد (اعتبارات لطیفہ سے قرار دیکر کلام کرتے ہیں +

۴ اسکو اس خوش اسلوبی سے بیان کیا اور اسکو اوّل کلام کا تتمہ یا نتیجہ اور اُسکے بعد کے کلام کا تو طیہ تمہید کہیں تو بجا ہے۔ پس اسکے بعد اُس دوسری نعمت کو بیان کرتا ہے کہ جسکو وجود انسان از بس مقتضی ہے اور جسکے بغیر اسکو دم بھر بھی چارہ نہیں پس فرماتا ہے

ترکیب

ھو مبتدا الذی موصول خلق صلہ فاعل لکم متعلق ہے خلق کے ما موصول ثانی ذی الحال فی الارض ثبت کے متعلق ہوا اسکا صلہ ہوا جمیعاً بمعنی مجتمعاً حال ہے۔ یہ ما اپنے صلہ اور حال سے ملکر مفعول ہوا خلق کا اور پھر خلق تمام جملہ ملکر صلہ ہوا الذی کا پھر الذی خبر ہوئی ہو کی ثم کلمۂ ترا خی استوی بمعنی قصد فعل با فاعل الی السماء متعلق ہے استوی کے فسوّٰھن میں سوّی بمعنی عدل و خلق فعل ضمیر اسکی فاعل ھن ضمیر جمع مؤنث راجع ہے السماء کی طرف اگر اس سے مراد اجرام لیا جاوے ورنہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سموات ہے اور اول تقدیر پر بدل ہے۔ ھو مبتدا بکل شئے علیم خبر +

تفسیر

یہ دوسری نعمت خدا تعالےٰ یاد دلاتا ہے کہ جو پہلی نعمت پر مترتب ہے۔ یعنی تم اُس خدا سے کیونکر روگردانی کرتے ہو کہ جس نے تمکو معدوم سے موجود کردیا اور پھر موجود کرکے یوں ہی پریشان و بے سامان نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے فائدہ کے لئے زمین کی ہر ایک چیز کو پیدا کیا ۵ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار ند + پھر اُس نے آسمان کی طرف توجہ کی تو اُسکے طبقے بنا دیئے کیونکہ زمین کی چیزوں کا سر انجام پانا آسمانی اور علویات کی تاثیر بغیر نہیں ہو سکتا اگر آفتاب نہوتا یا مہتاب و ستارے نہوتے تو پھل پھول ہزاروں چیزیں نہوتیں الغرض زمین کی چیزوں کو آسمانوں اور آسمانی چیزوں سے ایک عجیب ربط ہے (اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ رزق و روزی ہے وہ آسمان سے اُترتی ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور یہ اسلئے کہ وہ خدا تعالےٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے ہر چیز کی مصلحتیں اور اسرار اُس کو معلوم ہیں +

متعلقات

استوی کے معنی لغت میں قصد کرنے کے ہیں بولتے ہیں استوی الیہ کالسہم المرسل جبکہ کوئی کسی چیز کا قصد مصمم کرے اور ارادہ پختہ بیلان کرے اور اصل استواء کی طلب مساوات ہے اور سیدھی چیز کو مستوی اسلئے کہتے ہیں کہ اُسکے اجزا باہم مساوی یعنی برابر ہوتے ہیں جو بیا کہ سطح و خط اور جسم مگر یہ معنی جناب باری کے لئے تجویز کرنا جایز نہیں کیونکہ وہ جسمیت سے پاک ہے اور جن لوگوں نے اس قسم کے الفاظ سے یہ بات نکالی کہ وہ آسمان یا عرش پر سیدھا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے جس طرح کوئی اپنی کرسی اور تخت پر بیٹھتا ہے اور جسکی تایید میں کچھ احادیث لائے ہیں کہ جن میں بیشتر تیسری چوتھی صدیوں کے محدثین کی وہ احادیث ہیں جو طب و یاس کی تجوید میں سوداوی غلبہ سے اور پھر صرار اور غلو کے رسائل لکھنا اور یہ بھی قرشی کہلانا ایک سادہ لوحی اور تعصب بیجا ہے اعاذنا اللہ

السماء اَلی ہمزہ واؤ سے بدل کبھی یعنی بیشتر واو تھا اور جو واو کو الف کے بعد زائد ہوتا ہے بیشتر عرب اسکو ہمزہ سے بدل لیتے ہیں لغت میں لفظ سما کا چند معانی پر اطلاق ہوا ہے بادل کو بھی کہتے ہیں اور فلک کو بھی۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎ فلو اَنَّ لِلْاَرْضِ بَعْضَ السَّمَاءِ ۔ اور من بعد اس بیت و سما کہ جب میں اس مجموعہ کو اور پھر وہ جو مجھ میں اور اس میں زمین کے ٹکڑے اور اسکے اوپر کے آسمان فاصلہ ہیں اسکو خیال آتا ہوں تو دل سے ایک آہ نکلتی ہے +

اور اوپر کی جانب کو بھی اور اس نیلی چھت کو بھی کہ جو ایک گول گونبد سا نظر آتا ہے اور وہ جو قرآن میں جا بجا سما کا ذکر ہے کہ ہم نے اسکو اپنے ہاتھ سے بنایا وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا ۔ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ نِ الْكَوَاكِبِ کہ ہم نے پہلے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اَفَلَمْ يَنْظُرُوا اِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ کیا نہیں دیکھا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو کہ کس طرح بنایا ہم نے اسکو اور زینت دی اسکو اور اس میں کوئی درز نہیں اَلَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ اُس نے سات آسمانوں کو اوپر تلے بنایا اے دیکھنے والے تجھ کو خدا کی پیدایش میں کچھ تفاوت معلوم ہوگا۔ دوبارہ نظر کو آسمانوں کی طرف پھیر اپنی نگاہ تھک کر خیرہ ہو کر رہ جائیگی۔ وغیرہا من الآیات پس اس سے وہی اخیر معنی مراد ہیں کہ جسکو ہماری زبان میں آسمان اور ہندی میں اکاش اور عربی کہتے ہیں اور ہر زبان میں اُسکا نام ہے اور جسکو تمام عرب و عجم ہند و روم اہل یورپ قدیم زمانہ سے ابتک ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ خدا نے آسمانوں کو بنایا ہے ہم انکو دیکھتے ہیں انمیں کوئی شگاف اور درز نہیں کہ جو خدا کی صنعت میں قصور ثابت کرے اور یہ ستارے آسمان پر لگے ہوئے ہیں اگر کسی پڑھے ہوئے سے پوچھیگا تو وہ بھی یہی کہیگا اور ان پڑھ بلکہ جنگل کے رہنے والوں وحشیوں سے دریافت فرمایگا تو وہ بھی یوں ہی کہینگے جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بھی بجملہ اُن مسائل کے ہے کہ جسکا علم انسان کی فطرت اور جبلت میں یکساں رکھا گیا ہے اور اسی فطری علم پر

خدا تعالیٰ اپنے کلام میں انسان کو مخاطب کرکے اپنے عجائبات قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی نہج پر کلام کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ تورات اول کے پہلے باب میں یہ لکھا ہے۔ ابتدا میں خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ (۱) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا (۸) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا۔ پھر اسی کتاب کے ۷ باب میں طوفان نوح کے بیان میں یہ جملہ بھی ہے۔ جب نوح کی عمر چھ سو برس کی ہوئی دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو اسی دن بڑے سمندر کی سب سوتیں پھوٹ کر نکلیں اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ اور ۸ باب میں یہ جملہ ہے اور آسمان کی کھڑکیاں بند ہوگئیں اور آسمان سے مینہ تھم گیا۔ پھر اسی کتاب کے ۱۹ باب میں قوم لوط کی نسبت یہ ہے تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کی طرف سے آسمان پر سے برسائی۔ انجیل متی کے ۳ باب میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اصطباغ یعنی دریا میں غوطہ لگا کر باہر آئے تو انکے لئے آسمان کھل گیا۔ انجیل لوقا کے ۸ باب میں یہ جملہ ہے پر اس محصول لینے والے نے دور سے کھڑا ہو کے اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اٹھاوے بلکہ چھاتی پیٹتا اور کہتا تھا کہ اے خدا مجھ گناہگار پر رحم کر۔ اور مکاشفات یوحنا کے ۸ باب اور دیگر ابواب سے صاف آسمان پر ستاروں کا ہونا اور انکے دروازے کھلنا اور وہاں سے آواز آنا وغیرہ وہ باتیں مذکور ہیں کہ جو قرآن و احادیث کے مطابق ہیں اسی طرح ہنود کے ویدا اور پارسیوں کے دساتیر سے بھی آسمانوں کی بابت اس طرح کے مضامین معلوم ہوتے ہیں۔ الغرض ہزارہا برس سے الہامی اور غیر الہامی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگوں کا اس امر میں اتفاق ہے **لیکن** گریک یعنی یونان کے فیلسوفوں نے جس طرح اور چیزوں کی حقیقت و ماہیت دریافت کرنے میں عقل کے گھوڑے دوڑائے اور جو باتیں انکو اپنے قیاس اور تخمین یا تجربہ اور آلات رصد وغیرہا سے دریافت ہوئیں انکو قلمبند کیا اور اس علم کا نام حکمت نظریہ رکھا کہ جسکی شاخیں ہیئت اور طبعیات اور الٰہیات وغیرہا علوم ہیں کہ جنپر بہت سے کوتاہ بینوں کو ناز ہے اسی طرح انہوں نے آسمان و زمین کے بھی قلابے ملائے اور بحثیں کرتے کرتے انکے دو فریق ہوگئے ایک گروہ کے پیشوا **فیثاغورس** ہوئے وہ کہتے ہیں آسمانوں کا وجود نہیں یہ ستارہ بذات خود قائم ہیں کسی میں جڑے ہوئے نہیں پھر اسی فریق کے دو قول ہیں بعض کہتے ہیں ستارے اور نواہت متحرک نہیں صرف زمین حرکت کرتی ہے اسکی وجہ سے یہ چیزیں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جس طرح کہ ریل گاڑی میں درخت و تھمبے حرکت کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ زمین بھی متحرک ہے اور ستارے بھی آفتاب کو مدار ٹھیرا کر اسکے گرد حرکت کرتے ہیں ہاں چھوٹے چھوٹے ستارے کہ جنکو نواہت کہتے ہیں وہ حرکت نہیں کرتے انکی حرکت زمین کی حرکت سے محسوس ہوتی ہے اور جس طرح ستارے آفتاب کے ایک فاصلہ معین پر حرکت دوری کرتے ہیں اسی طرح زمین بھی اپنے بعد معین پر اسکے اردگرد پھرتی ہے اور ستارے صرف یہ زحل مشتری مریخ عطارد زہرہ شمس قمر ہی نہیں انکے سوا اور بھی رصد سے ثابت ہوئے ہیں۔ یہ مذہب فیثاغورس سے تک

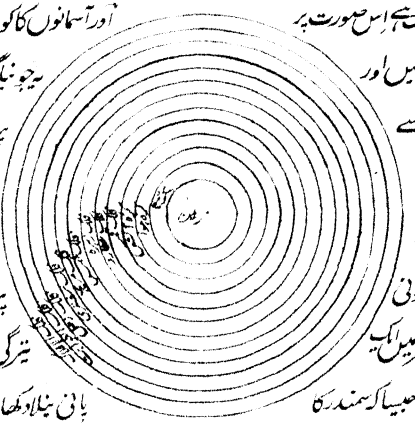
تو حکماء کے نزدیک اُسکے دیگر اقوال کی طرح مردود اور بیقدر رہا مگر اب چند عرصہ سے اِس نے یورپ میں بڑا رواج پایا اور یورپ کے بڑے بڑے محقق اسی کے مقلد ہوکر انہیں باتوں کو الہامی اور لوح محفوظ کی باتیں سمجھنے لگے بلکہ اپنی تحقیقات سے اِس پر اور کچھ بڑھایا اور چاند ستاروں میں پہاڑ اور دیگر اجسام عنصری بلکہ حیوانات کے وجود کے بھی بعض لوگ قائل ہوگئے اور بہت سے عجیب غریب باتیں پیدا کیں جنمیں ہندوستان میں انگریزی پڑھے نوجوان نئی روشنی اور علوم جدیدہ کہکر خوب دل خوش کرتے ہیں اور جنہوں نے اُن انگریزی خوانوں کی صحبت اُٹھائی ہے اور کچھ انگریزی سیکھ لئے ہیں اور اپنی وضع تکلف انہیں لوگوں کی بناکر زبردستی سے رفارمر یا فلاسفر بنے ہیں وہ تو ان باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں دوسرے گروہ کے سرفرحکم بطلیموس ہیں وہ کہتے ہیں کہ زمین گول کروی ہے اسکا بقدر یعنی تہائی چوتھائی حصہ سکا ہوا ہے اُسکے اُوپر خشکی اُٹھا ہوا ہے باقی اسکے اردگرد پانی لپٹا ہوا ہے جسکو سمندر کہتے ہیں پانی کے اردگرد کرہ ہوا لپٹا ہوا ہے اُسکے اُوپر آگ کا کرہ ہے اُونچی سمت سے لپٹی ہوئی ہے یہ چار کرہ عناصر کے ہوئے اب یہ جملہ زمین پانی سے اُوپر اُٹھی ہوئی ہے اِس پر سب لوگ بستے ہیں ان چاروں کروں کے چوطرف پہلا آسمان ہے جسکو فلک القمر بھی کہتے ہیں یعنی اِس آسمان میں چاند ہے جس طرح کہ ہیلے جسم پر ایک سفیدہ گول گول نشان ہوجاوے اُسکے اُوپر محیط فلک عطارد ہے اُسکے اُوپر فلک زہرہ اُسکے اُوپر فلک شمس ہے یعنی چوتھا آسمان جہاں آفتاب ہے اُسکے اُوپر فلک مریخ کہ جہاں مریخ ستارہ ہے اُسکے اُوپر فلک مشتری کہ جہاں مشتری ستارہ ہے اُسکے اُوپر فلک زحل کہ جہاں زحل ستارہ ہے اُسکے اُوپر فلک ثوابت کہ جہاں یہ سیکڑوں اَن گنت ستارے ہیں کہ جو باوجود حرکت کرنے کے معلوم نہیں ہوتے یعنی ایک جگہ ہمیشہ ثابت رہتے ہیں چونکہ نیچے کے آسمان بلکہ کل آسمان نہایت شفاف اور صاف ہیں وہ اُوپر کے ستارے سب نظر آتے ہیں اُسکے اُوپر فلک افلاک کہ جسکو فلک اطلس کہتے ہیں یعنی سادہ اُس پر کوئی تارہ نہیں وہ دن رات میں مشرق سے مغرب کی طرف ایک جگہ میں چرخہ کی طرح پھر کر دورہ تمام کرتا ہے اور اُسکی وجہ سے سب آسمان اور تارے دورہ تمام کرتے ہیں کہ جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں یعنی جہاں سامنے آفتاب

---

۵۱ مولفہ اُنکے سید احمد خاں صاحب ہیں کہ جو اپنی تفسیر کے صفحہ ۳۰ میں اول تو لفظ سماء کا اطلاق ستاروں پر از خود فرض کرتے ہیں اور پھر سبع سموات سے بتقلید حکماء یونان و یورپ وہ وسعت مراد لیتے ہیں کہ جو انسان کے اُوپر دکھائی دیتی ہے بقرینہ سبع سیارہ اسکو سبع یعنی سات کہدیا ورنہ سات میں کچھ حصر نہیں۔ اور بیضاوی نے غرض وگرنہ ثابت کرنے کے لئے جو یہ کہدیا تھا کہ سات کہنے سے زائد کی نفی نہیں ہوسکتی اُس کو اپنے مدعا کے لئے دلیل بنایا اور جہاں بیضاوی نے صرف لفظ السماء کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس لفظ سے مراد الجرام علویہ یا جہات علویہ ہے تو حضرت یہ سمجھ گئے کہ بیضاوی آیت میں اس لفظ سے دونوں مراد لینا جایز رکھتے ہیں۔ اسپر طرّہ یہ کہ اُلٹا سب علماء اور مفسرین پر کہ جو قلیب جگہ نہیں کرتے طعن کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وسعت یعنے فضا کوئی مجسم چیز نہیں صرف بُعد موہوم ہے حالانکہ قرآن اور دیگر کتب الہامیہ سے آسمان کا مجسم ہونا ثابت ہے اور یہ کہ وہ قیامت کو لپیٹ جائیگا

۵۲ اور اسی کو فلک البروج بھی کہتے ہیں یہاں بُرج اس طرح سے نہیں ہیں کہ جس طرح زمین پر قلعجات کے بُرج ہوتے ہیں بلکہ دائرہ کی صورت سے آسمانوں کے بارہ حصہ اس طرح پر قائم کئے ہیں کہ جس طرح خربزہ کی پھانکیں اور ستاروں کی ہیئت اجتماعی سے کہیں خرس کی صورت پیدا ہوگئے تو اُسکو بیج اسد کہنے لگے اور کہیں کیکڑے کی تو اُسکو سرطان اور کہیں بچھو کی تو اُسکو عقرب و قس علی ہذا نزول قرآن کے زمانہ میں بھی عرب ان بروج کو واقف تھے اسی لئے خدا نے ان کا ذکر فرمایا

آگیا وہاں دن ہوگیا اور جہاں سامنے سے بالکل ہٹ گیا رات ہوگئی اور تمام ستارے از خود بھی ایک حرکت مغرب سے مشرق کی طرف کرکے دورہ تمام کرتے ہیں چاند تو مہینے بھر میں اس دورہ کو تمام کرلیتا ہے در اصل گھٹتا بڑھتا نہیں بلکہ جسقدر وہ آفتاب کے مقابلہ میں آتا ہے اور اسیقدر اُسپر روشنی پڑتی ہے اُتنا ہی ہم کو دکھائی دیتا ہے ورنہ وہ گول بڑا بھاری جسم ہے زمین سے کہیں زیادہ اور آفتاب اپنے دورہ کو دائرہ منطقۃ البروج پر برس میں تمام کرتا ہے اسی لئے مختلف فصلیں سردی گرمی پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کل تیرہ گرے ہوئے جن میں سے نو آسمان ہیں سات تو یہ کہ جنکو شرع نے سبع سموٰت کہا ہے اور دو وہ کہ جنکو عرش و کرسی کہا ہے۔ کرسی فلک الثوابت عرش فلک الافلاک ہے اس صورت پر



اور آسمانوں کا کوئی رنگ نہیں کیونکہ اگر رنگ ہوتا تو اُوپر کی چیزیں دکھائی نہ دیتیں اور یہ جو نیلگوں معلوم ہوتا ہے یہ آسمان کی شفافی اور غبارات کی تیرگی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب سفیدی اور سیاہی ملتی ہیں تو نیلی رنگت پیدا ہوجاتی ہے یا یوں کہو کہ ہوا کے اجزاء شفاف میں اجزاء غباری کہ جو سیاہ ہیں اُنکے ملنے سے یہ نیلگونی پیدا ہوگئی یا یہ کہ ہوا کے اجزاء شفاف ہیں جب اُنکو دیکھتے ہیں تو نظر میں ایک تیرگی پیدا ہوتی ہے ان دونوں کے ملنے سے نیلگونی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ سمندر کا پانی نیلا دکھائی دیتا ہے۔ اسکے علاوہ اور بہت سے مسائل اس حکیم اور اسکی جماعت کے ہیں اور چونکہ یہ مسائل کسیقدر صحیح اور الہامی کتابوں بالخصوص قرآن مجید کے موافق ہیں اسلئے اس حکمت کا جس طرح حکماء یونان میں رواج ہوا اسی طرح جب حکمتِ یونانیہ عربی میں ترجمہ ہوکر آئی اہل اسلام نے بھی اسکو پسند کیا چنانچہ اب تک شرح چغمینی اور تذکرہ وغیرہا اسی حکمت کی کتابیں درس میں داخل ہیں بلکہ ایشیائی ملکوں میں ہندو اور ایرانی وغیرہما سب لوگ اور قدیم عیسائی اور یہودی بھی بیشتر انہیں مسائل کے معتقد ہیں لیکن نہ اسلام کو اس ہیئت سے کچھ بحث ہے نہ اُس سے اگر یہ غلط ہوا تو اسلام کی صداقت میں کیا نقصان آتا ہے؟ اور جو وہ سراسر غلط ہو تو کیا نقصان ہے البتہ آسمانوں کی بابت علی سبیل فکر و آیاتِ قدرت جو کچھ قرآن یا دیگر کتب الہامیہ میں مذکور ہے اُسکے تمام بنی آدم قائل ہیں وہ علم فطری ہے جب بطلیموس اور فیثاغورس نہ تھے جب بھی ان باتوں کو لوگ مانتے تھے +

اول تو یہ مسلم نہیں کہ اگر آسمان کا کوئی رنگ ہو تو نیچے کے آسمان کی وجہ سے اُوپر کے آسمان کی چیزیں نظر نہ آویں باوجودیکہ پانی اور بلور اور آئینہ میں رنگت ہوتی ہے پھر بھی وہ نفوذ بصر کو مانع نہیں اُسکے پرلی طرف والی چیز برابر نظر آتی ہے (دوم) ممکن ہے کہ نویں یا آٹھویں آسمان کی رنگت نیلگوں ہو سو اگر اُوپر کی چیز کے نظر آنے میں مانع ہونگے تو وہ ہونگے باقی نیچے کے

آسمان مانع نہوینگے اور اُسکے اُوپر کوئی ستارہ نہیں اور اُسکی رنگت اُوپر تلے آئینوں میں جس طرح اُوپر کے آئینہ کی رنگت تلے دکھائی دیتی ہے دکھائی دیتی ہے اور نیلہ رنگ کچھ انہیں صورتوں میں کہ جنکو مستدل نے ذکر کیا منحصر نہیں اور جو یہ سب کچھ تسلیم بھی کیا جاوے تو قرآن سے صرف یہ ثابت ہے کہ آسمانوں کی طرف نظر کرسکتے ہیں اس تقدیر پر یہ نیلہ رنگ گو آسمان کا رنگ نہو مگر جب یہ آسمان کے ساتھ وہ علاقہ رکھتا ہے جو کہ سمندر کے پانی کے ساتھ ہے جس طرح سمندر کا نیلہ رنگ اسبات میں قاطع نہیں کہ ہم نے سمندر کو دیکھا اور اُسکی طرف نظر کی اسی طرح آسمان کی طرف نظر کرنے میں یہ مانع نہیں یا یوں کہو کہ کسی جسم پر کوئی کپڑا لپیٹ کے دکھایا جاوے تو وہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم نے وہ جسم دیکھا آدمی پاجامہ کرتا پہنے ہوئے جب دکھائی دیتا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اُسکو دیکھا اسی طرح اگر آسمانوں کے نیچے خدا نے بقدر فی نیلگوں چھت گیری لگادی ہے تو اُسکے دیکھنے میں کوئی حرج پیدا نہیں کرتی اور یوں تو حقیقۃً کوئی جسم دکھائی ہی نہیں دیتا جب نظر پڑیگی تو اُسکے عوارض ہی پر پڑیگی کما ہو المحقق عند الحکماء

الہامی کتابوں بالخصوص قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی مجسم چیز ہے کہ جو قیامت کو پھٹ جاویگی عام ہے کہ وہ کوئی جسم اور کسی قسم کا ہو قال اللہ تعالےٰ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَقَالَ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وقال اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَقَالَ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ الآیہ کیونکہ اگر آسمان فضا یا لعدم موہوم کا نام ہو جیسا کہ بعض مقلدین یورپ کا قول ہے تو وہ ایک عدمی چیز ہے اُسکا پھٹنا اور اُسکے چھلکوں یعنی طبقات کا اُکھڑنا اور اُسکو پیدا کرنا اور بنانا جس طرح کہ زمین اور اُسکی چیزیں بنائی یا اُسکی کھڑکیاں کھلنا جسکا کہ تورات میں ذکر ہے اور اُسکو سقف محفوظ کہنا چہ معنی دارد؟ البتہ حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ اکابر سے جو کچھ کہ آسمانوں کے باہمی فاصلہ کی نسبت مروی ہے اور یہ کہ فلاں آسمان چاندی کا اور فلاں زبرجد کا اور فلاں اسکا اور فلاں اُسکا اگر سند صحیح ثابت ہے تو تشبیہ اور مجاز پر محمول ہے نہ حقیقت پر۔ پھر اس پر اعتراض محض بجا ہے +

فوائد

! اعالم کے پیدا ہونے میں لوگوں کے گوناگوں مذاہب اور مختلف اقوال ہیں **ہندو** جو اپنی کتابوں بالخصوص چاروں وید اور پُرانوں کو تمام دنیا کی کتابوں سے قدیم سمجھتے ہیں اور اُنکے پنڈت اپنے علوم پر بڑے نازاں ہیں اور سوائے ہندوؤں کے کل عالم کو ملیچھ کہتے ہیں یعنی ناپاک اور کسیکو نجات اور سرگ (بہشت) کا مستحق نہیں جانتے اسپر طرہ یہ کہ اپنے مذہب میں بھی ملتا رواہنیں سمجھتے اُنکے ابتدا عالم اور آفرینش جہان کی بابت اسقدر مختلف اقوال ہیں کہ جنکے سننے سے عاقل کے سر میں درد ہو اور کچھ حاصل نہیں چنانچہ رگ وید کے آتریہ ارنیہ میں لکھا ہے کہ شروع میں یہ سنسار (عالم) صرف آتما یعنی روح تھا اور کچھ نہ تھا پس اُس نے چاہا کہ میں جگت کو پیدا کروں پس اُس نے پانی روشنی جاندار وغیرہ طرح طرح کے عالم پیدا کئے پھر خیال کیا

قال وقول

کران کا گھمہان پیدا کروں تب اُس نے ایک پُرش یعنی شخص کو پانی سے نکالا اور اس میں غور سے نگاہ کی تو اُس کا مُنہ انڈے کی طرح کھل گیا اور اُس سے ایک شبد یعنی آواز نکلی اور اس آواز سے آگ پیدا ہوئی پھر اُسکے نتھنے کھل گئے اور سانس آنے لگے اُس سانس سے آکاش یعنی آسمان پیدا ہوئے پھر آنکھ کھل گئی اُسنے جوت (روشنی) اور اس سے سورج پیدا ہوا اور کان کھل گئے اُسنے چاروں کونوں کا پھیلاؤ ہوا پھر اُسکے جبڑے سے بال نمودار ہوئے اُسنے نباتات پیدا ہوئے اور اُسکی چھاتی کھل گئی اُس سے بُدھ اور بُدھ سے چاند پیدا ہوا پھر ناف کھل گئی اُس سے پران موجس سے موت موجود ہوئی اسکے بعد لنگ (آلۂ تناسل) کھل گیا اُس سے منی نکلی اور اس منی سے پانی پیدا ہوا پھر وہ برہما یہ سوچا کہ یہ پُرش مجھ بغیر کس طرح رہیگا اسلئے وہ اُس کے سر میں سما گیا الخ +

اس بیان میں چند خرابیاں ہیں (۱) یہ کہ جب وہ خود لکھتا ہے کہ اُس نے تمام عالم پانی روشنی سب کچھ پیدا کر لیا تو اُنکی محافظت کے لیئے اس پُرش کو پیدا کیا پھر یہ کہنا کہ اس پرش کے مُنہ سے آگ اور آلۂ تناسل سے پانی اور سانس سے آکاش اور آنکھ سے آفتاب پیدا ہوا صریح غلط ہے (۲) جب پانی اُسکی منی سے پیدا ہوا تو پھر یہ کہنا کہ پرش کو پانی سے نکالا بالکل غلط ہے کیونکہ اُس سے پہلے پانی کہاں تھا اور تھا تو یہ کیوں کہا کہ اُسکی منی سے پیدا ہوا (۳) منی غذاؤں کے کھانے سے پیدا ہوتی ہے اُس سے تو تمام نباتات اور پانی پیدا ہوا پھر اس سے پہلے کیا کھا کر منی پیدا ہوئی؟ (۴) اس قول کے بموجب اس پرش اور تمام عالم کا پیدا کرنے والا برہما ثابت ہوتا ہے حالانکہ اسکے برخلاف وید اور پورانوں سے ثابت ہے +

(قول دوم)

برہمدیوت پران کی برہم کھنڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرشن سرشٹ کرتا یعنی خالق ہے اُسکے دائیں طرف سے وشنو اور بائیں سے شیو اور ناف سے برہما پیدا ہوا اور ان تینوں نے اُسکی پوجا کی یہ قول اول اقوال کے صریح برخلاف ہے +

(قول سوم)

بھاگوت اور شیو پران میں لکھا ہے کہ وشن کی ناف سے ایک کنول کا پھول نکلا اُس سے برہما پیدا ہوا جس نے وشن سے جھگڑا کیا +

(قول چہارم)

متسیہ پران میں لکھا ہے کہ برہما سے شیو پیدا ہوا یعنی مہادیو - یہ اول اور دوم سوم سب کے مخالف ہے +

(قول پنجم)

لنگ پران میں لکھا ہے کہ شیو برہما نڈ سے نکلا اور صورت پیڑ کے اپنی بائیں طرف سے وشن اور لکھشمی کو - اور دائیں طرف سے برہما اور سرستی کو پیدا کیا - یہ پہلے قول سے بالکل مخالف ہے +

(قول ششم)

ویدانت اور سانکھیہ سارا اور دیگر پرانوں سے ثابت ہے کہ سرشٹ کے وقت برہما سے بدھ اور بدھ سے اہنکار اور اہنکار سے اکاش اور اکاش سے اگن اور اگن سے جل اور جل سے پرتھوی اور ان سب چیزیں پیدا ہوئی ہیں +

(قول ہفتم)

بجروید میں لکھا ہے کہ وراج پرش سے سرشٹ ہوئی اس طرح پر کہ اس نے مرد اور عورت کی شکل ایک شخص کو پیدا کیا پھر وہ دو شخص ایک مرد ایک عورت بنگئی اور جو روخسم بنگئی وہ عورت مرد سے شرماکر گائے بنگئی تو مرد بیل بنگیا اس سے بیل وگائے کی نسل جاری ہوئی پھر وہ گھوڑی تو یہ گھوڑا بنگیا اور وہ گدھی تو یہ گدھا بنگیا اور وہ کتیا تو یہ کتا بنگیا الغرض جسقدر کائنات عالم ہے اسکی صورتیں میں وہ مرد اور عورت آتے گئے اور وہ چیزیں عالم میں ظہور پاتی گئیں۔ اس قصہ کو سنکر ناظرین بے اختیار ہنسیں گے +

(قول ہشتم)

منو کے شاستر میں کہ جسکو دھرم شاستر کہتے ہیں یہ لکھا ہے کہ پہلے ایسا اندھیرا تھا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا تب ایشور نے پرتھمی ظاہر کرنے کے لئے مہابھوت اور بھوت وغیرہ کی صورت میں ظہور کیا تب برتھا نے خلقت کو پیدا کرنے کا ارادہ کرکے اول جل (پانی) کو پیدا کیا اور اس جل میں اپنی بیج ڈالی جس سے سونے کا چمکتا ہوا انڈا پیدا ہوا اس انڈے میں سب کا باپ آپ برتھا ہوکے پیدا ہوا پھر برس تک برہما اس انڈے کے خیال میں رہا اسکے بعد اسکو توڑکر دو ٹکڑے کر دیے اور ان سے آسمان وزمین بنایا الخ یہ بیان بھی قابل غور ہے +

(قول نہم)

کرم پران میں لکھا ہے مین نارائن دیو جو ہوں سو سرشٹ کے پہلے تھا پر میرے رہنے کو استھان (جگہ) نہ تھا تب اوسے ہوکر شیش ناگ کو پلنگ پر بناکر آرام کیا اسکے پیچھے میری مہربانی سے چوکھی برتھا پیدا ہوا جو تمام دنیا کا دادا ہے پھر برتھا نے اپنی مانند پانچ شخص بنائے سنک سناتن سنندن رودر اور سنت کمار الخ تب برہما منی وشنو نے اپنے پتر (پسر) برہما کو تسلی دی جس سے وہ عبادت کرنے لگا لیکن جب اس کا اسکو کچھ پھل نہ ملا تو غصہ میں آکر رونے لگا اور ان آنسوؤں سے مہادیو پیدا ہوا پھر اس نے اور خلقت کو پیدا کیا الخ + ان سب کے علاوہ بیدانتی لوگ کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ ان سے بڑھکر یہ قول حیرت افزا ہیں مارکنڈ اور سری مدبھاگوت میں لکھا ہے کہ کھاری پانی کا سمندر ایکھ کے رس کا سمندر شراب کا سمندر گھی کا سمندر دودھ کا سمندر چھاچھ کا سمندر میٹھے پانی کا سمندر یہ ساتوں سمندر سیم[1] کے چاروں طرف بہتے ہیں۔ مگر

---

[1] سیم ہندوؤں کے نزدیک ایک فرضی پہاڑ کا نام ہے جس طرح کہ ہالنسور ایک تالاب ہے کہ جسکی ہنس ہوتی کہانے ہیں شاید یہ باتیں عالم خیال میں ہوں تو ہوں یا برہمنوں کے تصور میں ورنہ ان کا کہیں وجود نہیں ۱۲ منہ

نہ اُس سیمرکا پتا ہے نہ اُن سنسکرتوں کا کہیں پتا ہے بعضے پُرانوں میں ہے کہ زمین [illegible] ہے کہ نادیہ بیل کے دونوں سینگوں پر زمین ہے اور وہ بیل مچھلی پر ٹھہرا ہے اور جب وہ بیل سر ہلاتا ہے تو زلزلہ آتا ہے اور بعض میں ہے کہ شیش ناگ کے سر پر ہے۔ اِس خیال سوداوی کا کچھ ٹھکانا ہے ویدا ور شاستروں اور پُرانوں میں یہ لکھا ہے کہ سمیر پربت زمین کے بیچوبیچ ایک پہاڑ ہے جسکی بلندی تین لاکھ کوس ہے اور اُسکی جڑ کی ٹائی چولنسٹھ ہزار کوس کی ہے اور اُسکے اُوپر مہادیو شیو[۱] اندر اور اَور دیوتاؤں کا استھان ہے اور اسکے آس پاس اور بھی بہت پہاڑ ہیں جنہوں کے اُوپر ایک ایک درخت چار چار ہزار سو کوس کا اُونچا ہے۔ ہنود کی بعض کتابوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ کرم یعنی افعال خالق ہیں اور بعض پراکرت یعنی زمانہ کو خالق جانتے ہیں خدا تعالےٰ کے منکر ہیں بعض مایا کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں وہ خود اپنی صورت بدلکر عالم میں ظاہر ہوا کبھی درخت کبھی پتھر بنا۔ اب میں حکماء یونان کے اقوال اس بارہ میں نقل کرتا ہوں +

واضح ہو کہ حکماء کے دو گروہ ہیں ایک گروہ متقدمین یعنی افلاطون سے پہلے اور خود افلاطون ایک گروہ متاخرین ارسطاطالیس اور اُسکے معاصر اور بعد کے حکماء۔ قدماء کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ تالیس ملیطی[۲] یہ کہتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی عالم کا مُبدع ہے اور وہ پانی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی صورت قبول کر سکتا ہے اسی سے آسمان زمین عناصر مرکبات ہر چیز بنی ہے پس جو پانی کہ منجمد ہو گیا یعنی جم گیا وہ زمین ہے اور پانی کے تحلیل ہونے سے ہوا پیدا ہوئی ہے اور اوصاف پانی اور جھاگ سے آگ بنی اور پھر پانی اور آگ کے ابخرات اور دھوئیں سے آسمان بنا اور اِن ارضیات میں جو اشتعال واقع ہوا اُس سے ستارے آفتاب ماہتاب بنے پس اسی لئے یہ آسمان پانی کے گرداگرد حرکت دَوری کرتا ہے گویا کہ سبب اپنے سبب اور عاشق اپنے معشوق پر قربان ہوتا ہے۔ شاید مبادی سے مراد مُبدَء[۱] ہے اس تقدیر پر یہ مذہب تورات اور کتب الہامیہ سے کسیقدر مطابق ہو جاویگا اور کچھ عجب نہیں کہ تالیس نے انبیاء علیہم السلام سے فیض حاصل کیا ہو +

حکیم انکیمانس[۲] یہ بھی ملیطی ہے یہ کہتا ہے کہ کل عالم کا پیدا کرنیوالا خدا تعالےٰ ہے پس یہ جو کچھ موجود ہوا ہے یہ سب اُسکے علم ازلی میں تھا سب سے اول اُس نے عنصر کی صُورت پھر عقل کی صورت پیدا کی پھر بقدر انوار و آثار عنصر نے عقل میں منتقش دفعۃً صورتوں کے رنگ مرتب کرکے جس طرح کہ صاف آئینہ میں صدہا صورتیں یکبارگی پیدا ہو جاویں مگر ہیولے میں بغیر ترتیب و زمان کے یکبارگی سب صورتیں مرتب نہیں ہو سکتیں پس اسلئے ہیولی ایک عالم سے دوسرے عالم میں صورتیں بلکہ نمودار ہوتا گیا یہاں تک کہ جو صورتیں کہ ہیولی میں ہیں اُنکے اور خود ہیولے کے انوار کم ہو گئے اور خاص وہ رذیل صورت رہ گئی کہ

---

[۱] ابتدا از پیدا کرنیوالا ۱۲ منہ [۲] یعنی وہ چیز کہ جسکو سب سے اول اللہ تعالےٰ نے بنایا اور پھر اُس سے اور چیزیں بنائیں ۱۲ منہ [۳] یعنی ملیطہ کا رہنے والا کہ جسکو اثاکیتے ہیں یہ ایک جزیرہ ہے اسکو یونان سے پہلے بڑا تعلق تھا ۱۲ منہ

جو نہ نفس رکھتا ہے نہ نفس حیوانیہ نہ نباتیہ قبول کر سکتی ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس عالم کو اس عالم سے وہ نسبت ہے کہ جو چھلکے کو مغز سے یعنی یہ عالم اُس عالم کا ظل ہے اور جبتک اُس عالم کا نور اس عالم میں باقی ہے تو یہ قائم ہے۔ اور اُس سے یہ بھی منقول ہے کہ سب سے پہلے جو اس عالم میں پیدا ہوا وہ ہوا ہے پھر جسقدر اجرام علویہ اور سفلیہ ہیں سب اسی سے ہوئے ہیں نہیں جو چیز لطیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ روحانی اور لطیف ہے نہ وہ بگڑیگی نہ اُسمیں کچھ خرابی ظہور کریگی اور جو کثیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ کثیف اور جسمانی ہے یہ ایک روز خراب ہوگی۔ یہ حکیم تالیس کے مذہب پر ہے شاید اس نے موجودات جسمانی میں ہوا کو سب سے اول مانا جس طرح کہ موجودات روحانی میں عنصر کو سب سے اول قرار دیا جس طرح کہ تالیس نے پانی کو سب سے اول مانا تھا۔ اور یہ عنصر کہ بمنزلہ قلم کے اور عقل کو بمنزلہ لوح کے قرار دیتا ہے کہ جو ہر طرح کی صورتیں قبول کرتی ہے حکیم انیقلس یہ شخص یونان کے حکماء قدیم کے شاگرد ہیں انسے حکمت حاصل کر کے یونان میں آئے۔ یہ کہتے ہیں کہ تمام عالم کا پیدا کرنیوالا خدا تعالیٰ ہے اُس نے سب سے پہلے ایک بسیط چیز کو یعنی عنصر کو پیدا کیا یہ عنصر جو معلول اول ہے بالکل بسیط نہیں کیونکہ ہر معلول بقاعدہ عقلیہ مرکب ہوتا ہے پس عنصر بھی فی ذاتہ محبت اور غلبہ سے مرکب ہے پھر ان دونوں سے سب چیزیں پیدا ہوئی ہیں اس حیثیت سے کہ تمام روحانیات بہ نسبت خالصہ منطبق ہے اور جسمانیات پر غلبہ اور جو دونوں سے مرکب ہے اُسمیں دونوں ہیں اور باری تعالیٰ کے لئے ایک قسم کی حرکت وسکون بھی ثابت کرتا ہے۔ یہ مذہب فیثا غورس سے لیکر افلاطون تک حکماء میں مسلم رہا۔ اور سب قدماء عالم کو حادث کہتے ہے مگر افلاطون کے شاگرد ارسطاطالیس کا جب زمانہ آیا تو وہ جو کچھ ریاضات اور کاشفات تھے اُن میں فرق آگیا پھر تو صرف تخمینی باتوں اور خیالی مقدمات سے مرکب لیلیوں پر حکمت کا دار مدار رہگیا اسلئے اس گروہ کو مشائین کہنے لگے اور چونکہ یہ ارسطو اسکندر رومی کا وزیر تھا کہ جس نے ایران کو فتح کر کے ایشیائی ملکوں میں بھی اپنا نام پیدا کیا اسلئے ارسطو کے مذہب کی زیادہ شہرت ہوئی اب ہمیں قبل اسکے کہ ارسطو اور اُسکے متبعین متاخرین کا مذہب بیان کریں دو چار مقدمات گوش گذار کرتا ہوں کہ جنپر اس مذہب کی بنیاد ہے (۱) یہ کہ ایک شخص سے (کہ جو من کل الوجوہ واحد ہو جیسا کہ باری تعالیٰ) دو چیز صادر نہیں ہو سکتیں کیونکہ اگر دو صادر ہوں تو اس میں دو جہت ثابت ہو جاوینگی اور ترکیب لازم آوے (۲) یہ کہ ستاروں کی مختلف حرکات سے نو آسمان ثابت ہوتے ہیں (۳) یہ کہ ان آسمانوں کی حرکت دوری قدیم ہے اور انکے محرک نفوس فلکیہ ہیں کہ جنکو عقل وشعور ہے (۴) جو چیز حادث ہے یعنی جو معدوم ہو کر موجود ہو ضرور ہے پہلے سے اُسکے لئے مادہ ہو ورنہ اس شے کی جو صفت امکان ہے کس کے ساتھ قائم ہوگی؟ جب یہ مقدمات اپنے خیال میں ان لوگوں نے مضبوط کر لئے تو کہنے لگے عالم قدیم ہے یعنی یہ آسمان وزمین اور کل بسائط سب ہمیشہ سے ہیں ہاں یہ مرکبات حادث ہیں جیسا کہ حیوانات نباتات جمادات اور یہی فانی بھی ہیں کہ یہ ترکیب مختل ہو جاتی ہے ہر عنصر اپنے اپنے جز اصلی

اصلی میں آ ملتا ہے۔ اور کل عالم کا بانی خدا تعالیٰ ہے جب سے وہ ہے تب ہی سے یہ عالم ہے عالم کو حادث ذاتی کہہ سکتے ہیں اور اسکا صدور اُس سے یوں ہوا ہے کہ سب سے اول اُس نے عقل اوّل کو پیدا کیا کسلئے کہ وہ بسیط ہے دو یا کئی چیزیں پیدا نہیں کر سکتا اب عقل اول میں تین اعتبار ہیں ایک وجود فی نفسہٖ دوسرا وجوب بالغیر تیسرا امکان لذاتہ پس اُس نے پہلے اعتبار سے کہ جو اشرف تھا عقل دوم کو پیدا کیا کہ یہ بھی اشرف ہے اور دوسرے لحاظ یا اعتبار سے نفس کو کہ جسکو روح یا آتما کہتے ہیں پیدا کیا اور تیسرے اعتبار سے جسم یعنی فلک اول کو پیدا کیا کہ جسکو ادھر کے لحاظ سے نواں آسمان اور فلک الافلاک بھی کہتے ہیں پھر عقل دوم نے عقل سوم اور آسمان دوم یعنی فلک الثوابت اور ایک نفس کو پیدا کیا علیٰ ہذا القیاس نویں عقل نے نویں آسمان فلک القمر اور دسویں نفس کو پیدا کیا پھر دسویں عقل نے بذریعہ حرکات فلکیہ بسائط اور سب چیزوں کو پیدا کیا اسلئے اسکو عقل فعّال کہتے ہیں۔ اور اسی خیال سے شعراء حوادثات کو آسمان کی طرف منسوب کر کے اُسکو بُرا بھلا کہا کرتے ہیں +

اسی طرح اصول مرکبات میں بھی حکماء کا باہم اختلاف ہے چنانچہ متاخرین حکماء آگ پانی خاک ہوا چار عناصر کے قائل ہیں بعض صرف ایک ہی عنصر کے قائل ہیں۔ بعض دو کے بعض تین کے بعض بہت سے عناصر ملتے ہیں۔ جو ایک کہتے ہیں پھر انکا بھی اختلاف ہے کوئی آگ کو اصل مانتا ہے اور عناصر اسی سے پیدا ہونا کہتا ہے کہ آگ مستحیل ہو کر ہوا بنی اور ہوا مستحیل ہو کر پانی بن گیا اور پانی منجمد ہو کر زمین ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں ہوا اصل ہے باقی چیزیں مستحیل ہو کر ہوا سے بنی ہیں بعض پانی کو اصل کہتے ہیں بعض مٹی کو اصل قرار دیتے ہیں بعض ابخرات کے قائل ہیں۔ اور بھی آفرینش عالم میں حکماء مصر اور فارس اور روم اور ہند و چین کے رجما بالغیب بہت سے اقوال ہیں۔ یہاں بھی عقل کو بڑی حیرانی اور سرگردانی تھی کسکو غلط کہئے کسکو صحیح ؟

اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی معرفت اس راز سربستہ کو یوں کھول دیا +

۲ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ اس آیت کی تفسیر تو اسکے موقعہ پر ہو گی مگر حاصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو روز میں زمین کو پیدا کیا اور بموجب قول ابن عباس کے (کہ اسکو تفسیر مدارک وغیرہ میں نقل کیا ہے) مبدء اس کا ایک جوہر ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی نظر ہیبت سے پانی ہو گیا پس یہ پانی بحر ہستی میں موج زن تھا کہ جو خدا تعالیٰ کے احاطۂ قدرت و جبروت میں تھا جیسا کہ فرماتا ہے وکان عرشہ علی الماء کہ اُسکا تخت پانی پر تھا اور تورات کتاب پیدائش کے اول باب

لہ عقل سے مراد انسان کی عقل نہیں کہ جسکو ذہن اور فہم بھی کہتے ہیں بلکہ جیسا کہ اکثر جسکو عرف شرع میں علم کہتے ہیں ۱۲ منہ ۵ صحیح بخاری میں ہے قال کان اللہ ولم یکن شیئ قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموٰت والارض الحدیث کہ اصل میں خدا اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور اسکا تخت پانی پر تھا پھر اس نے آسمان و زمین کو بنایا اور ترمذی نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے ۱۲

۲ آیت میں بھی ہے کہ خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی پھر اِس پانی کی حرکت اور تموج سے حرارت اور انجرات اور دھوئیں پیدا ہوئے اور جھاگ بھی بتیار اُٹھے سو وہ جھاگ وغیرہ جو کچھ جمد ہو گیا وہ زمین ہو گئی اور ہر طرف سے پانی اِس پر محیط ہو گیا مگر کسیقدر ارتفاع انخفاض کی وجہ سے پانیوں کے اُوپر بھی رہے کہ جس پر لوگ آباد ہیں اور پانی تعلیل ہو کر حرارت کی وجہ سے ہوا بنگئی اور ہوا تموج کی حرارت سے متحیل ہو کر آگ بنگئی مگر قرآن سے صرف اسقدر ثابت ہے کہ خدا نے دو روز میں زمین کو بنایا پھر وہ جو دھوئیں اور انجرات مرتفع تھے اُنسے دو روز میں سات آسمان بنائے جیسا کہ خود فرماتا ہے ثم استوی الی السماء (اور وہ جو لطیف انجرات تھے اُنسے) ستارے بنا کر آسمان کو مزین کیا۔ پس جب آفتاب اور ماہتاب اور رات دن ہو چکے (تو اُنکی حرارت و برودت سے) زمین کے اُوپر نباتات پہاڑ دانہار وغیرہ وہ چیزیں پیدا کیں کہ جنکی طرف انسان وحیوانات کو اشد ضرورت ہے اور یہی دو روز میں کیا جیسا کہ فرماتا ہے السمآء بنٰھا رفع سمکھا فسوّٰھا واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا والارض بعد ذٰلک دحٰھا اخرج منھا ماءھا ومرعٰھا والجبال ارسٰھا کہ خدا نے آسمان کو بنایا اور بلند کیا اور اُسکی دستی کی اور اُس سے رات دن پیدا کیے اُسکے بعد زمین کو آراستہ کیا اور اُسکے اُوپر پہاڑوں کا دباؤ ڈالا۔ پھر حیوانات اور خصوصاً انسان کو بنایا جیسا کہ ابھی آتا ہے۔ تورات میں بھی اسی کے موافق ہے مگر کسیقدر عبارت کا الجھ پیچ ہے باقی مطابق ہے ؛

ف ۱ جمہور علماء صحابہ و تابعین عبداللہ بن عباس رض و مجاہد و حسن وغیرہ اسی تفسیر پر متفق ہیں کہ آسمان زمین کے بعد بنایا گیا ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا لیکن بعض علماء جیسا کہ قتادہ اور سدی اور مقاتل اور بیضاوی وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ آسمانوں کو پہلے پیدا کیا اِس آیت سے والارض بعد ذٰلک دحٰھا۔ اور غم کو تراخی رتبی پر محمول کرتے ہیں مگر یہ تکلف ہے کلام الٰہی میں غور نہیں کیا کیونکہ بعد ذلک جو فرمایا ہے تو زمین کے دحو کی نسبت فرمایا نہ پیدا ہونے کی نسبت یعنی زمین آسمان سے پیدا تو پہلے ہو چکی ہے مگر اُسکی آراستگی کہ جو دحو کا مفاد ہے آسمانوں کے بعد ہے۔ ف ۲ زمین کو دو روز میں پیدا کیا اور دو روز میں اسکو آراستہ کیا اور دو روز میں آسمان بنایا یہ کل چھ روز ہوئے جیسا کہ فرمایا ولقد خلقنا السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام بعض احادیث میں آیا ہے کہ زمین کو اتوار اور پیر کے روز اور اسکی آراستگی اور اسکے پہاڑ وغیرہ چیزیں منگل اور بدھ کے روز اور جمعرات کے دن آسمانوں کو اور جمعہ کے روز ستاروں کو پیدا کیا صحیح مسلم میں اور طرح پر آیا ہے۔ تورات سفر خروج کے ۳۱ باب، اور اس میں بھی یہ ہے اسلئے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔ اور یہ ساتواں روز ہفتہ کا دن ہے کہ جسکو یہود سبت کہتے ہیں لیکن آرام کرنا غلطی کا تب ہے اسلئے کہ وہ فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم پیدا کرنے میں کچھ بھی تھکے نہیں ف ۳ اگر کوئی کہے کہ دن تو آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتا ہے پس اُنکے پیدا ہونے سے پہلے دن کہاں تھا اور پھر اُنکے نام کہاں؟ تو میں کہتا ہوں کہ جو کچھ عالم ظہور میں آتا ہے وہ پہلے علم الٰہی میں ہو ہو قائم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا
اور جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں وہ بولے کیا تو اس میں ایسے شخص کو خلیفہ کرتا ہے جو اس میں فساد
وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
اور خون بہائے حالانکہ ہم تو تسبیح تیری حمد کے ساتھ کہتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں (اللہ نے) کہا میں جو کچھ جانتا ہوں تم نہیں جانتے

ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں وہ دکھائی دیتا ہے جو پہلے موجود ہوتا ہے ہو بہو پس جس طرح کہ دن اور اُسکے نام آفتاب پیدا ہونے سے عالم ظہور میں متعین ہوئے اسی طرح اُسکے علم میں تھے پس وہ اپنے علم کے لحاظ سے اس مقدار زمانہ کو ایام سے تعبیر کرتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے نزدیک یہ تعین آفتاب کے بعد ہوئے اُسکے نزدیک پہلے بھی تھے سوال خدا تعالےٰ قادر ہے اُس نے چھ روز کے عرصہ میں کیوں آسمان و زمین کو پیدا کیا؟ کسلئے ایسا کُن کہتے ہی تحریر دیا اسکو کس سامان کا انتظار تھا جواب کسی کا بھی نہیں بلکہ صرف اسلئے کہ عالم اسباب میں ہر کام کا بتدریج ہونا ثابت کیا جاوے۔ ف اگرچہ یہ کو خوب معلوم نہ ہو مگر خدا نے دنیا کی سب چیزوں میں انسان کے لئے نفع رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ مصلحت سے بعض چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے مگر نفع کچھ کھانے پینے ہی پر موقوف نہیں اور اسی لئے جمہور علماء اس آیت خلق لکم ما فی الارض جمیعاً سے اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ جبتک کوئی ممانعت شرعیہ نہ معلوم ہو ہر چیز مباح اور حلال ہے اصل اشیاء میں حلت ہے۔ ف وہو بکل شئ علیم میں اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بابت جو لوگ کتاب الٰہی کے مخالف کہتے ہیں وہ جانتے نہیں ایسا ہی اٹکل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں ۱۲

ترکیب

اذ مفعول بہ ہے اُذکر محذوف کا بعض کہتے ہیں مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیرہ واقع ارخلقی ازقال بعض کہتے ہیں زائدہ ہے قال فعل ربک فاعل للملٰئکۃ متعلق ہے فعل کے انی جاعل فی الارض خلیفۃ جملہ مقولہ ہے قول کا یعنی مفعول قال کا جاعل مستقبل کے معنی میں ہے اسی لئے عمل کرتا ہے ممکن ہے کہ بمعنی خالق ہو تو ایک مفعول چاہیگا جو خلیفۃ ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی مصیر ہو تو اس تقدیر پر فی الارض مفعول ثانی ہوگا۔ قالوا فعل ضمیر فاعل ہمزہ استفہام ارشاد کے لئے تجعل فعل انت فاعل من یفسد ویسفک الدماء سب کا مفعول پھر یہ تمام جملہ مفعول ہوا قالوا کا ونحن نسبح الخ جملہ اسمیہ حال ہے فاعل تجعل سے یہ حال جہت اشکال کو ثابت کرنے کے لئے ہے قال فعل با فاعل انی اعلم الخ جملہ اسکا مفعول۔ اعلم فعل مضارع ما موصولہ لا تعلمون صلہ اصلہ لا تعلمونہ ضمیر محذوف۔ بعض نے کہا ہے کہ اعلم اسم ہے مثل افضل کے پھر ما موضع جر میں ہے بسبب اضافت کے

(تبیان فی اعراب القرآن)

تفسیر

یہ تیسری نعمت خدا تعالےٰ یاد دلاتا ہے۔ پیشتر کہا تھا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اُس نے تمہارے لئے زمین و آسمان کو اور اُنکی سب چیزوں کو بنایا ہے اور اُس نے تمہارے دادا ابوالبشر آدم علیہ السلام کو وہ عزت و حرمت بخشی کہ فرشتوں کو اُسکے پیدا ہونے سے پہلے ہی خبر کر دی تھی کہ ہم زمین پر اپنا نائب یعنی آدم پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اُسکے اور اُسکی اولاد انبیاء علیہم السلام کی معرفت ہم اپنے احکام جاری کرینگے جب ملائکہ نے یہ سنا تو معلوم ہوا کہ آدم خدا کا برابر گزیدہ ہوگا دو وجہ سے ایک یہ کہ اُسکے پیدا ہونے سے پہلے ہی اُسکی منادی کی گئی دوم یہ کہ وہ خدا کا نائب ہوکر زمین پر حکومت کریگا مگر اسکے ساتھ جب اُنکو یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اسکا خمیر اور مادہ ایسے اجسام مختلف الطبائع ہونگے کہ جنکو قوت فنہویہ اور غضبیہ لازم ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زنا و غیرہ فساد ظہور میں آتا ہے) تو بڑا تعجب ہوا کہ جس میں دو بری قوتیں ور ایک قوت عقلیہ عمدہ ہو اُسکا تو پیدا کرنا بھی مقتضی حکمت نہیں چہ جائیکہ اُسکو خلیفہ بنانا چاہو سے پس اسلئے (نہ اعتراض اور مباحثہ اور حسد کے طور پر بلکہ) نہایت عجز و انکسار سے یہ سوال کیا کہ الٰہی اسکا یہ حال ہے پھر اسکو خلیفہ بنانا اور جس میں صرف خوبی ہے یعنی قوت عقلیہ کہ جسکی وجہ سے خدا کی ہمیشہ تسبیح اور تحمید اور تقدیس کرتے ہیں سبحان اللہ بحمدہ سبوح قدوس کہتے ہیں یعنی ملائکہ اُنکو خلیفہ نہ بنانا اسمیں کیا حکمت ہے ؟ خدا تعالےٰ نے مجملاً یہ جواب دیا کہ اسمیں جو کچھ حکمت ہے وہ تمکو معلوم نہیں کہ ان دونوں قوتوں یعنی غضبیہ و شہویہ کو جب مہذب اور تابع عقل کر لیا جاتا ہے تو اُنسے انصاف اور شجاعت اور عفت اور مجاہدۂ نفس وغیرہ صفاتِ حمیدہ پیدا ہوتی ہیں اور جو کچھ اُنکے باہم مرکب ہونے سے عمدگیاں پیدا ہوتی ہیں وہ تنہا ایک صفت سے پیدا نہیں ہوتیں جیسا کہ جزئیاتِ اُمور کا احاطہ اور طرح طرح کی صنعتوں کا ایجاد کرنا اور منافع کائنات کو قوت کے مرتبہ سے فعلیت کی طرف لانا حالانکہ خلافت سے یہی باتیں مقصود ہیں سو یہ باتیں آدم میں ہیں فرشتوں میں نہیں۔ اسکے بعد خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو آدم کی فضیلتِ علم دکھلا کر اُنکو سجدہ کا حکم دیا اور فرشتے اپنے سوال پر نادم ہوکر سبحانک لا علم لنا کہنے لگے۔ پس تم ایسے محسن خدا سے کیونکر نافرمانی کرتے ہو اور اُسکے احکام اور اُس کے اخیر نبی علیہ السلام سے کس طرح سرتابی کرتے ہو؟

تعلقات

اذ قال ربک للملٰئکۃ پیشتر مقدمۂ کتاب میں ملائکہ کی تحقیق ہو چکی ہے اور جو کچھ بعض نافہم لوگوں نے اس سوال کو مباحثہ اور اعتراض خیال کرکے ملحدوں کی تقلید میں آکر زبان درازی کی ہے اور پھر نہایت ضعیف تاویل کرکے کلام الٰہی کو بگاڑا ہے سب کا مفصل جواب ہاں دیکھو خلیفہ فعیل کے وزن پر سے اسلئے اسکی جمع خلفاء آتی ہے مگر مبالغہ کے لئے ہے کو زیادہ کر دیا۔ اسکے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے یہ خلف سے مشتق ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ ہر وقت موجود ہے اُسکو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں مگر بندوں کو واسطہ کی ضرورت ہے +

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اور (خدا نے) آدم کو سب نام سکھائے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کرکے کہا کہ مجھکو ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو

یسفک سفک کے معنی بہانے کے ہیں۔ سفک اور سبک اور سفح اور شن قریب المعنی ہیں صرف یہ فرق ہے کہ سفک آنسو اور خون بہانے میں مستعمل ہوتا ہے اور سبک سونا چاندی وغیرہ کے پھگلانے میں اور سفح اونچے سے پانی وغیرہ ڈالنے میں اور شن مشکیزہ وغیرہ کے منہ سے پانی گرانے میں اور سن آہستہ آہستہ ڈالنے میں مستعمل ہوتا ہے +

تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا اور اسی طرح تقدیس خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ دلالت حال سے بیان کیجائے اسمیں تمام مخلوقات شریک ہے ہر چیز بزبان حال اپنے صانع کی خوبیوں اور پاکیزگیوں کو بیان کر رہی ہے اسی لئے اللہ فرماتا ہے یسبح للہ ما فی السموات والارض وان من شئ الا یسبح بحمدہ کہ ہر چیز خدا کی تسبیح کر رہی ہے +

نکتہ

ملائکہ کو یہ معلوم تھا کہ انسان میں ضرور دو قوت ہونگی شہویہ جسکا مقتضیٰ زناکاری وغیرہ فساد ہے جسکو یفسد کے ساتھ تعبیر کیا دوسری غضبیہ جسکا مقتضیٰ قتل وضرب ہے جسکو یسفک الدماء کے ساتھ تعبیر کیا اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہم میں یہ دونوں قوتیں نہیں پس ارگاہ کبریا میں ادب کے مارے یہ تو کہہ نہ سکے کہ ہم یہ دونوں بدکام نہیں کرتے مگر انکے مقابلہ میں دو اور باتیں خدا تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنیوالے کہیں اور اسے اشارتاً ان دونوں عیبوں کی بھی نفی کردی اسلئے نحن نسبح بحمدک کو یفسد وینہا کے مقابلہ میں اور نقدس لک کو یسفک الدماء کے مقابلہ میں ذکر کیا ولطف لا یخفی۔ اب آدم کی عظمت کو خدا بتلاتا ہے +

ترکیب

علم فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے فاعل آدم مفعول اول الاسماء کلہا تاکید و مؤکد مفعول ثانی یہ جملہ مستانفہ ہوا۔ عرض فعل یا فاعل ہم ضمیر راجع طرف مسمیات کے کہ جو ضمناً سمجھی جاتی ہیں اسلئے کہ تقدیر کلام یہ ہے اسماء المسمیات مضاف الیہ کو حذف کردیا اسلئے کہ مضاف دلالت کر رہا ہے علی الملائکۃ جار مجرور متعلق عرض کے ہوا۔ قال فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے وہ فاعل انبئونی الخ جملہ مقولہ ہے ان کنتم صادقین جملہ شرطیہ اور انبئونی دال برجزاء +

تفسیر

پس خدا تعالیٰ نے حسب تجویز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس پیدا ہونے کی کیفیت احادیث میں یوں مرقوم ہے کہ خدا نے فرشتہ کو حکم دیا کہ زمین سے تھوڑی تھوڑی ہر جگہ کی مٹی لیکر آسکا خمیر کرے اور ایک پتلا بناوے چنانچہ فرشتے نے حسب الحکم کیا اور طائف کے بیچ میں بمقام نعمان اسی طرح پتلا بنایا اور خدا نے اپنے ید قدرت سے اسکی صورت باندھی پاؤں کان آنکھ بنائی اور چند روز تک اس خاک کے

کیفیت پیدائش آدم

لہ اور اسی لئے اولاد آدم مختلف الاحوال ہوئی کوئی کالا کوئی گورا کوئی نرم کوئی سخت اور ایسی خاک مختلف کی وجہ سے آدمی کے حالات مختلف ہوتے ہیں ۱۲ منہ

تک کہ پتلے کو ایسی حالت میں رکھا اور فرشتے بھی اس عجیب وغریب صورت کو دیکھکر حیران ہوتے اور تعجب کرتے تھے کہ خدا نے اس کیا سرے سے جو یہ خلیفہ بنایا جاویگا اور ابلیس اسکو دیکھکر دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا ہے اگر جب قلب کو دیکھا تو حیران ہوگیا کہ عجب پتلا کس کیلئے بنایا گیا ہے کوئی لطیفہ ربانی رکھا جاوے پس جب روح اس پتلے خاکی میں پھونکا گیا تو یکایک ہی حکم الٰہی آئی اور اسیوقت آدم کو چھینک آئی تو الہام الٰہی سے الحمد للہ کہا اور خدا کی طرف سے یرحمک اللہ کا جواب عطا ہوا پھر آدم کو حکم ہوا کہ تو جماعت فرشتوں کے پاس جا کر السلام علیکم کہہ جو کچھ وہ جواب دیں وہی تیری اور تیری اولاد کیلئے تحیہ ہوگا اتنے پس جب آدم پیدا ہوئے اور فرشتوں نے ہر چند آدم کی چھینک کے الحمد للہ کہنے اور جماعت ملائکہ کو السلام علیکم کہنے سے یہ علم کر لیا تھا کہ یہ کوئی ہونہار ہے مگر جو راز آدم کے استحقاق خلافت کی کوئی فضیلت خاص معلوم نہ ہوئی تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے آدم کے دل میں یہ القا کر دیا کہ فلاں شے کا یہ نام ہے فلاں شے کا یہ یعنی آدم کی سرشت میں وہ اجزائی مختلفہ اور قوی متبائنہ رکھے کہ جنسے اوسکو طرح طرح کے معقولات اور محسوسات و متخیلات متوہمات و حقائق اشیا اور انکے خواص اور نام اور اصول علوم و قوانین صنعت اور انکے آلات کی کیفیت کا علم حاصل ہو سکے پس جب آدم کو فضیلت علم حاصل ہوگئی کہ جو تمام صفات کمالیہ کا سرتاج ہے اور جسپر مدار خلافت دنیا ہے کسلئے کہ خلیفہ جبتک اشیا کو نہ جانیگا تو نکم نہ کر سکیگا تب خدا نے ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کر کے دربار عام میں یہ پوچھا کہ تم مجھ کو ان چیزوں کے نام تو بتلاؤ اگر اپنے اس دعوی میں سچے ہو کہ جو تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں (اور تسبیح و تقدیس کو علم اشیا سے لازم ہے) پس اسلئے تم مستحق خلافت ہیں ۔

لیکن چونکہ فرشتوں میں وہ مادہ نہ تھا کہ جسکی وجہ سے حقائق اشیا اور جزئیات امور کا علم حاصل ہو اسلئے نہ بتلا سکے۔ پھر خدا نے آدم سے کہا کہ انکو تو بتلاؤ آدم نے بتلا دیا تو تمام ملائکہ اسکی فضیلت علم کے قائل ہو گئے اور اپنے قصور فہم اور نقصان علم کے قائل ہو کر سبحانک لا علم لنا الخ کہنے لگے۔ جب آدم کی فضیلت ثابت ہو چکی تو خدا نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی اور سجدہ اس تخت نشینی سے مطلع کر کے بجود تعظیم کی مذروں نیاز کا حکم دیا سب فرشتے حکم الٰہی کو بجا لائے اور سب نے آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس کو کہ وہ اصل جن تھا فرشتوں میں عبادت و ریاضت کی وجہ سے جا ملا تھا حسد ہوا اور وہ آدم کی فضیلت کا مقر نہ ہوا اور کہا یہ خاک سے بنا ہے میں آگ سے بنا ہوں میں اس سے بہتر ہوں مجھ پر اسکو کیا فضیلت ہے آخر الامر سجدہ نہ کیا اور اس عتاب میں بارگاہ خداوندی سے نکالا گیا اور پھر آدم کی خوشی خاطر کیلئے ایک عورت حوا خدا نے پیدا کی اور دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا اور ایک درخت کے کھانے سے کسی حکمت کی وجہ سے منع کر دیا تھا شیطان وہاں سانپ کی صورت میں ہو کر پہنچا اور حضرت حوا کو بہکا کر اس درخت کے کھانے پر آمادہ کیا اور حوا کے کہنے سے حضرت آدم نے بھی کھایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سے نکالے گئے اور دنیا میں آ گئے اور سب طرح کی تکلیفات اٹھا کر حضرت آدم نے اپنی زندگی تمام کی اور انکی نسل دنیا پر پھیلی پھر ہمیشہ سے بدلوگوں کے سمجھانے کیلئے خدا کی طرف سے برگزیدہ لوگ کہ جنکو انبیاء کہتے ہیں آتے اور سمجھاتے رہے۔ یہ مختصر حضرت آدم کی ساری سرگزشت ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ نے اگلی آیات اور دیگر مقامات

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ

بولے (فرشتے) پاک ہے تو ہم تو اُسیقدر جانتے ہین کہ جسقدر تو نے ہمکو بتلا دیا بیشک تو ہی بڑا جاننے والا حکمت والا ہے کہا (خدا نے) اے آدم تو (فرشتون کو) ان چیزون کے نام بتا

بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

پھر جب ہم نے فرشتون کو انکے نام بتائے تو خدا نے کہا مین نے تمسے نہ کہا تھا کہ آسمانون اور زمین کی پوشیدہ چیزون کو جانتا ہون اور جو تم ظاہر کرتے اور جو پوشیدہ رکھتے ہو اُسکو بھی جانتا ہون

مین نے عنوانات سے بیان فرمایا ہے اور تورات مین بھی اسیطرح سے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُنکے حواری بھی بلکہ جمیع انبیا دیون ہی سمجھتے آئے ہین گو عنوان اور طرز بیان مین کچھ کہین فرق ہو مگر بعض مبرلون نے اِسکا انکار اور آیات کی تاویل کی ہے

سوال علم آدم الاسما کلہا سے تمام محققین نے یہ مراد لی ہے کہ اسما سے مراد صرف نام نہین بلکہ اشیا کی حقیقت اور خواص اور اوصاف ہین کیونکہ نام پوچھنے مین کیا آدم کی فوقیت ثابت ہوتی ہے؟ پس اس تقدیر پر یہ بحث کرنا کہ لغات کا وضع حدیثے ہے یا کون اور اگر یون ہے تو تسلسل لازم آویگا وغیرذلک من الابحاث بیفائدہ ہے اور تعلیم کے معنے بھی الہام اور القا کے ہین مگر کلہا سمجھ مین نہین آتا کہ ہر چیز کی حقیقت خدا نے آدم کو بتلا دی تھی اور پھر ہر چیز کا فرشتون کے روبرو لاکر سوال کرنا بھی سمجھ مین نہین آتا **جواب** مراد یہ ہے کہ آدم مین ہر چیز کے جاننے کا بادہ اور قابلیت پیدا کر دی تھی کہ جب تو چاہے کرے جان سکے اور ہر کل اشیا کو اسی حیثیت سے پیش کیا تھا اور اسی حیثیت سے عرضہم مین ہم کی ضمیر انکی طرف پھرتی ہے **سوال** ضمیر ہم مذکر کی طرف اور ذی عقل کیطرف پھرتی ہے اور اشیا کی طرف ہا ضمیر لانی چاہیئے تھی عرضہا کہنا تھا۔ **جواب** چونکہ اشیا مین عقلا بھی تھے لہذا قاعدۂ تغلیب یہ ضمیر لائی گئی ہے

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ملائکہ کیطرف راجع اسکا فاعل سبحانک لا علم لنا الخ تمام جملہ مفعول بہ سبحان ہم ہے مصدر کی جگہ مین واقع ہوا ہے اور کبھی اس سے بحث شتق کیا جاتا ہے۔ اور یہ اکثر مضاف ہوکر مستعمل ہوتا ہے اور منصوب ہوتا ہے فعل محذوف سے تقدیر یہ ہے اسبح اللہ تسبیحا جیسا کہ معاذ اللہ۔ اور جب یہ اضافت سے مجرد ہوتا ہے تو علم تسبیح ہوکر عثمان کی طرح تعریف و الف ونون کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے الا ما علمتنا ما مصدریہ ہے اے الا علما علمتناہ اور یہ موضع لا سے بدل ہوکر مرفوع المحل ہے جیسا کہ لا الہ الا اللہ انت مبتدا العلیم اسکی خبر الحکیم خبر ثانی ہر یہ سب جملہ خبران ہوا۔ اور تحکم کہ انت تاکید ہو کاف انک کی۔ باقی ترکیب واضح ہے

تفسیر

بھی اس کلام کی واضح ہے۔ لیکن اس سب کلام کی تقدیر یون ہے جب فرشتے نہ بتا سکے تو معذرت کرنے لگے پھر خدا نے آدم سے فرمایا تو اُنکو بتلا دیا جب فرشتون کا بخوبی عجز ثابت ہوگیا تو خدا تعالیٰ نے اُنکو متنبہ کرنے کو فرمایا کہ تم اپنے دلمین کیا سمجھتے تھے مین ہر چیز کی حکمت اور مصلحت اور ہر آسمان و زمین کی پوشیدہ بات جانتا ہون اور تمہارے دلون کے مطالب اور ظاہر حال سے بھی

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اور جبکہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اُس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا

آگاہ ہوں - اب اِس آیت میں اِنی اعلم مالا تعلمون کی خوب تشریح ہوگئی یعنی تمہارا استعجاب بجا تھا میں جو کچھ کرتا ہوں اُسمیں سدہا حکمتیں ہوتی ہیں +

فوائد

اِس آیت سے چند باتیں مستفاد ہوئیں (۱) یہ کہ علم کو جمیع صفات پر فوقیت ہے یہانتک کہ ملائکہ تسبیح وتقدیس میں ہمہ تن مصروف تھے اور آدم میں گناہ کا ہی مادہ رکھا تھا مگر علم کی وجہ سے خلافت کا مستحق اور فرشتوں کا اُستاد ہوگیا - قرآن اور احادیث اور کلام حکما میں جسقدر علم کے فضائل ہیں اُنکے لئے ایک دفتر چاہئے (۲) یہ کہ حکمت علم سے زائد چیز ہے ورنہ انت العلیم الحکیم میں یہ لفظ مکرر گنا جاتا اِسلئے حکمت کی تعریف اور اقسام کو علم سے غیر ملوّر پر بیان کیا گیا ہے مگر حکمت الٰہی کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ اُس چیز کو پیدا کرے کہ جسمیں بالفعل اور آیندہ بندوں کی بھلائی ہو - واضح ہو کہ جب حضرت آدم کا حق خلافت اور اُستاذ ہونا ثابت ہوگیا تو خدا تعالےٰ نے ملائکہ کو اُسکی تعظیم وتکریم کا حکم دیا اور آدم اور اُسکی اولاد پر احسان کیا پس اُس کو اس آیت میں ذکر فرماتا ہے +

ترکیب

واو حرف عطف - اگر اسکو اذکر مضمر سے نصب یا جائیگا تو ظرف کا ظرف پر عطف ہوگا اور اگر قالوا یا انقادوا کے ساتھ متعلق کیا جاویگا تو جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا بلکہ ایک پورے قصہ کا دوسرے پورے قصہ پر - قلنا فعل بافاعل للملائکہ متعلق ہے فعل سے اسجدوا تک یہ تمام جملہ اول ہوا مقولہ ہوا قلنا کا - جو لوگ ابلیس کو ملائکہ (رضیہ) میں سے کہتے ہیں[1] وہ عصمت سب فرشتوں کے لئے شرط نہیں کرتے بلکہ علوی اور آسمانیوں کے لئے تو وہ الا کا استثناء ملائکہ سے متصل جانتے ہیں - اور جو اسکو غیر ملائکہ از قسم جن بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنی آدم سے پیشتر دنیا پر جنوں کا تسلط تھا پھر جب انہوں نے زمین کو گناہوں سے ناپاک کر دیا تو خدا نے اُنکی شوکت توڑ دیا اکثر ملائکہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور جو کچھ بچگئے غاروں اور پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے منجملہ اُنکے ابلیس تھا یہ تائب اور گریاں ہوکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا ملائکہ ارضیہ میں ملگیا مگر خلافت کا اُمیدوار رہا پس جب آدم کو خلیفہ بنایا اسکو از حد حسد آیا ملائکہ کے ساتھ اسکو بھی سجدہ کا حکم ہوا اِس نے تکبرانہ انکار کیا سو وہ غیر متصل کہتے ہیں اور شمول کی وجہ بیان کرتے ہیں اول حضرت علیؓ اور ابن عباس کا قول ہے دوسرا حسن اور قتادہ کا +

---

[1] کیونکہ ممکن ہے کہ جبکہ مادہ شعلہ آتش ہے اُنمیں ہر قسم کے لوگ ہوں نیک سعدہ بھی ایک قسم کے ملائکہ ارضیہ ہوں جو بسبب سورہ شیاطین ہوں اِس اعتبار سے ابلیس کو بھی ملائکہ میں ہی شمار کرسکتے ہیں اور شیطان ہی کہتے ہیں ہاں اُن فرشتوں میں شمار نہ ہوگا کہ جو اصلی نور کے ہیں واللہ اعلم فالحاصل فرماتا ہے کہ ان سب الجن ففسق عن امر ربہ کہ ابلیس جن تھا حکم الٰہی سے نافرمان ہوگیا پس ملائکہ کے لئے جو عصمت فرض ہے تو اسے اُس کے لئے نہیں ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ۱۲ منہ

تفسیر

یہ چوتھی نعمت ہے تمام بنی آدم پر کہ اُنکے باپ حضرت آدم کو یہانتک عزت دی کہ ملائکہ کو (بعض کہتے ہیں زمین کے ملائکہ کو بعض کہتے ہیں سب کو) سجدہ کا حکم دیا سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے کہ جسکو شیطان کہتے ہیں تکبر سے حکم عدول کی اور دراصل وہ علم الٰہی میں کافروں میں شمار تھا +

متعلقات

سجدہ لغت میں سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا ہے کوئی شاعر عرب کہتا ہے ؎ بجمع تضل البلق فی حجراتہ + تری اکم فیہ سجداً للحوافر + ابوکنیف شاعر بنی عامر سے کہتا ہے کہ مجھکو تم جب جانوگے کہ میں ایسا لشکر عظیم ایکر تمیر حملہ آور ہونگا کہ جسکے اطراف میں ابلق گھوڑوں کا ہنانہ لگے اور جسکے گھوڑوں کی ٹاپوں کے آگے ٹیلے سجدہ کرینگے یعنی جھکیں گے ۔ وقال ؎ فقدن لہاد ہما ایاظامۃ وقلن لہ اسجد للیلی فاسجد + عرب میں ایک سخت منہ زور اُونٹ کو لیلی کے پاس کھینچکر لائیں اور کہا کہ لیلی کو سجدہ کر یعنی اُسکے آگے جھک جا تو اُس نے گردن جھکا دی ۔ الغرض سجدہ کے معنی لغت میں جھکنا ہے اور شرع میں اسکو خاص کر لیا اور اسکے معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیا سو اسمیں نہایت درجہ کی تعظیم ہے اسلئے شریعت نے اسکو غیر اللہ کے لئے حرام کر دیا احادیث صحیحہ اسمیں بکثرت ہیں وقال تعالیٰ ولا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ۔ کہ نہ آفتاب کو نہ ماہتاب کو سجدہ کرو جس نے اُنکو پیدا کیا اُسکو سجدہ کرو ۔ اور انجیل متی کے چوتھے باب میں یہ ہے کہ شیطان نے مسیح سے کہا کہ تو مجھے سجدہ کرے تو تجھے سب کچھ دوں (۱) تب مسیح نے اُسے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کے لئے بندگی کر انتہی +

پس اس تقدیر پر خدا نے فرشتوں کو ایسا حکم کر جو اُسکی ذات مقدسہ کے لئے مخصوص ہے کیوں دیا ؟ اسکا یہ جواب ہے کہ سجدہ سے مراد لغوی معنی میں یعنی جھکنا اور تعظیم کرنا سو یہ حکم مختص بعبودیت نہیں بلکہ جو بڑا بزرگ استاد کے آگے اور شاگرد اُستاد کے آگے تعظیم و تکریم کرتے آئے ہے حضرت یوسف کے بھائی اور باپ بھی اسی طرح اس سے پیش آئے تھے وغیرہ ذالک سجدہ اور جو سجدہ کے شرعی معنی مراد رکھتے جاویں تو آدم مسجود بقصد نہیں بلکہ آدم اس جہت سے (کہ تمام خدائی کا مجموعہ اور اسرار خدائی کا نمونہ اور اُسکے جمال باکمال کا آئینہ ہے) قبلہ سجود ہے یعنی آدم کی طرف منہ کر کے خدا کو سجدہ کرو اسجدوا لآدم میں لام بمعنی الی ہے یعنی لام کے معنی واسطے کے نہیں بلکہ طرف کے ہیں جیسا کہ اس شعر میں ؎ الیس اول من صلی لقبلتکم + واعرف الناس بالقرآن والسنن + **الاباء** باختیار خود کسی چیز سے انکار کرنا ۔ **تکبر** اپنے آپ کو غیر سے بڑا سمجھنا **استکبار** اس امر کو تکبر تین اختیار کرنا +

واضح ہو کہ جس طرح بعض دہریوں نے زمانۂ قدیم میں وجود شیطان اور اُسکے انکار سجود اور آدم کے سبب نوع انسانی ہونیکا انکار کیا ہے اور بخوف مناظرہ اہل اسلام و اہل کتاب آیات قرآنیہ و عبارات عہد عتیق و جدید کی تاویل بھی کی ہے جیسا کہ ملل و نحل اور دبستان المذاہب میں اس کا بیان ہے اسی طرح اُنکے مقلدین نے بھی بذریعہ تفسیر آجکل یہ کام کر کے اپنے زعم فاسد میں بڑی لیاقت حاصل کی ہے مگر اس

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا

اور ہمنے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں جاؤ اور وہاں دل بھر کے کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے

مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

میں پھسلوائے یعنی شیطان نے انکو وہاں سے نکلوا دیا پھر انکو جس عیش و آرام سے تھے نکلوا دیا اور ہمنے کہا تم سب نیچے اترو تم میں بعض بعض کے دشمن ہوگے اور تمہارا ٹھکانا اور سامان ایک وقت تک زمین پر ٹھکانا اور سامان ہے

بیان کا جواب مقدمۂ کتاب میں تفصیلاً مذکور ہے وہاں ملاحظہ کرلو +

زیادہ تر قابل تعجب یہ بات ہے کہ بعض پادریوں نے بھی اپنے یورپی الحاد کے خمار میں اس پر یہ کچھ اعتراض کیا ہے لیکن اسکا جواب بھی مقدمہ میں مذکور ہے۔ یہاں سے چند باتیں مستفاد ہوئیں (۱) یہ کہ حسد سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے جس نے شیطان کا ستیاناس کیا (۲) یہ کہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہئے شیطان چونکہ اسکی رضا پر راضی نہ ہوا اسکی کہاں تک نوبت پہنچی (۳) اپنے علم اور عبادت و ریاضت پر مغرور نہ ہو اکو انجام کا اعتبار ہے دیکھئے شیطان کا انجام کیا ہوا؟ (۴) خدا تعالےٰ کے روبرو گستاخی کرنا سخت گناہ ہے +

اسکے بعد خدا تعالیٰ حضرت آدم کا قصہ بیان کرتا ہے تاکہ ناظرین کو عبرت ہو اور خدا کی کسی نعمت پر مغرور ہو کر نافرمانی نہ کریں اور اگر بشریت سے کچھ خطا ہو جاوے تو اپنے باپ آدم کیطرح اسپر ہمیشہ تاسف اور ندامت اور توبہ و استغفار کیا کریں تاکہ وہ غفور رحیم اپنی صفت مغفرت کو ظاہر کرے نہ کہ اپنے بزرگوں کے قدیم دشمن ابلیس کی پیروی کرکے اسپر اصرار کرے اور اسی طرح اسپر جما رہے ورنہ اسکی درگاہ سے راندہ جاویگا اور پھر کہیں ٹھکانا نہ پاویگا +

ترکیب

واو حرف عطف کہ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہے قلنا فعل ضمیر فاعل یا حرف ندا آدم منادی اسکن فعل ضمیر مستتر اسکی فاعل انت اسکی تاکید تاکہ ضمیر مستتر پر عطف صحیح ہو جاوے و حرف عطف زوجک معطوف برانت الجنۃ مفعول بہ یہ تمام جملہ معطوف علیہ وکلا الخ جملہ معطوف رغدا صفت ہے مصدر محذوف کی اے اکلا رغدا اے طیبا ہنیئا حیث ظرف مکان اور عامل اسمیں کلا ہے اور ممکن ہے کہ جنت سے بدل ہو کر مفعول بہ ہو جاوے ولا تقربا فعل نہی انتما ضمیر اسکا فاعل ہذہ موصوف الشجرۃ اسکی صفت یہ دونوں مفعول ہیں یعنی نہی عنہا فتکونا جواب نہی ہے اسی لئے نون حالت جزمی میں گر پڑا تقدیرہ ان تقربا تکونا +

فازلہما مشدد زلت بمعنی لغزش۔ اور بعض نے اسکو ازال زوال سے لیا ہے جسکے معنی اکھیڑ دینا ہے۔ یہ فعل ہما مفعول بہ الشیطن فاعل عنہا اے عن الجنۃ متعلق ہے ازل سے فاخرجہما جملہ معطوفہ ما میں ما بمعنی الذی اے من نعیم اہبطوا فعل ہبوط بمعنی نزول سے یعنی اترنا انتم اسکا فاعل جس سے مراد آدم اور حوا اور شیطان یا آدم اور اسکی ذریت جو اسکی پشت میں تھی لبعضکم لبعض عدو جملہ موضع حال میں ہے واو اہبطوا سے اور اسیطرح ولکم فی الارض مستقر الخ جملہ بھی اسی سے حال ہے اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو

مستقر مصدر میمی اور ظرف دونوں ہو سکتا ہے۔ حین کے معنی وقت یعنی وقت موت تک تمہارا زمین پر قرار ہے +

تفسیر

یعنی جبکہ آدم کے سر پر دستار خلافت بندھ چکی اور ملائکہ سے نذرانۂ سجود پیش کر دیا تو خدا فرماتا ہے ہمنے آدم کو اور اُسکی بیوی حوا کو یہ حکم دیا کہ تم جنت میں رہا کرو اور وہاں تمپر کوئی روک ٹوک نہیں جہاں سے جو جی چاہے خوب کھاؤ پیو مگر اس درخت (گندم بعض کہتے ہیں انجیر بعض کہتے ہیں انگور کا درخت تھا بعض کہتے ہیں کوئی اور قسم کا درخت تھا کہ جسکی تاثیر یہ تھی کہ جو اسکو کھاتا تھا آدمی جسمانی میں مبتلا ہو جاتا تھا اور اسی مصلحت سے منع کیا تھا) کے پاس بھی نہ جانا چہ جائیکہ کھانا اور جو ایسا کرو گے تو خرابی میں پڑ جاؤ گے (کیونکہ ظلم ایک چیز کو بے موقع رکھنے کا نام ہے اور یہاں غیر پر ظلم کرنا مراد نہیں بلکہ اپنی جان پر اور اسی لئے جو گناہگار گناہ کرتا ہے اپنی جان پر آفت ڈھاتا ہے کہ آسکا بد نتیجہ دنیا یا آخرت میں آپ ہی پاتا ہے) لیکن اُس دشمن جانی یعنی شیطان نے وہاں جاکر یہ کہا یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلی (طٰہٰ) وقال ما نہاکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین (اعراف) کہ اے آدم میں تجھکو ایک ایسا درخت بتلاتا ہوں کہ جسکے کھانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور تجھے ہمیشہ کی سلطنت ملے اور تمہارے رب نے جو اسکے کھانے سے منع کیا ہے تو صرف اس خوف سے کہ تم فرشتہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہو اور میں قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ آخر الامر اس کہنے سے خداوند کے حکم کو بھول گئی اور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لہما سوآتہما وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ (اعراف) اور دونوں نے اُس درخت کو چکھ لیا پھر تو کیا تھا اُسکے کھاتے ہی اُسکی تاثیر ظاہر ہوئی کہ آدم و حوا برہنہ ہو گئے اور شرم کے مارے درختوں کے پتے چٹانے لگے اور عتاب الٰہی شروع ہوا کہ نکلو یہ جگہ اب تمہارے رہنے کے قابل نہیں چلو اتر و زمین پر جاکر رہو وہاں باہمی عداوت کی تکلیف اٹھاؤ اور موت تک وہیں رہو اور اپنی معیشت کے سامان بہم پہنچاؤ و نادہما ربہما الم انہکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین (اعراف) اور خدا تعالےٰ نے اُنکو یہ کہا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا ظاہر دشمن ہے +

متعلقات

اس مقام پر چند امور قابل غور ہیں (۱) یہ کہ حضرت آدم کو خدا نے پیدا کر کے کونسی جنت میں رہنے کا حکم دیا تھا جمہور اہل سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ بہشت میں رہنے کا حکم دیا تھا اور وہ بنی آدم کے مخلوق ہونے سے پہلے قائم ہے کیونکہ وہ لطف رحمانی کا مظہر ہے اور عالم حسی سے الگ ہے اور وہاں اُسکے مناسب درخت و میوہ سب کچھ ہیں نہ یہ درخت و میوہ کہ جو جسمانیت و کدر سے آلودہ ہیں بچند وجوہ۔ (وجہ اوّل) یہ کہ حضرت آدم کے جسم کی بنیاد اس عالم عنصری سے قائم نہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ و آثار قویہ سے ثابت ہے اور نیز یہ کہ دنیا اور طائف کے درمیان بنائی گئی ہے اور گو آدم زمین کی خلافت کے لئے مقرر ہوئے ہیں مگر انعامات الٰہی اور تقرب غیر متناہی سے حضرت آدم

وہ روحانیت غالب آگئی تھی کہ جس سے ملائکہ بلاتکلف ہر وقت انکو دکھائی دیتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ خدا کے دربار عام میں بنہایت عزت و شرافت حاصل کر چکے تھے پس جس طرح بعد مفارقت بدن ہر شخص پر اُس عالم کا راز کھل جاتا اور وہاں کی چیزیں جنت و دوزخ عیاناً دکھائی دیتی ہیں اسی طرح حضرت آدم کو اس جسم سے یہ بات نصیب ہوگئی تھی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں اکثر اعضاء بدن انسانی پر یہ حالت طاری ہو جاتی ہے اور شب معراج آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمانوں پر تشریف لیجانا اور جنت و دوزخ کی سیر کرنا ایک امر قرین فہم مستقیم ہے اور بائیبل سے بعض بعض اولیاء و انبیاء کے ایسے حالات ثابت ہوتے ہیں چنانچہ حضرت الیاس کا ملائکہ اور روحانیات میں لیجانا ثابت ہے پس قرین قیاس ہے کہ حضرت آدم کو عالم قدس میں چند روز کے لئے اسلئے لیجا کر رکھا کہ زمین کی خلافت میں ایسا مست و مدہوش نہ ہو جائے کہ اُدھر کا خیال نہ آئے اور اُس مرکز اصلی کو بھول جائے بلکہ اس عالم میں اُس عالم کے شوق میں ہر دم ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہے اور وہ اور اُسکی ذریت اس عالم کے خیال میں ہر طرح کی نیکی کو عمل میں لاویں دنیا اور اُسکے مال و زر کی کچھ وقعت آنکھوں میں نہ رہے اپنے آپکو مسافر تیز رو جانیں کیونکہ اگر یہ مضمون پیش نظر نہیں تو پھر صدہا مفاسد اور خونریزیاں زمین پر ہوتی ہیں خلافت کا نتیجہ حاصل نہیں ہوتا مگر اُس جگہ خدا نے اپنی قدرت سے ایک درخت ایسا پیدا کیا تھا کہ جسکی تاثیر آلودگی تھی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں اس عالم میں نباتات کی عجائب تاثیرات ہیں مضمار وقدر میں آدم کا زمین پر آنا اور اُسکی اولاد سے زمین کا آباد ہونا لکھا تھا لکھا گیا اُسکی تاثیر سے نکالے گئے معتوب ہوئے (وجہ دوم) علاوہ احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ رض کے خود قرآن مجید کے طرز تکلم اور بعض الفاظ سے جو اس مطلب کے بیان میں وارد ہیں یہی مطلب سمجھا جاتا ہے (اہبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین) یہ کہہ رہا ہے کہ وہ جگہ زمین کے علاوہ کوئی اور جگہ تھی جسکی نسبت اہبطوا ہی آیا ہے ورنہ اسکے کیا معنی کہ یہاں نکل جاؤ اور تم زمین پر ایک مدت رہو اور گزران کرو کسلئے کہ اگر وہ جنت میں تھی تو خود وہاں ہی ارض موجود تھی؟ اور یہی وجوہات ہیں معتزلہ اور اسی قسم کے ظاہر پرست یہ کہتے ہیں کہ جنت سے مراد وہ جنت نہیں بلکہ زمین پر ایک باغ تھا پھر اسمیں اختلاف ہے کہ کہاں تھا بعض کہتے ہیں کرمان کے متصل بعض کہتے ہیں فلسطین میں تھا اور اہل کتاب عدن میں کہتے ہیں چنانچہ تورات اول میں اسکی تصریح ہے (اگر عدن سے مراد جنت ہے تو ٹھیک ہے اور وہاں سے چاروں دریا نکلنے کی توجیہ یہی ہو سکتی ہے ورنہ وہ عدن کہ جو عرب میں سمندر کے کنارے پر واقع ہے وہاں تو چاروں نہریں کیا بلکہ حاجیوں کو منہا پانی بھی پینے کو نہیں ملتا اور کوئی عدن ہو تو معلوم نہیں) معتزلہ کہتے ہیں کہ خلیفہ زمین کے بنے تھے تو ضرور تھا کہ زمین پر رہتے۔ اس کا جواب ہو چکا۔ پھر کہتے ہیں اہبطوا کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے جیسا کہ اہبطوا مصراً آیا ہے پس اُس باغ سے نکالکر خدا نے اسکو سراندیپ میں ڈالدیا تھا (۲) اکثر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدم جنت سے نکالکر سراندیپ میں ڈالے گئے کہ جہاں تک اُنکے آثار و تبرکات پائے جاتے ہیں اور ہزارہا ہندو اور مسلمان اُس پہاڑ کی زیارت کو آتے ہیں واللہ اعلم +

(۳) حضرت آدم نبی تھے اُنہوں نے یہ گناہ کیوں کیا؟ + واضح ہو کہ انبیاء کے عقائد اور تبلیغ اور فتویٰ میں عمداً یا سہواً خطا واقع ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں تمام اہل اسلام ان تینوں باتوں میں معصوم ہونے کے مقر ہیں ہاں اُنکے افعال و عادات میں کچھ اقوال ہیں چنانچہ شیعہ کہتے ہیں کہ نہ اُنسے کبیرہ نہ صغیرہ نہ علی سبیل تصادف سہواً تا دمِ مرگ سرزد ہوا ہے اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً کبائر کا سرزد ہونا انبیاء سے ممتنع ہے ہاں صغائر سرزد ہو سکتے ہیں مگر جن میں رذالت ہے جیسا کہ تم تو لنا وہ بھی سرزد نہیں ہو سکتے مگر جمہور اہل اسلام سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ کفر و شرک اور کوئی کبیرہ یا صغیرہ عمداً کبھی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوا ہاں سہواً اور خطاءً کوئی صغیرہ کہ جس سے شان نبوت میں فرق نہ آوے اگر سرزد ہو گیا ہو تو ممکن ہے کہ جسکو **زلت** یعنی لغزش کہتے ہیں سو ان لغزشوں پر عام مسلمین معاف ہیں مگر چونکہ نبوت کی بڑی شان ہے اُنکو اسپر بھی چند در چند صلحتوں سے عتاب ہوتا ہے جس پر وہ روتے اور ہر دم خدا کی یاد میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ بات جسپر عوام سے دانستہ نہو خواص سے کچھ عقلاً اور نقلاً بعید الفہم نہیں حسنات الابرار سیئات المقربین مشہور ہے۔ اور دلائل عصمتِ انبیاء کے آیات و احادیث صحیحہ میں ہیں کہ جو شرح مواقف وغیرہ کتب کلامیہ میں مذکور ہیں۔ **پس** وہ جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اس قسم کی باتیں مذکور ہیں کہ جو شرک و کفر و زنا اور جھوٹ بولنے پر دال ہیں یا اور کبائر پر مشعر ہیں سو وہ جھوٹی ہیں یا ماؤل حاشا کلا کبھی انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بدگمانی کرنا نہ چاہئے۔ علی ہذا القیاس حضرت آدم نے جو یہ درخت کی کھایا یہ گناہ کیا تو اول تو یہ قبل نبوت تھا دوم اکلام نہیں۔ دوم یہ کبیرہ نہ تھا محض آدم علیہ السلام کی بھلائی کے لئے خدا نے ارشاد کیا تھا جسکے خلاف سے اُنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ربنا ظلمنا انفسنا فرمایا۔ سوم یہ سہواً سرزد ہوا تھا آدم علیہ السلام کو بروقت کھانے کے وہ ممانعت یاد نہ رہی تھی اور جنت سے جو وہ نکالے گئے تو اول تو اس درخت کی تاثیر تھی دوم یوں بھی تسلیم کیا جاوے تو اس لیے بمقتضائے اور لغزش کی سزا تھی +

فائدہ

ازلہما الشیطان یہاں پھسلانے کو جو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے تو مجازاً کیونکہ شیطان اس پھسلنے کا سبب تھا پس یہ اسناد مجازی ہے +

ربط

اس کے بعد خدائے تعالےٰ حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری اور توبہ سے معاف ہونا بیان فرماتا ہے +

لہ کیونکہ خدا فرماتا ہے ولم نجد لہ عزما۔ کہ ہم نے آدم کا ارادہ نہیں دیکھا قال ۱۲ منہ

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

(پس سیکھ لیے آدم نے رب کی طرف سے چند کلمات تو معاف کیے اس نے اوپر آدم کو بیشک وہ معاف کرنے والا مہربان ہے)

ترکیب

فتلقی فعل آدم فاعل کلمات مفعول بہ من ربہ کا متعلق ہوا صفت کلمات کی مگر چونکہ اسکا مقدم کر دیا گیا تو حال کی صورت میں منصوب ہو گیا فتاب فعل ضمیر واحد مذکر رب کی طرف فاعل علیہ متعلق تاب کے ہے انہ ہو ضمیر متصل کی تاکید التواب الرحیم صفت مع صفت خبر

تفسیر

جب آدم جنت سے نکالے گئے تو مدت تک زمین پر بحالت پریشانی اپنے گناہ پر روتے رہے آخر خدا تعالیٰ کو اپنے بندہ کی آہ وزاری اور ندامت و شرمساری پر رحم آیا اسنے فرمایا چاہیئے کہ آدم گریان ہو دے ہایوں دل کہ آں بریان است ۔ ور پے ہر گریہ آخر خندہ است ۔ آخر جبیں بارک بندہ دایت ۔ اور یہ کلمات آدم کے دل میں القا کیے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین جسکا انہوں نے ان کلمات سے دعا کی شروع کی تو اللہ نے آدم کا گناہ معاف ہو اکہ دہ توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ اس آیت میں کچھ اور کلمات اور آدم کی گریہ وزاری کے دیگر حالات مرقوم ہیں ۔

متعلقات

تلقی | ملنا کی چیز کا حاصل کرنا پانا ۔ یہ کلمات آدم کو بطور الہام کے عطا ہوئے تھے ۔ عام ہے کہ فرشتے آکے کہا تھا یا دل میں القا ہوا تھا | التوبہ | رجوع کرنا لیکن جب یہ لفظ بندہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو لفظ الی کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ تب الیک و تاب الی اللہ اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ گناہ چھوڑ کر غفلت سے منہ موڑ کر بندہ خدا کی طرف رجوع ہوا پس بندہ کا تائب اور تواب کہیں گے ایک کے لغوی معنی میں فرق ہے کہ غفلت چھوڑ کر جب بندہ اسکی طرف رجوع ہوتا ہے تو اسکو آب کہتے ہیں اور تواب بھی ۔ توبہ کی حقیقت تین چیزوں سے مرکب ہے علم متعلقہ گناہ کہ گناہ کو برا اور جرم اور باعث خرابی دنیا و آخرت جانے تاکہ دل میں بیقراری پیدا ہو اور ندامت دل میں آوے ترک فی الحال یعنی اسی وقت اس کام کو چھوڑ دے عزم مستقبل یعنی آئندہ کے لئے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ میں اس کام کو ہرگز نہ کرونگا اور جو کچھ حقوق اللہ یا حقوق عباد میں اسکے ادا کرنے کا بھی قصد کرے ۔ پس جب ان شرائط سے بندہ توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے احادیث صحیحہ و آیات قرآنیہ و کلام انبیاء میں جسقدر توبہ کی تاکید اور فضائل و اوصاف مذکور ہیں انکی اس مختصر میں گنجائش نہیں چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کر کے مقر اور تائب ہوتا ہے تو خدا اسکے گناہ معاف کرتا ہے (بخاری و مسلم) اور جب توبہ کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں تو لفظ علیٰ اسکا استعمال آتا ہے تاب اللہ علیہ تاب علیہ بولتے ہیں جسکے معنی یہ خدا نے رحمت کے ساتھ بندہ کی طرف رجوع کیا یعنی معاف کر دیا اور اسکے عذاب سے درگزرا اسلئے خدا کو صرف تواب کہتے ہیں

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ہمنے کہا یہاں سے تم سب اُترو پس اگر تمہارے پاس میری طرف کی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا تابع ہوگا تو اُسپر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور جو انکار کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاوینگے تو وہ آگ میں گرینگے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے

نہ تائب۔ الٰہی تیری رحمت اور مغفرت پر بڑا بھروسہ ہے + **ف** خدا نے آدم کا توبہ کرنا بیان فرمایا حوا کا توبہ کرنا بیان نہیں کیا اسلئے کہ عورت کا کام مرد کے تابع ہے اور اسی لئے قرآن میں اکثر مرد مخاطب ہیں +

اب

اسکے بعد خدا تعالیٰ بنی آدم کے زمین پر پھیلانے کا اور اُنکے پاس انبیاء علیہم السلام کا حکم الٰہی لیکر آنیکا مجملاً ذکر کرکے اس تمام قصہ کا نتیجہ بتلاتا ہے

ترکیب

قلنا فعل ضمیر جمع اسکا فاعل اہبطوا منہا جمیعا اسکا مقولہ۔ جمیعا انتما تو اہبطوا سے حال ہے اور دلالتاً کید ہے یعنی سب کے سب دفعۃً جمع ہوکر خواہ الگ الگ فالتاً ان نا تھا۔ ان حرف شرط اور ما اسکی تاکید ہے ادغام ہوکر اما ہوگیا۔ یاتینکم میں یا میں فعل مضارع کم مفعول بہٖ متعلق فعل کے ہدی فاعل یہ سارا جملہ شرطیہ ہوا فمن میں فا تفریع کے لئے من شرطیہ مبتدا محلاً مرفوع تبع اسکی خبر ہوئی یہ جملہ من کی طرف یہ محلاً مجزومہ فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون جملہ اسمیہ سکا جواب۔ پس من شرطیہ اپنے جواب سے ملکر جملہ اسمیہ بدلا واب ہوا اما یاتینکم کا۔ والذین الخ عطف ہے فمن تبع الخ پر یہ اسکا قسیم ہے الذین موصول کفروا وکذبوا جملہ فعلیہ تام ہوکر اولئک اصحاب النار جملہ اسمیہ اسکی خبر ہم فیہا خالدون مبتدا خبر یہ حال ہے اولئک اصحاب النار سے اور عامل اسمیں معنی اضافت ہیں یا لام مقدرہ +

تفسیر

ہم نے کہا کہ تم سب تر و جنت سے نکلکر زمین پر جاؤ وہاں بھی تمپر میری نظر عنایت رہیگی میں تمہارے پاس اپنی ہدایت (عقل سلیم و فکر و عجائبات قدرت اور انبیاء اور کتابیں اور پھر انبیاء کے نائب) بھیجونگا دیکھیں تو تم کسکے ہو کر آتے ہو اور ایسا ہونا ہدایت کے بموجب چلنا پس جو اسکے موافق عمل کریگا تو اسکو نہ آئندہ کا خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی عمر گزشتہ سے غمگین ہوگا بلکہ اس عالم میں بھی ہمیشہ بیخوف و بیغم جاکر اُس عالم میں بھی شاد و خرم رہیگا اور جو میری ہدایت کو نہ مانیگا اور کفر کریگا اور ہماری کتاب کی آیات کو یا ہماری نشانیوں کو (جو ہمارے وجود اور انبیاء کی صداقت اور عالم آخرت کے حق ہونے پر دلالت کر رہے ہیں جنکے صاحب بصیرت کے سامنے زبان قلم سے آسمان زمین اور ہر ذرہ پر لکھی ہوئی ہیں) جھٹلاویگا یا غور و تامل نکریگا اور ان باتوں کا دل میں یقین نہ لاویگا بلکہ جانوروں کی طرح کھانے پینے دنیا کے مزے اڑانے ہی کو مقصود اصلی سمجھیگا تو وہ ہمیشہ آتش جہنم میں جلیگا اُسکے ملکات رذیلہ جو اُسکے دل پر سرایت کر گئے ہیں اور جو کسی وقت اُسکے جدا

نہیں ہوتے وہ وہاں آتش جہنم بنکر ہر وقت جلاوینگے العیاذ باللہ ۔

متعلقات

خوف کسی آئندہ چیز کے ڈر کو کہتے ہیں | حزن کسی دلپسند چیز کے جاتے رہنے پر رنج کو کہتے ہیں ۔

نکات

۱ | اگرچہ ایسا امر مبہوط ایتعالے فرما چکا تھا مگر اس آیت میں پھر اس کلمہ کا اعادہ کیا تاکہ فاما یاتینکم الخ کا پورا پورا ربط اسکے ساتھ ہوجائے یعنی ایسا تو خدا تعالیٰ فرما چکا تھا یہاں سے آگے پھر اس آیت میں پھر فرمایا تاکہ وہ جو آدم کے خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجنے کا نتیجہ ہے وہ واضح ہوجائے کہ یہاں سے تمکو سب زمین پر جاؤ وہاں تمہاری باہم عداوت قائم ہوگی شیطان جو سانپ بنکر بہکانے گیا تھا اُسکے منہ کو دنیا میں لوگ دینگے وہ لوگوں کو کاٹیگا اور باہم بھی ایک دوسرے سے عداوت کریگا پھر انبیاء اور اُنکے نائب ہادی ہوکر آوینگے الخ ۔

ف

چنانچہ حضرت آدم زمین پر تشریف لائے یقیناً یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت آدم کس ملک میں آکر بسے تھے لیکن یہ میں ہی کوئی شک نہیں کہ ایشیائی ملکوں میں بسے تھے بعض کہتے ہیں کہ عرب بالخصوص حجاز میں بسے تھے اور وہیں کہیں اُنکی قبر ہے اور جدہ میں اُنکی بیوی حوا کی قبر ہے گو جدہ کا تک نشان باقی ہے اور مقام عرفات جہاں یہاں بیوی دونوں کی فراق آسمانی کے بعد ملاقات ہوئی تھی ایک دوسرے کو پہچانا اسی لئے عرفات کو عرفات کہتے ہیں جس طرح وادی کی قبر کی وجہ سے شہر جدہ کو جدہ کہتے ہیں کیونکہ جدہ عرب میں وادی کو کہتے ہیں اور کعبہ حضرت آدم نے بنایا تھا اس تقدیر پر روئے زمین پر سب سے پہلے یہ مسجد ہے اور حضرت ابراہیم نے بعد طوفان نوح کے اسکو ملک شام سے آکر پھر اسکو بنایا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت آدم کی زبان عربی تھی پھر اسکی اولاد کی زبان بگڑ کر عبرانی ہوئی پھر اختلاف بلاد و زمانہ سے اور اور زبانیں پیدا ہوتی گئیں ۔ دیکھئے ایک ہی ملک میں پہلے کچھ اور زبان ہوتی ہے پھر کچھ اور ۔ ایران میں پہلے پارسی پھر دری پھر اور زبان موج ہوئی ہندوستان میں پہلے کچھ اور زبان تھی پھر آریہ لوگوں سے سنسکرت رواج پایا پھر بھاشا ہوئی پھر خراب ۔ ہوا ہوئی پھر اب صاف اردو زبان ہوگئی ۔ زمانہ کی گردش جس طرح اور چیزوں میں اثر کرتی ہے زمین پر انقلاب کرتی ہے اسی طرح زبان پر بھی اسکا اثر جلدی پڑتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں شام یا فلسطین کے ملک میں آباد ہوئے تھے ۔ بعض کہتے ہیں بابل کے آس پاس وہاں ایران اپنے ملک کو اہل ہند اپنے ملک میں آباد ہونا بیان کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں بعض ملک مصر کو سب بنی آدم کا اصلی وطن کہتے ہیں یہ بھی قابل اعتبار نہیں واللہ اعلم ۔ حضرت آدم کی اولاد بہت کچھ پیدا ہوئی اور نوسو تیس برس کی عمر میں حضرت آدم نے وفات پائی

۲ | جس طرح کفار کی نسبت اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون فرمایا تھا اُسکے مقابلہ میں اہل ایمان کی نسبت اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون کہنا چاہئے تھا مگر یہ کمال بلاغت ہے کہ لازم بولکر ملزوم مراد لیا جاوے اور کنایہ کے طور پر کسی مراد کو ظاہر کردیا جاوے

اسلئے جنت میں ہمیشہ رہنے کو دو بات لازم ہیں ایک یہ کہ وہاں سے نکلنے کا خوف نہیں۔ دوم یہ کہ کسی راحت مرغوب کے فوت ہونے پر حزن نہیں پس اسلئے اس مژدہ کو اس عنوان اور اس عبارت سے بیان کیا +

۳ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون فرمایا یعنی خوف کی جو نفی کی تو جملا سیئہ سے جو حال اور استقبال سب زمانوں کو مستغرق ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ جو ہدایت کے تابع ہیں اب بھی اُنکو کسی مصیبت کا خوف نہیں نہ آئندہ ہوگا اور اطمینان قلب حاصل ہے اور حزن کو جملہ فعلیہ بالخصوص مضارع کے صیغہ سے تعبیر کیا کہ جس سے بقرینہ کلام استقبال سمجھا جاتا ہے اس مژدہ کے لئے کہ اب کیا حزن ہے حزن کا زمانہ تو آئندہ ہے کہ جب انسان کی آنکھ کھلیگی سو جب ان لوگوں کو حزن نہ ہوگا +

فوائد

۱ خدا تعالےٰ سے ابتدا سورۂ بقرہ سے لیکر یہاں تک کس خوبی کے ساتھ قرآن کا کتاب الٰہی ہونا اور آنحضرت کا نبی برحق ہونا اُن عقائد کے اصول نبوت اور ارالہام کے ساتھ بیان کیا کہ جو تمام انبیاء اور اُنکی کتابوں کا لب لباب و روح خالص ہے ازانجملہ یہ کہ سب سے پیشتر ازلی سعادتمندی اور ازلی بدبختی بیان کردی اور مومن و کافر و منافق لوں ازلی سعادتمندوں اور ازلی بدبختوں کے اقسام اور انکے خواص بیان کرکے کہ اُن پر ناصح کی نصیحت کچھ کارگر نہیں ہوتی سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون الخ۔ ازانجملہ اپنے عام احسانات کے ضمن میں انسان کے گزشتہ اور آئندہ حالات کا نقشہ کھینچ دیا تاکہ مرد دانا غافل نہ رہے۔ ازانجملہ الٰہی تعلیم حمید اور پند مفید اور بیان اعجاز قرآن اور صداقت نبوت نبی آخرالزمان کے ضمن میں عالم کی ابتدا انتہا، آسمانوں اور زمینوں کی بنی آدم کے پیدا ہونیکی وہ صحیح صحیح کیفیت بیان کردی کہ جسکے ادراک سے عقل قاصر تھی اور حضرت آدم کی ساری تاریخ اور اُسکے حریف لعین داستان اور پھر فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتائج اور گناہ کے بعد توبہ پھر رحمت الٰہی کا دستگیر ہونا نہایت عمدگی سے بیان کردیا اور تورات موجودہ میں جو کچھ اس بیان میں کمی زیادتی ہے اُسکی نہایت مہذبانہ طور پر اصلاح کردی کیونکہ تورات کتاب پیدائش کے دوم اور سوم اور چہارم باب میں کسی یہودی عالم نے سُن سُنائی باتیں لکھ رکھا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو باغ عدن میں رکھا کہ اُسکی باغبانی اور نگہبانی کرے۔ اور خدا نے اس باغ کے بیچ بیچ دو درخت لگائے تھے ایک حیات کا درخت (کہ جسکے کھانے سے ہمیشہ زندہ رہنے جیسا کہ شیطان اور دوسرا نیک و بد کی پہچان کا درخت۔ خدا نے آدم سے کہا کہ اس باغ میں اس درخت کو نہ کھانا ورنہ تو مر جائیگا۔ اور خدا نے زمین کے ہر ایک جانور اور آسمان کے ہر ایک پرندے کو آدم کے پاس بھیجا تاکہ دیکھے کہ وہ اُنکے کیا نام رکھتے سو جو آدم نے ہر ایک جانور کو کہا وہی اُسکا نام ٹھیرا (وعلم آدم الاسماء کلہا ثم عرضہم الخ کے قصہ کو صحیح صحیح یاد رکھکر اُسکو الٹ پلٹ کرکے بیان کیا) اور خدا نے آدم کی دلبستگی کے لئے آدم کو سوتا ہوا پاکر اُسکی ایک پسلی کو نکالکر اُسکی ایک عورت بناکر آدم کے پاس لایا پس آدم اور اُسکی بیوی برہنہ رہتے تھے اور شرماتے نہ تھے۔ زمین کے سب جانوروں میں ہوشیار سانپ تھا اُس نے آکر حوا سے

کہا کہ سچ مچ خدا نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع کیا ہے اُس نے کہا ہاں بلکہ یہ کہا ہے کہ اگر کھاؤ گے تو مر جاؤ گے سانپ نے کہا تم ہرگز نہ مرو گے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسکو کھاؤ گے نیک بد کی پہچان میں خدا کی مانند ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھیں کھل جائینگی تب حوا نے خوشنما اور خوش مزہ جانکر اُس درخت کو کھایا اور آدم کو کھلایا تب اُنکی آنکھیں کھل گئیں اور معلوم ہوا کہ ہم برہنہ ہیں پس انجیر کے پتے بدن پر چپکانے لگے۔ ٹھنڈے وقت جو خدا باغ میں پھرتا تھا اُسکی آواز آدم نے سنکر اپنے تئیں برہنگی سے خفا کر درختوں میں چھپایا تب آدم کو خدا نے پکارا کہ تو کہاں ہے اُس نے کہا میں آپ سے شرما کر درختوں میں چھپ گیا ہوں خدا نے پوچھا تجھکو کس نے بتلایا کہ تو ننگا ہے کیا تو نے اُس درخت کو کھایا کہ جس سے میں نے تجھ کو منع کیا تھا اُس نے کہا مجھکو اس عورت نے کہا مجھکو سانپ نے بہکایا پس خدا نے سانپ سے کہا تو ملعون ہوا تو اپنے پیٹ کے بل چلیگا مٹی کھائیگا۔ اور عورت کی نسل میں اور تجھ میں عداوت ہوگی وہ تیرا سر کچلیگی تو اُنکی ایڑی کاٹے گا اور عورت جنتے میں درد زہ کی مصیبت اُٹھائیگی اور خاوند کی طرف تیرا اشتیاق ہوگا وہ تجھ پر حکومت کریگا اور اے آدم تو زمین پر بڑی مشقت سے روٹی پیدا کرکے کھاویگا (۲۲) خدا کو فکر و تشویش ہوئی کہ آدم نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا اب ایسا نہو کہ حیات کے درخت سے بھی کھالے اور پھر ہمیشہ جیتا رہے اسلئے خدا نے آدم کو باغ عدن سے باہر کر دیا تاکہ وہ زمین کی کھیتی کرے +

افسوس کہ سب قصہ اُلٹ پلٹ کر دیا۔ اول تو خدا کو جھوٹ بولنے سے کیا کام تھا کہ تو اس درخت کو کھا امر جائیگا۔ دوم اس بخل سے کیا مقصد تھا کیا انکا ننگا رہنا پسند تھا۔ سوم سانپ سچے کو کیونکر اس درخت کی تاثیر اور خدا کا مکر معلوم ہو گیا آدم کو نہ معلوم ہوا۔ چہارم خدا کا باغ میں ٹھنڈے وقت سیر کرنا اور آواز دینا بے معنی دار د ہے پھر خدا کا آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے اندیشہ کرکے باغ سے نکالنا سمجھ میں نہیں آتا پس صحیح بات وہ ہے کہ جس کو خدا نے قرآن میں واضح کیا اور علماء یہود کے محققین بھی اسی طرف مائل ہیں +

ف ۲ قرآن مجید میں اس قصہ کو مختلف عنوان سے آٹھ سورتوں میں بیان کیا ہے کہیں اجمال ہے کہیں تفصیل سورۂ بقرہ آل عمران اعراف حجر کہف بنی اسرائیل طٰہٰ ص ان سب کے مجموعہ سے وہ بات نکلتی ہے کہ جس کو ہم نے تفسیر میں بیان کیا اور ان آیات کو جمع کرنا اور باہم ترتیب دینا محض تکلف لاحاصل ہے کیونکہ ہر سورہ میں بیان ناتمام نہیں ہے کہ جنکے ملانے سے تمام کیا جاوے

ربط

اس کے بعد خدا تعالےٰ اپنے خاص انعامات ذکر کرتا ہے کہ جو بنی اسرائیل سے متعلق ہیں اور چونکہ دنیا میں یہہ خاندان نبوت سب پر فائق تھا اس لئے اس کی طرف التفات بھی عام احسانات کے بعد ضرور تھا اس لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے +

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ

اے بنی اسرائیل یہری وہ نعمتیں یاد کرو کہ جو میں نے تمکو بخشی ہیں اور میرے قرار کو پورا کرو میں تمہارے قرار کو پورا کرونگا اور مجھی سے ڈرا کرو

وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ

اور اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جسکو میں نے تمہارے پاس اُسی چیز کی تصدیق کرنیوالا نازل کیا ہے اور جسکے منکر ہونیوالے تم پہلے نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لیکر نہ بیچو اور مجھی سے

ترکیب

یا حرف ندا بنی منادیٰ مضاف اسرائیل مضاف الیہ اذکروا فعل امر تم ضمیر فاعل نعمتی مفعول موصوف الّتی انعمت الخ موصول و صلہ جملہ خبریہ بنکر اسکی صفت و حرف عطف برا ذکروا۔ اوفوا فعل امر تم ضمیر فاعل بعہدی مفعول اوف بعہدکم جملہ جزائیہ جملۂ اولےٰ کی کہ جو شرطیہ کی ہو لئے رہا ہے اور اسی لئے اوف میں سے ی حذف ہوگئی۔ ایای منصوب ہے فعل محذوف سے کہ جسپہ فارہبون دلالت کر رہا ہے تقدیر ایای فارہبوا اور فارہبون کی اصل فارہبونی ہے وقف آیت سے ی گرگئی نون وقایہ باقی رہگیا مگر یہ اس پر رکھا تاکہ دلالت کرے ی پہ وآمنوا عطف ہے اوفوا پر فعل با فاعل بما انزلت (تقدیر بما انزلتہ) الخ صلہ موصول مفعول مصدقا حال مؤکدہ ہے بلا مخدوفہ سے کہ جو از قسم میں ہے حکم منصوب ہے علے الظرف و العامل فیہ الاستقرار ولا تکونوا معطوف ہے آمنوا پر انتم اسکا اسم اول کافر خبر اول افعل اور اسکی ف اور ع کلمہ میں سیبویہ کے نزدیک واؤ ہے اور اس سے کوئی فعل نہیں بنتا اور اسکی تانیث اُولی ہے۔ کافر لفظ میں واحد و معنی میں جمع ہے لے اول الکفار کما یقال ہو احسن رجل و قتیل تقدیرہ اول فریق کافر ہ

تفسیر

جسکا خدا تعالےٰ توحید اور نبوت اور معاد کے دلائل بیان کر چکا اور اسکی تائید میں عام نعمتوں کو ذکر فرما چکا تو اب بنی اسرائیل کو مخصوص نعمتیں یاد دلا کر اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ میں تمہارا قدیم منعم ہوں میں تمہاری جسمانی اور بھلائی معنیہ سے برابر نظر رکھتا آیا ہوں اب میں نے تمہارے دین کی اصلاح کرنے کے لئے (کہ جسکو حوادثات زمانہ میں لوگوں کی افراط و تفریط نے الٹ پلٹ کر دیا ہے) قرآن اور نبی آخر الزمان کو بھیجا ہے تم میری مہربانیوں اور عنایتوں پر خیال کرکے کہ جو میں نے وقتاً فوقتاً تمہارے ساتھ کی ہیں میرے عہد کو پورا کرو اگر جو تم نے روز میثاق مجھ سے باندھا تھا کہ ہم تیری اطاعت کرینگے اور تیرے پیغمبروں کا کہا مانیں گے اور بہر وقتاً فوقتاً حضرت موسےٰ اور دیگر انبیاء کی زبانی بھی اس عہد کی تجدید کرتے آئے ہو۔ تو میں بھی اپنے عہد کو پورا کروں کہ دنیا میں تمہاری عزت و آبرو حکومت و سلطنت باز رفتہ کو پھیر دوں اور آخرت میں تمہیں حیات اور نجات کے ثمرات سے بہرہ مند کروں اور اس عہد کا وفا کرنا یہ ہے کہ اس نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لاؤ کہ جو تمہارے اصول دین اور مطالب تورات و دیگر کتب انبیاء کی تصدیق کر رہا ہے اور انکو سچ بتا رہا ہے پس جب یہ ہے تو اب تم اہل علم میں سب سے اول منکر بنکر مطالب و اغراض دنیاوی اور اتباع نفسانیوں کے بدلہ میں میری آیات بینات کو نہ بیچو یعنی دنیا کے لئے حق کو نہ چھوڑو ایمان و تعمار اُخرویہ کہو کر چند روزہ دنیا مول نہ لو اور مجھ سے ڈرو +

متعلقات

بنی اسرائیل اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی عبرانی میں صفوۃ اللہ یا عبداللہ کے ہیں بنی مخفف بنون جمع ابن کا ہے نون اضافت سے گر گیا۔ اس لفظ کی جمع ابناء بھی آتی ہے۔ اگرچہ ابن کے معنی بیٹے کے ہیں مگر پوتے اور اسکی اولاد پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اسلئے اسوقت کے لوگوں کو بھی بنی آدم کہتے ہیں اور اس مقام پر یہی مراد ہے یعنی یعقوب کی اولاد۔ حران سے ہجرت کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان میں بمقام حبرون آبسے تھے انکے آٹھ بیٹے تھے ان میں سے حضرت اسماعیل عرب میں آرہے تھے اسلئے آنحضرت علیہ السلام اور دیگر قبائل کو اسوجہ سے کہ وہ حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں بنی اسمٰعیل کہتے ہیں اور حضرت اسحٰق وہیں رہے انکے دو بیٹے تھے عیص انکی بھی بہت سی اولاد شام اور اسکے اطراف میں پھیلی دوسرے یعقوب انکے بارہ بیٹے تھے روبن شمعون لاوی یہوداہ اسکار زبلون۔ یوسف بنیامین۔ دان نفتالی جد آشر انکے بارہ بیٹوں کے نام سے بارہ قبائل ان میں مشہور ہوئے جو غلہ لینے مصر میں قحط سالی کی وجہ سے آرہے تھے پھر حضرت موسیٰ اور ہارون اور داؤد اور سلیمان بہت سے اولوالعزم انبیاء اس خاندان میں پیدا ہوئے تھے اسوجہ سے یہ خاندان روئے زمین پر متبرک اور مشہور ہوگیا آنحضرت کے زمانہ میں مدینہ اور اسکے اطراف خیبر وغیرہ مقامات میں بنی اسرائیل رہتے تھے۔ ان بارہ فرقوں میں سے آجکل چند باقی ہیں ان کو یہود کہتے ہیں +

اوفوا بعہدی عہد ہاہمی قرار داد کو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے جب بندہ کو عقل سلیم عطا کی اور اپنی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی طاقت بخشی تو ایک بار امانت اسکے سر پر دھر دیا اور تمام نیک عمل کرنے اور خدا اور اسکے ذات و صفات و انبیاء پر ایمان لانیکا اس سے ذمہ لیلیا اور بندہ نے اسکا اقرار کرلیا اسکے صلہ میں اس نے دنیا و آخرت میں نیک نتیجہ مرتب کرنے کا اپنی رحمت سے ذمہ لیلیا پس دونوں طرف سے یہ قول و قرار اور یہ عہد قرار پایا اسی کو عالم ارواح میں قائم کیا تھا اور اسی کو انبیاء وقتاً فوقتاً یاد دلاتے اور تجدید کرتے رہے ہیں اور اس عہد کے پورا کرنے کے بیشمار مراتب ہیں۔ بندہ کی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ توحید اور رسالت کا اقرار کرے کلمہ لا الہ الا اللہ الخ صدق دل سے پڑھے اسکی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ دنیا میں اسکی جان و مال کو آسمانی محاسبہ سے مامون اور آخرت میں عذاب بدی سے محفوظ و مصئون رکھے۔ اور بندہ کی طرف سے اخیر مرتبہ یہ ہے کہ اسکی محبت اور یاد میں ہمہ تن غرق ہوجائے کسی کی بھی خبر نہ رہے اسکی طرف سے یہ کہ اسکو ہمیشہ دربار قدس میں اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور رکھے

لہ یہ بابل کے پاس کسدیوں میں رہتے تھے وہاں سے ابراہیم کا باپ تارہ کہ جسکو آذر بھی کہتے ہیں اپنے بیٹے ابراہیم اور پوتے لوط اور ابراہیم کی بیوی سارا کو لیکر وہاں سے جنوب کی طرف بقصد حران آبسے تھے وہیں آذر نے وفات پائی پھر وہاں سے ستر برس کی عمر میں حضرت ابراہیم اپنی بیوی اور لوط کو لیکر ملک کنعان میں آئے اور جنہوں نے مقام حبرون میں مقام کیا

ٹ سارا کے پیٹ سے اسحاق اور ہاجرہ کے پیٹ سے اسمٰعیل جو سب میں بڑے تھے زمران یقسان مدان مدیان اسباق شوح ۱۲ توراۃ ۱۲ سنہ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ۝

اور نہ ملاؤ سچ میں جھوٹ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھکر اور قائم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ ملکر رکوع کرو

جس نے کہا کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو بنی اسرائیل سے بنی آخر الزمان پر ایمان لانے کی بابت لیا گیا تھا جیسا کہ باسبل سے اب تک سمجھا جاتا ہے تو وہ کوئی اور بات نہیں وہ بھی اسی عہد کی شاخ ہے +

مصدقا لما معکم سے یہ مراد نہیں کہ یہود کے جمیع عقائد اور کل کتابوں کی تصدیق قرآن کرتا ہے بلکہ اصول مذہب اور منامیں کتب الہامیہ کے کہ جنکو اپنی کتابوں میں مخلوط کر رکھا تھا اور اُس مجموعہ کو وہ تورات کہتے تھے - یہاں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نزول قرآن کے وقت اُنکے پاس بالکل وہ کتاب حضرت موسیٰ کی تورات ہی بلکہ ایک مجموعہ کہ جسکو علماء یہود نے مرتب کیا تھا اور جسکو وہ اپنی اصطلاح میں تورات کہتے تھے +

نکات

(۱) جو نکتہ مقصود یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو قرآن پر ایمان لانے کا حکم کیا جاوے اور بنی اسرائیل کو یہ نہایت شاق تھا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لاویں - یہ انسان کا ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو مشکل مانتا ہے بالخصوص جبکہ حسب جاہ و ریاست دل میں پیوست ہو اسلئے خدا نے اول تو بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر زعم کیا نعمتوں سے انسان کا طبع بنا طبعی ہاتھ سے اور اسمیں اشارہ کر دیا کہ غیر خاندان پر حسد کرنا عبث ہے تمکو کیا کم نعمتیں دیں ہیں اسباب کا خیال نکرو قرآن پر ایمان لاؤ دوم اپنا عہد یاد دلایا اور اسکے ثمرہ اوف بعہدکم کی طرف اشارہ کر دیا سوم اس زمی کے ساتھ گرمی اور چشم نمائی بھی کر دی ایای فارہبون کہ مجھ سے ڈرو ورنہ بہر میں یوں ہی سید ھا کر دیتا ہوں پس ان تینوں کے بعد مقصد اصلی آمنوا بما انزلت کو ادا کیا اور اسکے بعد بھی تین تاکید کر دیں اول ولا تکونوا اول کافر بہ دوم ولا تشتروا بآیاتی الخ سوم ایای فاتقون اسمیں سخی خراب باتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا - (۲) آمنوا بما انزلت کے پہلے تو ایای فارہبون فرمایا کیونکہ یہود میں جو خدا ترس تھے اُنکو اسی کہتے تھے یعنی پہلے تم اپنے دین پر تو قایم ہو جاؤ اور اسکے بعد ایای فاتقون فرمایا کیونکہ امت محمدیہ میں خدا ترس تو متقی کہلاتے ہیں اور جب قرآن پر ایمان لاوینگے تو امت محمدیہ میں داخل ہو جاوینگے +

ترکیب

و حرف عطف بر کلام سابق اذکروا لا تلبسوا الحق جملہ فعل فاعل مفعول سے مرکب بالباطل متعلق ہے فعل مذکور سے وتکتموا فعل نہیں انتم فاعل عطف ہے تلبسوا پر مجزوم ہے لا نہی سے الحق اسکا مفعول وانتم تعلمون جملہ اسمیہ حال ہے اقیموا الصلوٰۃ جملہ انشائیہ معطوف اور معطوف علیہ آتوا الزکوٰۃ معطوف اور معطوف علیہ وارکعوا معطوف اور مع الراکعین ظرف متعلق ہے ارکعوا سے +

تفسیر

جبکہ خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو اصول ایمان یعنی نظریات سے مخاطب کیا اور ایمان لانے کا حکم دیا تو اسکے بعد عملیات کا بھی

حکم دیا اور جو باتیں بُری تھیں بتاکید اُنسے منع کر دیا۔ علماء یہود کا قدیم دستور اور جبلی عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء میں کبھی عمداً کبھی حسد اور غرض ثابت کرنے کے لئے کچھ گھٹا بڑھا دیتے تھے اور کبھی حواشات میں جو کتابوں پر ہوگئیں یا انہیں کچھ نقصان واقع ہوتا تھا انہیں کسی نام سے اپنے سر تصنیف کرکے اس میں ملا دیتے تھے اور کبھی شرح کے طور پر کچھ اُنہیں لکھ دیتے تھے اور لطف یہ کہ متن و شرح میں زیادہ و مزید علیہ اور قدیم و جدید کتاب میں امتیاز کے لئے کوئی علامت اور نشانی بھی نہ کرتے تھے اور قوم نہ جانتی کہ کونسی اصلی کتاب کا حافظہ ہوتا تھا نہ کوئی حفظ سنانے کا دستور تھا اُس پر کاغذ اور کتابت کی قلت سے نہ کوئی ایسا کتب خانہ تھا کہ جس میں کل یا بعض کتابیں محفوظ رہتی تھیں نہ کوئی سوسائٹی تھی بلکہ ہر کاہن یا راہب کے پاس جو کچھ تھا سو تھا اُس کے مقابلہ سے کیا غرض ہے چنانچہ یہ بات آجتک مجموعہ عہد عتیق و جدید سے پائی جاتی ہے محققین اہل کتاب کے نزدیک بیس ان وجوہات سے کتاب میں گھٹا بڑھا یا کچھ کا کچھ پڑھ دینا بالخصوص مقابلہ میں یا کسی دنیاوی غرض کے لئے ایک آسان سی بات تھی جبتک آنحضرت علیہ السلام ظاہر نہ ہوئے تھے تو کتب انبیاء میں آپکی بشارتیں چھپی آپکے آنے کے منتظر اور آپ کے معاصر یہاں آتے تھے لیکن جب آپ ظاہر ہوئے اور مدینہ میں تشریف لائے تو رشک حاسدانہ اور بیگیرہ غرض دنیاویہ سے آپسے حسد کرنے لگے اور ان بشارتوں کو اُلٹنے پلٹنے لگے اور کچھ کا کچھ کہنا شروع کر دیا اور اپنے تقوے و طہارت کے مسائل میں ہی تاویلات و توجیہات کرکے ٹالنے لگے اسلئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ حق میں باطل اپنی طرف سے نہ ملایا کرو اور جان بوجھکر حق نہ چھپایا کرو کیونکہ تمہاری گمراہی سے اور ہزاروں اُن پڑھ گمراہ ہوتے ہیں۔ اسکے بعد تقوی و طہارت کا حکم دیتا ہے کہ نماز کو جیسی ملے سے قائم کرو تاکہ تمہارے دل ملائم ہوں اور دلوں کی سیاہی دور ہو تو پھر خدا ترسی کرکے اپنے مال میں سے کوئی حصہ معین بھی فقراء غربا کو دیا کرو اسلئے پہلے نماز کا ذکر کیا پھر زکوٰۃ کا اس میں بدنی اور مالی دونوں عبادتیں آگئیں۔ اور اکیلے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لینے کو نہ کہا بلکہ خدا کی جماعت میں شامل ہوکر نماز پڑھو رکوع کرو تاکہ دین کی تمام برکات و انوار حاصل ہوں۔

متعلقات

فارکھوا رکوع کے معنی جھکنا ہیں چونکہ نماز کا یہ ایک جزو ہے تو کل کو کبھی اس جزو کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور کبھی سجدہ کے ساتھ اور یہاں اس جزو کے ساتھ تعبیر کرنے میں ایک نکتہ ہے۔

زکوٰۃ کے معنی زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں بولتے ہیں زکا الزرع جبکہ کھیتی بڑھتی ہے اور چونکہ خدا کے نام پر دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور اس عمل کی تاثیر سے مال بڑھتا ہے اسلئے مال میں سے حصہ معین سال تمام پر دینے کو زکوٰۃ کہنے لگے۔ بعض کہتے ہیں یہ زکا سے مشتق ہے جسکے معنی پاکی ہیں چونکہ زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے اسلئے زکوٰۃ کہنے لگے اور اسی لئے ذبح کرنے سے جس خون نکل جاتا ہے مذبوح جانور کو مزکّٰی بولتے ہیں۔ اس کے بعد خدائے تعالےٰ اور حکم دیتا ہے۔ فرماتا ہے

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا لوگوں کو نیکی کرنا بتلاتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم کو سمجھ نہیں ہے ؟

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے مدد لو اور بلاشبہ یہ نماز مشکل ہے مگر اُن پر جو عاجزی کرتے ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ اُنہیں اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اُسکے پاس پھر جانے والے ہیں ۝

ترکیب

أ استفہامیہ داخل ہے جملہ تأمرون الناس الخ پر اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہ کرو تامرون الناس الخ جملہ معطوف علیہ وتنسون الخ اور سر اجملہ اس پر معطوف وانتم تتلون الکتاب جملہ اسمیہ حال ہے ضمیر فاعل تنسون سے افلا تعقلون جملہ استفہامیہ یعنی توبیخ۔ یہانتک یہ جملہ معترضہ سا تھا اسکا شان نزول ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے کہ علماء یہود اپنے اُن اقارب سے جو مسلمان ہوگئے تھے یہ کہتے تھے کہ اسی دین پر قائم رہو کیونکہ یہ حق ہے اور خود اسلام میں داخل نہ ہوتے تھے (جلالین) بعض کہتے ہیں کہ اور وں کو صدقہ اور خیرات کا حکم دیتے تھے خود نہ کرتے تھے (بیضاوی) واستعینوا الخ معطوف ہے اذکروا پر یا اسنوا پر بالصبر والصلوۃ معطوف علیہ ور معطوف متعلق ہیں استعینوا کے وانہا الخ الصلوۃ الکبیرۃ جملہ مستثنیٰ منہ الا سوف استثنا علی الخاشعین موصوف الذین الخ صلہ وموصول اسکی صفت یہ سب مستثنیٰ +

تفسیر

اے بنی اسرائیل باوجودیکہ تم کتاب یعنی تورات پڑھتے ہو اور اس میں نے نفس کے لئے اعمال صالحہ کی نہایت تاکید اور کلام انبیاء میں آپ عمل کرنے دوسرے کو نصیحت کرنے پر بڑی تہدید ہے مگر تم خود عمل نہیں کرتے اور لوگوں کو وعظ و تذکیر کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہو تمہارے نفس سرکش ہیں وہ ان اعمال صالحہ اور قید شریعت اور روحانی صفائی کو اختیار نہیں کرتے سو اسکا علاج روحانی طور پر یہ ہے کہ تم روزہ اور نماز سے نفس کو مشقت کشی کا عادی بناؤ کیونکہ روزہ میں باوجود ہر طرح کے سامان اکل و شرب وجماع مہیا ہونے کے صبر کرنا اور اسکی خواہش سے روکنا اور ہر نماز میں مشغول ہو کر ہاتھ پاؤں تمام جسم کو اسکی عبادت میں مصروف کرنا زبان اور روح کو اسکی طرف متوجہ کرنا اور تسبیح و تقدیس کرنا قرآن پڑھنا ان سب کا مجموعہ روح کو نہایت تازہ کرتا ہے جس سے نفس کی تیزی ٹوٹ جاتی ہے اور حب جاہ و مال اور ہر قسم کی نفسانی خواہش کہ جو عمل سے مانع آتی ہے پژمردہ ہو جاتی ہے (واقعی جسمانی ریاضت سے جو تزکیہ نفس سالہا سال میں حاصل نہیں ہوتا وہ روحانی تقرب سے دم بھر میں حاصل ہو جاتا ہے تھوڑی سی دیر اسکی طرف متوجہ

اس شان نزول کے معنی ہیں کہ آیت اُن یہودی علماء پر صادق آتی ہے یا اُنمیں اُنکی طرف تعریض اور اشارہ ہے کہ جو خود اچھے کام نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو نصیحت کرتے تھے جیسا کہ عموماً علماء بے عمل کیا کرتے ہیں یہ خلاصہ ہے اُن روایتوں کا جو اس آیت کے لئے اور اس حال پر تنبیہ کرنیکے لئے مروی ہوئی ہیں اور یہ جملہ معترضہ نازل ہوا جب کہ یہ بات مسلم ہو چکی کہ یہ آیت الگ ہو کر نازل ہوئی ہے اور اس سے اگلا اور پچھلا کلام جدا گانہ نازل ہوا ہے فاتل ۱۲ منہ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں کو کہ جو میں نے تمکو دی ہیں اور میں نے تمکو جہان پر فضیلت دی اور ڈرو اُس دن سے

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ

کہ جس میں کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئیگا اور نہ اسکے کوئی فدیہ قبول ہوگی اور نہ اسکے عوض میں کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ انکی مدد کی جاسکے گی ✦

اور متوجہ ہونے سے لیکن نفس کو فرمردگی اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے) اور یہ نماز بھی فی نفسہ ایک بھاری بات ہے اسکی بھی وہی مستحق ہوتے ہیں کہ جو خدا کے آگے عاجزی کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو اُسکے پاس جانا ہے۔ امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم کو جب کبھی کوئی رنج وغم لاحق ہوتا تھا تو نماز میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اِس سر کے لئے اُمت محمدیہ پر پنج وقتہ نماز فرض ہوئی ہے اور اسلئے اسکی نسبت فرمایا ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر کہ نماز ہر قسم کی بُرائی اور گناہ سے روکتی ہے۔ نماز کے فضائل اور اسکے تارک پر جو کچھ تہدید احادیث صحیحہ میں وارد ہے اُسکے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ✦

ف اس آیت سے اُس شخص کی بُرائی ثابت ہوئی کہ جو اُسکو نصیحت کرتا ہے خود عمل نہیں کرتا اسلئے کہ اسکا یہ فعل ایسا ہے کہ جیسا کوئی جاہل یا احمق کرتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کلام کا اسکو اعتقاد نہیں نہ خود وہی عمل کرتا۔ اسی لئے صحاح ستہ میں ہے کہ نبی صلعم نے معراج کی رات کو کچھ لوگوں کو جنکی زبان کو جہنمی فرشتوں کو آگ کی مقراضوں سے کاٹتے دیکھا تو جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ خود عمل نہ کرتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے مگر اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ فاسق کو وعظ کہنا منع ہے اسلئے کہ انسان پر جس طرح عمل کرنا فرض ہے دوسروں کو سمجھانا بھی فرض ہے ایک فرض کے ترک کرنیوالے کو کیا ضرور ہے کہ دوسرے فرض کو بھی ترک کرے ✦

ترکیب

یا حرف ندا بنی اسرائیل مضاف اور مضاف الیہ منادی اذکروا فعل ضمیر انتم فاعل نعمتی التی انعمت علیکم صفت وموصوف معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العالمین تمام جملہ اسمیہ معطوف یہ دونوں انکروا کے مفعول۔ یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر ندا ہوا۔ واتقوا فعل اتم ضمیر فاعل یوما مفعول بہ موصوف لاتجزی نفس الخ اور لایقبل الخ اور لایوخذ الخ ولا ہم الخ چاروں جملے معطوف بریکدیگر اسکی صفت اور سب میں عائد محذوف ہے اے لاتجزی فیہ وقس علیہ البواقی اس جملہ اتقوا کا عطفاً ذکر ہوا عن نفس موضع نصب میں ہے تجزی سے اور ممکن ہے کہ حال ہوکر موضع نصب میں ہو تقدیرہ شیئا عن نفس منہا دونوں جگہ میں ممکن ہے کہ یقبل اور یوخذ کے متعلق ہو اور ممکن ہے کہ شفاعۃ اور عدل کی صفت ہو ✦

تفسیر

لہ اور جو عمل بین ثواب کے قائل نہ ہوکے تو اسکو عبث سمجھتے ہیں اسلئے اُنپر بھاری ہو اور کیسا ہی بھاری کام ہو جب انسان اُسکا نتیجہ نیک یقین کرلیتا ہے تو اُسکو اس امید میں سب تکلیفیں شیریں معلوم ہوتی ہیں ۱۲ منہ

چونکہ بنی اسرائیل کا اپنے اہل علم اور انبیاء زادہ ہونے کی وجہ سے بہ نسبت اور لوگوں کے، وجہ غرور اور تعصب تھا تو اسلئے خدا تعالیٰ نے دوبارہ پھر اپنے نعما کو یاد دلایا کہ تم میری نعمتوں کو یاد کرو اور اسباب کو بھی کہ میں نے ایک زمانہ میں تمہارے آباء اجداد کو (حضرت موسیٰ اور سلیمان و داؤد و دیگر انبیاء و سلاطین عادل کے سبب) دنیا پر بزرگی دی تھی بڑے بڑے بادشاہ اور متبرک لوگ تمہارے خاندان کو مقدس اور متبرک جانکر ادب سے پیش آتے اور نذریں اور ہدیں پیش کرتے تھے اور تمہارے خاندان کی عزت و حرمت اور علم و نبوت کا شہرہ دنیا میں ہو گیا تھا

اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یوت احدا من العالمین ٭

اور جو تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہیں آتے اور ہماری نعمتوں کے حق کو ادا نہیں کرتے اور تم کو اسباب پر بھی عبرت نہیں (کہ میں نے اپنے انبیاء کی معرفت تم کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم میری شریعت پر نہ چلو گے اور بت پرستی کرو گے تو میں تمہاری سلطنت و حشمت کو خاک میں ملا دونگا اور تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دونگا وہ بیت المقدس کو مسمار اور تم کو ذلیل و خوار کرینگے چنانچہ ایسا ہی کیا اور پھر میں نے بھی اپنے قہر کو تم پر بھڑکایا اور بخت نصر اور انٹوکس وغیرہ بادشاہوں نے تمہارے ساتھ وہ کیا کہ جو عالم کی عبرت کا باعث ہوا جس سے تم ابتک خوار و ذلیل پھرتے ہو کوئی حکومت اور سلطنت تمہاری باقی نہیں ہے) تو آخر ایک روز مرنا ہے قیامت میں ہمارے پاس آنا اور حساب دینا ہے پس اُس دن سے ہی ڈرو کہ وہاں کوئی وجہ عذاب الٰہی کے دفع کی نہیں کسلئے کہ دنیا میں یا تو خلصی کا طریق ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اُسکی جگہ آپ ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اُسکے جمیع حقوق اور محاسبہ اپنے سر پر لے لیتا ہے سو وہاں یہ بھی نہیں الا تجزی نفس عن نفس شیئا اُس دن کی سختی ایسی ہوگی کہ ہر کوئی نفسی نفسی کریگا یوم یفر المرء من اخیہ الآیہ اور یا کسیکی وجاہت سے مفت چھوڑ دیا جائے سو اگر تم کو اپنے بزرگوں باپ دادا انبیاء علیہم السلام پر بڑا بھروسہ ہے تو وہ ہماری مرضی بغیر دم نہیں مار سکتے اور جس سے خدا کو ناخوش دیکھتے ہیں اُسکے لئے کچھ بھی نہیں کہتے پس لا تقبل منہا شفاعۃ اُس روز سفارش بھی کام نہ آویگی اور یا اپنے مال سے کچھ دیکر اور فدیہ یا جرمانہ بھگت کر نجات پاتا ہے سو اگر تم کو اپنے مال و دولت پر غرور ہے تو وہاں یہ بھی کام نہ آویگا لا یوخذ منہا عدل خدا کو مال و دولت کی کچھ پروا نہیں اور اس روز کسی پاس کیا ہوگا؟ نہ مال نہ دولت اور یا یہ کہ یار و انصار برادری و اقارب اپنے زور سے چھڑا لینے میں سو وہاں یہ بھی نہیں ولا ہم ینصرون خدا سے مقابلہ کرنے کی کسکو مجال ہے ٭

متعلقات

فضلتکم علی العالمین عالم کا اطلاق اگرچہ ماسوی اللہ جمیع مخلوقات پر ہوتا ہے اور جب بلفظ عالمین اسکو جمع کر لیا جاتا ہے تو اور بھی شمول و عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر جس طرح ہمارے عرف میں دنیا بولکر اکثر لوگ مراد رکھتے ہیں اسیطرح محاورہ عرب تھا اور جس طرح ہمارے عرف میں لفظ کل بولتے ہیں اور اکثر چیزوں سے مراد لیا کرتے ہیں اسی طرح عرب میں محاورہ تھا بلقیس کی نسبت وارتہ من کل شئے کہ اُسکو ہر چیز سے حصہ ملا تھا حالانکہ بہت سی چیزیں اُسکو نہ ملی تھیں۔ پس اس توجیہ پر طلب آیت کا بہت صاف ہے

کہ بنی اسرائیل کو خدا نے ایک زمانہ میں اکثر لوگوں پر فضیلت دی تھی اور یہ واقعی بات ہے ✦

بعض مفسرین نے عجب موشگافی کی ہے عالمین سے جمیع مخلوقات مراد رکھی پھر دیکھا کہ اس سے ملائکہ اور جمیع انبیاء اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے تو آنحضرتؐ کو اور دلائل سے ہٹا دیا اور بے سروپا دلائل سے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے اسی طرح بنی اسرائیل سے بروز النشر مراد لیکر الجھاوے میں پڑ گئے کہ بنی اسرائیل کے کفار و عصاق کو جمیع عالم پر کیونکر فضیلت تھی؟ اسی طرح اکثر مقامات پر عرف اور محاورہ عرب سے غافل ہو کر الفاظ کے حاقی لغوی یا علماء کلام و علماء اصول کے معنی مقرر کردہ مراد لیکر سیدھی بات کو مشکل کر دیتے ہیں ✦

شفاعت شفع بمعنی جفت ہے یعنی طاق کا خلاف گویا کہ شفاعت کرنیوالا اپنے آپ اُسکے ساتھ (کہ جسکی یہ شفاعت کرتا ہے) ملا کر اُس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔ معتزلہ اس آیت اور اس آیت من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ سے استدلال کرتے ہیں کہ قیامت کو انبیاء گناہگاروں کے لئے شفاعت کریں گے مگر اُنکا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ ان آیات کا یہ منشا ہے کہ اُسکی مرضی کے برخلاف اپنی وجاہت سے کوئی سفارش نہ کر سکیگا اور جو اُسکی مرضی غفار اور شکرین کی نسبت ہوگی تو انکے لئے کوئی شفاعت نہ کریگا جیسا کہ ان آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ الا باذنہ برآواز بلند بتلا رہا ہے کہ گناہگار مسلمانوں کے لئے رحمت انبیاء اور اولیاء اور صلحا کے دل میں اُنکی شفاعت کا شوق پیدا کریگی اور وہ نہایت عجز و انکسار سے اُسکی جناب میں عرض کرینگے وہ اپنی رحمت سے قبول فرمالیگا سچ ہے ع رحمت حق بہانہ مے جوید۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے شفاعتی لاہل الکبائر من امتی اور احادیث صحیحہ میں آنحضرت کی شفاعت کبریٰ کی تفصیل ہے۔ آنحضرت تمام عالم کے شفیع اعظم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ آیات کفار کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ کلام یہود سے جلا آتا ہے **عدل** کے معنی برابری کے ہیں چونکہ معاوضہ اور فدیہ دیکر دونوں برابر سرابر ہو جاتے ہیں اسلئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہنے لگے اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں ✦

نکات

(۱) چونکہ جو نکرہ حیز نفی میں ہوتا ہے تو وہاں کثرت سمجھی جایا کرتی ہے اور لا تجزی نفس میں نفس نکرہ ہے معرفہ نہیں اور لا نفی کے پیچھے آیا ہے تو یہاں عموم مراد ہے پس یہ کثرت جو یہاں مفہوم ہوتی تھی اُسکو وہم لا یحصرون میں اس نکتہ کے لئے ظاہر کر دیا کہ عادتاً جب کسیکو ایسے شخص کے پنجے سے چھڑاتے ہیں کہ وہ نہ وجاہت اور لحاظ کو خیال میں لاتا ہے تاکہ سفارش قبول کرے نہ وہ معاوضہ سے راضی ہوتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کی ضمانت مانتا ہے تو وہاں ایک جماعت اور جمعیت سے کام لیا جاتا ہے کہ ایک جماعت بزور چھڑا لیتی ہے پس لفظ ہم میں اُنکی کثرت کیلئے فائدہ مند ہونے کی طرف اشارہ ہے ✦

اسکے بعد

خدا تعالیٰ اپنے نعمتوں کی تفصیل کرتا ہے اور ہر ایک واقعہ کو یاد دلاتا ہے تاکہ آئندہ لوگوں کو سنکر عبرت و رغبت ہو اور بنی اسرائیل کے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

اور (اُس وقت کو یاد کرو) جبکہ ہمنے تمکو فرعونیوں سے چھڑایا جو تمکو سخت عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اسمیں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمایش تھی

دل ملائم ہوں اور راہ راست پر آویں - مگر یہ واضح رہے کہ ان واقعات کے بیان کرنے سے مقصود صرف اپنی نعمتوں اور نافرمانیوں کے عقوبتوں کا یاد دلانا ہے نہ ترتیب تاریخ آدم اور تاریخ بنی اسرائیل کا بیان کرنا جیسا کہ اہل کتاب کی تورات وغیرہ کتب تاریخ میں ہے کہ جنکو وہ الہامی کہتے ہیں اسلئے کبھی مقدم واقعہ کو مؤخر اور بالعکس اور کبھی بطور اجمال اور کبھی بطور تفصیل بیان کرتا ہے اور کچھ موسیٰ ع کے واقعات ہی بیان نہیں بلکہ اُنسے پہلے اور پچھلے واقعات بھی ہیں اور ملک مصر میں اپنے وقت کے اور وہاں سے نکلکر ملک کنعان میں آنے وقت کے اور وہاں پہنچکر جو کچھ گزرا سب فرماتا ہے +

ترکیب

واذ موضع نصب میں ہے معطوف اذکروا نعمتی پر اور اسی طرح واذ فرقنا اور اذ واعدنا اور واذ قلتم یا موسےٰ وغیرہ نجینا فعل با فاعل کم مفعول من آل فرعون متعلق ہے نجینا سے یسومون فعل ہم ضمیر راجع آل فرعون کی طرف کم مفعول اول سوء العذاب مفعول ثانی - یہ تمام جملہ حال ہے آل فرعون سے یا ضمیر نجیناکم سے یا دونوں سے - یذبحون ابناءکم اور یستحیون الخ دونوں جملے بیان ہیں یسومونکم کے اور اسی لئے عطف نہوا بلاء موصوف من ربکم اور عظیم صفت مبتدا محذوف ذلکم خبر +

تفسیر

حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوب تک اُنکی اولاد کنعان میں آباد رہی - بھائیوں کے حسد و بغض کی وجہ سے حضرت یوسف غلام بنکر مصر میں آئے یہاں اُنکا شاہ مصر کے ہاں بڑا عروج ہوا - مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا جس طرح کہ ایران کے بادشاہوں کا کسریٰ اور روم کے بادشاہوں کا قیصر اُس زمانہ میں مصر کا فرعون ریان او فوطیفار نام اُس کا وزیر تھا کہ جسکا لقب عزیز تھا عزیز نے یوسف کو خرید کر اپنے گھر میں رکھا عزیز کی بیوی زلیخا کا دل یوسف پر مائل ہوگیا اُس نے بُرے کام کے لئے خواہش کی یوسف نے نہ مانا اُس نے اپنے شوہر سے یوسف پر کوئی بدنامی بیان کرکے قید کروایا قید میں سے بادشاہ نے یوسف کو تعبیر خواب کے لئے بلاکر سرفراز کیا اور بڑا عہدہ دیا اس عرصہ میں سخت قحط پڑا جسکی وجہ سے حضرت یعقوب اور اُنکی تمام اولاد مصر میں آ بسی اور اُنکو خدا نے وہاں بہت بڑھایا اور تخمیناً چار سو برس تک مصر میں اُنکے لاکھوں آدمی ہوگئے اور اس عرصہ میں یوسف اور وہ فرعون سب مرکھپ گئے اور فرعون بیخبر اشخاص جسکا نام مصعب یا ولید تھا اُسکو بنی اسرائیل سے سخت عداوت پیدا ہوئی اور دل میں یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ ہماری سلطنت پر قابض ہوجاویں اسلئے اُس نے اُنپر سخت سخت تکلیفیں دینی شروع کیں اینٹ گارے کے لئے محنل بٹھلائے اور مصریوں نے خدمت کروانے میں بنی اسرائیل پر سختی کی اور اُنہوں نے سخت محنت سے گارا اینٹ کا کام اور سب قسم کی خدمت کھیت کی کرواکے اُنکی زندگی تلخ کی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جس وقت کہ ہم نے تمہارے لئے سمندر کو چاڑ دیا پس تمکو بچا دیا اور تمہارے دیکھتے فرعونیوں کو ڈبا دیا

انکی ساری حد تبدیل جو دے لئے کرلیتے تھے شقت کی تھیں (۲۲) اور فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کو تاکید کرکے کہا کہ اُن میں جو بچہ پیدا ہوا سے مارڈالو اور جو بیٹی ہو اُسے جیتی رہنے دو۔ خدا تعالیٰ کو بنی اسرائیل کی مصیبت پر رحم آیا اُن میں عمران کے گھر میں ایک حسین لڑکا پیدا ہوا جسکی پرورش اور نگہداشت عبرت کا باعث ہے یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام سو اُنہوں نے طرح طرح کے فرعون کو معجزے دکھائے اور تمام بنی اسرائیل کو مع یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کے اُنکے جدی قدیم ملک کنعان میں لیگئے انکے پیچھے جو فرعون پکڑنے چلا تھا دریا سے قلزم میں مع لشکر ڈوب مرا اور بنی اسرائیل دریا میں سے خشک نکل گئے۔ مصر سے کنعان یعنی ملک شام تخمیناً چالیس ورز کا رستہ شمال کی جانب ہے مگر سزا میں بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانیاں کیں چالیس برس تک بھٹکتے پھرے پس اسی عرصہ میں من وسلویٰ نازل ہوا اور دھوپ سے ابر نے سایہ کیا وغیرہ وغیرہ واقعات پیش آئے یہانتک کہ حضرت موسےٰ اور ہارون اور جو لوگ مصر سے نکلے تھے سب اسی رستے میں مرگئے پھر موسیٰ کے خلیفہ یوشع بن نون نے ملک کنعان فتح کیا اور وہاں بنی اسرائیل کی سلطنت قائم ہوئی اس قصہ کا مجملاً بیان خدا تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے اور آئندہ اور قصوں کو ذکر کرتا ہے +

ترکیب

فرقنا فعل بافاعل بکم موضع نصب میں مفعول ثانی ہے اور البحر مفعول اول ہے اور ب بمعنی لام ہے فانجینا کم جملہ فعلیہ معطوف علیہ واغرقنا جملہ فعلیہ معطوف وانتم تنظرون حال ہے اغرقنا سے +

تفسیر

یہ ایک اور واقعہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے کہ جس میں اس نے بنی اسرائیل پر بڑی رحمت اور نعمت کی تھی کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے لیکر ملک شام کی طرف چلے تو بمجیرۂ قلزم کی طرف راہ پڑی انکے پیچھے فرعون بھی مورچ کی طرح لشکر لیکر گرفتار کرنے کو پہنچا بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ اب ہم کیا کریں سامنے سمندر کی ایک شاخ ہے کہ جسکو قلزم کہتے ہیں اور پیچھے فرعون کا لشکر چلا آتا ہے موسےٰ نے جناب باری میں التجا کی حکم ہوا کہ اپنے عصا کو دریا پر مار اُسکی وجہ سے یہ معجزہ ظہور میں آیا کہ سمندر پھٹ گیا اور جس طرح پہاڑ میں گھاٹیاں ہوتی ہیں اُسی طرح پانی کے رستہ ہونے سے خدا نے گھاٹیاں بنادیں جن میں سے بنی اسرائیل بخوبی مع اپنے جانوروں اور اسباب کے نکل گئے اور چونکہ پانی ایک لطیف جسم ہے اُسکی گھاٹیوں میں سے ایک طرف کا آدمی دوسری طرف کو نظر آتا تھا پس فرعون نے انکے پیچھے اسی رستہ سے عبور کرنا چاہا تو پھر سمندر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور فرعون اور اسکا سارا لشکر ڈوب مرا اور ادھر کنارہ پر بنی اسرائیل کھڑے ہوئے فرعونیوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھتے تھے خدا تعالیٰ اس نعمت کو یاد دلاتا ہے +

متعلقات

آل کی اہل ہے کسلئے کہ اسکی تصغیر اُہیل آتی ہے اسکے معنی گھر والے ہیں جنکو عرف میں کُنبہ کہتے ہیں یا خاندان ہاں اسقدر فرق ہے کہ لفظ آل کا اطلاق اُس خاندان پر آتا ہے کہ جنکو دینی یا دُنیاوی عزت اور شرف حاصل ہو۔ اور کبھی اس لفظ سے مطیع و متبع بھی مُراد ہوا کرتے ہیں اول تقدیر پر آلِ نبی حضرت کا کُنبہ بیٹی نواسے چچا اور پھوپھیں وغیرہم دوسری تقدیر پر تمام صحابہ مراد ہوتے ہیں اور کبھی یہ لفظ زائد آتا ہے آلِ فلاں میں وہ فُلاں ہی مراد ہوا کرتا ہے +

ہم بشیر ابتداء سے انتہا تک مختصر طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ بیان کرتے ہیں اور تورات اور قرآن کو مدِ نظر رکھتے ہیں تاکہ سر قصہ خوب سمجھ میں آجاوے +

تاریخ بنی اسرائیل

موسےٰ مصر میں عمران کے گھر میں (جو قہات کا بیٹا لاوی بن یعقوب علیہ السلام کا پوتا تھا) حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً پندرہ سو اکہتر برس پیشتر منوچہر شاہ ایران کے زمانہ میں پیدا ہوئے اُس زمانہ کے فرعون نے بنی اسرائیل پر سختیاں کر رکھیں بعبر بڑے سخت کام لیتا اور بیگار میں رکھتا تھا اور یہ عام حکم تھا کہ جو اُنکے خاندان میں بیٹا پیدا ہو اُسکو قتل کر ڈالو لڑکی کو جیتی رہنے دو کیونکہ اسکو بنی اسرائیل کی کثرت سے خوف تھا یہ اُنکو مٹانا چاہتا تھا یہ لوگ اپنی مُصیبت پر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر آہ و زاری کرتے اور درد سے روتے تھے مگر اُس مُوذی کو رحم نہ آتا تھا لیکن خدائے ارحم الراحمین کو رحم آیا اُس نے اسکے پنجے سے چھُڑانے کے لئے بنی اسرائیل میں حضرت مُوسیٰ کو پیدا کیا جب یہ پیدا ہوئے تو کئی مہینے تک انکی والدہ ماجدہ نے انکو چھپا کر رکھا جب بچھا کر راز فاش ہوتا ہے کوئی دم میں فرعونی جلاد آتے اور اس معصوم بچے کو ذبح کرتے ہیں تو بالہام الٰہی یہ تدبیر سوچی کہ اسکو کسی صندوق میں کہ جس میں باہر سے ڈالکر دریائے نیل میں چھوڑ دیجئے۔ جہاں اسکی تقدیر ہوگی چلا جاوے گا پس ایک صندوق میں چوطرف رال لگا کر اور خوب مضبوط کر کے اُس چاندی صورت کو چھپا دیا اور خدا کے نام پر دریا میں ڈال دیا۔ ڈال تو دیا مگر دل کا اللہ ہی مالک تھا زار زار روتی اور یہ کہتی تھی ؎ میروی میرود جانم تو خموش پرّوفاللہ خیرٌ حافظا + مگر اپنی بیٹی سے کہا کہ کنارے کنارے تو دیکھتی جا کہ صندوق کہاں جاتا ہے پس وہ صندوق کے ساتھ اس طرح جاتی تھی کہ کوئی نہ جانے کہ یہ اسی صندوق کے ساتھ ہے وہ صندوق فرعون کے محل کے پاس جب پہنچا آیا تو اُسکی بیوی آسیہ نے کہ بڑی خدا ترس اور پاکباز عورت تھی دیکھا کہ ایک صندوق بہا جا آتا ہے اُسکے ساتھ اُسکی بیٹی اور خواصیں بھی تھیں سب اس امر عجیب کے دریافت کی طالب ہوئیں حکم دیا کہ صندوق نکالا جاوے نکالکر کھولا گیا تو اُسمیں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک چاندی صورت کا بچہ لیٹا رہا ہے اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور انگوٹھے چوستا جاتا ہے اسکے دیکھتے ہی سب کا دل بھر آیا خدا کی قدرت دیکھئے وہ دشمن کے گھر میں کس طرح پرورش کرواتا ہے؟ فرعون کی بیٹی نے کہا اسکو بیٹا بنالو اور ابا جان کو بھی اسکی خبر کرو پس فرعون کی بیوی نے بچہ دیکھا اور اپنا مطلب ظاہر کیا پس مُوذی نے کہا غالباً یہ کسی کنعانی کا بچہ ہے ہمارے خوف سے دریا میں ڈال دیا ہے اسکو قتل کر ڈالو فرعون کی بیوی اُوپر گر پڑی اور کہا اسکو نہ مارو اسکو بیٹا بنالو شاید کہ یہ وقت

یہ کام اُسے پہر موسے کے لئے اتنا کافی تاش ہوتی دو ایک آنا میں آئیں مگر موسے نے کبھی کا دُودھ نہ پیا اُسکے رونے سے سب عجیز ہونے لگے تب موسیٰ کی بہن نے کہ جو فرعون کی بیوی اور بیٹی کے پاس آیا جایا کرتی تھی یہ کہا میں تم کو ایک ایسی دا بتاؤں کہ جو اُسکو نہایت درد مندی اور خیر خواہی سے دُودھ پلائے اور اپنے گھر میں لیجاکر پرورش کرے اُنہوں نے کہا ہاں الا دہر موسیٰ کی ماں کا حال سنے کہ وہ موسیٰ کی ہر ایک چیز کو دیکھکر زار زار روتی اور اُسکی صورت یاد کرکے دل میں ہوا اُٹھتا تھا قریب تھا کہ چیخیں مار مار کر رونے اور یہ رنج کھل جائے تا خدا نے اُسکے دل کو صبر دیا اور وعدہ کیا کہ ہم اُسکو پھر تیرے پاس پہنچاویںگے اتنے میں بیٹی واپس آئی کہ تو کہاں گئی تھی کہ تیرا بھائی کو فرعون کی بیوی نے بٹا لیا چلو تم کو وہ بلاتے ہیں یہ خوشی کے مارے کپڑوں میں سمائی نہ تھیں وہاں جاکر بیٹے کو دیکھکر دل بیتاب قابو سے نکل گیا پھر سینہ سے لگا لیا فرعون کی بیوی نے اُن کی خاطر داری بہت کی اور پرورش کرنے کو موسے کو دیدیا اِس ایک مدت دینے اور ان شاہی میں پرورش پاتے اور شہزادے کہلاتے رہے پس جب موسیٰ خوب جوان ہوگئے تو فرعون کی زیادتیوں اور اپنے قوم کی پریشانی دیکھکر نہایت غمگین رہتے تھے آخر ش ایک روز بازار میں ایک قبطی کسی بنی اسرائیل کو کار بیگار پر سخت مار رہا تھا اُس نے موسے کو سامنے سے آتے دیکھکر پکارا اور دُہائی دی موسے نے کہا ارے کیوں مارتا ہے اِس پر اُس نے زبان دراز کی تو موسیٰ نے اُسکو مکا مارا وہ تو فوراً قضا قائم گیا موسے اور اُس اسرائیلی نے اُسکو ریتے میں دبا دیا۔ اگلے روز حسب اتفاق جب موسیٰ بازار میں گئے تو اُس اسرائیلی کو پھر کسی قبطی سے لڑتے دیکھا اور اِس سے موسیٰ کو دیکھکر چلانا اور دُہائی دینا شروع کیا اِس پر موسے نے خفا ہوکر فرمایا کہ تو بڑا بیہودہ ہے اور اُسکے دشمن کو ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھایا یہ احمق اسرائیلی یہ سمجھکر موسے سے کہنے لگا کہ صاحب جس طرح کل ایک شخص کو قتل کر چکے ہیں آج اُسی طرح مجھکو بھی مارا چاہتے ہیں اے موسے تو بڑا سرکش اور مفسد ہوا چاہتا ہے اِس سے وہ راز فاش ہوگیا آخر فرعون کے دربار میں بھی خبر پہنچی کہ لیجئے وہ موسے کہ جسکو تم نے فرزند بنایا ہے آخر اپنی قوم کا حامی بنا اور ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ چند بعض وجوہات سے فرعون پہلے ہی سے موسے سے بدگمان تھا مگر اِس جوش میں آکر قتل کا حکم دیدیا کسی نے موسیٰ کو اس رائے سے مطلع کیا موسیٰ اول قتل سے ہی ہراساں تھے اب تو بہت ڈر گئے اور یہ سے مشرق کی طرف بھاگ چلے گئے بحر قازم کے پار مدین ایک شہر تھا وہاں پہنچے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ الٰہی میں تیرا بندہ فقیر ہوں کچھ بھیک عطا کر وہاں ایک کنواں تھا دیکھا کہ چرواہے چرس کھینچ کھینچکر اپنی بکریوں اور جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں آنکھیں نیچی کئے کھڑی ہیں موسیٰ نے پوچھا تم کیوں نہیں پلاتیں وہ بولیں ہمارے والد بوڑھے ہیں ہم سے چرس کھینچ نہیں سکتا جب یہ پلاکر چلے جاتے ہیں بچا ہوا پانی ہم بھی اپنی بکریوں کو پلا لیتے ہیں موسیٰ کو رحم آیا بفضل الٰہی شہزور جوان تھے جس ڈول کو کئی شخص مل کر کھینچتے تھے اکیلے نے کھینچکر اُنکی بکریوں کو پانی پلا دیا اور پھر نیچی نگاہ کرکے درخت کے سایہ میں بیٹھے ان لڑکیوں نے جاکر اپنے بوڑھے باپ حضرت شعیب علیہ السلام سے موسیٰ کا حال بیان کیا اُس نے

بنی ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ اُس مسافر کو بلا لاؤ وہ آئی اور نہایت شرم سے یہہ کہا کہ چلئے آپ کو ہمارے آباجان بُلاتے ہیں تاکہ آپ کو اِس پانی پلانے کا بدلہ دیویں پس موسیٰ وہاں پہنچے اور سب قصہ بیان کیا اُنہوں نے سُنکر فرمایا بیٹا کچھ خوف نکر تو ظالموں کے پنجے سے بچ گیا اُن میں سے ایک بولی کہ آباجان آپ اِنکو نوکر رکھ لیں کیونکہ آپ کو قوی اور امانت دار آدمی درکار ہے شعیبؑ نے (کہ جس کو یترو بھی کہتے ہیں) کہا بھئی مَیں یہی چاہتا ہوں کہ ان دونوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ نکاح کردوں بشرطیکہ تم ہمارے ہاں آٹھ برس تک رہو اور دس پُورے کردو تو تمہاری مہربانی ہے اور خدا چاہے تو مَیں تم کو کوئی تکلیف نہ دونگا تم مجھکو اچھا ہی پاؤ گے مُوسےٰ نے کہا بہتر مگر مَیں جنب اِن مدتوں میں سے کوئی پُوری کردوں تو پھر مجھپہ کوئی زیادتی نہو جو کچھ مَیں کہتا ہوں خدا اُسکا گواہ ہے پس دونوں کا اُن میں سے ایک کے ساتھ کہ جس کا نام صفورا تھا نکاح کردیا اور مدت مقررہ تک اُنہوں نے خُسر کی بکریاں چرائی ہے اِس عرصہ میں اُنکے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا کہ جس کا نام جیرسوم تھا پس موسےٰ کو وطن کا سامان لیا اپنی جورو اور بیٹے کو لیکر چلے سردی کا موسم تھا شب میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی مُوسےٰ نے کوہِ طُور کی طرف آگ کا شعلہ دیکھا مُوسےٰ نے بیوی سے کہا تم یہاں ٹھیرو مَیں جاکر آگ تمہارے سیکنے کے لئے لاتا ہوں جب وہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے مگر جلتا نہیں (سرِ خدا تعالیٰ کی تجلی تھی اور درحقیقت آگ نہ تھی) جب مُوسےٰ اُسکے پاس آئے تو اُس پاک جگہ درخت میں سے یہ آواز آئی کہ جو اس آگ کے پاس اور جو اسکے اندر ہے وہ مُبارک ہے اے مُوسےٰ مَیں صدر رب العالمین ہوں مَیں تیرا خدا ہوں تو جوتا اُتار دے کس لئے کہ یہ جگہ مقدس ہے (درخت نہیں بولا تھا اور نہ وہ آواز حروف وصوت کے ساتھ تھی دراصل وہاں تجلی ذاتی ہوکر اُس حالت میں موسےٰ خدا سے ہم کلام ہوئے) اے مُوسیٰ مَیں نے بنی اسرائیل کی آواز دردِل سُنی اور اُنکی آہ وزاری پر مجھکو رحم آیا تو اُنکے پاس جا اور فرعون سے کہہ انکو اُنکے ملک میں جانے دے مُوسےٰ نے کہا الٰہی میری کون سُنیگا فرعون مجھکو کب یقین کریگا خدا تعالےٰ نے فرمایا تیرے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ عرض کیا میرا عصا ہے جس سے مَیں بکریاں ہانکتا اور اور بہت سے کام لیتا ہوں فرمایا اسکو زمین پر ڈال دے مُوسےٰ نے ڈالدیا ڈالتے ہی سانپ بنکر بھن بھنانے لگا مُوسےٰ ڈر کر بھاگے خدا نے فرمایا مت ڈر تجھکو اِس سے کچھ خوف نہیں رسول میرے پاس خوف نہیں کیا تُو نے اسکو پہلے مُوسےٰ نے ہاتھ لگایا وہ وہیں عصا بنگیا پھر فرمایا اپنا ہاتھ کُرتے کے گریبان میں ڈالکر باہر لا وہ باہر لائے تو نہایت نیر اور روشن ہوکر چمکنے لگا پھر اسکو گریبان میں ڈال ڈالکر نکالا تو بحالِ اصلی حالت پر آگیا خدا نے فرمایا کہ مَیں نے تجھکو یہ دو معجزے دیئے تو فرعون اور بنی اسرائیل کو دکھا نیوالا وہ میری تصدیق کریں پھر مُوسےٰ نے عرض کیا الٰہی مجھ سے ایک فرعونی مارا گیا ہے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھکو اُسکے قصاص میں مار ڈالیں دوم میری زبان میں لکنت ہے مَیں اچھی طرح بات نہیں کرسکتا میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو مقرر کردو مجھ سے فصیح ہے خدا نے فرمایا تیرے بھائی کو تیرا قوت بازو بنائینگے اور ہم تمکو غلبہ دینگے تمہارے پاس کوئی

لہ یہ جگہ کہ جہاں حضرت موسےٰ آگ دیکھنے گئے تھے مکہ کے مغربی کنارہ میں واقع تھی کہ جو ملک عرب و مصر کے بیچ میں ہے جو خانہ کا صل ہے اُسکے مشرق کی جانب عرب پر الفارہ ملک مصر اور عرب میں

بنی حضرت شعیبؑ کو طوا کہتے تھے چنانچہ جب مصر سے بھاگتے بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو ادھر سے گزرے تھے ۱۲ منہ

آئے نہیں پاؤ گے جاؤ تم کو اور تمہارے تابعداروں کو میں غالب کرونگا
پس تم اس سے ڈرتے چلے جاؤ میں اُسکے بھائی ہارون جو اُنکی پیشوائی
کو کھڑے تھے ملے پھر بنی اسرائیل کو اُنسے لے یہ دونوں معجزے دکھائے۔
خدا تعالےٰ کا پیغام و نبوت الغیام سُنایا سب سنکر سجدہ میں گر پڑے
نہایت خوش ہوئے پھر حضرت موسیٰ اور ہارون بڑی کوشش کرکے
فرعون کے پاس گئے اور کہا ہم خدا تعالےٰ کی طرف سے پیغام لائے ہیں آپ
مانئے اور خداوند عالم سے ڈر کر راہ راست پر آئیے اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ
جانے دیجئے ان بیکسوں کو تکلیف نہ دیجئے فرعون نے کہا خداوند عالم کون
ہے؟ میں اُسکو نہیں جانتا موسےٰ نے کہا وہ ہے جس نے آسمان و زمین
ہر چیز کو پیدا کیا فرعون کو تعجب ہوا اور اپنے درباریوں سے کہا ذرا اپنے
رسول کی بات تو سنئے کیا حال بات کہتے ہیں اسپر موسےٰ نے فرمایا بلکہ
تمہارا بھی اور تمہارے سب باپ دادوں کا رب ہے یہ سنکر فرعون نے
کہا یہ دیوانہ ہے اسپر موسےٰ نے فرمایا بلکہ مشرق اور مغرب اور اُنکے درمیان
جو کچھ ہے سب کا رب ہے اسپر فرعون نے نہایت ناراض ہوکر کہا اگر تو نے
میرے سوائے کسی اور کو خدا کہا تو میں تجھکو حبس دوام کرونگا اور اپنے
درباریوں سے کہا دیکھو میرے سوائے اور بھی کوئی تمہارا خدا ہے؟ اے
ہامان پکی اینٹوں کا ایک بڑا سا مکان بنا میں اسپر چڑھکر موسےٰ کے
خدا کو دیکھونگا کہ وہ کہاں ہے اور میں تو اُسکو جھوٹا اور جادو کا مارا ہوا
جانتا ہوں پھر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوکر یہ کہنے لگا کہ تو وہی ہے کہ جو ہمارے
ملک میں ہماری روٹیاں کھا کر پلا ہوا ہے اور پھر یہ کام
کیا کہ تو یہاں سے بھاگا تھا اگر جسکو تو جانتا ہے تیس تجھ پر لے ذلیل ایمان لائیں
اور تیری قوم ہمیشہ سے ہماری غلامی کرتی ہے موسےٰ نے کہا یہ کیا
احسان جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے خیر اگر

میں آپ سے جھوٹ دکھاؤں تب بھی آپ تصدیق کرینگے اور میری
بات پر ایمان لائینگے اس نے کہا وہ کیا معجزہ ہے موسےٰ نے عصا کو
ڈال دیا وہ بڑا اژدہا فرعون کی طرف لپکا فرعون اور تمام ارکان دولت
پریشان ہوگئے موسےٰ نے اُسکو پکڑ لیا پھر وہ عصا ہوگیا
فرعون اور اُسکے مصاحب پھر بدستور بیٹھے تو موسےٰ نے ہاتھ کو
گریبان میں ڈالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا پھر ڈالا تو بدستور سفید
ہوگیا یہ دیکھکر فرعون اپنے اہلکاروں اور امیروں سے مخاطب ہوکر
کہا یہ بڑا جادوگر ہے اس سے چاہتا ہے کہ تم کو اس ملک سے باہر
کردے اب تمہاری کیا صلاح ہے؟ انہوں نے کہا آپ بھی اپنے ملک
کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع بھیجے اور ایک روز مقرر کرکے اسمیں
اسکے مقابلہ میں ایسا ہی کرشمہ دکھا دیجئے پس فرعون نے ہر شہر میں اپنے
بھیجا اور جادوگروں کو بلایا وہ سب اس روز کو جو مقرر ہوا تھا جمع ہوئے
اور حضرت موسیٰ اور ہارون بھی مقابلہ میں آئے اور ایک خلق خدا
کی جمع ہوئی جادوگروں نے فرعون سے عرض کیا اگر ہم غالب
تو آپ ہمکو کیا انعام دینگے اس نے کہا تم کو اپنا مقرب بناؤنگا تب جادوگروں
نے موسےٰ سے کہا آپ پہلے کچھ کرشمہ دکھائینگے یا ہم دکھائیں موسےٰ
نے فرمایا پہلے تمہیں جو کچھ ہو کر لو پس جادوگروں نے اپنی رسیاں
اور لاٹھیاں اور جو کچھ طلسم کیا تھا فرعون کا نام لیکر زمین پر ڈالدیا
ڈھنڈیندی اور نظر بندی سے جیسا کہ بھان متی رسی اور چمڑے کا
سانپ بنا دیتے اور درخت لگا کر دکھلا دیتے ہیں اسی طرح انہوں نے
دکھایا حتےٰ کہ رسیوں اور سب حاضرین جلسہ کو وہ سانپ سے چلتے ہوئے
دکھائی دیے حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں ہراساں ہوکر خدا تعالےٰ
موسیٰ کو وحی کی کہ کیا دیکھتا ہے تو بھی اپنے عصا کو ڈال دے وہ ڈالتے

ہی اژدہا بنگیا اور اُنکے ساپنوں کو نگلنے لگا تمام تماشائی درِ فرعون
ڈر کے مارے تر بھر ہوگئے اور ایک غُل مچگیا ہ موسیٰ نے اُسکو پکڑ لیا اور
پھر عصا ہوگیا جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ یہ کام جادو کی طاقت سے
بڑھکر ہے وہ خدا سے دل میں ڈر گئے اور سجدہ میں گر پڑے اور کہنے
لگے ہم رب العالمین پر کہ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ایمان لائے۔
فرعون کو اس معاملہ سے بڑی خجالت ہوئی غصہ میں آکر جادوگروں سے
کہا تم میری اجازت سے پیشتر کیوں ایمان لائے؟ مینیک یہ (موسیٰ)
جادو میں تمہارا اُستاد ہے تم نے باہم اتفاق کرکے یہ مکر بنایا ہے
تاکہ یہاں کے باشندوں کو باہر نکالدو اب دیکھو میں تمہارے ساتھ
کیا کرتا ہوں تمہارے ہاتھ اور پاؤں جانب خلاف سے کاٹ کر تم کو
سُولی پر اور درختوں پر لٹکاتا ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو کہ ہم میں سے کون
زیادہ اور دائمی عذاب کر سکتا ہے وہ بولے کچھ پروا نہیں آخر ہم کو اُسکے
پاس جانا ہے ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اسوجہ سے کہ سب سے پہلے ہم ایمان
لائے گناہ معاف کردیگا اور ہم تجھکو اُس سے کہ جس نے تجھکو پیدا کیا اور جسنے
ہمکو اپنی فشانیاں دکھائیں عزیز نہیں جانتے ہیں۔ فرعون نے اُن
ایمانداروں کو بڑی تکلیف سے قتل کیا مگر وہ اس ثابت قدمی سے اپنے
ایمان پر قائم رہے اور یہ عاکرتے تھے الٰہی ہم کو صبر دے اور ایمان سے
ہمارا خاتمہ کیجو۔ اسکے بعد فرعون نے غصہ میں آکر اور بھی بنی اسرائیل
کو تکلیفیں دینی شروع کیں پہلے تو اینٹوں کے لئے خُس بھی ملتا
تھا اب یہ بھی موقوف کیا اور کہا جاؤ تم خود کہیں سے خُس تلاش کرکے
لاؤ اور اُسیقدر اینٹیں بناکر دو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا اے
موسیٰ ہمکو تو تیرے آنے سے پیشتر ہی بہت کچھ ایذائیں دی جاتی تھیں
اب تو اور بھی مصیبت میں پڑگئے موسیٰ نے فرمایا صبر کرو ملک بہت کا

وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور انجام کار
خدا ترس فلاح پاتے ہیں عنقریب تمہارا رب تمکو وہ زمین عطا کریگا
کہ جسمیں برکت ہے اور طرح طرح کے میوے ہیں موسیٰ نے پھر فرعون سے
کہا کہ دیکھ بنی اسرائیل کو جانے دے اور انکو تکلیف نہ دے ورنہ خدا
تعالیٰ مصر کے پانی کو خون کردیگا تو اور تیری رعیت بڑی تکلیف پاویگی
اس نے نہ مانا اور موسیٰ نے ہارون سے فرمایا کہ دریا نیل پر اور ہر ایک
نہر اور تالاب پر عصا مارا انہوں نے مارا تو وہ سب پانی خون ہوگیا
اور دریا کی مچھلیاں مرگئیں اور سات روز تک بنی تکلیف رہی مگر
اُس سنگدل پر اثر نہوا اسکے بعد پھر بحکم خدا موسےٰ نے فرعون کو
پیغام بھیجا کہ دیکھ اب بھی بنی اسرائیل کو چھوڑ دے خدا پر ایمان لا
ورنہ خدا مینڈکوں کی مصیبت تم پر بھیجیگا اُس نے اسکو بھی نہ مانا
تو موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ اپنا عصا دریا اور نہروں اور تالابوں پر
مار انہوں نے مارا تو بیشمار مینڈک چڑھ آئے اور مصر کی زمین چہار دانگ
کھانے پانی بستر ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک دکھائی دیتے تھے فرعون
نے تنگ ہوکر موسیٰ اور ہارون کو بلا کر منت کی کہ خدا تعالیٰ سے دعا
کیجئے کہ اس بلا کو دفع کرے اگر ایسا ہوا تو میں بنی اسرائیل کو جانے دونگا
اور خدا پر ایمان لاؤنگا پس موسےٰ نے دعا کی وہ سب مرگئے اور لکھے
ڈھیر لگائے گئے اور زمین سڑگئی جب فرعون کو مہلت ملی تو پھر
برگشتہ ہوگیا تب موسیٰ نے بحکم خدا ہارون سے فرمایا کہ اپنا عصا زمین
پر مار انہوں نے مارا تمام جگہ جوئیں ہی جوئیں ہوگئیں سب لوگ عاجز
آگئے مگر اُس سنگدل نے پھر بھی نہ مانا پھر خدا نے موسیٰ کو وحی کی کہ
کل صبح فرعون دریا پر آئیگا تو رستہ میں اُس سے ملکر یہ کہہ کہ خدا فرماتا
ہے میرے بندوں کو چھوڑ دے ورنہ میں تیرے تمام ملک پر مچھروں کو

مستطاب کریگا اور سوائے زمین جشن کے کہ جہاں بنی اسرائیل رہتے ہیں سب تکالیف پائینگے اس نے نہ مانا اور خدا نے یوں ہی کیا جس سے فرعون اور اُسکے گھر والے اور تمام اہل مصر پیچ اُٹھے تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلاکر کہا کہ جاؤ باہر جاکر کیا کروگے جس لئے تم باہر جانا چاہتے ہو یعنی قربانی سو وہ اپنے خدا کے لئے یہیں کرو موسیٰ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل مصر گائے بیل کو پوجتے ہیں اگر ہم اسی جگہ سخی اپنے خدا کے لئے قربانی کریں تو وہ ہمکو پتھراؤ کرڈالیں پس ہم تین دن کی راہ بیابان میں جاکر جس طرح خدا فرمائیگا قربانی کرینگے تب فرعون نے کہا اچھا یوں ہی مگر بہت دور نہ جانا اور میرے لئے اپنے خدا سے دعا کرو وہ اس بلا کو ٹالے موسیٰ نے دعا کی وہ سب دفع ہوگئے فرعون مہلت پاکر پھر پھر گیا۔ خدا نے بحکم الٰہی پھر فرعون سے درخواست کی اور کہا اگر تو نہ مانیگا تو خدا تیرے مویشی میں موت بھیجیگا چنانچہ اس نے نہ مانا تو خدا نے ایسی مری بھیجی کہ مصریوں کے تمام جانور مرگئے گھوڑا گدھا بیل اونٹ کچھ نہ بچا مگر بنی اسرائیل کا ایک جانور بھی نہ مرا پھر بھی فرعون نے نہ مانا پھر خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ بھٹی سے راکھ لیکر آسمان کی طرف اڑا دو انہوں نے اڑا دی جس سے تمام مصر میں تمام آدمیوں اور جانوروں کے بدن پر چھوٹے پھنسیاں اس کثرت سے پیدا ہوئے کہ الامان مگر پھر بھی فرعون نے نہ مانا پھر خدا نے موسے کو فرمایا کہ فرعون سے جاکر کہہ وہ تجھے رستہ میں ملیگا کہ بنی اسرائیل کا خدا تجھکو فرماتا ہے تو اسرائیل اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دے ورنہ میں سخت وبا بھیجونگا تو ابتک اپنے تکبر سے باز نہیں آتا دیکھ کل میں بڑے بڑے اولے برساؤنگا کہ آجتک ابتدا مصر سے کبھی نہیں برسے اے موسیٰ تو اپنے لوگوں کو خبر کردے کہ میدان میں جو کچھ انکا مال اور جانور ہیں تحکو گھر میں لے آویں پس وہ لوگ اور فرعون کے نوکروں جو خدا سے ڈرتے تھے وہ بھی لائے پس موسے نے بحکم الٰہی اپنا عصا آسمان کی طرف اٹھایا تو ابر نمودار ہوا اور سخت ژالہ کڑک اور بجلی نمودار ہوئی اور ایسے بڑے بڑے اولے برسے کہ جس سے چرند پرند انسان حیوان درخت کھیتی سب کا ستیاناس ہوگیا مگر جشن میں اولے نہ برسے تب فرعون نے موسے اور ہارون کو بلاکر کہا بیشک میں نے گناہ کیا ہے تم دعا کرو کہ یہ اس طرح نہ گرجے نہ اولے برسیں تب میں تمہیں رخصت دونگا پس موسیٰ نے دعا کی وہ بلا دفع ہوگئی مگر فرعون سرکش پھر خدا نے موسے سے کہا کہ فرعون کو کہہ دیکھ اب بھی باز آ ورنہ میرے سخت عذاب آگے عاجزی کر ورنہ میں تمام مملکت میں ٹڈی بھیجونگا کہ جو کچھ اولوں سے باقی رہگیا سب کو چاٹ جائینگے جب وہ یہ کہکر وہاں سے چلے تو قال رجل مؤمن من آل فرعون فرعون کی قوم اور نوکروں میں سے لوگ فرعون کو سمجھایا کہ جانے دیجئے دیکھئے مصر اجڑ گیا بالخصوص ایک دیندار جو اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا یہ کہا کہ تم ایسے شخص کو کہ جسکے بہت سے بچے ہیں کیونکر ہواس گناہ پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ خدا کو اپنا رب کہتا ہے۔ سما جو اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکا وبال اُسپر پڑیگا ورنہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ بلا تم پر نازل ہوگی اور آج تمکو خدا نے ملک اور زور دے رکھا ہے تم پر کوئی عذاب الٰہی نازل ہوا تو مجھکو کوئی اُسکا رفع کرنیوالا نہیں دکھائی دیتا فرعون نے کہا جو کچھ میری رائے میں آتا ہے وہی صواب ہے اور میں تمکو بھلائی کا رستہ بتلاتا ہوں اُس بندے نے کہا مجھکو تو اس قوم کی بربادی دکھلائی دی رہی ہے جس طرح کہ عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہم تباہ ہوگئے تم بھی برباد ہوگے اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا مجھکو ایک شدنی بربادی کا خوف ہے جس سے مزکہ تم پس پا ہو

پھر کوئی خدا کے ہاتھ سے بچانیوالا نہیں اور تمہاری سمجھ میں میری نصیحت نہیں آتی کسلئے کہ جنکو خدا برباد کرنا چاہتا ہے تو پھر انکو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اسی طرح فرعون کی بیوی بھی دیندار فرعون کی حرکات سے نالاں تھی آخر اس نے یہ دعا کی کہ الٰہی مجھکو فرعون اور اسکی شقاوت سے نجات دے اور اپنے پاس بلاکر جنت میں رکھ چنانچہ خدا نے اسکی دعا قبول کی۔ القصہ فرعون نے کہا اچھا مرد چلے جائیں اور جاکر قربانیاں کریں اور سب کچھ یہیں رہے حضرت موسےٰ نے کہا یوں نہیں بلکہ سب کچھ لیکر جاوینگے اسپر فرعون خفا ہوا اور دھکے دیکر موسےٰ اور ہارون کو دربار سے نکلوا دیا تب موسےٰ نے بحکم خدا اپنا عصا اٹھایا تو خدا نے تمام دن اور تمام رات پُروا آندھی چلائی اگلے روز صبح ہوتے ہی ہیضہ ٹڈیاں آئیں اور تمام روئے زمین کو ڈھانک لیا اور تمام ملک مصر میں کسی درخت پر اور میدان کی گھاس میں سبزی نہ چھوڑی تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو جلد بلایا اور کہا میں تمہارے خدا کا اور تمہارا گناہگار ہوں سو میں منت کرتا ہوں کہ اس مرتبہ میرا گناہ بخشو اور اپنے خدا سے دعا کرو کہ اس بلا سے نجات دے تب موسیٰ نے دعا کی اور تمام ملک میں ایک آندھی زبردست لیکن فرعون پھر سرکش ہوگیا پھر خدا نے موسیٰ سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف لمبا کر تاکہ ملک مصر میں تاریکی ہو ایسی تاریکی کہ ایک کو دوسرا نظر نہ آوے چنانچہ موسےٰ نے ایسا کیا اور تین روز تک روئے زمین پر سخت اندھیرا رہا تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلاکر کہا کہ تم اور تمہارے بچے جاویں اور گلے اور گائے بھینس سب یہیں رہیں موسےٰ نے کہا یہ منظور نہیں بلکہ ایک جانور بھی یہاں چھوڑا جائیگا اس پر فرعون بہت خفا ہوا اور کہا میرے سامنے سے چلا جا پھر کبھی مجھے منہ نہ دکھانا ورنہ مارا جائیگا موسےٰ نے کہا بہتر اب میں تیرا منہ نہ دیکھوں گا +

پھر خدا تعالیٰ سے موسےٰ نے عرض کیا الراالعلمین آپنے تو فرعون اور اسکی قوم کو وہ مال اور زینت دنیا میں دے رکھی ہے جس سے وہ اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے الٰہی انکے مال کو تباہ کردے اور انکے دلوں پر سخت صدمہ پہنچا یہ بغیر اسباب کے کہ کوئی عذاب الیم دیکھیں ہرگز ایمان نہ لاوینگے خدا نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی گئی اسنے بہت سے معجزات دیکھے اور ایمان نہ لایا دیکھ میں اب پنجرا ایک ایسی بلا نازل کرتا ہوں کہ جس سے کلیجہ تھام کر رہجائیں اور اسکے بعد خود بخود تمہیں یہاں سے نکالیں گے تم اس مہینے کی دسویں تاریخ اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ یعنی فی گھر ایک بچرا بے عیب لیکر جو دسویں تک رکھ چھوڑنا اور شام کو اسکو ذبح کرکے خدا کے نام سے خون نکھا لینا یہ تمہاری عبادت اور عید فصح ہے اور اس بچرے کے خون سے دروازوں پر نشان کردیجیو اور اس سے پنتیہ ہر ایک شخص اور ہر ایک عورت اپنے ہمسایہ سے چاندی اور سونے کے برتن اور زیور عاریتاً لیوے اور میں مصریوں کی آنکھوں میں تمہیں عزیز کردونگا وہ تمہیں یونہی پھر اس رات کو خدا تعالیٰ کا فرشتہ مصر میں گزریگا جس کا گھر قبلہ نہوگا یعنی عید فصح کا نشان خون نہوگا اُس گھر میں ہر ایک انسان اور حیوان کا پہلوٹھا مرجائیگا چنانچہ سب بنی اسرائیل نے ایسا کیا اور آدھی رات کو خدا کا فرشتہ ملک الموت مصر میں آیا جس سے امیر سے لیکر فقیر اور انسان سے لیکر حیوان تک سب کا پہلا بچہ مرگیا اور مصر میں گھر گھر ایک سخت ماتم برپا ہوگیا کہ نہ ایسا کبھی ہوا تھا نہوگا تب فرعون نے موسےٰ اور ہارون کو رات ہی کو بلایا اور

کہا کہ اُٹھو اور میرے لوگوں میں سے نکل جاؤ اور تمام بنی اسرائیل جمائیں اور اپنے گلے اور مواشی بھی بجائیں اور اپنے خدا کی قربانیاں کریں اور میرے لئے بھی برکت چاہیں اور مصری یہ سمجھ کر کہ اگر یہ بھاگنے نہ جاوینگے تو ہم سب مر جاوینگے اِن لوگوں کے نکالنے میں بڑی سختی کرتے تھے اِسلئے اِن لوگوں نے آٹا خمیر ہوا بیشتر اِس سے کہ وہ خمیر ہوا آٹے کے لگنوں سمیت کپڑوں میں باندھکر اپنے کاندھوں پر اُٹھا لیا

فصل ۲

اور یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کو بھی ساتھ لیا کیونکہ اُنہوں نے تاکید کر دی تھی کہ میری ہڈیوں کو بھی ساتھ لیجانا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کی اسّی اور اُنکے بھائی ہارون کی تراسی برس کی عمر ہے پس بنی اسرائیل نے رعمسیس[1] سے سکات تک اول منزل کی اور سیدھا راستہ فلسطین کا کہ جو مشرق و شمال کی طرف سے تھا چھوڑ دیا اور قلزم کی طرف مشرق کے رخ بیابانوں میں پڑ گئے بنی اسرائیل مرد و زن کئی لاکھ آدمی تھے پھر سکات سے روانہ ہوئے اور ایتام میں آ پڑے اور وہاں سے کوچ کر کے فی الحیرات میں اہل سفون کے مقابل کہ جو بحر قلزم پر واقع تھا مقام کیا اِس میں شاہ مصر کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ بھاگ گئے تب اُس نے اپنی گاڑیاں جو چھ سو تھیں اور مصر کی عمدہ گاڑیاں لیں اور اُنپر سرداروں کو بٹھایا اور لشکر پیادہ و سوار مہیا کر کے اُنکے پیچھے دوڑا اور بنی اسرائیل کو خیمے کھڑے کرتے ہوئے جا ہی لیا جب بنی اسرائیل نے دیکھا تو بڑے ہراساں ہوئے اور موسیٰ سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ تو ہمکو بیابان میں مرنے کے لئے لایا موسیٰ نے کہا خوف نکرو خدا تمہارے ساتھ ہے تب خداوند نے کہا اے موسیٰ تو کیوں میرے آگے نالہ کرتا ہے؟ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے چلیں (۱۶) تو اپنا عصا اُٹھا اور دریا پر مار اور اُسکو دو حصہ کر۔ بنی اسرائیل دریا کے بیچوبیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گزر جاوینگے اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرائیل میں خدا نے ایک بدلی بھیجی کہ جس سے اندھیری ہو گئی ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا اور موسیٰ نے جو کچھ خدا نے فرمایا تھا کیا اور دریا سے قلزم کے دو حصہ ہو گئے اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ سے سوکھی زمین پر ہو کے گزر گئے اور پانی کی اُنکی داہنیں بائیں بڑی دیوار تھی اور فرعون اور اُسکا تمام لشکر پیادہ اور سوار پیچھا کئے ہوئے دریا کے بیچوبیچ تک آئے اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ پھر دریا پر اپنا عصا مار اُنہوں نے مارا تو دریا پھر اپنی حالت اصلی پر آ گیا اور پانی نے سب کو چھپا لیا اور سب ڈوب مرے (ڈوبتے میں فرعون نے کہا میں خدائی بنی اسرائیل پر ایمان لایا فرشتہ نے کہا اب ایمان لاتا ہے) فرعون اور اُسکے لشکر کی لاش بحر قلزم کے کنارہ پر بنی اسرائیل نے دیکھی واضح ہو کہ ملک مصر اور عرب کے بیچ میں سمندر کی ایک شاخ ہے جسکو بحیرہ قلزم کہتے ہیں اُسکے مشرق کی طرف جو ملک ہے اُسکو عرب کہتے ہیں اور جو مغرب کیطرف ہے اُسکو مصر کہتے ہیں۔ یہ شاخ شمال کی طرف دُور تک چلی گئی ہے جدہ اور مکہ اور ینبوع وغیرہ بندر اسی کے مشرقی کنارے ہیں آخر جا کر پھر اسکی دو شاخیں ہو گئی ہیں ایک مغرب کی طرف جھک گئی ہے اور وہ لمبی ہے اور اُسکے آخر پر سویز اور سکندریہ وغیرہ شہر آباد ہیں دوسری شاخ مشرق کی طرف مائل ہے وہ چھوٹی ہے بڑی شاخ کو چھوڑ کر شمال کی طرف جو ایک اور سمندر ہے جسکو بحیرۂ روم کہتے ہیں ملا دیا گیا ہے اُسکو

[1] یہ قدیم شہر تھا کہ جہاں بنی اسرائیل اور فرعون رہتے تھے آجکل یہ برباد ہے کچھ نشان باقی ہیں ۱۲ منہ

نہر سوزہ بولتے ہیں۔ بنی اسرائیل اگر شمال کی طرف سیدھے جاکر پھر گوشہ مشرق و شمال کی طرف ہو لیتے تو فلزم رستہ میں نہ ملتا اور مہینے دو مہینے میں ملک کنعان میں پہنچ جاتے مگر خدا کو تو کوہ طور پر اپنا جلوہ دکھانا اور تورات دینا منظور تھا اسلئے بنی اسرائیل کو اس طرف رُخ کیا القصہ بنی اسرائیل فلزم کو عبور کرکے اس بیابان میں پڑ گئے کہ جو مثلث کے طور پر آپ کو نقشہ میں دکھائی دیتا ہے اس میں حوریب اور طور سینا پہاڑ ہیں اور یہ جنگل لق و دق بیابان مہانپس قایم سے کوچ کرکے تین دن تک سور کے بیابان میں چلے اور پانی نہ ملا اور جب وہ مارہ میں آئے تو وہاں کا پانی تلخ تھا اسکو پی نہ سکے سب نے مضطر ہوگئے تب خدا تعالیٰ نے موسےٰ کو ایک درخت بتلایا کہ اسکو پانی میں ڈالدے یہ شیریں ہوجائیگا چنانچہ وہ کیا اور ایک قوم کو بت پرستی کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے دیکھا نہ موسیٰ سے کہا ہمیں بھی ایسے معبود ہمارے لئے بھی بنا موسےٰ نے خفا ہوکر فرمایا تم بڑے نادان ہو پھر وہاں سے کوچ کرکے ایلیم میں آئے جہاں پانی کے بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے پھر وہاں سے روانہ ہوکر خروج سے دوسرے مہینے کی پندرہویں تاریخ کو سین کے بیابان میں نکلے اور بنی اسرائیل بھوک کے مارے چلائے کہ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ ہم مصر ہی میں مارے جاتے جہاں گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھے تھے اور من بھر کے روٹیاں کھاتے تھے تب خدا تعالےٰ نے فرمایا میں تمہیں کہ جنکو سلوی کہتے ہیں وہ اُنکے خیموں کے پاس شام کو اور صبح کو اوس پڑی جس سے گول گول سفید برف کی مانند چھوٹے دانے سے بڑے ہوتے نظر آئے جو کھانے میں نہایت شیریں تھے جنکو من کہتے ہیں پس خدا نے فرمایا یہ تمہارے لئے روٹیاں ہیں اور وہ گوشت ہر شخص اپنے لئے ہر روز کی خوراک جمع کرے اور جمعہ دو دن کی کیونکہ ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہیں کوئی جمع کرے اس دن کی تعظیم واجب جانے مگر بنی اسرائیل نے نہ مانا۔ جسپر خدا نے اس ہوا یہ من و سلوی بنی اسرائیل چالیس برس تک جبتک کہ ملک کنعان میں نہ بسے کھاتے رہے اور خدا نے موسےٰ کو حکم دیا کہ ایک مرتبان میں کچھ من بھر کر ایک صندوق میں رکھ چھوڑے تاکہ پچھلی نسلوں کے لئے یادگار رہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہاں سے کوچ کرکے رفیدیم میں ڈیرا کیا وہاں لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا۔ سو لوگ موسےٰ سے جھگڑنے لگے کہ تو نے ہمیں یہاں لاکر کیوں خراب کیا؟ تب موسےٰ نے خدا سے فریاد کی خدا تعالےٰ نے حکم دیا کہ حوریب پہاڑ کی ایک چٹان پر اپنا عصا مار چنانچہ سب لوگوں کے دیکھتے موسےٰ نے عصا مارا تو بارہ چشمے جاری ہوگئے اس جگہ سے بنی اسرائیل اس سے بڑھ نکلے اسی جگہ قوم عمالیق بنی اسرائیل پر حملہ آئی موسےٰ نے بحکم خدا یوشع کو حکم دیا کہ تو بنی اسرائیل کے مردان جنگی کو لیکر مقابلہ میں جا اور خود ہارون اور حور کو لیکر دعا کرنے کو پہاڑ پر چڑھے پس جبتک ہاتھ اٹھائے رہتے تھے تو بنی اسرائیل فتح پاتے تھے اور جب لٹکا لیتے تھے تو عمالیق غالب ہوجاتے تھے یہانتک کہ موسےٰ کے ہاتھ بھاری ہوگئے آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور موسےٰ نے وہاں ایک قربانگاہ بنائی موسےٰ کے نسب سے پڑھ کر جنکا شعیب اور عوائل بھی کہتے تھے خبر

لہ عمالیق الفرکا بیٹا اور عیس کا پوتا اور حضرت اسحاق کا پڑپوتا ہے اور حضرت اسرائیل کے بھتیجے ہیں۔ عمالیق اور یعقوب اولاد ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان اور اُسکے اطراف میں بڑے شہزور تھے عمالیق کی نسل بھی بڑی جنگجو تھی جنکو عمالقہ کہتے ہیں ۱۲ منہ تمہ اللہ تعالےٰ +

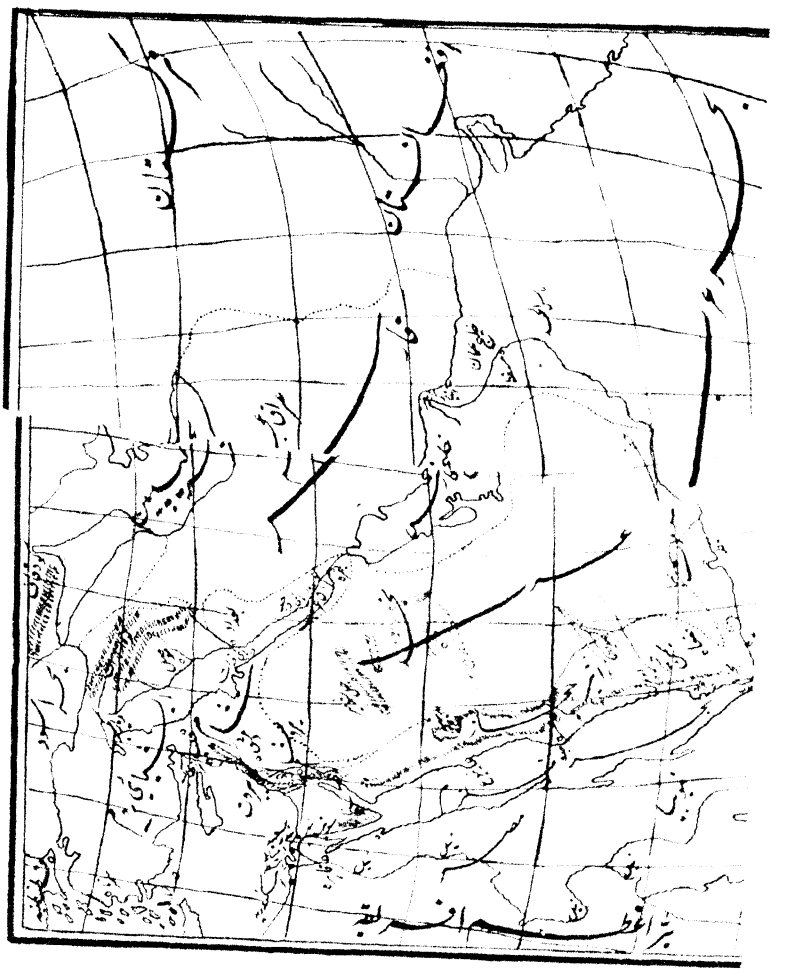
ملی تو وہ موسیٰ کی بیوی صفورا اور دونوں بیٹوں جیرسوم اور
الیعذر کو ساتھ لیکر یوشع کے پاس آئے موسےٰ استقبال کو گئے
انہوں نے موسیٰ کو صلاح دی کہ تم جو دن بھر آپ بنی اسرائیل کی
عدالت کرتے ہو تھک جاؤ گے اسلئے اپنے نائب مقرر نہیں کرتے موسےٰ
نے ویسا ہی کیا نائب مقرر کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے پھر خروج سے تیسرے
مہینے میں بنی اسرائیل سینا کے بیابان میں آئے جہاں کہ وہ طور ہے
کہ جسکو کوہ سینا اور جبل سینین بھی کہتے ہیں اور پہاڑ کے آگے نیمکیمرا
کیا اور موسےٰ کو وہ طور پر بلانے گئے وہاں خدا نے اُنسے کلام کیا کہ
تو بنی اسرائیل سے کہیو کہ تم نے دیکھا میں تمکو کس طرح ظالم کے پنجہ
سے نکال لایا اور میں نے مصریوں کے ساتھ کیا کیا اگر تم میرے حکم پر
کاربند رہوگے اور میرے عہد پر ثابت رہوگے تو میں تمہیں بہت دونگا
تب موسےٰ نے آکر لوگوں سے کہا انہوں نے کہا کہ ایسا ہی
ہم خدا کو نہ دیکھینگے کبھی اسبات پر ایمان نہ لاوینگے تب خدا نے موسےٰ
سے کہا کہ بنی اسرائیل کو کہدے کہ دو روز میں نہا دھوئیں، موسیٰ کپڑے
وصاف بنیں وتیسرے روز میں کوہ سینا پر تجلی کرونگا مگر کوئی شخص
پہاڑ پر نہ چڑھے اسکی سرحد کو نہ چھوڑے ورنہ ہلاک ہوجائیگا تیسرے
روز پہاڑ پر کالی گھٹا اُمڈی اور اس زور وشور سے کڑک ہوئی اور
بجلی آئی کہ سیکڑوں دم فنا ہوگئے اور جلال الٰہی شعلہ کی صورت
میں نمودار ہوا لوگوں نے ڈر کر عاجزی کی کہ تو جو کچھ خدا کے احکام
لاویگا ہم مانینگے خدا نے ان مُردوں یا بیہوشوں کو زندہ یا ہوشیار
کردیا اپنا فضل کیا پھر موسےٰ پہاڑ پر گئے خدا نے فرمایا دیکھ میں
تجھکو یہ دس حکم دیتا ہوں (۱) کسی جاندار کی صورت نہ بنانا نہ اُسکو
سجدہ کرنا (۲) خدا کے نام کی تعظیم کرو بیفائدہ نام نہ لو (۳) سبت کے
دن کی تعظیم کرنا چھ روز کام کرنا مگر ساتویں روز کوئی کام نہ کرے
(۴) ماں باپ کی تعظیم کرو (۵) خون نکرنا (۶) زنا کرنا (۷) چوری نکرنا (۸) اپنے
پڑوسی پر جھوٹی گواہی نہ دینا (۹) اپنے ہمسایہ کے گھر کا لالچ نہ کرنا
(۱۰) اپنے ہمسایہ کی جورو اور اُسکی لونڈی اور اُسکے مواشی اور دیگر
چیز کا لالچ نکرنا اسکے علاوہ اور بہت سے احکام عبادت وسیاست
خدا نے موسےٰ کو دیکر بھیجا پھر موسےٰ کو حکم ہوا کہ پہاڑ پر ستر آدمی لیکر آؤ
چنانچہ موسےٰ ہارون اور ندب اور ابیہو وغیرہ ستر بزرگ اسرائیل کو
خدا تعالیٰ کے ملانے کو پہاڑ پر گئے اور اُنہوں نے وہاں تجلی الٰہی کا
ملاحظہ کیا جس سے اُنکا دل یقین اور ایمان سے منور زیادہ ہوگیا اور
بنی اسرائیل سے آکر اُنہوں نے بیان کیا اور خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو
فرمایا کہ پہاڑ پر مجھ پاس آؤ تیس رات یہاں آکر گزارو ہم تجھکو توراۃ
عنایت کرینگے پس موسیٰ وہاں گئے اور ہارون کو کہہ گئے کہ میرے بعد
میری طرف سے نیابتاً سب کام کیجیو وہاں جاکر موسےٰ کو چالیس
رات رہنے کا اتفاق ہوا اس چالیس روز میں جب تمام ظلمات
ہیولانی دور ہوگئیں تو موسےٰ نے خدا سے دیدار کا سوال کیا خدا نے
فرمایا مجھے تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا دیکھ میں اس پہاڑ پر اپنی تجلی کرتا
ہوں اگر وہ قائم رہا تو تو دیکھیگا پس جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو
اُسکے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور موسیٰ بیہوش ہوکر گر پڑے پس جب
ہوش آیا تو کہا الٰہی تو پاک ہے اور سب سے پہلے میں تجھپر ایمان
لانیوالوں میں سے ہوں پھر موسےٰ کو خدا کی طرف سے لوحیں
ملیں کہ جن میں احکام الٰہی تھے یا خاص احکام عشرہ یا اور بھی
اور اسکے ساتھ جانوروں کی حلت وحرمت اور قربانی کے دستور
اور ہارون کے لئے امامت اور لباس کے قیود اور سونے کے چھوٹے

وغیرہ لوازمات کا تیار کرنا اور دیگر احکام عطا ہوئے اور یہ مجموعہ ایک کتاب الٰہی تھی کہ جسکو **تورات** کہتے ہیں اور اصل یہی تورات تھی اور اب جو کچھ ہے وہ کسی مؤرخ کی تاریخ معلوم ہوتی ہے جس میں بعض باتیں غلطی سے خلاف عقل و نقل مندرج ہیں یہ نہیں معلوم کہ تورات کا ہے پر لکھی ہوئی تھی کچھ تعجب نہیں کہ کپڑے یا کسی اور چیز کا غذ وغیرہ نرم چیز پر تھی کہ جسکو تہ کرکے صندوق شہادت میں رکھدیا تھا واللہ اعلم عند اللہ ادھر تو پہاڑ پر موسیٰ کو یہ کچھ ملا ادھر ایک شخص نے کہ جس کا نام **سامری** تھا لوگوں سے سونے کا زیور مانگ کر ایک بچھڑا ڈھالا اور چونکہ مصر کے لوگ بیل اور بیل وغیرہ جانوروں کی پرستش کرتے تھے اور اُسکو اپنی زبان میں **اِلٰہ** کہتے تھے اس خیال سے بنی اسرائیل بھی اس بچھڑے کو پوجنے لگے جب موسیٰ پہاڑ سے اُترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں گانے بجانے کا کہ جو بچھڑے کے آگے گا رہا تھا غل و شور تھا یہ دیکھکر غصہ میں آگ ہوگئے اور لوحیں ڈالدیں اور ہارون کی ڈاڑھی پکڑلی اور کہا تم نے یہ کیا خرابی کی انکو کیوں منع نہ کیا میرا انتظار نہ کیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ یہ ساری بدعت سامری بدبخت کی ہے اور میں جو کچھ بولتا تو لوگ مجھے مار ڈالتے جب غصہ فرو ہوا تو اُن لوحوں کو لیا اور بچھڑے کو ریتوا کر دریا میں پھینکوا دیا اور خدا کی طرف سے یہ توبہ انکے لئے مقرر ہوئی کہ باہم ایک دوسرے کو قتل کرے چنانچہ ایسا ہوا پھر موسیٰ کا دل بھر آیا خدا کے پاس پہاڑ پر جاکر دعا کی کہ معاف کرے اسکے بعد سخت وبا بنی اسرائیل پر آئی جس سے صدہا مر گئے اسکے بعد ایک بڑا خیمہ اور اُسکے سامان تیار ہوئے دوسرے سال کے اول مہینے میں

پھر وہاں سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا دن کو ایک بادل سایہ کرتا تھا اور رات کو وہ روشنی بن جاتا تھا پھر دوسرے برس کے دوسرے مہینے کی بیسویں تاریخ بدلی مسکن شہادت سے اُٹھی تو بنی اسرائیل نے بیابان سینا سے کوچ کرکے دشت فاران میں مقام کیا اور وہیں بدلی جاکر ٹھیر گئی اور کوہ سینا سے تین دن کی راہ دُور جا پڑے وہاں جاکر بنی اسرائیل نے اپنے اپنے خیموں میں رونا شروع کیا کہ ہم سے ایک کھانے یعنی مَن پر صبر نہیں ہوسکتا ہمکو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو مفت مصر میں کھاتے تھے اور وہ کھیرے اور وہ خربوزے اور وہ گندنا اور وہ پیاز و لہسن وغیرہ اسے موسےٰ خدا سے کہکر بٹیر تکاریاں اور گیہوں اور کھیرے اور ککڑیاں اور پیاز دیکھ تب موسےٰ نہایت غصہ اور غمگین ہوکے خدا سے کہنے لگے کہ تو نے بندے کو کیوں دُکھ دے رہا ہے؟ اور تو نے کیوں مجھ پر مہربانی نہ کی جو اِن سب کا بوجھ مجھ پر ڈالدیا کیا یہ سب لوگ میرے پیٹ میں پڑے تھے یا میں انکا باپ ہوں تب خدا نے فرمایا اِسے کہدے آگے کسی شہر میں چلو تم کو سب کچھ ملیگا اور کل تمکو گوشت ملیگا تب خداوند کی طرف سے ایک ہوا اُٹھی اور دریا سے بٹیریں اسقدر اُڑا لائی کہ خیمہ کے ارد گرد ایک دن کی راہ تک ڈھیر لگ گیا پس وہ گوشت کھا ہی رہے تھے کہ خدا کا غصہ اُنپر بھڑکا اور انکو بڑی مری سے مارا اور اُس مقام کا نام اسی لئے قبرات التہاوہ رکھا پھر وہ وہاں سے کوچ کرکے حصیرات میں آئے اس جگہ کچھ لوگوں نے موسےٰ سے گلے شکوے کرکے انکو ایذا دی۔ خیر اللہ اعلم ما قالوا لیکن خدا نے انکو اُنکے الزام سے بری کردیا پھر دشت فاران سے موسیٰ نے ملک کنعان کی جاسوسی کے لئے ہر ایک قوم بنی اسرائیل سے ایک آدمی تیار کیا وبعثنا منہم اثنا عشر نقیبا اور

بارہ شخصوں کو روانہ کیا جس میں کالب اور یوشع بن نون تھے یہ قادس کے بیابان سے روانہ ہوکر ملک کنعان میں گئے اور وہاں کے سب حوال دریافت کرکے اور انگور وغیرہ میوجات لیکر چالیس روز بعد پھر موسیٰ کے پاس آئے اور سب حال بیان کیا اور اس زمین کی بڑی خوبی بیان کی مگر سوائے کالب اور یوشع کے سبنے یہی کہا کہ وہاں کے باشندے بڑے قوی اور جنگجو ہیں انسے مقابلہ کرنا سخت مشکل ہے جب بنی اسرائیل نے یہ سنا تو گھبرائے اور رونے پیٹنے بہت بلاتائے اور کہا جبتک وہ لوگ وہاں سے خارج نہ ہونگے ہم ہرگز نہ جائینگے اگر وہ جائینگے تو ہم وہاں داخل ہونگے۔ اے موسیٰ تو اور تیرا خدا جاکر لڑے ہم تو یہیں ٹھیرے رہینگے کالب و یشوع نے انسے بھی کہا کہ ان لوگوں کا اقبال جاچکا وہ زمین کہ جس کا تم سے اور تمہارے لڑکوں سے خدا نے وعدہ کیا ہے نہایت عمدہ ہے خدا پر توکل کرکے جاؤ فتح پاؤگے۔ پھر موسیٰ نے کہا الٰہی میں اور میرا بھائی تیری بندگی کو حاضر ہیں اور بانی اس فاسق قوم سے مجھے کچھ علاقہ نہیں مجھکو انسے جدائی نصیب کر تب قہر الٰہی نازل ہوا اور یہ فرمایا کہ مجھے اپنی حیات کی قسم ہے جس سے اس قوم نے باوجودیکہ بار بار معجزات دیکھکر میری نافرمانی کی میں بھی انکو اسی بیابان میں ہلاک کرونگا وقت خروج سے جسکی میں برس کی عمر تھی یا اُس سے اوپر تھی سوائے کالب و یشوع کے کوئی بھی ملک کنعان میں نہ پہنچا۔ وہ تمام لوگ چالیس برس تک فاران کے جنگل میں کوچ و مقام کرتے رہے تمینا میں بار کوچ کیا کئے کئی برس ایک جگہ گزار دیے جب یہ سب مرچکے تو نئی نسل بنی اسرائیل نے ملک کنعان کو لیا۔ توراۃ سفر عدد کے ۲۶ باب میں یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص قاوح کہ جس کو قارون بھی کہتے ہیں موسیٰ کا قرابتی تھا یعنی وہ چچازاد بھائی تھا قہات کا پوتا۔ الخ قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیہم وآتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ خدا نے اسکو اتنا مال و دولت عطا کیا تھا کہ جب قوی آدمی اسکی کنجیاں اُٹھایا کرتے تھے اسکو موسیٰ پر رشک آیا بہت سے بنی اسرائیل کے سرداروں کو موسے کے مقابلہ میں اُٹھایا موسے نے اسکو بلایا وہ نہ آیا آخر یہ ہوا کہ وہ بڑے تجمل کے ساتھ اپنی قوم کے روبرو جماعت کے خیمہ پاس آیا پس غضب الٰہی بھڑکا (جو اسکے نیچے کی زمین تھی) پھٹی اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں و اسکے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قوح کے تھے و اسکے سب مال کو نگل گئی (و قیل) فخرج علی قومہ فی زینتہ الآیۃ فخسفنا بہ وبدارہ الارض الآیۃ اس واقعہ عبرت خیز سے تمام لوگ ڈر گئے اور جو اسکے مال وجاہ کی حسرت کرتے تھے خدا سے ڈرگئے اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے موسیٰ کی شکایت کی اور اُنکے مارنے کا الزام لگایا تو پھر وبا آئی جسمیں چودہ ہزار بنی اسرائیل مرگئے اور پھر موسیٰ کی دعا سے دور ہوئی۔ توراۃ سفر عدد کے ۱۹ باب میں یہ قصہ بھی ہے کہ موسے نے بنی اسرائیل سے کہا ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرو (بعد تحقیق بسیار قرار پایا کہ) دو سرخ رنگ بے داغ بے عیب ہو اور جسپر کبھی جوا نہ رکھا گیا (۲) انہا بقرۃ صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین انہا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث الآیۃ مگر توراۃ میں صرف یہ ہے کہ اُس گائے کے ذبح کرنے سے یہ مقصود تھا کہ جلا کر لکھ کریں اور دستور بنی اسرائیل کے موافق یہ راکھ خیمہ گاہ کے باہر دبری جائے اور جداگی کے پانی میں ملائی جاوے کہ جو بنی اسرائیل پر کاہن یعنی امام چھڑکا

لی جو امیر پر جا کر دوستا حسین ہولی [illegible] اور بڑی تاج لوعبور رہے جی [illegible]
س برس تک نکرا تے پھرے ہین جہان اب قابو دہے پہلے اوسکے قریب شہر اعمیس تھا جہانسے بنی اسرائیا
جزیرہ روم کے ملک فلسطین سے ہوکر مصر وغیرہ بلاد شام مین آتے تو جلد آسکتے تھے مگر منظور الہی یون ہی تھا جسنے لقہ ۔ ۲
کہا یا ہے اور جہان سے بنی اسرائیل گزرے ہین وہان نقطے لگا دیے ہین ۔



بحر قلزم
مصر
دریاے نیل

پہنچتا تھا۔ اور قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا لیکر اُس میت کے بدن پر مارا جاوے کہ جسکو اُسکے وارثوں نے قتل کیا تھا اور قاتل کا پتا نہ ملتا تھا تاکہ یہ شخص زندہ ہو کر قاتل کو بیان کردے چنانچہ ایسا ہوا۔ یہ اختلاف قلیل ہے غالباً مشائخ یہود کے ہوسے ظہور میں آیا۔ اسکے بعد بنی اسرائیل نے قادس میں مقام کیا۔ ہارون کی بہن مریم کا یہیں انتقال ہوا چونکہ یہاں پانی نہ ملتا تھا اسلئے پھر بنی اسرائیل نے غل مچایا اور کفر بکنا شروع کیا تب خدا نے موسےٰ کو فرمایا کہ اس چٹان کو جو انکے سامنے ہے اپنا عصا مار۔ چنانچہ انہوں نے عصا مارا پانی چٹان سے نکلا کہ سب نے پیا اور اُنکے چارپائے بھی سیراب ہو گئے لیکن خدا تعالےٰ اُنسے سخت ناراض ہوا پھر موسےٰ نے **اَدوم** کے بادشاہ پاس ایلچی بھیجا کہ آپکے ملک میں ہمارا رستہ ہے ہم راہ راست چلے جاوینگے۔ تمہاری گھانس اور باغوں اور کھیتوں کو ہرگز نہ چھوینگے اور جو کچھ پینگے تو قیمتاً لیں گے مگر اُس نے غرور بکیا تب ساری جماعت بنی اسرائیل کوہ حور پر آئی اور اُسکے ملک کو چھوڑ دیا موسیٰ کو حکم آیا کہ اِس پہاڑ پر ہارون کا انتقال ہوگا تو اسکے کپڑے اسکے بیٹے العیذر کو پہنا دے چنانچہ ہارون نے پہاڑ کی چوٹی پر رحلت کی۔ اور بنی اسرائیل نے تیس روز تک ماتم کیا۔ خروج کے چالیسویں سال بنی اسرائیل ملک اَدوم کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ملک کنعان کے قریب پہنچے تو وہاں کے بادشاہ عراد نے جسکا پایہ تخت دکھن کی طرف تھا یہ سنا تو آمادۂ جنگ ہو اور اسرائیل کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیگیا۔ بنی اسرائیل نے خدا سے عاجزی کرکے منت مانی اور اُس سے پھر لڑائی کی تو کنعانیوں کو گرفتار کرلیا اور اُنکی بستیوں کو نابود کر دیا۔ وہاں سے کوچ کرتے کرتے سواب میں پہنچے اور وہاں حسبون کے رہنے والے **سیحون** نام بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ ہمکو اپنے ملک کی سرحد سے گزر جانے دے آخر اُس نے نہ مانا لڑائی ہوئی بنی اسرائیل نے فتح پائی اور حسبون اور اُسکے گرد و نواح کے سب شہر قبضہ میں آئے (اسوقت ملک شام میں طوائف الملوکی تھی چھوٹے چھوٹے رئیس تھے) وہاں سے اسرائیل یغریر کو فتح کرتے ہوئے **یسن** میں پہنچے وہاں مقام اور **اَعی** وہاں کے بادشاہ **عوج** سے سخت مقابلہ ہوا (اسکا قد لمبا ہوگا جو یہود میں مشہور ہوا اور پھر قارون کے مال اور رستم کی شجاعت حاتم کی سخاوت کی طرح عام میں شہرت ہوگئی اور قصہ گو لوگوں نے مبالغے کرنے شروع کر دیئے) انجام بنی اسرائیل نے اُسکو مع زن و فرزند قتل کرکے اُس کا ملک لے لیا اور اب بنی اسرائیل پھیلتے چلے یہاں سے بڑھکر نہر **یردن** کے پاس شہر **یریحو** کے مقابلہ میں جسکو اریحا بھی کہتے ہیں مقام کیا وہاں کے بادشاہ **بلق** بن صفور کو بڑا خوف پیدا ہوا اور تمام موابی ڈر گئے اور اس نے شہر فتور میں **بلعم باعور** کے پاس جو اس زمانہ میں بڑا نامور شخص تھا پیغام بھیجا کہ مصر سے ایک قوم مور و ملخ کی مانند آئی ہے اور سب ملکوں پر پھیلتی جاتی ہے آپ آئیے اور اُنکے حق میں بددعا کیجئے خیر وہ بڑے حیل و حجت کے بعد آئے مگر رستہ میں اسکی سواری کا خچر بیٹھ گیا بہت مارا پیٹا مگر نہ اٹھا پھر خدا نے خچر کا منہ کھول دیا اُس نے کہا تو مجھ کو کیوں مارتا ہے خدا کا حکم نہیں تو فرشتہ کو نہیں دیکھتا جو تلوار کھینچے آگے آرہا ہے القصہ بلعم بادشاہ پاس آئے اور بددعا کرنے سے عذر کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا بددعا کی بگاہ دعا سے نکلتی تھی آخر بادشاہ ناراض ہوا بلعم واپس چلا گیا۔ آخر بنی اسرائیل سے مقابلہ کرکے شکست فاش پائی اس ملک پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہو گیا اسکے بعد بنی اسرائیل نے **سطیم** پر خیمے قائم کئے۔

——— بنی اسرائیل کی شکست کا ایک سامان پیدا ہوا کہ انہوں نے موابی عورتوں سے حرام کاری آخر تک پوجنے شروع کئے جس سے اُنپر وہ سخت وبا آئی کہ چوبیس ہزار آدمی لقمۂ اجل ہوئے فینحاس نے بڑی ہوشیاری کی کہ **زمبی** کو کہ جسکے خیمہ میں وہ فاحشہ تھی اور اس فاحشہ کو قتل کر دیا۔ وبا دفع ہوگئی۔ بنی اسرائیل کے شکست کی یہ تدبیر مدیانی لوگوں نے نکالی تھی اسلئے بارہ ہزار لشکر بنی اسرائیل پر چڑھا اور مدیان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر کیا

لہ ایک سو تیئیس برس کی عمر میں واللہ

اور بلعم باعور کو بھی قتل کیا (غالباً جب اس کا اثر نہوا بلعم نے زنا کی تدبیر بتلائی ہوگی) اسکے بعد خدا نے موسےٰ کو حکم کیا کہ تیری وفات کے دن قریب آپہنچے تو **اباریم** کے اس پہاڑ پر چڑھ کہ میں تجھکو وہ ملک دکھاؤں جو میں نے بنی اسرائیل کو عنایت کیا ہے تب موسےٰ نے **یوشع** بن نون کو اپنا قائم مقام کیا اور الیعذر ہارون کی جگہ امام ہوا اور مندوق شہادت کہ جسکو تابوت سکینہ کہتے ہیں اور جس میں کہ من کا مرتبان اور ہارون کی چھڑی اور تورات دھری تھی بنی لاوی کو سپرد کیا اور بہت کچھ بنی اسرائیل سے وصیت اور نصیحت کی اور سب کچھ ذکر کرکے جناب رسول اللہ صلعم کا عہد آنیوالا یاد دلایا کہ میری مانند ایک اور نبی اولوالعزم آئیگا ایسا نہو کہ اسکی نافرمانی کرکے ہمیشہ ابدی میں گرفتار اور ہمیشہ کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوجاؤ پھر موسےٰ رخصت ہوکر نبو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے اور دریائے یردن کے پرلے پار جو کچھ ملک خدا نے بنی اسرائیل کو دینا کیا تھا دیکھا اور وہیں جاں بحق ہوکر اپنے لوگوں میں ملگئے اُسوقت انکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے مواب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے +

فصل

موسےٰ کی زندگی میں یردن پار کا ملک فتح نہوا تھا یردن شام میں ایک دریا جاری ہے جس میں حضرت مسیحؑ نے غوطہ لگایا تھا پس یوشع نے بنی اسرائیل کو آمادہ کیا اور اسوقت بنی اسرائیل میں اُن لوگوں میں سے جو مصر سے بیس برس کی عمر میں نکلے تھے کوئی باقی نہ رہا سوائے کالب اور یوشع کے اس زمانہ میں دریائے یردن کا پایل نہ تھا بسبب موسےٰ کے قلزم سے لوگوں کو پار کیا تھا اُسی طرح دریا بیچ سے خشک ہوگیا اور تمام بنی اسرائیل اُتر گئے اور جاکر شہر یریحو پر حملہ کیا۔ رفتہ رفتہ وہ تمام ملک فتح کرکے بنی اسرائیل کو تقسیم کردیا اور نابلس کے پاس حضرت یوسف کی ہڈیوں کو دفنا دیا

تیسیں حضرت یوسف کی بیع بھی ہوئی تھی یہ حضرت موسےٰ کی وفات سے اٹھائیسویں برس وفات کرگئے انکے بعد **فینحاس** ہارون علیہ السلام کے پوتے تخت حکومت پر بیٹھے اور کالب بھی سرداری کرتے رہے سترہ برس تک یہی معاملہ رہا پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی کی تو انپر **کوشان** جزیرہ قبرس یا ارمن کا بادشاہ چڑھ آیا جو عیص کی نسل سے تھا پس آٹھ برس تک اسکی حکومت رہی تب بنی اسرائیل نے گریہ وزاری کی تو خدا نے **غنیال** کالاب کے بھائی کو ہمت عطا کی اُس نے بنی اسرائیل کو کوشان کے پنجہ سے چھڑایا اسکی چالیس برس تک حکومت قائم رہی پھر یہ یسن یانوے موسوی میں مرگئے انکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بت پرستی شروع کی تو خدا نے **عفلون** بادشاہ مواب کو مسلط کیا یہ نسل لوط سے تھا پھر جب بنی اسرائیل نے آہ وزاری کی تو **آہود** کو بنی اسرائیل میں سے قائم کیا اس نے پھر بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی اور اسی برس تک اسکی حکومت رہی پس جب یہ یسن ایکسو نوے موسوی میں مرگیا تو **شمکار** بادشاہ ہوا اور ایک سال کابل ہی اسکی سلطنت نرہی کہ یہ مرگیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بت پرستی اور گناہگاری کی جس لئے اُنپر ملک شام کا ایک بادشاہ **یابین** نام مسلط ہوا اور بیس برس اسکی حکومت بنی اسرائیل پر رہی پھر جب تائب ہوئے تو بنی اسرائیل میں سے ایک شخص **بارق** نام اور ایک عورت جس کا نام **دبورا** تھا دو سو گیارہ موسوی میں قائم ہوئے اور اُنہوں نے یابین سے بنی اسرائیل کو چھوڑایا۔ اور چالیس برس تک خوب حکومت کرکے مرگئے انکے بعد پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی شروع کی تب اٹھارہ برس تک انکے دشمن **اہل مدین** کا قبضہ رہا پھر جب تائب ہوئے تو خدا نے دو سو اٹھاون موسوی میں بنی اسرائیل میں سے **کدعون**[1] کو بادشاہ کیا۔ اس نے انکو مخلصی دی اور چالیس برس تک خوب انتظام بنی اسرائیل کیا پھر اسکی وفات کے بعد دو سو اٹھانوے موسوی میں اسکا بیٹا **ابی ملخ** تخت نشین ہوا اور تین برس حکومت کرکے مرگیا اسکے **تولا** نریر جرثی بادشاہ ہوا

[1] انکو جدعون بھی لکھتے ہیں ۱۲ منہ

اور بائیس برس حکومت کرکے مرگیا۔ ۲۴۲۶ء میں اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے سرکشی کی تو انپر مواہبوں میں سے **امونیطو** بادشاہ اٹھارہ برس تک مسلط رہا پھر بنی اسرائیل خدا کی طرف لٹتی ہوئے اور رویئے تو ان میں سے **یفتح** جرثی ۲۴۸۴ء میں کھڑا ہوا اور اُس نے اُسکے ہاتھ سے چھڑایا اور بتیس مواہبوں کو قتل کیا آخر چھ برس حکومت کرکے مرگیا اسکے بعد **ابصن** بادشاہ ہوا اور سات برس حکومت کرکے ۲۵۳۳ء میں مرگیا۔ اسکے بعد **آلون** حاکم ہوا۔ اور دس برس کے بعد مرگیا اسکے بعد **عبدون** آٹھ برس تک حکومت کرتا رہا اور ۲۵۶۲ء میں مرگیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بے دینی اختیار کی تو خدا نے انپر **فلسطین** والوں کو چالیس برس تک مسلط رکھا تب بنی اسرائیل روئے چلائے تو خدا نے ان میں سے **شمشون** ربیار کو قائم کیا اس نے بنی اسرائیل کو ۲۸۱۲ء میں اُنکے ہاتھ سے رہائی دی اور بیس برس تک حکومت کی پھر اس پر اہل فلسطین غالب آئے اور اسکو پکڑ لیگئے اور اپنے کنیسہ کے ستون سے باندھ دیا چونکہ یہ بڑا زور آور تھا اس نے جو زور کیا تو وہ ستون اُکھڑ گیا۔ اور چھت گر پڑی وہ بھی اور بڑے بڑے سردار اہل فلسطین سب دبکر مرگئے اسکے بعد دس برس تک بنی اسرائیل بے سردار رہے پھر ۲۸۴۲ء میں ایک شخص جس کا نام **عالی** تھا بنی اسرائیل میں سے بادشاہ ہوا۔ یہ بڑا نیک بادشاہ تھا۔ اسکی تخت نشینی کے اول سال حضرت صموئیل علیہ السلام موضع شبلو میں پیدا ہوئے جو قدس کے قریب تھا انتیسویں سال حضرت داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے اور چالیس برس اسکی حکومت رہی یہ پشتہ بنی اسرائیل میں کاہن بھی امام تھا یہ ۲۸۸۴ء میں مرگیا اور اسکے بعد صموئیل نبی علیہ السلام گیارہ برس تک بنی اسرائیل کا انتظام کرتے رہے اب تک جو بنی اسرائیل کے حاکم یا بادشاہ تھے تو بمنزلہ قاضیوں کے تھے جس طرح کہ قوم یابسی کے چودھری اور سردار فیصلجات اور سب کاروبار کرتے ہیں یہ لوگ کرتے تھے

یہ زمانہ ۲۹۳۲ء تک ہا اسکے بعد سلطنت کا طور قائم ہوا اور اُسکا یہ بیان ہے

فصل

بنی اسرائیل نے حضرت صموئیل علیہ السلام سے یہ کہا کہ اب ہم میں کوئی بادشاہ قائم کر دیجئے کہ ہم اُسکی مدد سے اپنے مخالفوں سے جنگ کریں۔ اذقالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ انہوں نے ساؤل کو کہ جنکو **طالوت** کہتے ہیں بادشاہ مقرر کیا یہ بنیامین کی اولاد میں سے تھا۔ چونکہ یہ شخص خاندانی نہ تھا تو بنی اسرائیل نے کہا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال کہ اسکو مال و دولت میں کچھ وسعت نہیں اس سے تو ہم حق زیادہ ہیں کہ بادشاہ بنالے جائیں صموئیل نے فرمایا خدا نے اسکو علم اور جسم میں فضیلت دی ہے اور اسکی سلطنت کی یہ علامت ہے کہ صندوق شہادت کہ جسکو اہل فلسطین لڑائی میں لوٹ کر لیگئے ہیں از خود واپس آجائیگا چنانچہ وہ تابوت[1] سکینہ کہ جسمیں موسےٰ اور ہارون کے تبرکات اور الواح اور من کا مرتبان تھا انہوں نے از خود واپس کردیا ملائکہ نے بنی اسرائیل میں لاکر دھر دیا اور ساؤل چونکہ خوبصورت اور دانا بھی تھا پس ان وجوہات سے بنی اسرائیل نے انکو بادشاہ بنایا پس طالوت نے عمالیق پر فتح پائی اور کئی شہر اپنے قبضہ میں لایا اور فلسطینیوں سے بھی مقابلہ کی مٹھیڑ انکا سردار **جالوت** تھا جو بڑا قد آور اور بہادر تھا اُسکے مقابلہ میں کسی کی طاقت نہ پڑی پھر صموئیل نے فرمایا اسکو ایک شخص قتل کریگا کہ جسکی علامات خدا نے مجھ کو بتائی ہیں چنانچہ صموئیل نے موضع **بیت اللحم**[2] میں جا کر **یشیا** بن عوفید بن بوعز بن سلمون سے کہا کہ تو اپنے بیٹوں کو دکھا اُس نے سات بیٹے داؤد کے علاوہ بلائے مگر صموئیل کے پسند نہ آئے کہا کوئی اور بھی بیٹا ہے کہا ہے باہر بکریاں چراتا ہوگا اسکو بلایا پسند فرمایا اور اُسکے سر پر تیل ڈالا پس داؤد بھی لشکر میں شریک ہوئے اور لشکر میں یہ حکم دیا کہ جو کوئی اس دریا سے

[1] یہ صندوق بنی اسرائیل کے ہاں نہایت متبرک چیز تھا جب لڑائی میں جاتے تھے تو اسکو آگے آگے لیجاتے تھے جب اسکی برکت سے فتح پاتے تھے اس جلد میں فلسطانی اس صندوق کو بھی لوٹ لیگئے مگر اس سے انکو نحوست معلوم ہوئی تو واپس کردیا ۱۲ [2] بیت اللحم بھی کہتے ہیں اور اپنے باپ کو عابد بھی کہتے ہیں

ان تابوت کے چلنے کے پیو یا وہ پیرا نہوگا اور جو نہ پیوگا وہ پیرے ساتھ آوے چنانچہ بہت نے پیاس کا صبر نہ کیا۔ پانی پی لیا اُن بے صبروں کو دور کیا اور چند خاصان خدا کو ساتھ لیکر بمقابلہ ہوا جب جالوت کا لشکر اور شوکت دیکھی تو لوگ گھبرا اٹھے داؤدؑ نے سب کو تسلی دی ✦

اور جالوت سے جا مقابل ہوئے اور اللہ کا نام لیکر جو گوپیے میر دھر کر ایک پتھر مارا تو جالوت کے سر پر پڑا وہ برج دسم سے زمین پر گر پڑا کیا پھر اسکا تنہ ایکر سر قلم کر دیا تمام بنی اسرائیل میں اس جوانمردی کی دھوم ہوگئی اور بادشاہ طالوت نے اپنی بیٹی حسب وعدہ داؤد علیہ السلام سے بیاہ دی مگر دل میں اُسکی شہرت پر رشک اور حسد ہوا کئی بار داؤدؑ کا قتل کروانا چاہا مگر کامیاب نہوا آخر کار یہ بادشاہ مع اپنے کئی لڑکوں کے فلسطیوں کے جنگ میں مارا گیا داؤدؑ بادشاہ ہوگئے مگر بنی اسرائیل کے گیارہ فرقوں پر طالوت کے بیٹے ایشبوست بالنسبت اُنکی حکومت ہوگئی مگر چھ برس کے بعد ایشبوست نے وفات پائی تمام حکومت حضرت داؤد علیہ السلام کے حصہ میں آئی اسوقت انکی عمر تیتیس برس کی تھی اسکے بعد داؤدؑ نے فلسطین اور عمان اور سواب اور ارمن وغیرہ بہت سے ملک فتح کئے مصر تک اور فرات اور دمشق تک ملک کو وسعت دی اور انکے حیات میں انکے بیٹے ایشبلوم نے انپر بغاوت کی مگر وہ ناکام رہا انہوں نے اپنی حیات میں شہر یروشلم میں خدا تعالیٰ کے لئے مسجد یعنی بیت المقدس بنانیکی تیاری کی مگر تمام نہوسکا آخر ساٹھ برس کی عمر میں ۱۰۳۳ء میں وفات پائی اور انکی جگہ انکے بیٹے حضرت **سلیمان** علیہ السلام تخت نشین ہوئے اور سات برس تک اپنے باپ کی وصیت بموجب بیت المقدس کی تعمیر میں لاکھوں روپیہ صرف کرکے اسکو نہایت شان سے تیار کیا اس مسجد کا طول ساٹھ گز اور عرض بیس گز اور بلندی تیس گز تھی اور اسی کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں اسکے تمام مکانات کی کیفیت کتاب تاریخ میں تفصیل ہے اور سلیمان کی حکومت کا وہ آوازہ دنیا میں پھیلا کہ روئے زمین کے بادشاہ سے ڈرنے لگے۔ ملک یمن کی بیگم **بلقیس** انکی خدمت میں حاضر ہوئی چالیس برس سلطنت کرکے باون برس کی عمر میں ۹۷۳ء میں جاں بحق ہوگئے انکے بعد انکا بیٹا **رحبعام** جو بڈھا اور بیوقوف تھا تخت نشین ہوا اسکی سختی سے بنی اسرائیل کے دس اسباط اسکی اطاعت سے نکلگئے صرف سبط یہودا اور سبط بنیامین یہ حکومت رہگئی اور ان دس اسباط کا بادشاہ **یربعام** ہوگیا یہ شخص کافر اور بدکیش تھا۔ اس زمانہ میں سلطنت بنی اسرائیل کے دو حصے ہوگئے اس بڑے حصہ کی سلطنت کا پایۂ تخت شہر حبرون ہوا اور اسرائیلی سلطنت نام ہوا دوسرے کا پایۂ تخت شہر یروشلم قرار پایا ان دونوں سلطنتوں کے باہم جنگ وجدال حرب وقتال ہوا کرتے تھے اور ان میں سے کوئی بادشاہ دیندار ہوجاتا تھا تو شریعت اور تورات کی پابندی کرتا تھا پھر دوسرا بت پرستی اور معصیت کو رواج دیتا علماء اور انبیاء کو چن چن کر قتل کرتا تھا سلطنت اسرائیلی کے دوسو اکسٹھ برس میں یکے بعد دیگرے ۱۹ بادشاہ ہوئے پھر ۷۲۱ء میں یہ سلطنت تمام ہوچکی اور اسوقت دوسری سلطنت کا حزقیا بادشاہ تھا اسکے چھٹے سال یہ واقعہ ہوا رحبعام کے بعد اسکا بیٹا **ابیاہ** تخت پر بیٹھا اسکے بعد اسکا بیٹا **آسا** تخت پر بیٹھا یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد میں عزایاہ نبی تھے اسکے بعد **یہوسفط** اسکا بیٹا بادشاہ ہوا یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد میں ایلیا یعنی حضرت الیاس تھے جو آسمان پر چلے گئے اور یسکیاہ علیہ السلام کا بھی یہی زمانہ ہے جس نے انہی اب کے حق میں قتل کی خبر دی تھی الیاس کے شاگرد الیسع نبی تھے اور زکریاہ کے بیٹے یحییٰ ایل بھی اسی عہد میں تھے اسکے بعد اسکا بیٹا **یہورام** تخت پر بیٹھا یہ بے دین تھا اسکے بعد اسکا چھوٹا بیٹا **اخزیاہ** تخت پر بیٹھا یہ بھی بے دین تھا جس طرح اسکے باپ کو فلسطیوں اور عربیوں نے غارت کیا تھا اسکو بھی دشمن نے قتل کیا اسکے بعد اسکا بیٹا **یوآس** بادشاہ ہوا۔ خوب سلطنت کی بیت المقدس کی مرمت از سر نو کی ✦

اسکے بعد اسکا بیٹا **امصیاہ** بادشاہ ہوا اسکے بعد اسکا بیٹا عزیاہ

۱۲ منہ کتاب تاریخ میں یہ نام عزریاہ بھی لکھا ہے ۱۲ منہ اسکے عہد میں یسعیاہ نبی تھے ۱۲ منہ

یہوداہ بادشاہ ہوا۔ اسنے حضرت زکریا علیہ السلام کے قول پر عمل کرکے بڑی مراد پائی سلطنت کو نہایت قوت دی آخر کار بگڑ گیا۔ اور ۹۹۶ م مین مرگیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا **یوتام** تخت نشین ہوا۔ اسنے بھی ملک کو ترقی دی اور دیندار رہا۔ یونس علیہ السلام اسی کے عہد مین تھے۔ اُسکے بعد اُوسکا بیٹا **آحز** تخت نشین ہوا۔ یہہ بت پرست اور بدکار رہا۔ اسلئے اسپر مصیبتین آئین۔ بیت المقدس مین اسنے بت پرستی کرائی۔ اسکے بعد اسکا بیٹا **حزقیاہ** تخت نشین ہوا۔ اسنے بیت المقدس کو نجاستوں اور بتونسے پاک کیا۔ اور خدا پرستی کو رواج دیا۔ یہہ بڑا نیک بادشاہ اور با اقبال تھا حضرت یسعیاہ علیہ السلام جو عاموص کے بیٹے ہین اسکے عہد مین تھے۔ اسکے بعد اسکا بیٹا **منسی** تخت نشین ہوا۔ یہہ بڑا بے دین اور بد پرست تھا اسنے پھر بیت المقدس مین بت پرستی کو رواج دیا۔ مگر جب وہ اسکی شامت سے بابل مین گرفتار ہوکر گیا تو تائب ہوا جس سے پھر اپنے ملک مین آیا۔ اُسکے بعد اُسکا بیٹا **آمون** بادشاہ ہوا۔ یہہ تو سب سے زیادہ نالائق اور بت پرست تھا چنانچہ اسی نحوست سے مارا گیا۔ اسکے بعد اُوسکا بیٹا **یوسیاہ** تخت نشین ہوا۔ بڑا دیندار اور با اقبال تھا۔ اسنے پھر بیت المقدس کو پاک صاف کیا۔ بتونکو توڑا تورات کو تلاش کیا۔ تخمیناً اٹھارہ برس تک کہیں پتا نہ ملا۔ کیونکہ وہ بیشمار حوادث مین تلف ہوچکی تھی۔ مگر **خلقیاہ** کاہن نے کہیں سے تورات کو پھر پہونچایا۔ غالباً یادداشت کے طور پر احکام و قصص جمع کرکے اُنکا نام تورات رکھا ہوگا واللہ اعلم۔ اسپر شاہ مصر نے چڑھائی کی یہہ اُس معرکہ مین مارا گیا اوسکے عہد مین ارمیاہ علیہ السلام تھے اُسکے بعد اُسکا بیٹا **یہوآحز** تخت پر بیٹھا۔ لیکن تین مہینے مین شاہ مصر نے اُسکو معزول کرکے اوسکے بھائی **الیاقیم** کو اپنی طرف سے تخت پر بٹھایا اور بدلکر اُسکا نام یہویقیم رکھا۔ یہہ بڑا بدکار اور بت پرست تھا۔ اسکی تخت نشینی کے چوتھے سال ملک عراق مین جو شہر بابل ہے وہان **بخت نصر** ۶۰۶ م مین تخت پر بیٹھا اور ملک شام پر حملہ آور ہوا۔ بعض کہتے ہین یہہ واقعہ ۶۰۸ م مین تھا اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے چھ سو دس برس پہلے ہوا ہے۔ پس بخت نصر اسکو قید کرکے لے گیا اور اسکے ساتھ بہت سے مشائخ یہود بھی گرفتار ہوکر گئے۔ پھر اُسکے بعد **یہویکین** اسکی ہشت سالہ لڑکے کو لوگون نے تخت پر بٹھایا۔ سوا تین مہینے گزرنے نہ پائے تھے کہ بخت نصر نے اسکو بھی گرفتار کروا منگایا۔ اور بیت المقدس کے وہ سونے چاندی کے اسباب و ظروف سب لوٹ کر لے گئے۔ اور کچھ بھی اُسمین نہ چھوڑے۔ اور اس لڑکے کی جگہہ اسکے چچا **صدقیاہ** کو قائم کرگئے۔ اور اب کے حملہ مین **دانیال** اور **حزقیل** علیہما السلام کو بھی اور لوگونکے ساتھہ مین مقید کرکے لے گئے۔ صدقیاہ بڑا بے دین اور سرکش نکلا۔ اسکو ارمیاہ علیہ السلام بہت کچھہ احکام الٰہی سناتے اور ڈراتے رہے مگر اسنے ہر قسم کی بدکاریان کین اور نبیونکو ٹھٹھے مین اوڑایا اور خدا کے گھر کو ناپاک کردیا۔

اور بخت نصر سے بھی بغاوت اختیار کی پھر تو بخت نصر نے غصہ میں آکر
چڑھ آیا بیت المقدس کو جلا کر مسمار کر دیا اور شہر کو بھی ڈھا دیا
تورات کا نسخہ جو بیت المقدس میں دھرا تھا اُسکو بھی آگ
لگا کر پھونک دیا۔ اور ہزارہا بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا پس
آج بنی اسرائیل کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور یہ حادثہ ۵۸۶ ق م
میں گذرا اور ہزارہا بنی اسرائیل کو غلام بنا کر لیگیا۔ اور
شہر برس تک یہ مسجد اور شہر اُجاڑ پڑا رہا۔ اور شہر برس تک
بنی اسرائیل بابل میں مقید رہے۔ اس عرصہ میں بخت نصر مرگیا
اور **ایران** کا کیانی بادشاہ جسکا نام **خورس** تھا
(یہ دارا سے پیشتر تھا غالباً یہ خسرو ہے یا کوئی اور) ملک
بابل پر قابض ہوا۔ اور یہودیوں کو مع سامان بیت المقدس
ایک روانہ کیا اُنکے ملک میں بسنے کے لئے روانہ کر دیا۔ یہ
عزرا یعنے عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ بنی اسرائیل کے پچاس
ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ جو اپنے ملک میں آئے۔
اور بیت المقدس اور یروشلم کو برباد دیکھکر آنسو بھر لائے اور
انبیا علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ مقید ہو کر نہ گئے تھے۔
پیچھے اُنکو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو آباد کرو اُنہوں نے
متعجب ہو کر کہا انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا کہ اب یہ کیونکر
آباد ہوگا۔ اسمیں وہ سوگئے اور گدھے کو زندہ دیا اور ایک
زنبیل میں کچھ کھانا پانی بھی تھا۔ اسمیں سو برس اُنپر گزر گئے
اور خدا نے اُنکو جگایا تو کھانا پانی ویسا ہی تھا۔ اور گدھے
کی ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آئیں فرشتہ نے پوچھا کہ تم کتنے
کہا ایک دن یا کم۔ کہا تو برس تم پر گذر گئے ہیں پس اُنکے زندہ

وہ گدھا زندہ ہوا اُنہوں نے کہا ہمکو یقین کامل ہوگیا کہ اللہ
ہر چیز پر قادر ہے۔ پس جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ اتنے عرصہ میں
بیت المقدس آباد ہو چکا تھا۔ بعضے کہتے ہیں یہ صاحب قصہ
حضرت عزیر تھے واللہ اعلم الغرض جبی اور زکریا بن عبدو
علیہما السلام کی اعانت سے دوبارہ دارا شاہ ایران کے
عہد میں بیت المقدس بنایا گیا۔ جب بُنیاد چُننے لگے تو
نوجوانوں نے بڑی خوشی کا نعرہ مارا۔ اور جو بڈھے تھے
جنہوں نے بیت المقدس کو پہلے دیکھا تھا وہ چیخیں مار مار
رو رہے تھے۔ پس جب بن چکا تو **شمعون** صادق کو رئیس
اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اُن انبیا کو جمع کر کے یادداشت
کے طور پر تورات کے احکام اور دیگر قصص جمع کر کے گویا
تورات کو تحریر کیا۔ اور پھر یہود کو وعظ و پند کرتے رہے۔
مگر حکومت بنی اسرائیل جاتی رہی ایرانیوں کا صوبہ وہاں رہا کرتا
تھا۔ پس چند سال بعد یونان کے لوگوں نے زور کیا اور
سکندر بڑی فوج لیکر ایران پر چڑھ آیا تب ملک شام اُنکی
حکومت میں چلا گیا۔ یونان کی علداری کا کئی حصہ ہوگئے۔ اسکے بڑے
حصہ کا پایہ تخت شہر انطاکیہ تھا۔ یہاں کی سلطنت تھا دسیع ہی ملک میں
جو جانب کہ شام میں رہتا ہے اُسکو **ہیرودوس** کہتے
تھے۔ اور بادشاہ کو قیصر۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان دنوں
بیت المقدس کے اماموں میں تھے۔ اُنکی بیوی ایساع
(کہ جسکو الیسابات بھی کہتے ہیں) کوئی اولاد نہ تھی اسلئے
میاں بیوی دلمیں بڑے غمگین تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں
ایک روز زکریا علیہ السلام کو بیت المقدس میں جبرئیل کہائی دیئے

اور لڑکے کی بشارت دے گئے اور یہہ کہ اُسکا نام یحییٰ (زکہ جسکو یوحنا بھی کہتے ہین) رکھنا۔ تیرے خاندان مین اس نام کا کوئی نہین گزرا ہے۔ الغرض حضرت یحییٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے اور اسباع کی بہن حنّہ بھی اُنھون نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے ہان بیٹا پیدا ہوگا تو مین بیت المقدس کی خدمت کے لیے چڑہا دونگی۔ کیونکہ یہود مین یہہ دستور تھا لیکن قدرت خدا سے لڑکی پیدا ہوئی اُسکا نام مریم رکھا۔ اور نذر پورا کرنے کے لیے ہیکل مین بھیجدیا۔ وہانکے عالمون مین گفتگو ہوئی۔ ایک کہتا تھا مین اسکی پرورش کرونگا دوسرا کہتا تھا اسکو مین لونگا۔ زکریا علیہ السّلام کہ جو اُنکے خالو تھے بسبب قرعہ اندازی کے اسکے مستحق ٹہرے۔ پس زکریا نے بیت المقدس مین اُنکے لیے ایک جدا جگہ مقرر کردی کہ سوائے اُنکے وہان اور کوئی نہ جاتا تھا۔ وہان ایک بالا خانہ دیکھتے ہین کہ حضرت مریم بے موسم کا پھل کہا رہی ہین۔ پوچھا یہہ کہان سے آیا کہا خدا کی طرف سے۔ پس اسوقت اُنکے دل مین خیال آیا کہ جو بے موسم پھل کہلا سکتا ہے بچہ بوڑھے کو بے موسم اولاد بھی دے سکتا ہے۔ اسلیے دعا مانگی اور تین روز تک بحکم الٰہی کسی سے کلام نکیا۔ ایک روز حضرت مریم حیض سے پاک ہوکر غسل سے فراغت کرکے بیٹھی تھین کہ آدمی کی شکل مین اُنکو جبرئیل دکہائے دیئے تو اُنھون نے دیکھکر خدا کی پناہ چاہی۔ اور کہا تو کون ہے اُنھون نے کہا مین جبرئیل ہون خدا کے طرف سے اسلیے آیا ہون کہ تجھکو بیٹا دون۔ وہ بولی مین تو بدکار ہون نہ آجتک کسی مرد کے پاس گئی ہون پھر بیٹا ہونے کی کیا صورت۔ جبرئیل نے کہا خدا تجکو یون ہی بیٹا دیگا۔ پس جبرئیل نے پاس جاکر اُنکے کرتے کے گریبان مین پہونکدیا وہ حاملہ ہوگئین اور بیت اللحم مین حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے۔ یہود اُنکے مارنے کو آئے کہ تو نے حرام کا بچہ جنا۔ حضرت عیسیٰ نے لڑکپن مین کلام کرنا شروع کیا تو لوگ ڈر کر چلے گئے۔

مگر اسنے پیشتر حضرت یحییٰ علیہ السّلام پیدا ہو چکے تھے یہود کو مریم کے بارہ مین حضرت زکریا علیہ السلام پر بدگمانی ہوئی۔ اُنکے مارنے کو دوڑے یہہ بیچارے ایک درخت گنجان مین جا چھپے۔ یہود نے آرہ سے درخت کو چیرا جس سے یہہ بھی چرکر دو ٹکڑے ہوگئے۔ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا نکاح اُنکے چچازاد بھائی یوسف بن یعقوب بن متہان سے ہوا تھا کہ جو بڑھئی تھے۔ اور جب مریم اُنکے پاس گئین تو حمل دیکھکر یہہ گھبرائے مگر خواب مین فرشتے نے انکو مطمئن کردیا تو یہہ اُنکی پاکدامنی کے معترف ہوئے شاید یہہ بھی ہوا ہو۔ مگر یوسف مریم کے پاس نگیا۔ اُسوقت ہیرودیس کہ نجومیون کے کہنے سے یہہ معلوم ہوا کہ یہہ لڑکا یہود کا بادشاہ ہوگا اور یہود کو غیر قومونکے ہاتھ سے چھڑائیگا اسلیے اسنے چاہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرے۔ تب خدا کے فرشتے نے یوسف سے کہا کہ تو اس لڑکے اور اسکی ماں کو لیکر مصر مین چلا جا۔ چنانچہ وہ وہان چلا گیا اور ایک عرصہ تک حضرت عیسیٰ نے وہان پرورش پائی۔ پس جب یہہ سنا کہ یہہ بادشاہ مرگیا تو پھر یوسف اپنے وطن مین

اور اپنے کانون ناصرہ مین رہا۔ اسلئے حضرت عیسیٰ کے لوگونکو نصاریٰ کہتے ہین۔ اب عیسیٰ ہوشیار ہوئے اور طرحطرح کے معجزات یہود کو دکھاکر راہ راست پر آنے کی تاکید کرتے تھے۔ مگر وہ سیاہ دل اُنکے بدخواہ ہوگئے جلتے تھے۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جو اونٹ کے کپڑے پہنے جنگلو مین رہتے اور نصیحت کرتے پھرتے تھے۔ دریائے یردن پر حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ کی شاگردی کی اور اُنکے ہاتھ سے غوطہ لیا جسکو نصارا بپتسمہ کہتے ہین اور اصطباغ یہی۔ یحییٰ علیہ السلام کو ہیرودس نے اسلئے قید کرلیا تھا کہ وہ اُسکو ایک عورت کے گھر مین رکھنے سے (کہ جسکا رکھنا اُسکو جائز نہ تھا) منع کرتے تھے۔ آخر ایک روز ہیرودوس نے سالگرہ کا جلسہ کیا اور اس جلسہ مین اُس عورت کی بیٹی نے ناچ کر سبکو خوش کیا۔ ہیرودیس نے کہا مانگ کیا مانگتی ہے اُسنے بادشاہ سے یکاوعدہ کراکے اپنی ماں سے پوچھا اُسنے کہا یحییٰ کا سر مانگ۔ بادشاہ نے جلاد کو بھیجا اور وہ ایک لگن مین یحییٰ کا سر کاٹ کر لایا اور اس قحبہ کو دیا اور اسنے اپنی ماں کو دیا جس سے وہ بہت خوش ہوئی۔ اسکے بعد حضرت عیسیٰ اپنے بارہ حواریونکے ساتھ جابجا وعظ کہتے پھرتے تھے اور یہود کو ملامت کرتے تھے جس سے یہود کو اُنسے سخت عداوت پیدا ہوئے اور اُنکے قتل کی تدبیرین کرتے رہے آخر یہانکے بادشاہ پلاطوس کو آمادہ کیا۔ اور ایک جگہ سے حضرت کو گرفتار کرکے لے گئے۔ خدا کی قدرت انمین سے ایک کو خدانے مسیح کی صورت مین کردیا اور اُنکو صحیح سلامت آسمان پر بُلالیا۔ وہ شخص یہود کے ہاتھ سے بڑی اذیت کے ساتھ مارا گیا۔ اور سُولی چڑھتے وقت اونے تین جزع فزع کی۔ عام لوگ بلکہ کل یہود و عیسائی یہی سمجھتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام سُولی دیئے گئے۔ اسوقت مین حضرت مسیح کی عمر تینتیس برس کی تھی۔ اور یہہ واقعہ غلبۂ سکندر کے تین سو چھتیس برس بعد ہوا ہے۔ اسکے بعد حضرت مسیح (عیسیٰ) اپنے حواریون کو دکھلائے دیئے اور اُنکو اپنے دین کی اشاعت کی اور جناب رسول مقبول صلعم کی تشریف آوری کی بشارت دی جیساکہ انجیل برنباس مین مصرحاً مذکور ہے اور دیگر اناجیل مین لفظ فارقلیط ہے۔ اُنکے بعد حواریون نے ملک شام اور یونان اور افریقہ مین دین الٰہی کو رواج دیا۔ اور اسوجہسے نہ تنہا یہودی بلکہ شاہ روم جو وہانکا حاکم اور بت پرست تھا اور جسکو قیصر کہتے ہے حواریونکا دشمن جانی ہوگیا اور بہت کو شہید کیا اور تکلیف دیکر مارا۔ یروسلم مین سب سے اول استیفان کو شہید کیا۔ گرجون جون لوگ اُنپر سختیان کرتے ہے۔ اسیقدر اُنکے خوارق عادات سے دین حق پھیلتا جاتا لیکن ایک یہودی نے عجیب فریب کیا کہ لوگون مین مشہور کیا کہ مجکو حضرت عیسیٰ کا دیدار ہوا ہے اور اُنہون نے مجکو ایک کتاب بھی دی ہے سو وہ حواریون مین ملگیا۔ اور چونکہ بڑا سیمنہ زور اور سُخنہ زور تھا سب کو دبانے لگا اور سبکے برخلاف اُسنے یہہ مسئلہ جاری کیا کہ حضرت عیسیٰ خدا تھے خدا آدمی کی شکل مین ظاہر ہوا تھا وہ سب کے گناہ اُٹھاکر لے گئے بس اسبات پر ایمان لانا کافی ہے شریعت

کچھ نہین۔ بلکہ شریعت پر عمل کرنے سے بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بات پر شہر انطاکیہ مین حواریون نے بحث بھی کی۔ مگر اسکے مدید زیادہ ہوگئے تھے۔ اسنے غلبہ پایا۔ قصہ مختصر اسنے دین عیسوی کو بالکل پلٹ دیا۔ اسکا نام پولوس ہے تین سو برس تک عیسائیون کو کہین امن نہ ملا تھا۔ اسمین بارہا وہ حملہ آور ہوئے کہ جن مین لوگ قتل کئے گئے۔ کتابین جلائی گئین۔ چنانچہ اسمین حوادث مین حضرت عیسیٰ کی اصلی انجیل جاتی رہی۔ اور لوگون نے حضرت کے حالات تاریخ کے طور لکھنے شروع کئے۔ اور عیسائی ان کتابون کو اپنی اصطلاح مین انجیل کہتے ہین چنانچہ شمار انکی سے زیادہ ہوچکی ہین انجیلین مشہور ہین لیکن ان مین سے اب عیسائیون کے نزدیک چار کتابین زیادہ صحیح ہین انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا بلکہ اسی طرح اور دیگر اشخاص کے نام کی بھی جمع کرلیا اور یہ کہ حضرت عیسیٰ کی ماں سب ہین اور اسی سے دل خوش کرتے ہین کہ سلاطین قیصریہ کے وقت سے عیسائیون پر مصیبتین آئین۔ مگر جس وقت کہ بیت المقدس کی بربادی کی حضرت عیسیٰ نے خبر دی تھی اسی طرح ظہور مین آیا تھا۔ اُنکے جالیس برس بعد ٹیطوس نے یہود کی کشی سے اُنپر چڑھائی کی اور بیت المقدس کو جلادیا اور ہیکل مسمار کردیا اور تمام کتابین اُنکی جلادین اور تلاش کرکے جو کو قتل کیا۔ پس اب برائے نام ہی سلطنت نرہی۔ اس وقت مین یہود کا مذہب رائج ہوگیا۔ ۷۰ء مین بادشاہ قسطنطین جو بڑا ظالم تھا اسی امید پر کہ میرے سب ظلم عیسیٰ کے ذمہ ہونگے

چونتھی صدی عیسائی مین عیسائی ہوا۔ اور بزور لوگون کو عیسائی بنایا۔ اور بڑے سخت قانون جاری کئے۔ جس سے روم اور یونان اور اہل مین اس مذہب کی شہرت ہوگئی۔ اور پھر رفتہ رفتہ اور ملکون مین یہہ مذہب پہونچا تخمیناً آٹھسو تو سو برس سے انگلستان کے لوگ بھی کہ جو اب ہے عیسائی ہوئی اور روس اور جرمن وغیرہ ملکون مین بھی یہہ مذہب رائج پایا گیا۔ لیکن اسمین سیکڑون فرقے پیدا ہوگئے مگر سب سے زیادہ دو گروہ ہین۔ اول رومن کیتھلک جسمین روس و فرانس وغیرہا ہین۔ یہہ مذہب پولوس کے قدم بقدم پرانے خیالات پر ہے۔ روم مین پوپ ایک پادری یا امام ہوتا تھا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا نائب کہلاتا تھا۔ اُسکی حکومت اور شوکت سب عیسائی سلاطین تسلیم کیا کرتے تھے۔ جسطرح کہ اہل اسلام مین خلفاء کے خاندان کی۔ یکایک تھی اسیطرح اسکی عیسائیون مین پوپ کی بعثمین اور یہود ہا تین اس قابل نہین کہ اپنی تعزیہ مین بیان کرسکون چنانچہ حال کے عیسائی بھی اسکی تصدیق کرتے ہین تخمیناً تین سو برس ہوئے ایک شخص **مارٹین لوتھر** پیدا ہوا۔ اور اسکے نام سے مشہور ہوگئے۔ **جان کالون** وغیرہ اُسکے مددگار ہوگئے۔ اور اسنے ایک نیا مذہب نکالا اسکو **پراٹسٹنٹ** کہتے ہین۔ یہہ مذہب انگلستان اور جرمن اور دیگر بلاد یورپ مین ہے۔ پھر اس بہت سے فرقے ہین۔ جن کو بیت المقدس کا حال۔ یا جانا ہے وہ یہہ کہ عیسیٰ کے بعد پہلوگون نے کسیقدر بیت المقدس کو آباد کیا تھا اور اسکا نام **ایلیا** رکھا تھا اور بنے خانہ خدا مگر

قسطنطین کی والدہ ہلانہ کو کسی پادری نے یہہ پیشگی بتلائی کہ جس جگہ پر حضرت عیسیٰ لٹکائے گئے تھے وہ لاوگی تو حیات ابدی پاوگی۔ پس وہ شام مین آئی اور اگر اُس جگہ سے بیت المقدس کو بھی خراب کرگئی اور یہہ حکم دی گئی کہ تمام شہر کا یا کنیسہ اور قاذورات یہین پڑا کرے۔ پس اسی حال مین کئی سو سال تک یہی نوبت رہی اور کسیکی جرأت تعمیر کرنیکی نہوئی۔ یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسکو از سر نو تعمیر کیا۔ پھر اُنکے بعد قدیم بنیاد پر ولید بن عبدالملک نے قائم کیا اور بہت قبہ بنائے کسیکا نام قبۃ سلیمان اور کسیکا نام قبۃ معراج رکھا اور یہہ بنا ابتک قائم ہے۔

(بدایۃ المقدما، ہدایۃ الحکما)

پھر سلاطین عثمانیہ کے عہد مین اُسکی بھی تعمیر جدید ہوئی۔ یہہ مسجد خاص اہل اسلام کے قبضہ مین ہے اور اُسکے آس پاس یہود و نصارا کے لیے قبہ بنے ہوئے ہین جیسا کہ نقشہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اگے چلکے تاہم عیسائیون نے پھر گریٹ کے اغوا سے بیت المقدس لینے کا قصد کیا۔ اور کئی صدیون تک لڑائیان رہین۔ مگر آخر کار صلاح الدین مصری خدا غالب کہکر اپنا قدیم گہر پھر مذہب والونکو دلایا۔ بحمد اللہ اہل کتاب کے تمام معابد آجتک مسلمانونکے قبضہ مین ہین و للہ الحمد۔ یہہ مختصر سا حال بنی اسرائیل کا ہے کہ جسکے جانتے پر قرآن مجید کا سمجھنا موقوف ہے اور تفصیلاً کتب تاریخ مین موجود ہے۔ قرآن مجید مین مختلف اغراض سے اِن قصونکی طرف بالحاظ تقدیم و تاخیر اشارہ ہوا ہے پس ناظر کو چاہیئے کہ سب کو اپنے مقامات پر چسپان کرلے۔

واضح ہو

کہ بعض ملحدون نے جسطرح اور معجزات کا انکار کیا ہے اسیطرح بنی اسرائیل کے عبور قلزم کا انکار کیا ہے اور یہہ توجیہ کی ہے کہ جزر و مد تہا یعنے جب سمندر کا پانی اُترا ہوا تہا۔ اُسوقت بنی اسرائیل کا گذر ہوا اور اُنکے پیچھے فرعون اور اُسکا لشکر آیا تو اُسوقت دریا کا چڑہاؤ تہا وہ لوگ سب ڈوب مرے نہ یہہ کہ موسیٰ کی عصا زنی سے سمندر کے دو ٹکڑے ہوگئے تہے جیسا کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اپنے اس دعوے پر اُنے ایک دلیل عقلی اور ایک نقلی پیش کی ہے عقلی دلیل یہہ ہے **قولہ**

> تعلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبانکا یہہ قاعدہ ہے کہ جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہے تو اُسکی دو حالتہ ہوتی ہین اگر ماضی اپنے معنوی پر ہین ہی بلہ سر طلی معلول ہوتی ہے تو اُسوقت اوسپر ق نہین لاتے۔ اور جگہ اپنے معنوی پر باقی رہتی ہے اور جزا کی معلول نہین ہوتی تب اوسپر ق لاتے ہین جیسکہ اس مثال مین "ان اکرمتنی فاکرمتک امس الخ" اس مثال مین جزا (یعنے گذشتہ کل مین تعظیم کا کرنا شرط کا معلول نہین ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہوچکی تہی اسیطرح اس آیت مین بھی یہ کا پھٹ جانا یا زمین کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہوسکتا الخ +

اقول اس کا جواب یہہ ہے۔ اوّل تو زبان عرب کا یہہ قاعدہ نہین

اگر ہے تو کسی اہل زبان یا کتاب کا حوالہ دیجے۔

(۲) بلکہ وہ قاعدہ یہہ ہے کہ یا معنی جزا مین واقع ہو تو اگر شرط یا اس کے معنی مین ہے جیسا کہ درصورت نہونے لفظ فقط کے ہوتا ہے تو ف کا لانا لازم نہین ورنہ ف اُسپر داخل کرتے ہین۔

واذا کان الجزاء ماضیا بغیر قد لفظا او معنی لم یلزم الفا (کافیہ) والقاعدۃ ان مدار الیان الفاء وترکہ لتاثیر المعنوی اعنی قلب الجزاء الی الاستقبال فانہ ان اثر فیہ تاثیرا تاما فاحتاج الی الفاء وان اثر تاثیرا ناقصا فالوجہان وان لم یوثر فیہ اصلا فالفاء تحکما

اب کہان یہہ قاعدہ کہان وہ قاعدہ اس واقعیت کا کچھ ٹھکانا ہے

(۳) نہ یہان شرط ہے نہ جزا نہ کوئی کلمہ شرط ہے نہ کسی مفسر نے اسکو جزا قرار دیا ہے۔ صرف ف اُنہون نے معترض نے جزا سمجھکر ایک منصوبہ باندہ لیا اور ف بنا کو سوار اور جگہہ بھی تی ہے بالخصوص تعقیب اور تفریع کے لئے اکثر مستعمل ہوتی ہے جیسا کہ سبب اور مسبب اور علت و معلول کے درمیان واقع ہوتی ہے جیسا کہ کسرتہ فانکسر قتلتہ فمات اور اس جملہ کی بھی جلالین وغیرہ تفاسیر مین یون تقدیر کلام کی ہے ان اضرب بعصاک البحر فضربہ فانفلق (جلالین) — جسطرح کہ ہماری زبان مین لفظ پس کا استعمال ہوتا ہے اور مسبب پر بیشتر اسکا استعمال آتا ہے جیسا کہ مینے اُسکو مارا وہ مرگیا مارا سبب اور مرجانا مسبب ہے اسی طرح اس آیت مین ضرب عصی سبب اور پھٹ جانا مسبب ہے + افسوس کہ معترض کو زبان عربی سے کچھہ بھی واقفیت ہوتی ناحق زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہین۔

دوسری دلیل نقلی

وہ یہہ ہے کہ **گلاڈیس ٹائمی** جسکو کہ **حکیم بطلیموس** کہتے ہین جو سنہ عیسوی کی دوسری صدی مین تہا۔ اور مصر مین رہا کرتا تہا اسلئے وہ بحر احمر کے حال سے زیادہ واقف تہا۔

اُسنے بحر احمر کا نقشہ لکہا ہے اصل زبان یونانی ہے مگر اُسکا ترجمہ **لیٹن** جو ۱۶۱۸ء مین لوئیس سیزدہم شاہ فرانس کے عہد مین چہاپا گیا تہا خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہے اُسمین تینون جزیرے بحر احمر مین مع نام بتلائے ہین اور اب وہ جزائر نہین (کیونکہ علم جیالجی سے یہہ بات ثابت ہے کہ جزائر بعض اسباب سے غرقاب ہو جایا کرتے ہین اور کبھی قطعہ متصل آتے ہین) اس سے ثابت ہوا کہ بحر احمر کا اُس زمانہ مین یہہ زور شور نہ تہا کہ جواب اہل اسلام کے عہد مین بارہ سو برس سے ہے۔ اس سے یہہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ مقام جہانسے بنی اسرائیل پار اُترے بلاشبہ جوار بہاٹے کے سبب کبھو پایاب اور کبھو عمیق ہو جاتا ہوگا اور موسیٰ کو پایاب اُتر جانے کا رستہ معلوم تہا۔ پس حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سمیت بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک مین سے جہان ہمنے نقشہ مین نقطہ کا نشان دیا ہے پار اُتر گئے۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکہا کہ بنی اسرائیل پار اُتر گئے اُسنے بہی انکا تعاقب کیا اور لشکر کو غلط رستے سے دریا مین ڈالدیا پانی بڑہ گیا جس سے سب ڈوب گئے یہود یونکی تقلید سے مفسرین نے ایک سیدھی بات کو

ایک معجزہ خلاف از قانون قدرت بنا دیا حالانکہ قرآن سے ایسا ثابت نہیں۔ **جواب**

اول تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ نقشہ بطلیموس کے نقشہ کے موافق و مطابق ہے؟ (دوم) یہ کیا ضرور ہے کہ بطلیموس کے زمانہ میں جو بھی علیہ السلام کے سیکڑوں برس بعد ہے بحر قلزم بالتمام وہ ہو ملکہ یہ کہ اقوا عد ارضی اُسوقت یہی حال پیدا ہوا ہو جو حضرت موسیٰ کے عہد میں تھی اور اب پھر پرانی ہوگئی۔ (سوم) اب بھی بحر احمر میں جزائر ہیں اس تقدیر پر زمانہ بطلیموس میں اور زمانہ حال میں فرق ثابت کرنا مدعی کے ذمہ ہے ہم یہ سب کچھ تسلیم ہی کیا جاوے تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ بنی اسرائیل بحر قلزم کی نوک پر سے گذرے تھے جہاں کہ ایسا کنارہ تھا کہ پانی خشک ہو جاتا تھا جہاں کہ مدعی نے نشان کے لئے نقطے لگائے ہیں (پنجم) اگر یہ تھا تو کیا فرعون کو اُس کو کنارہ کا علم تھا۔ اور جبکہ اُسکے ساتھ سیکڑوں اُس ملک کے واقف تھے تو مقتضائے قانون فطرت یہ تھا کہ وہ کنارہ سے بھی دو چار کوس ہٹ کر گاڑیوں کو خشکی میں سے لیکر چلتے۔ (ششم) اگر کنارہ پاس تھا تو پھر سیکڑوں بنی اسرائیل پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ وہ اُس مقام سے گذرے کہ جہاں نہ پایاب ہو کیا تھا کہ ایسے گاڑا کچھ تو پھر بھی باقی رہتا ہے کہ جس چلتا یا خصوص جبکہ گھبراہٹ اور خوف کے وقت مشکل ہوتا ہے بلکہ مقتضا عقل یہ تھا کہ اُس نوک سے ایک کوس کے فاصلہ سے خشک زمین سے گذرتے۔ مدعی کہاں تک تاویل کرے گا؟

علاوہ اسکے قرآن مجید کے الفاظ سے پانی کا پھٹنا ثابت ہے آیت اول فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم (فاوی الفضاء الاخری) ہم نے موسیٰ کیطرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مار سو تو اسکو مارا پس پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا۔ مولانا عبدالماجد سرفنگوہ (اشعار) یہاں ضرب کے معنی چلنے کے کہنا اور فی مقدر کرنا اور اضرب بعصاک فی البحر عبارت بنانا نہایت نادانی ہے اولاً بحر مفعول پانے اسکو مفعول فیہ کہنا پڑے گا۔ دوم پھر بھی اقرار لازم آویگا کہ موسیٰ عصا کے ذریعہ سے دریا میں گزرے سو یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے تیسرے فانفلق الخ کے کیا معنی ہونگے (آیت دوم) فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی (ط) کہ اے موسیٰ بنی اسرائیل کے لئے دریا کے بیچ میں سے خشک رستہ نکال (آیت سوم) واترک البحر رھوا (د) کہ دریا کو خشک چھوڑ۔ (اعراف) فاذھرنا بکم البحر (بقرہ) اور پھاڑ دیا ہم نے تمہارے لئے دریا کو پہاڑ دیا۔ اسیطرح تمام کتب تاریخیہ بالخصوص تورات سفر خروج کے ۱۴ باب میں ہے (۲۲) اور بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ خشکی پر سے ہو کر گئے اور پانی کی انکے دائیں اور بائیں دیوار تھی ۔ ۲۹ تو اپنا عصا اُٹھا دریا پر مار اور اسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر جائے گی۔ نتیجہ کہ مدعی کے نزدیک توریت میں تحریف نہیں ہوئی وہ تو معتبر ہو اور یعقوب کا نقشہ معتبر مانا جاوے۔

(والد الحمادی)

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا

اور جبکہ ہمنے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر اسکے بعد تمنے بچھڑے کو خدا بنالیا اور تم ستم کیا پھر اسکے بعد ہمنے تمکو معاف

عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

تاکہ تم شکر کرو اور جبکہ دی ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان تاکہ تم ہدایت پاؤ

ترکیب

واذ ظرف ماضی علم بمعنی اعلمنا ہے اربعین لیلۃ مفعول ثانی اتخذتم فعل فاعل العجل مفعول اول الہا مفعول ثانی محذوف وانتم ظالمون جملہ حالیہ ہے فاصل ثم سے عفونا فعل فاعل فاصل من بعد ذلک متعلق ہے فعل کے ہے اٰتینا فعل ضمیر مرفوع فاعل موسی مفعول اول الکتاب معطوف علیہ والفرقان معطوف دونوں مفعول ثانی لعل و انین اکثر مفسرین کے نزدیک بمعنے کے آتا ہے جسکے معنی ہیں تاکہ بعض [illegible] ہے مگر [illegible] کے موافق خدا تعالیٰ ہی کلام کرتا ہے ورنہ اسکو ہر چیز کی ابتدا انتہا معلوم ہے۔ اور سیبویہ [illegible] متعلق ہے والقول بالقلب فی المقدمۃ ؛

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ کو وہ حالات بیان فرماتا ہے جو انہوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ کوہ طور پر جانے کے بعد ظہور میں آئے تاکہ بنی اسرائیل شکر گذار ہوں اور شکر گذار ہونا بڑا فرمانبردار ہونا اول یہ کہ جب موسیٰ نے قارون کو جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور کوہ طور پر جانے سے پہلے توحید نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے تم ہماری جناب میں پرعبادت کرنا کہ تمکو کلام اور احکام شریعت ملیں یہ اسلئے کہ اس مسیں جسمانی تعلقات کم ہونگے تو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی صلاحیت ہوجاویگی اور اسی لئے اہل بالمن چالیس روز کا چلہ کیا کرتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ پہاڑ پر تشریف لیگئے اور بنی اسرائیل سے تیس راتکا وعدہ کرگئے۔ کیونکہ ان میں یہی حکم ہوا تھا پھر دس رات اور بڑھا دیں اور بنی اسرائیل میں کھل بلی مچ گئی۔ یہ مشہور ہوگیا کہ موسیٰ مرگئے بنی اسرائیل میں ایک شخص کا نام سامری تھا اسنے کہا کہ اب موسیٰ تو مرگئے اور تمہارے لئے خدا کا ہونا ضرور ہے تم مجھکو زیور دو تو تمہارے لئے خدا بنادوں۔ چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل وغیرہ کو پوجتے تھے یہ بنی اسرائیل بھی انکی صحبت کے خوگر تھے۔ اسلئے اسنے ایک بچھڑا بنایا سب بنی اسرائیل اسکو سجدہ کرنے لگے۔ اسمیں حضرت موسیٰ جو پہاڑ پر تھے یہ حال دیکھکر بڑے ناراض ہوئے۔ اور اپنے بھائی ہارون پر خفا ہوئے کہ میں تمکو اپنا نائب بنا کر گیا تھا تو تم نے کیوں منع نہیں کیا انہوں نے عذر کیا کہ میں منع کرتا تو تو مجھکو مار ڈالتا۔ یہ قصہ آگے بھی آویگا اور ہم بیان کرآئے ہیں۔ بعض کی طرف سے یہ حکم آیا کہ اس بچھڑے کو دریا میں ڈالدو اور لوگ اسکی توجہ میں اپنی قتل کریں چنانچہ ایسا کیا تو موسیٰ نے روکر التجا کی تو یہ حکم منسوخ ہوا اور خدا نے درگذر کیا اور پھر سے پہاڑ پر گئے تو بہت سے احکام لائے اور غالباً یہی مجموعہ تورات تمہارا جو تمکو تورات پر لکھی ہوئی ہے۔ اس بچھڑا پوجنے کی کیفیت اگلی آیت میں بیان فرماتا ہے۔

(متعلقات)

(الکتاب) سے مراد تورات ہے (والفرقان) سے مراد تورات ہے مگر فرقان کہ جو بروزن غفران ہے جسکے معنے فرق کرنیوالی چیز کے ہیں اسمیں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسسے بھی تورات مراد ہے۔ یہ تورات کا وصف ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق کرتی تھی۔ بعض کہتے ہیں اس سے حجت و معجزات مراد ہے ؛ واللہ اعلم ؛

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا

اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

ترکیب

واذ قال فعل۔ موسیٰ فاعل۔ لقومہ متعلق ہے قال کے یا قوم الخ یہ سب مقولہ ہوا۔ یا حرف ندا۔ قوم منادی مضاف حی متکلم مضاف الیہ محذوف کثر عمل اسکے قائم مقام ہے انکم الخ مذاء باقی جملے صاف ہیں۔

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے تشریف لائے اور یہ حال دیکھا تو انکو ملامت کی کہ تم نے اپنی جانوں پر یہ ظلم کیا اب تم توبہ کرو اور تمہاری توبہ یہ ہے کہ اپنے آپکو قتل کرو ہر شخص اپنے قرابتی کو مارے کہ وہ اپنے نفس کا قتل کرنا ہے چنانچہ ایسا ہوا جیسا کہ تورات سفر خروج کے تینتیسویں باب میں مذکور ہے (۲۰) اور اپنے ہمدین کہا کہ اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے اور در بدر ایک دوسرے کے پاس جائے اور ہر ایک دوسرا اپنے بھائی اپنے دوست اپنے قریب کو قتل کرے (۲۱) اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا چنانچہ اس روز تین ہزار مرد مارے گئے۔ پھر موسیٰ نے کہا کہ آج خداوند کے لئے اپنے تئیں مخصوص کرو کیونکہ تم نے بڑا گناہ کیا۔ الخ۔ اور بعض مفسرین یہ کہتا ہے کہ شرک کرکے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا پس اسکے کفارہ میں ہم جیسا ہو سکتا ہے تم اپنے آپکو قتل کرو۔ الخ۔ غرض موسیٰ نے جو بنی اسرائیل کی اس حالت پر رحم فرمایا اور خدا سے سفارش کی اس نے انکو معاف کیا کیونکہ وہ بڑا مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔

متعلقات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جبکہ تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے تیرے لئے جب تک کہ ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تب آ پکڑا تم کو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

پھر ہم نے تم کو جلا اٹھایا تمہارے مرنے کے پیچھے تاکہ تم شکر کرو

ترکیب واذ قلتم معطوف علیہ اتم فاعل یا موسیٰ الخ اسکا مقول لن نومن لک الی لاجلک۔ الا لن التحراک نرٰی فعل مضارع منصوب بان المضمرۃ بعد اذا الشرطیۃ جہرۃ حال و یکون ہے کہ فاعل سے حال ہو۔ اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو کر منصوب ہو (وحیدی)

تفسیر یہ بھی ایک واقعہ منجملہ ان واقعات کے ہے کہ جو بعد حضرت موسیٰ کو پیش آئے۔ علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کس وقت کا ہے حسن بصری رحمہ اللہ کے امام ہیں یہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے اور قوم کے ستر شخصوں کو لیکر کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ اور وہیں یہ کہا کہ ہم آپ کا کلام سنتے ہیں اور اس میں ہمکلامی کیوجہ سے موسیٰ کا چہرہ ایسا منور ہوا کہ جسکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ قوم نے کہا ہم صرف اتنی بات مانیں گے اگر ہم خدا کو علانیہ دیکھ لیں گے ہرگز ایمان نہ لائینگے۔ تب بجلی کڑکی اور یہ سب مر گئے۔ پس موسیٰ نے کہا الٰہی بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا۔ تب خدا نے موسیٰ اور ہارون کو زندہ کر دیا۔ اور موسیٰ نے کہا اے خدا بہتر یہ ہے کہ ہم سب کو ہلاک کر دیتا کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے اسکا عذاب ہم پر نہ ہو۔ خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ ان ستر شخصوں کو لیکر پہاڑ پر جاؤ جہاں تک ہم تم کو بلائیں۔ پس جب یہ لوگ پہاڑ پر گئے تو ان پر ابر چھا گیا۔ پس موسیٰ نے کہا کہ اے خدا تو نے ہم کو اول ہی تو قتل کا حکم دیا تھا۔ پھر جو کچھ باقی ہے اسمیں ہمارا اور ان ستر شخصوں کا کیا امتحان ہے۔ اب یہ ہی ہوگا۔ تو نے اسرائیل سے کیا کہا ہوگا۔ خدا نے فرمایا کہ یہ ستر شخص ہیں کہ جو تیرا بچھڑا پوجنے میں شریک نہ تھے۔ موسیٰ نے کہا اب تو نے اپنی آزمائش سے جسکو چاہا تو ہلاک کر دیا۔ اب اگر تو ہمیں ہلاک کرنا چاہتا ہے تو ہلاک کر دیتا۔ خدا نے فرمایا کہ میں نے تم کو زندہ کر دیا۔ اور انکو بھی زندہ کر دیا۔ (تفسیر حسینی) اس قصہ کو مفسرین نے بہت بڑھایا ہے۔ اور قرآن کے مضامین سے بعید ہے۔ صرف اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ستر شخص ساتھ گئے تھے شاید اسی قصہ کو خدا تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں ذکر کیا ہے۔ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۔ یعنی موسیٰ نے ہماری قوم سے ستر شخص ہمارے وعدہ کے لئے چنے پس جب انکو زلزلہ نے پکڑا تو موسیٰ نے ہماری درگاہ میں عرض کی کہ اے خدا اگر تو چاہتا تو انکو اور مجھکو پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا تو ہم میں سے کسی کے فعل سے ہم کو ہلاک کریگا یہ تو صرف تیری آزمائش ہے الخ

میری رائے میں سورۂ بقرہ کا یہ قصہ ہو کہ جو سفر خروج کو آباء بنی اسرائیل کا سمجھا جاتا ہے اور سورۂ اعراف کا قصہ وہ ہے کہ جو سفر خروج سے ۴۰ برس پیچھے سمجھا جاتا ہے۔ بعض جاہل اس سورۂ بقرہ کے یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ ستر شخص مرے نہ تھے بلکہ بجلی کے صدمہ سے بیہوش ہو گئے تھے۔ اس بیہوشی کو موت سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ خواب کو موت کہتے ہیں۔ اور اسی سے بیدار ہونیکو زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ اسیطرح طور کے لرزنے اور ان مجاہیات قدرت کے ظاہر ہونیکو ہی اسنے بجلی کا پہاڑ پر گرنا اور پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا بیہودہ تاویلات مُلحدانہ خیال کئے ہیں کہ جسمیں اسکی تفسیر کا مدار ہے۔ فقط

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا

اور سایہ کیا تھا تم پر بدلہ اور اُتارا تھا تم پر منّ اور سلوٰی۔ (کہا ہم نے) کہ کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔ اور (بنی اسرائیل نے ناشکری کرکے)

ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

ہمارا کچھ نہیں بگاڑا۔ بلکہ اپنا ہی کچھ بگاڑتے تھے۔ اور (یاد کرو) جبکہ ہم نے کہا کہ اس شہر میں چلے جاؤ۔ وہاں دل بھر کر جو چاہتے جا ہو کھاؤ۔ اور دروازہ میں

الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ

جھکتے ہوئے داخل ہونا اور اظہار عاجزی چاہتے ہم تمہارے گناہ تمہارے لئے معاف کر دینگے۔ اور جو نیکوکار ہیں زیادہ دینگے۔ پس ظالموں نے وہ بات جو اُنسے کہی گئی تھی بدل دی۔

فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

تب ہم نے ظالموں پر آسمان سے ایک بلا بھیجی اُن کی بدکاری کی وجہ سے۔

ترکیب ظللنا فعل فاعل علیکم متعلق سے تمام مفعول وبہ جنس سے اور جب صدر ہوتا ہے تو زیادہ کر کے عمامہ ہوتا ہے من کلوا مفعول فاعل شیئا مفعول محذوف من بیانیہ اُس محذوف کا طیبات مضاف ما رزقناکم مضاف الیہ القسم مفعول ہے یظلمون کا ای کانوا یظلمون القسم واو قائم مقام حرف فاعل ادخلوا فعل اتم فاعل ہذہ موصوف القریۃ صفت یہ موصوف فیہ ہوا ادخلوا کا اور کل مقولہ ہوا قلنا کا رغدا منصوب ہے یا حیث سے کہ مفعول مطلق ہے ای اکلا واسعا یا حال ہے فاعل کلوا سے۔ سجدا جمع ساجد حال ہے فاعل ادخلوا سے ای متواضعین حطۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای سؤالنا حطۃ یہ جملہ مقولہ ہے قولوا کا نغفر کم جواب امر کا اور سیزید محذوف ہے فبدل الذین ظلموا جملہ فاعل بالذی قیل لہم مفعول اول محذوف قولا مصرف غیر الذی اور اسکی صفت جملہ موصولہ مفعول ثانی فی (تبیان) من سماء متعلق محذوف ہو کر صفت ہے رجزا کی ؛

(تفسیر)

بنی اسرائیل جب دریائے قلزم عبور کر کے بیابان میں آئے تو وہاں گرمی کی بڑی شدت تھی خدا نے اپنا فضل کیا کہ ایک بادل کا سایہ بنا کر اُنکو دھوپ کی شدت سے بچایا۔ اور کہا تمکو یہ سامان کیا کہ من (یعنی دھنیے کی دانہ کی مانند گول گول سفید اور شیرینی) اوپر جم جاتی تھی جسکو وہ تو نیچے پکا کر روٹی کی جگہ کھاتے تھے اور سلوٰی یعنی بٹیریں نازل کرتا تھا کہ اُنکے خیمونکے گرد بٹیریں جمع ہو جاتی تھیں اُنکو اندھیرے میں یہ لوگ پکڑ لیتے تھے اور پھر گوشت پکا کر کھاتے تھے جیسا کہ تورات میں مذکور ہے اور بیشتر ہم بھی بیان کر آئے ہیں ؛ یہ اُنھوں نعامتوں کا ذکر ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ یاد دلاتا ہے اُس سے بیشتر سنا یا دوہرایا اور تفصیل اُس قصہ کی یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل مشقت سفر کی گھبرائے تو خدا نے حضرت موسیٰ کو دریا پر دے کے اس کنارہ تک پہونچا کر کنعان کی تمام زمین دکھائی اور موسیٰ کو خبر دی کہ تو اس ملک میں جانے پائیگا بلکہ تیری موت یہیں ہوگی مگر بنی اسرائیل کو کہ دیکھو کہ میں تمکو ملک دیتا ہوں اور مقرر کیا اس شہر یریحو کو کہ جسکو اریحا کہتے ہیں فتح کرو گے۔ جس وقت تم اُن شہر و نمیں داخل ہو تو خدا کی نعمتیں اور طرح طرح کے میوے کھانا۔ مگر اسکے شکریہ میں یہ بات ضرور ہے کہ جب دروازہ میں سے گزرو تو اپنی فتح اور بہادری پر نہ اترانا بلکہ سجدہ کرتی ہوئی یعنی عاجزی کرتی ہوئی اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی ہوئی جانا پھر ہم تمہارے گناہ معاف کر دینگے۔ اور جو تم میں نیک ہیں اُنکو اسکے معاوضہ میں اور زیادہ عطا کرینگے جس وقت حضرت یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل نے یہ ملک اور یہ شہر فتح کیے تو بجائے تواضع اور استغفار کے سرکش اور بدکار بن گئے۔ اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی کرنے لگے۔ پس خدا نے آسمانی بلا نازل کی کہ وبا اور غیر بادشاہوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اپنے افعال بد کا نتیجہ بد پایا اب یہی اسرائیل تم عبرت کرو اور سمجھو ؛

فائدہ ۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں بھی یاد دلایا ہے اُس میں اسکنوا ہذہ القریۃ وکلوا منہا حیث شئتم رغدا وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجدا نغفر لکم خطایاکم وسنزید المحسنین ۝ فبدل الذین ظلموا منہم قولا غیر الذی قیل لہم فارسلنا علیہم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون ؛ اب یہ نکات کہ اس سورۃ میں اسکو نہ فرمایا اور بقرہ میں ادخلوا کہا اور یہاں یظلمون اور بقرہ میں یفسقون یا دیگر ذالک تفسیر کبیر وغیرہ کتب میں ملاحظہ کر لی جاویں ؛

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ

اور یاد کرو جبکہ موسے نے اپنی قوم کے لئے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ اپنی عصا کو پتھر پر مار پس پھوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

بیشک ہر شخص نے اپنا گھاٹ جان لیا (ہمنے کہا) کھاؤ اور پیو خدا کے دیئے رزق میں سے اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

ترکیب

واذ استسقے فعل موسیٰ فاعل لقومہ متعلق ہے فعل سے۔ ف تعقیب قلنا فعل نحن فاعل اضرب فعل انت فاعل بعصاک جار مجرور متعلق اضرب کے ہوا۔ الحجر مفعول یہ جملہ معقولہ ہوا قلنا کا انفجرت فعل اثنتا عشرۃ فاعل میز عینا تمیز ای منہ فانفجرت عطف علم فعل کل اناس فاعل مشربہم مفعول مضاف مضاف الیہ حال ہوکر وہ ہی لاتعثوا سے یعنی فساد کرتا لانفجار پھوٹ نکلنا پانی کا ؛؛

تفسیر یہ نشان واقعہ ہے کہ جبمیں منجانب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بڑا احسان کیا تھا۔ جب بنی اسرائیل سینا کا بیابان طے کرکے رفیدیم میں ہوئے تو اس جنگل میں پانی نہ تھا " سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے اور کہا کہ ہمکو پانی دے کہ پیوں اور موسیٰ نے خداوند سے فریاد کرکے کہا کہ میں اِن لوگوں سے کیا کروں اور خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو فرمایا کہ لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو دریا پر مارتا تھا اپنے ہاتھ میں لے کر چل اور دیکھ میں تیرے آگے حورب کی چٹان پر کھڑا ہوں گا تو چٹان پر مار سے پانی نکلیگا تاکہ لوگ پیویں۔ چنانچہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے سامنے یہی کیا (سفر خروج باب ۱۷) تب اس جنگل میں بارہ چشمے جو اسباط بنی اسرائیل کے تھے نکلے اور ہر سبط نے ایک چشمہ کو اپنے لئے معین کرکے خوب پانی پیا اور خدا نے فرمایا میری نعمتیں کھاؤ پیو مگر انکا شکریہ کرو نہ یہ کہ بغاوت اور سرکشی اور بدکاری کرکے ملک میں فساد مچاؤ ؛ یہ واقعہ کئی بار بنی اسرائیل پر گذرا ایک تو یہاں پہر حب ایلیم میں آئی ہے تو وہاں بارہ چشمے پانی کے اور شرد خت کھجور کے ملے (خروج ب ۱۵) اور پہر حب بنی اسرائیل قادس میں گئے اور پانی ملا تو یہی واقعہ پیش آیا چنانچہ سفر عدد کے ۲۰ باب میں یہ جملہ ہے۔ تب موسیٰ نے ہاتھ اُٹھایا اور اس چٹان کو دو بار اپنی لاٹھی سے مارا تو بہت پانی نکلا۔ حضرت موسیٰ نے تو عصا مار کر پتھر میں سے پانی نکالا تھا کہ جو بسا اوقات خود ہی نکلا کرتا ہے ہزاروں چشمے پتھروں سے نکلتے ہیں مگر سید المرسلین نے تو انگلیوں سے مقدس پانی نکالا کہ جسکو سیکڑوں آدمیوں اور حیوانوں نے شکم سیر ہوکر پیا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب میں ہے اور کئی بار ایسا ہوا۔ لیکن اس سورۃ میں جو ذکر ہے تو رفیدیم اور قادس کے واقعہ کا ذکر ہے۔

واضح ہو کہ قدیم سے ظاہر بین لوگ معجزات انبیاء کا اور امور خارق عادات کا انکار کرتے چلے آئے ہیں کیونکہ انکا سر انکی عقل کوتاہ بین میں جب نہیں آتا تو سراسر انکار کرتے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی سو اس مقام پر بھی یہی تعجب کیا کہ لاٹھی کو مارنے سے اتنے پانی کا نکلنا کیونکر ہوا کہ سیکڑوں آدمی بیکدم سیر ہوں قانون قدرت کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ پتھروں میں عجیب عجیب تاثرات خدا نے رکھے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ پتھر پانی کو زمین سے جذب کرکے نکالتا ہو کہ ہر طرف سے جذب کی اپنی قوت سے پانی کھینچ لیتا ہے۔ مگر جب بعض معاندین نے یہ کہا کہ قرآن اور تورات میں واقعہ موجود ہے تو اسکی تاویل کی کہ امر کے معنی جلنے کے ہوتے ہیں اور حجر کے معنی پہاڑ کے ہیں حجر سے مراد پہاڑ کا وہ حصہ ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ لاٹھی کو پہاڑ پر مارا یہ غلط ہے۔ اول تو بقول تمہارے اول ضرب کے معنی جلنے کے ہوتے ہیں تو اسکے معنی یہاں جلنے کے ہوئے پہاڑ کے جلنے سے کوئی قائل نہیں ثانیاً فانفجرت کے کیا معنی؟ اور تورات کا جو حوالہ دیا وہ غلط ہے۔ کیونکہ جس مقام کا حوالہ دیا ہے وہ ایلیم ہے اور یہاں رفیدیم کا ماجرا بیان ہوا ہے،

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ

اور (یاد کرو) جبکہ تم نے موسیٰ کو کہا کہ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کرسکتے پس ہمارے واسطے تو اپنے رب سے مانگ کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداواری میں سے ساگ اور

قِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا

ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کرے (موسیٰ نے) کہا کیا تم ایسی چیز کو جو بہت ہی چھوٹی چیز ہے اچھی چیز کے بدلہ میں اور تم

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

کسی شہر میں پہنچ جاؤ کہ تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم مانگتے ہو اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے یہ اس لئے ہوا

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے تھے یہ (غضب الٰہی) اس نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ہوا

ترکیب - واذ قلتم فعل اتم فاعل یا موسیٰ الی بصلها اسکا قولہ یہ تمام جملہ معطوف ہوا الکا جملہ پر۔ یخرج فعل بک فاعل شیئاً مفعول محذوف

من بیانیہ ما موصولہ فیٹ لا من جملہ اسکا صلہ من بقلها انوا اسکا بیان او ہو موضع اسکا نصب سے حال ہونیکی وجہ سے ضمیر محذوف تقدیر وہ ما تنبتہ الارض

کا مفعول بقلها پس یہ تمام جملہ بیان ہوا شیئاً کا اور یخرج جواب ہے امر ہے یعنے ادع کا جواب اسلئے مجزوم ہوا۔ قال فعل موسیٰ فاعل آ استفہامیہ

تستبدلون فعل تم فاعل الذی ادنی ای حقیر یہ مفعول بالذی میں باء مقابلہ پس تمام جملہ استفہام انکاریہ ہوکر مقولہ ہوا قال کا ہبطوا

مصراً جملہ انشائیہ فان لکم خبر ہے ان کی اور ما موصولہ سلتم جملہ صلہ یہ مجموعہ اسم ان وضربت جملہ مستانفہ من اللہ موضع جر میں ہے صفت سے

غضب کی ذلک (اشارۃ الی ما سبق من ضرب الذلۃ والمسکنۃ وبالیوا بالغضب) مبتدا بانہم الخ اسکی خبر۔ بغیر الحق موضع نصب میں ہے

بسبب حال ہونے کے ضمیر یقتلون سے تقدیر یہ یقتلونہم مبطلین۔ ذلک شارہ ہے جمیع امور مذکورہ کی طرف بتاویل مذکر مبتدا بما عصوا الخ خبر۔

تفسیر - اس بڑی آیت میں از قلتم سے لیکر ما سلتم تک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو کے واقعہ کیطرف اشارہ ہے کہ جہاں پر احسان اور انکی سرکشی کو یاد دلاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے چونکہ خدا سے سرکشی کی تو جالیس برس تک خدا نے انکو بیابانوں میں پھرایا اس عرصہ میں سوائے من وسلوے اور کوئی چیز بنی اسرائیل کو میسر نہ آتی تھی۔ اور انسانکی طبیعت کا مقتضی ہے کہ ایک ہی کھانے پر ہمیشہ دانت بس نہیں کرسکتا۔ اسلئے بنی اسرائیل نے موسیٰ سے یہ شکایت کی (جیسا کہ سفر عدد کے دسویں باب میں مذکور ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو یہ منظور تھا کہ کسیطرح یہ لوگ ملک کنعان میں پہونچیں اور وہاں کی قومیں حیتوں اور اموریوں اور عمالیق کے جنگ سے ڈر کر یہیں نہ رہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل ملک کنعان میں بسیں اسلئے انہوں نے فرمایا تمکو من وسلوی ہمیشہ ملتا ہے اب اسکے بدلہ میں گوبھی پیاز

لہسن وغیرہ چیزیں جو مشقت سے حاصل ہوتی ہیں (اسلئے ادنیٰ ہیں) لینا چاہتے ہو؟ یہ کیا عقل ہے۔ اور خیر اگر یہی ہے تو آگے بڑھو

کسی شہر میں جاؤ وہاں سب چیزیں ملیں گی۔ **فائدہ** فوم جسکے معنی گیہوں ہیں بعض اہل لغت اسکے معنی لہسن کہتے ہیں

روایات میں فوم ہی آیا ہے اور توراۃ میں بھی لہسن لکھا ہے **فائدہ** مصر سے مراد کوئی معین شہر ہے نہ مصر فرعون۔ اب ضربت

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـُٔوْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

جو کوئی مسلمان اور جو یہودی اور نصاریٰ اور صابی اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاوے اور

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

اچھے کام کرے تو انکا اجر انکے رب کے پاس ہے اور نہ اوپر کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم کرینگے

علیہ السلام سے حضرت موسیٰ کے بعد کا وہ واقعہ ذکر فرماتا ہے کہ جو یہود پر وقتاً فوقتاً انکی سرکشی اور بدکاری سے گزرا وہ یہ کہ یہودنے نافرمانی اور سرکشی اور کفر و بت پرستی اختیار کی اور ناحق بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا۔ (جیسا کہ الیاس کے زمانہ میں اور پھر حضرت زکریا اور یحییٰ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھایا اور اپنے زعم میں قتل کیا) تو اسلئے خدا نے انکی سلطنت اور شوکت کو مٹا دیا۔ اور ذلت اور خواری تمام قوموں کی آنکھ میں پیدا کردی۔ یہ آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی ہے سو جبکی ہوئی ابتک یہود کو سلطنت و شوکت عزت نصیب نہیں ہوئی ان کہیں غیر قوموں کے ماتحت ہیں۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے کوئی شخص اپنی علو خاندان اور بزرگ زادہ ہونے پر ناز نکرے یہود انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور پھر سلطنت بھی انمیں سلیمان اور داؤد علیہم السلام کے عہد میں کس قوت کی تھی کہ جسکا بیان نہیں لیکن اپنی شامت اعمال اور خدا کے غضب سے کیسے ذلیل و خوار ہیں کر تو یہ ہر شخص خدا کے غضب سے ڈرتا ہے فسق و فجور سے باز آئے۔ خدا کی اطاعت کرے ورنہ وہ ہر بڑے خاندانوں کو مردم ہیں خاک میں ملا دیتا ہے۔ انبیا زادوں کو سولی کر دیتا ہے۔

ترکیب اِنَّ مشبہ بفعل الذین اٰمنوا الخ صلہ و موصول اسکا اسم من شرطیہ فی موضع ابتدا اٰمن باللہ الخ اسکی فلھم اجرھم الخ جملہ جواب۔ پھر یہ تمام جملہ خبر ہوا اِنَّ کی اور عائد محذوف ہے تقدیر یہ ومن اٰمن منھم لفظ من مفرد ہے مگر معنی جمع کے دیتا ہے پس من میں لفظ کی رعایت کرکے صیغہ واحد لایا گیا اور معنی کی رعایت کرکے فلھم اجرھم الخ میں ضمیر جمع لائی گئی۔ اجرھم مبتدا فلھم خبر۔ اور اخفش کے نزدیک اجرھم جار کیونکہ جملہ سے مرفوع ہے اور عند ظرف ہے اور عامل اسمیں معنی استقرار ہے

تفسیر جیکہ اسسے اگلی آیت میں یہود کی ذلت اور انپر قہر الہی کا نازل ہونا بیان ہوا تھا جس سے یہود کو مایوسی ہوئی کہ اب ہمارا بارگاہ کبریا میں کھپ نکلنا ہے تو اس لئے خدا تعالے نے اس آیت میں اُس مایوسی کو مٹایا کہ ہمارے ہاں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں صرف ایمان اور اعمال پر دارومدار ہے پس خواہ کوئی مسلمان ہو خواہ یہودی خواہ عیسائی ہو خواہ صابی ہو جو اللہ پر اور قیامت کے روز ایمان لاکر اچھے کام کرے گا اُسکا اجر ضرور خدا کے ہاں ملے گا اور نہ اُسکو خوف عذاب ہے گا۔ (دنیا میں) نہ مرنے کے بعد اُسکو یہ رنج ہوگا کہ ہائے ہمنے کیوں عمر کو ضائع کیا۔ اور غلط مذاہب و خیالات کی پابندی کو نجات کا رستہ سمجھکر جہنم کو پہونچے۔ اور اسبات کی طرف ہی اشارہ کردیا کہ یہود اپنے دلمیں غیر قومیں کہ ہمیں کچھ خدا کو ارتباط خاص ہے۔ کیونکہ اُسکو سب بندے برابر ہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے گا درجہ پاوے گا کوئی اپنے بزرگوں کی عظمت پر گھمنڈ نہ کرے۔

متعلقات [۱] اِسمقام پر اکثر لوگ یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے تو ایمان سمجھا گیا۔ پھر مَنْ اٰمَنَ کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اسکا جواب بعض یہ دیتے ہیں کہ الذین اٰمنوا سے وہ مراد ہیں کہ جو صرف زبان سے ایمان ظاہر کر چکے ہیں یعنے منافقین یعنے خواہ مخواہ وہ جو ظاہری ایمان کہتا ہے انمیں سے جو حقیقی ایمان لاکر اعمال صالحہ کریگا خدا کے ہاں اجر پاویگا۔ مگر اصل جواب یہ ہے کہ الذین اٰمنوا سے حقیقی

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ
اور یاد کرو جبکہ ہم نے تم سے عہد لیا اور بلند کیا تم پر کوہ طور کو (اور کہا) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے مضبوط ہو کر اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم
تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝
پرہیزگار ہو پھر تم پھر گئے اس کے بعد پس اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اسکی رحمت تو تم ہو جاتے تباہ ہونے والوں میں سے

اہل ایمان مراد ہیں کہ جو زمانہ ماضی میں ایمان لائے ہیں اور آمنوا سے غرض زمان آئندہ میں ایمان پر ثابت قدمی مقصود ہے یعنی خواہ ہو ہو خواہ حقیقی ہو
انہیں سے جو ایمان پر قائم رہے گا انخ (تفسیر کبیر) مگر ان ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ بہرحال تو سب کے نزدیک مسلم تھی کہ جو ایمان لاکر عمدہ کام کریگا اجر پائیگا
پس خدا تعالیٰ اس وصف کو علی العموم بلا تعیین قوم و شخص کے لئے ثابت کرتا ہے یعنی خواہ کوئی ہو جو ایسا کریگا اجر پاویگا خواہ وہ مسلمان ہو خواہ ہو
یا نصرانی تاکہ مسلمانوں کا راہ راست پر ہونا برہان سے ثابت ہو جائے ۔ واللہ لا یخفی علی صاحب الذوق السلیم +

ترکیب ۔ اخذنا فعل ہم فاعل میثاقکم مفعول ۔ الخ ۔ اخذنا فعل ہم فاعل الطور مفعول تو کلم ظرف متعلق ہے فعل کے قلنا محذوف
محذوذا آتینا کم الخ مقولہ لقولہ حال ہے ضمیر خذوا سے ۔ خذوا ۔ الخ ۔ فضل اللہ الخ مبتدا خبر محذوف ہے لولا فضل اللہ حاضر
کوفیہ کے نزدیک لولا کے بعد اسکا اسم ہے

نقد

یہود سوان واقعہ ہے کہ جسمیں خدا نے بنی اسرائیل سے توراۃ پر عمل کرنے کا اپنی مربانی سے عہد لیا تھا ۔ اور جسطرح ماں باپ اولاد کو اسکی
فائدہ کے لئے زبردستی دوا پلاتے ہیں اسیطرح خدا نے کوہ طور اٹھا کر ڈرایا کہ لو توراۃ عمل کرو اور اسکو یاد رکھو ورنہ دبکر مرتے ہو ۔ چنانچہ بنی اسرائیل
نے خدا سے عہد باندھا جیسا کہ سفر خروج کے انیسویں باب میں اشارہ ہے ۔ لیکن بار بار [illegible] اس پر بھی گئے اور
طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی میں مصروف ہوئے ۔ جیسا کہ زمانہ سلاطین اور قضات میں واقع ہوا مگر خدا رحیم ہے ۔ اسنے اپنے
فضل و رحمت سے پھر وقتاً فوقتاً انبیاء بھیجے کہ جو بنی اسرائیل کو ہر طرح کی ہلاکی اور بربادی سے بچاتے رہے ورنہ نیست و نابود ہو جاتے
پس خدا تعالیٰ اس انعام کو یاد دلاتا ہے اور آنحضرت کو انکی سرکشی سے متنبہ کرکے تسلی دیتا ہے کہ باوجود اس قدر عہد مواثیق کے وہ خدا سے پھر گئے
اور تورات کو نہ مانا ۔ پس اگر وہ قرآن کو نہ مانیں تو کچھ تعجب نہیں ۔ **فائدہ** سورۂ اعراف میں بھی خدا تعالیٰ اس واقعہ کو بیان کیا ہے

واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم الایۃ پس ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے پہاڑ کو اپنر اٹھا کر خوف دلایا تھا ۔ وہ قادر ہے
اور بعض دل کہ جو خرق عادت کے منکر ہیں اسکی بھی تاویل کرتے ہیں کہ پہاڑ کا اوپر اٹھنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس پہاڑ کی جڑ میں بھونچال ہوا اور پہاڑ
کے گرنے سے وہ ڈرے تو کہ اوپر نہ آپڑے ۔

یہود کو جو ظاہر میں کہتے ہیں اسرائیل کو کہتے ہیں جو حضرت یعقوب کا لقب تھا ۔ قوی یہ ہے کہ یہود حضرت یعقوب کی نسل کا نام ہے ۔ انکا نام ہے نہ قوم نامزد ہوئی اور نصاریٰ عیسائیوں کو کہتے ہیں اسلئے
کہ وہ شام میں ایک گاؤں ہے ۔ وہاں انکا حضرت مسیح ؑ ہوا تھا ۔ اور یہ لفظ عیسائیوں میں ایک فریق خاص کے لئے ہی بولا جاتا ہے اصلی لقب تو عرب کے لئے ۔
صابی ایک قوم عجیب ہے کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کو مانتا ہے اور ستاروں کو وہ عالم جانکر پرستش کرتا ہے ۔ سن خزیں کو صابیہ اور دوائل کتاب ملل و نحل میں بڑی شرح و بسط سے
لکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسی دین سے مقابلہ ہوا تھا ۔ یہ لوگ عراق میں اب بھی ہوتے ہیں ۔ مبارا ذا خرج من دینہ الی آخر +

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا

اور بیشک تمکو معلوم ہین وہ لوگ جنہون نے تم مین سے سبت کے دن زیادتی کی تھی پس ہمنے انکو کہا کہ ہوجاؤ بندر ذلیل بھگاڑے ہوئے پس کر دیا ہمنے اس واقعہ کو عبرت

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اُس زمانہ کے لوگونکے لئے اور پیچھے لوگونکے لئے اور (بنایا اسکو) نصیحت پرہیزگارونکے لئے۔

ترکیب - علمتم یعنی عرفتم فعل اتم فاعل الذین اعتدوا الخ جملہ مفعول منکم حال ہے ضمیر اعتدوا سے اعتدین کا تین منکم فی السبت متعلق ہے اعتدوا سے خاسین جو مشتق ہے خسا اوذل سے صفت ہو قردۃ کی اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو یا کونوا کی فاعل سے حال ہو فجعلناہا الخ العقوبۃ نکالا مفعول ثانی ہے۔

تفسیر جب خدا تعالی بنی اسرائیل کو اپنے انعام یاد دلایکا تو اسکے بعد کچھ نافرمانی اور انعام پر ناشکری کرنیسے جو برے نتیجہ پیدا ہوتے ہین وہ یاد دلاتا ہے تاکہ لوگونکو عبرت و نصیحت ہو اور یہہ بھی معلوم ہو کہ اس قسم کو ارتکاب پر سے اُس شخص کو (کہ تورات کیا بلکہ مجموعہ عہد عتیق کا بڑا حاوی ہو) اور کوئی عادتاً واقف نہیں ہو سکتا بالخصوص شخص کہ جو امی محض ہو اور جس نے یہودیونکے ملک میں پرورش بھی نہ پائی ہو چہ جائے کہ اُنکی تعلیم و صحبت پس یہہ حالات بیان کرنا صریح آیات کی دلیل ہے کہ خدا عالم الغیوب اس شخص کو خبر دیرہا ہے اور یہہ اُسکا سچا نبی ہے۔ پس پہلے اُس واقعہ کو بیان کرتا ہے۔ کہ جو حضرت موسی علیہ السلام کے کئی برس بعد ہوا پر گذرا وہ یہہ کہ حضرت داؤد کے عہد مین سمندر کے کنارہ پر ملک شام مین کوئی شہر یا قصبہ تھا (جسکو بعض نے ایلہ کہا ہے) ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہین وہ سے علیہ السلام کے دین مین شکار کھیلنا یا اور کاروبار دنیا کے کرنیکی سخت ممانعت تھی جیسا کہ تورات مین موجود ہے۔ وہانکے لوگون نے کیا حیلہ کیا کہ پانی کی نالیات حوضونمین ڈالدین پس ہفتہ کے روز اُن نالیون کے ذریعہ سے حوضون اور تالابونمین مچھلیان جمع ہو جاتی تہین اور وہ نالیون کو بند کر دیتے تھے پھر اتوار کو پکڑ کر کھاتے تھے۔ جب یہہ پشت گزر گئی تو نئی پشت کے لوگ تو خاص ہفتہ کے روز بھی مچھلیان پکڑنے لگے پھر خدا نے انبیاء اور صلحا سمجھاتے تھے مگر وہ نہ مانتے تھے پس خدا نے اُنپر قہر نازل کیا کہ طاعون مین مبتلا ہوئے۔ اور شدت درد سے اُنکی شکلین بگڑ کر بندرون کیسی صورتین ہو گئین اور تین روز مین ہزارون آدمی مر گئے۔ چنانچہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ باب مین بجملہ اس قصہ کیطرف اشارہ ہے۔ اور یہودیون مین یہہ واقعہ عبرت انگیز ہر شخص کے زبانزد تھا۔ چنانچہ آنحضرت علیہ السلام کے ہمعصر یہود مدینہ بھی اسکو خوب جانتے تھے۔ اسلئے فرمایا بقولہ علمتم اس واقعہ کو سورۂ اعراف مین بھی خدا تعالی یاد دلاتا ہے۔ واسئلہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیہم حیتانہم یوم سبتہم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیہم کذلک لایۃ مجاہد نے کہا ہے کہ خدا نے انکو سچ مچ بندر ہونے کا حکم دیا تھا جسطرح احمق اور شریر مرد کو گدھا اور کتا کہتے ہین اسیطرح اُنکو بندر فرمایا۔ مگر جب اس کلام کے حقیقی معنی جو ہمنے بیان کیے صحیح ہو سکتے ہین تو مجاز کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ **فائدہ** ان بندرون کو اُنکی نسل سمجھنا بیوقوفی ہے[۴]

---

[۴] کیونکہ اس بابت کے اول درس مین ہے۔ بعد اس کے خداوند کا غصہ اسرائیل پر بھڑکا الخ۔

[۱] پھر اخیر مین وہ باکی بھی تشریح ہے۔ پس اگر یہہ واقعہ نہ تھا تو پھر اور کونسی بات غصہ بھڑکنے کی تھی

بیان کردہ ۱۲ منہ ۱۲

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

(اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک بیل ذبح کرو تو وہ بولے کہ کیا آپ ہمیں دل لگی کرتے ہیں؟ (موسیٰ نے) کہا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں ہوں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌ

(اس سے) کہا اپنے خدا سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ کیسا ہے؟ کہا (موسیٰ نے) وہ یہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ بوڑھا ہو اور نہ بچھڑا

بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

درمیان میں ہو پس اب تم کرو جو تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ وہ بولے اپنے خدا سے ہمارے لیے درخواست کرو کہ ہمیں بتائے کہ اس کا کیا رنگ ہو؟ (موسیٰ نے) کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی زرد گائے ہے

صَفْرَاۗءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ

رنگ کا بیل کہ دیکھنے والوں کو خوش معلوم ہوتا ہو وہ بولے اپنے رب سے ہمارے لیے درخواست کرو کہ وہ ہمیں بتائے کہ اس کا کیا رنگ ہو؟ کیونکہ ہمیں یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا اور ہم اگر

شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا

خدا نے چاہا تو راہ پا لیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ تو محنت والا ہو کہ زمین جوتتا ہو اور نہ کھیت سینچتا ہو بے عیب ہو

شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور بے داغ ہو کہنے لگے اب تو تم نے ٹھیک بات بتلائی۔ پس انہوں نے گائے ذبح کر دی اور قریب تھا کہ ذبح نہ کرتے۔

ترکیب قال فعل موسیٰ فاعل لقومہ متعلق ہے ان اللہ یامرکم سے مقولہ ان تذبحوا بقرۃ نزع خافض کیوجہ سے محلاً منصوب ہے بان تذبحوا قالوا فعل ہم فاعل آ استفہامیہ تتخذنا فعل انت فاعل نا مفعول اول ہزوا بہ ای ہزوا بہ مفعول ثانی اور جواب استفہام معنی اعوذ باللہ میں کہ ہنسی کرنا جاہلوں کا کام ہے مراد یہ کہ میں دل لگی نہیں کرتا۔ ما مبتدا ہی خبر جملہ مفعول یبین کا قال فعل فاعل انہ یقول الخ مقولہ انہا میں ہا اسم بقرۃ خبر موصوف لا فارض ولا بکر عوان تینوں اسکی صفت ما موصولہ تومرون بہ صلہ جملہ مفعول فافعلوا صفراء صفت اول بقرۃ کی فاقع اسم فاعل لونہا سکا فاعل مجموعہ صفت دوم تسر الناظرین جملہ صفت سوم انشاء اللہ شرط تقدیر یہ انشا اللہ ہدایتنا جواب سکا لمہتدون شرط جملہ میں آگئی اور بعض کے نزدیک جواب محذوف ہے بقرۃ موصوف لا ذلول صفت تثیر الارض حال ہے ضمیر ذلول سے تقدیر یہ لا مذلل فی حال ما ہتا اور ممکن ہے کہ صفت بقرہ کی ہو۔ وتسقی الحرث صفت بقرہ کی اور مبتدا محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ اور اسیطرح مسلمۃ اور لا شیۃ فیہا دونوں یعنی مشتق ہے اصل شیۃ کی وشیۃ سے، واو حذف ہوا الآن میں الف نام زائدہ ہے زجاج کے نزدیک یعنی ہے، اس لئے کہ اسمیں معنی اشارہ کے ہیں جسکے معنی میں ہذا الوقت مبتدا رجئت مع خبر بالحق جائز ہے کہ مفعول بہ جئت کا ہو والتقدیر ذکرت الحق اور جئت کی تا سے حال بھی ہو سکتا ہے ای حقیقا اور محل الحق نصب تفسیر تشدیدات میں سے دو لفظ واقعہ خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے اور بنی اسرائیل کی عادت مذمومہ کی اور طبیعت نکتہ چینی ظاہر کرتا ہے کہ اگر قرآن میں نکتہ چینی نہ کریں تو کچھ تعجب نہیں جبکہ انکی اسلاف نے موسیٰ کے معجزات دیکھکر ایک نہ ایک حکم میں کتنی نکتہ چینیاں کیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ بڑی گران قیمت گودہ بیل میسر آیا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی شخص نے اپنے مورث مالدار کو قتل کر کے خفیہ جگہ ڈال دیا اور خود کا دعویٰ اسنے کیا یہ مقدمہ حضرت موسیٰ کے روبرو پیش ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک بیل کو ذبح کر کے اسکی کوئی

یا چپلس میت پر رکھدیا تو یہ آپ بول اُٹھیگا اور اپنے قاتل کو ظاہر کردیگا۔ لوگ یہ سنکر اسباب سے تعجب میں ہوئے اور یہ سمجھے کہ مردی دل لگی کرتی ہیں آپکہا استغفر اللہ دل لگی جا ہلوں کا کام ہے۔ پھر وہ یہ سمجھے کہ جائے وہ بیل کسقسم کا ہو کہ جسکی یہ چپہ کرنے سے مردہ بول اُٹھیگا (حالانکہ یہ بات معجزہ سے تھی نہ کہ بیل کی تاثیر سے) اسلئے رسی سے آتے پتے پوچھنے لگے آخر اس صفت کا ایک بیل بڑی گران قیمت سے خرید کر ذبح کیا اور اُسکا ایک ٹکڑا میت پر رکھا اُسنے اپنا قاتل بیان کردیا۔ کہ جو قصاص میں مارا گیا اور حصہ سے بھی محروم رہا۔

اس جگہ صرف بیل ذبح کرنیکا قصہ ہے اور اگلی آیات میں واذ قتلتم نفسا میں میت کے بدنیر گوشت مارنیکا ذکر ہے۔ ہر چند یہ دونو قصے ایک ہی قصہ کے متعلق ہیں مگر چونکہ دونو میں ایک جدا گانہ نکتہ ہے اسلئے دونو کو جدا جدا بیان کیا۔ اوّل میں یہ نکتہ ہے کہ بنی اسرائیل کو چونکہ نبی کے قول میں تردد ہوا اور زیادہ نکتہ چینیاں کیں تو وہ انسے قید میں لگئیں آخر دشواری ان وصاف کا بیل نہایت گران قیمت کو دستیاب ہوا۔ پس لازم کہ جس بات کا نبی حکم دے اُسکو بے تامل عمل میں لائے اسلئے نبی صلعم نے فرمایا کہ اگر جس بیل کو بنی اسرائیل ذبح کرکے دیتے کافی تھا مگر انہوں نے تشدد کیا تو انپر تشدد ہوتا گیا (رواہ مسلم وغیرہ) اور اسلئے احکام الٰہی میں زیادہ مراستی کو بہتر سمجھنا نہیں کیونکہ لوگ پوچھ پوچھ کے ایسی قید شرعی لگا جائینگی مطلق بیقید ہوکر خواہ مخواہ وقت واقع ہوگی بلکہ قرآن مجید میں خدا نے بھی اسبات کو منع کردیا۔ لاتسئلوا عن اشیاء فرمادیا۔ اور یہ بھی اسمیں اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل اولاد ابراہیم ہونیکا دعوی کرکے زبردستی سے جنت اور نجات کے وارث بنتے ہیں اور انکے بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ نبی کے فرمانے سے ایک بیل بھی مشکل ذبح کیا اور وہ ایسے فرمانبردار تھے کہ خواب میں اشارہ پاکر بیٹے کی قربانی پر آمادہ ہوگئے۔ پھر جب بزرگوں کی پیروی نہیں تو

بزرگ زادہ ہنر چیست کہ ناخلف باشد؟

دوسرے قصہ میں یہ اشارہ ہے کہ جسطرح خدا نے اُس مردہ کو زندہ کردیا کہ جسکی بنی اسرائیل منکر ہیں اسی طرح قیامت کے دن تمکو قیامت میں مرکر زندہ ہونیمیں کیوں

فائدہ اول علما مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بیل ایک شخص کا تھا۔ مرتے وقت اُسنے ایک لڑکا یتیم اور یہ بیل چھوڑا اور خدا تعالی سے عرض کیا کہ میں آپکے سپرد کرتا ہوں۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا نہایت فرمانبردار تھا پس جب بنی اسرائیل میں یہ قصہ پیش آیا تو یہ تمام صفات اُس بیل میں پائی گئیں بنی اسرائیل نے اُس سے خریدنا چاہا اُسنے اپنی والدہ کی اجازت پر بیچنے سے انکار کیا اُسکی والدہ نے اسقدر قیمت لی کہ جو مدت العمر اس فرزند صالح اور اس بیوہ کو کافی ہوگئی۔ خدا تعالی نے اُس بیل دے کے نکالکر اس فرمانبردار فرزند کی اطاعت کا ثمرہ دکھایا۔

فائدہ دوم - بیل کے ذبح کرنے میں ایک تو یہی سر تھا۔ اور دوم چونکہ بنی اسرائیل نے بیل کی پرستش کی تھی اسلئے اُسکی قربانی سے اُنکی دلوں میں اس جانور کی عظمت کا دور کرنا بھی مقصود تھا۔ اور یہی کوئی سر ہو تو بھی جائز ہے۔

فائدہ سوم - علما نے بیان بہت کچھ موشگافی کی ہے کہ آیا ابتدا بیل معین تھا یا غیر معین۔ یہ باتیں کیوں کیا گیا ہی کیوں کہا؟ وغیرہ ذلک۔ اب خدا تعالی اس دوسری بات کو ذکر کرتا ہے

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَاْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ

اور (یاد کرو) جبکہ تم نے ایک شخص کو قتل کرکے اُسمین اختلاف کیا اور اللہ کو تو ظاہر کرنا تھا اوسچیز کا کہ جسکو تم چھپاتے تھے پس ہمنے حکم دیا کہ اس (میت) کو اس بیل کا

يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ایک ٹکڑا مارو (چنانچہ مارا تو وہ مردہ) اللہ مردوں کو زندہ کردیتا اور تمکو اپنی نشانیان دکھایا کرتا ہے تاکہ تم سمجھو

ترکیب واؤ حرف عطف ایک جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہوتا چلا آتا ہے اذ ظرف ماضی محذوف عامل اذکر مفعول بہ محذوف اور مخرج اوسکی خبر ما موصولہ نصب مین ہے بسبب مخرج کے اور یہ الذی کے معنی مین ہے اور عائد محذوف ہے۔ کذالک کاف موضع نصب مین ہے کس لئے کہ نعت ہے مصدر محذوف کی تقدیر یہ تھی یحیی اللہ الموتی احیاء مثل ذلک اور تکم کی اصل تکتمون ہے بروزن تفاعلتم تخفیف کیلئے کہ ت کو ت سے بدل کر دال کو دال مین ساکن کرکے ادغام کردیا۔ چونکہ ابتدا بالسکون متعذر تھی ہمزہ وصل اول مین لائے ادّٰرأتم ہوا۔

تفسیر یہ دوسرا واقعہ ہے کہ جسمین خدا تعالیٰ نے بنی کے ہاتھ سے ایک معجزہ دکھایا وہ یہ کہ حکم دیا کہ اس بیل کا پارچہ (بعض کہتے ہین زبان بعض کہتے ہین دم) اس میت پر دے دو جی اُٹھیگا۔ چنانچہ ایسا کیا اور اُسنے زندہ ہوکر اپنا قاتل بتلادیا۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مردونکو اسطرح زندہ کردیا کرتے ہین اور تمکو اپنی نشانیان دکھایا کرتے ہین تاکہ تم ایمان لاؤ اور خدا کو قادر مطلق سمجھو۔ یہ تو سر مخفی ہے کہ بیل کے ذبح کرنے کی کیون مشقت ڈالی یون ہی اُسکو کیون زندہ نکردیا اسکو وہی جانتا ہے مگر دو فائدہ اسکے ظاہر ہین۔ اول حشر کا ثبوت دوم اُنکی سرکشی پر تازیانہ **واضح ہو** کہ دہریے ایسے خوارق کے منکر ہین اور چاہتے ہین کہ اہل ادیان بالخصوص مسلمان بھی منکر ہوجائین اسلئے بعض نے ان آیات کے معنے کو بدلا اور بے تک بہت سی باتین بنائین اور پھر اپنی توجیہ باطل پر آپ ہی اعتراضات کرکے اُنکو اُٹھانا چاہا مگر اُٹھا نہ سکا اوّل شبہ کا جواب یہ دیا کہ ضربوہ کی ضمیر میت کیطرف اور بعضہا کی ضمیر موت نفس کیطرف پھرتی ہے سو یہ جواب غلط ہے اسلئے کہ نفس کا اطلاق جسم مردہ پر نہین آتا زندہ کو کہتے ہین اور تکرار بھی نفس کا نہین ہوتا بلکہ جسم کا پھر اوسکی طرف ضمیر کسطرح سے راجع ہوسکتی ہے؟ دوسرا شبہ موتی اور یحیی کی معنی یہ ہے کیونکہ موتی کی معنی نامعلوم اور یحیی کی معنی ظاہر کرنیکے ماوّل بنے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ آیت وکنتم امواتا فاحیاکم مین بھی یہی معنی مراد ہین اور لفظ مخرج اور تکتمون جو مقابلہ مین پڑا ہے اس معنی کی لئے قرینہ ہے یہ **جواب** بھی غلط ہے۔ اوّل تو آیت مذکورہ مین یہ معنی مراد نہین اور جو ہو ہون تو ایک جگہ مجاز تسلیم کرنے سے ہر جگہ حقیقی معنی متروک نہین ہوسکتی اور نہ یہ قرائن اس معنی کے لئے ہوسکتے ہین دوم مخرج اور تکتمون تو یہی چاہتا ہے کہ یحیی کے معنی زندہ کرنا اور موتی میت کی جمع کی معنی مردے لیے جاوین تاکہ اُنکی خفیہ خیانت کا اظہار پایا جاوے تیسرا شبہ کہ ذلک کے معنی درست نہین ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ فاطرہ اللہ مقدر مانکر شبہ درست ہوجاویگی اور مقدر ماننا نہ خلاف عقل ہے نہ نقل یہ جواب بھی غلط ہے کیونکہ یہ کیم آیہ کردہ نکو اپنی نشانیان دکھاتا ہے صریح دلیل ہے کہ یہ فعل خارق عادت ہے کہ جو غیر محسوس ضد تعالے کے وجود کامل کی دلیل بنایا گیا ہے۔ ورنہ اسطرح کے تو ملکے اور شعبدے آیات الٰہی نہین ہوسکتے۔ اگر عقل ہو تو سمجھو مگر تمہارے دل تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوگئے

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ
پھر اوسکے بعد تمہاری دل سخت ہوگئی پس وہ پتھر کی مانند ہیں یا سختی مین اُنسے بھی زیادہ اور بیشک بعض پتھر تو ایسی بھی ہین کہ جن سے نہرین پھوٹ نکلتی
الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا
ہین اور بعض ایسے ہین جو پھٹتے ہین پھر اُنسے پانی نکلتا ہے اور بعض ایسے ہین کہ خدا کے خوف سے نیچے گرتے ہین اور
اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝
اللہ تمہارے کام سے بیخبر نہین ہے

ترکیب ثم استبعاد قسوۃ کیلئے ہے نہ کہ تراخی کیلئے قست فعل قلوبکم فاعل من بعد ذلک متعلق ہے فعل سے ہی مبتدا کالحجارۃ مستقر کی متعلق ہوکر خبر ہے۔ اور ممکن کہ کاف اسمیہ بمعنی مثل اور متعلق ہو۔ او بمنزلہ اس آوے کے ہے کہ جو او کعیب مین سے اشد معطوف ہے کاف پر تقدیرہ او ہی اشد قسوۃ تیز ہے تمامین ل تاکید اور ما موصولہ موضع نصب مین ہے۔ کیونکہ اسم ان ہے اور خبر منہ لا ہار جملہ فعلیہ اسکا صلہ اور من الحجارۃ خبران ہے۔ اور اسی پر وان منہا لما یشقق کو قیاس کرنا چاہیئے مع خشیۃ اللہ موضع نصب مین ہے ہبط سے کہ قول ہبط تفسیر خدا تعالے بنی اسرائیل کو فرماتا ہے کہ ان واقعات اور عجائبات قدرت کے دیکھنے کے بعد تمکو سزا دی ہوگئی۔ اور چکنے کنکر کی طرح ہوگئے اور گناہ کرتے کرتے تمہارے دل پتھر کیطرح سخت ہوگئے جسطرح پتھر مین اثر نہین ہوتا اسیطرح تمہارے دلونمین انبیاء علیہم السلام کی نصیحت اثر نہین کرتی بلکہ پتھر ونسے تو کچھ فائدہ بھی ہے اور وہ کچھہ اثر بھی قبول کرتے ہین کسطرح کہ بعض مین سے تو پانی کے چشمہ پھوٹ کر نکلتے ہین کہ جنسے خلق فیض پاتی ہے۔ اور بعض ہین سے پانی بہتا ہے جبکہ وہ انجرات کے زور سے پھٹ جاتے ہین اور بعض پتھر پہاڑ کے چوٹی سے گرتے ہین گویا کہ ہیبت الٰہی سے لرزکر سجدہ مین گرتے ہین اور تمہارے دلونمین تو یہہ بھی وصف نہین ہے وہ گویا پتھر ونسے سخت ہین سو اگر یہہ لوگ خاتم النبیین صلعم کو نامین یا اُنکے معجزات اور پر اثر وعظ پر قیقہ ازادین تو اُنسے کچھہ تعجب نہین اس سے کوئی عرب یا اور قوم یہ نہ سمجھے کہ نبی علیہ السلام کی نبوت اور فیض ہدایت کا قصور ہے بلکہ اُنکی استعداد مین قصور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کی سخت دلی کی مذمت فرمائی اور اُنکو سانپون کے بچے کہا ۔

متعلقات

قساوۃ۔ غلظت اور سختی کو کہتے ہین جیسے کہ پتھر مین ہوتی ہے۔ اور دل کی قساوت یہہ ہے کہ اُسمین خوف وعبرۃ کی گنجائش نہ ہے

تفجر۔ کھلجانا پھوٹ پڑنا۔ چونکہ پہاڑونمین بعض جگہہ تو بڑے زور سے پانی نکلکر اُس سے دریا اور نہرین بہتی ہین جیسا کہ دریائے گنگا اور جمنا کا منبعہ۔ اور بعض پہاڑونمین انجرات کی شدت سے پتھر پھٹ کر اُنسے تھوڑا تھوڑا پانی رسنے لگتا ہے اسلئے ان دونون باتونکو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور جو دونون کو ایک سمجھکر کلام الٰہی پر اعتراض کرتا ہے وہ جاہل ہے

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ

(اے مسلمانو) کیا تمکو یہ توقع ہے کہ وہ (یہود) تمہارے (ہاتھ سے) ایک ایسا گروہ بھی (ایمان لائینگے) کہ جو کلام خدا سنتا تھا پھر اُسکو سمجھنے کے بعد بدل ڈالتا تھا

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ

حالانکہ وہ جو (حقیقت) جانتے ہیں ۔ اور جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے اور جب ایک دوسرے کو تنہا ملتا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا تم مسلمانوں سے وہ باتیں

بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

کہدیتے ہو کہ جو خدا نے تمپر ظاہر کی تاکہ اس سے تمکو تمہارے رب کے روبرو الزام دیویں کیا تم نہیں سمجھتے کیا وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ بیشک اللہ جانتا ہے

يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں

ترکیب ان یؤمنوا میں حرف جر محذوف ہے تقدیر فی ان یؤمنوا اور قد کان جملہ حالیہ ہے تقدیر افتطمعون ایمانہم وشانہم الکذب والتحریف وسنہم موضع رفع میں ہے صفت ہے فریق کی اور یسمعون الخ جملہ کان کی خبر اور فریق اسم ہے اذا حرف شرط قالوا الخ شرط اور اسیطرح اذا خلا بعضہم الخ شرط قالوا الخ جواب شرط بما فتح اللہ میں ما موصولہ اور ممکن ہے کہ موصوفہ اور مصدریہ ہو ۔

خلاصہ تفسیر مسلمانو تمکو تسلی دیتا ہے کہ تم ان یہود سے کیا امید کرتے ہو کہ وہ دین اسلام کو قبول کرینگے اسے یہ امید کیونکر ہوسکتی ہے کہ یہ وہ شریر قوم ہے کہ جسمیں ایسے لوگ ہوکر جو کلام خدا کو سنکر اور خوب سمجھکر پھر اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ فعل سخت گناہ ہے ۔ پس جس کلام کو یہ پھر حق سمجھتے تھے اور جس نے پر ایمان لائی ہوئی تھی اسکی نسبت انکی یہ کارروائی تھی تو اور کا کیا ذکر ہے ؟ **علما** کا اسمیں مختلف قول ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے روبرو یہود یہ حرکت کرتے تھے کہ توراۃ کو سنکر اور سمجھکر پھر اسکے برخلاف عمل کرتے تھے اور کلام الٰہی کو مانتے تھے پھر بھی انکی تحریف تھی ۔ بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ کے بعد علمائے یہود نے اپنے اغراض نفسانیہ سے توراۃ میں تحریف کی ۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی بشارات کو تاویلات اور الفاظ کی کمی زیادتی کرکے بدل دیا اسلئے حواری عہد عتیق کا حوالہ دیتے ہیں اور انمیں وہ حوالہ نہیں پائے جاتے ہیں کسی کتاب عہد عتیق میں نہیں کہ عیسیٰ ناصری کہلائیگا حالانکہ حواری کہتے ہیں کہ انبیاء سے یہ باتیں لکھی ہیں ۔ اور بہت سے شواہد ہیں ۔ اور اسیطرح جناب رسول خدا صلعم کی بشارات میں تصرف بجا کیا ۔ اور یہی قول صحیح ہے اور اس بات کا ثبوت علمائے اسلام نے کتب مناظرہ میں بڑی شد و مد سے کیا ہے اب اللہ تعالیٰ یہود کی جو صلحتوں سے مطلع کرکے نبی علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان یہود کی ایسی بیباکی دینی میں اور ایسی بیحیائی سے کہ ایمان کو کھکر کو ایک سرسری بات سمجھ رکھا ہے پس جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ۔ اور جب آپسمیں یا کسی سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں کہ تم توراۃ اور دیگر کتب انبیاء سے مسلمانوں کے روبرو وہ باتیں کیوں پیش کیا کرتے ہو کہ جنسے انکے دین کا برحق ہونا یا یا جانا جائے کہ پھر جسطرح تمکو اور باتوں سے الزام دیتے ہیں اسیطرح عند اللہ یہی تمکو ملزم کرینگی اور خدا کی سامنے تمہارے پاس کوئی حجت اسلام قبول کرنے کی نہ رہیگی ۔ اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ خدا سے کوئی بات مخفی نہیں خواہ وہ ظاہر کریں خواہ چھپاویں ۔ مگر وہ بہرحال ہر بات جانتا ہے پس خود اپنی زبانی اور اسکے علماء کی معرفت ان باتوں کو خواہ مخواہ ظاہر کرکے درگاہ ہر حال میں خدا کے نزدیک اسلام قبول نکرنے پر ملزم ٹھہرینگے کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے ؟ عند ربکم کے معنی میں علماء کے مختلف توجیہات ہیں مگر قوی اور مناسب یہ ہے اسی کی حکمہ ۔ اسکے بعد خدا تعالیٰ علم یہود کی بے دینی اور جہالت ظاہر کرتا ہے ۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ

اور ان میں سے ان پڑھ ہیں کہ حق کتاب کو نہیں جانتے ہیں مگر سنی سنی اور وہ صرف خیال پکاتے ہیں پس خرابی ہے انکو کہ جو اپنی تہ سے کتاب

الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ

لکھکر پھر اسکو خدا کی طرف سے بتلاتے ہیں تاکہ اُسکی وجہ سے کچھ دام پیدا کریں پس خرابی ہے انکو اس لکھنے پر جو

وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا

اور خرابی ہے انکو اُنکی کمائی پر اور کہا (یہود نے) کہ ہمکو چند گنتی کے دن آگ ہرگز نہ چھوئے گی تو اُنسے کہ کیا تم نے خدا سے کوئی عہد کرا لیا ہے

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْۗـَٔتُهٗ

کہ پھر وہ اپنے عہد کے ہرگز برخلاف نہ کریگا۔ یا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو کہ جنکو جانتے نہیں آں جنجو بڑی کمائی اور اور سکو اور مجھے گناہوں نے ہر طرف سے گھیر لیا

فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

تو وہی دوزخی ہیں وہ اُسمیں ہمیشہ رہینگے اور جنہوں نے ایمان لاکر اچھے کام کیئے تو وہی جنتی ہیں وہ اُسمیں ہمیشہ رہینگے۔

ترکیب اُمیّون مبتدا، حروف لا یعلمون الکتاب صفت ہم خبر مقدم مع الاستثنا مستثنیٰ منقطع ہے یعنی لکن امانیہ کی جمع ہے جسکی معنی ظنی منصوب ہیں اسلیئے اسکا ملاق ہوا اور گمان اور جھوٹ پر ہے اُسپر ہوتا ہے۔ ان یعنی ما بمعنی الا اور التقدیر ان ہم الا قوم یظنون فویل الذین یکتبون مبتدا خبر ہیں الکتاب مفعول ہے معنی لکھتے ہیں اور جنہوں نے بمعنی مصدر سمجھا ہے کو اختیار کیا بایدیہم ایدی کی جمع ہے جسکی اصل یدی تھی لفظ سے اور جمع قلت سے اور جو کہ یا ہاتھوں کہتے ہیں یا دل سو ہر اسکو چھوڑ کر کیا تو اسکے لیے جیسا کہ بولتے ہیں اپنی آنکھ سے دیکھا ثم للتراخی یعنی کچھ دیر کے بعد لیشتروا میں لام یقولون کے متعلق ہے مما کتبت میں ما یعنی الذی یا نکرہ موصوفہ یا مصدریہ ہے اور اسیطرح مما یکسبون میں فاولئک مبتدا اصحاب مضاف الیہ خبر ہم ضمیر فاعل ان مبتدا اسم جملہ مفعول ہے۔

الا ایاما میں ایام کو بوجہ ظرف ہونے کے نصب نہ الا کی وجہ سے کہ فعل اس طرف سے پہلے کسی ظرف کی معرف متعدی نہیں ہوا (تبیان) ایام اصل میں ایاوم یوم کی جمع تھا واؤ کو یا بنا دیا اور ی میں ادغام کر دیا۔ اتخذتم ہمزہ استفہام کے ساتھ ہمزہ وصل محذوف ہے۔ بلی کلمہ ایجاب ہے۔ من بمعنی الذی یا موصولہ شرطیہ کہ شرطیہ ہو اور دونوں تقدیر پر مبتدا بھی جملہ جواب شرط یا خبر من ام ہمزہ استفہام کے معنی میں ہے ای الامر من کان یعنی امر مستقبل یا اسکو متقطعہ کہا جاوے بمعنی بل۔

تفسیر یعنی انکا علم کا تو یہ حال تھا اور عامی کی یہ کیفیت ہے کہ تورات یا کسی کتاب کو تو جانتے نہیں صرف چند خیالی باتوں کو سنا سنایا لوگوں میں کہتے ہیں اول یہ کہ تمام مخلوق سے علیحدہ خدا کو ہے یہ خصاص خاص ہے دوسرا یہ کہ اُنہی کو بیٹا کہا اور محبوب بنایا ہے پس ہمارا ہرگز مواخذہ نہ ہوگا ہمارے باپ دادا انبیا تھے اور انکو وہ قدرت ہے کہ وہ بغیر مرضی اسکے کسی کو دوزخ میں نہ بھیجے گا ہمیں بھی ایسے ہی کہدیا تیسرا یہ کہ ہم گنتی کے چند روز دوزخ میں رہینگے پھر جنت میں جائینگے چوتھا یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھٹا یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ساتواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا آٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا نواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا دسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا گیارہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بارہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تیرہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چودہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پندرہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا سولہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا سترہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹھارہواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بائیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تیئیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چوبیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پچیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھبیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ستائیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹھائیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تینتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چونتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پینتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا سینتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اڑتیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انتالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکتالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بیالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تینتالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چوالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پینتالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھیالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا سینتالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اڑتالیسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انچاسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پچاسواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکاونواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا باونواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تریپنواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چونپنواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پچپنواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھپنواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ستاونواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹھاونواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ساٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا باسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تریسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چونسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پینسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھیسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا سڑسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹھسٹھواں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ستر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چوہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پچہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ستہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹہتر واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا انیاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکیاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بیاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تراسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چوراسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پچاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھیاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ستاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹھاسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا نواسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا نوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اکانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا بانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا تراسی واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چورانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا پچانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا چھیانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ستانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا اٹھانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا ننانوے واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا سو واں یہ کہ ہم کو اگر عذاب ہی ہوا تو چند روز ہوگا

قول۔ ناں یہ ہمیشہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں ہے کہ جو فلاں کام کریگا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا خواہ کوئی ہو یہودی ہو یا مسلمان ہو یا کوئی اور جو معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے کہ ہر گناہ گار ہمیشہ جہنم میں رہیگا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت کا نسخ دلیل سے جائز نہیں ہے اور اسی پر علما کا اتفاق ہے۔ (تفسیر عزیزی)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ط وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى

اور جکہ ہمنے بنی اسرائیل سے قول لیا کہ خدا کے سوا اور کسیکی عبادت نکرنا اور ماں باپ سے اور قرابت داروں اور

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا

یتیموں اور بیکسوں سے سلوک کیجیو اور لوگونسے اچھی بات کہیو اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا پھر بجز چند آدمیونکے تم مین سے

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

نافرمانی کرکے سب پھر گئے۔

ایمان لانے کے بعد اچھے کام کرکے وہ ہمیشہ جنت مین رہے گا۔ خواہ کوئی ہو پس اب تمکو ایمان اور اعمال صالحہ کیطرف متوجہ ہونا ضرور ہے ان بیہودہ خیالات سے کچھ کام نہین چلتا یہ تمہری بڑی بیجا ہوی

ترکیب

اذ ظرف متعلق ہے اذکر کے اخذنا فعل یا فاعل میثاق یعنی عہد مفعول لاتعبدون الی آخرہ جواب قسم ہے جو اخذنا سے مستفاد ہے اے اخذنا ہم او قسمنا لہم باللہ لاتعبدون دوم یہہ کہ اس مراد ہو والتقدیر اخذنا میثاق بنی اسرائیل علی ان لاتعبدوا الا اللہ پس حرف جر حذف ہوا پھر ان حذف ہوگیا پھر مضارع مرفوع ہوگیا جیسا کہ اس مصرع مین ہے الا ایہذا الزاجری احضر الوغی ۔ اور بعض قرات مین ان لاتعبدوا بھی آیا ہے پس اس تقدیر پر میثاق سے بدل ہو جاوے گا یا بجواب قسم کے اس کا معمول ہوگا۔ نافع اور ابن عامر اور ابوعمرو اور عاصم اور یعقوب نے لاتعبدوا تا کیساتھ پڑہا ہے اور باقی لوگون نے یا کے ساتھ اور بالوالدین احسانا متعلق ہے مضمر کے ساتھ اے احسنوا احسانا وذی القربی اسکا عطف الدین پر ہے وقولوا اسے قلنا لہم قولوا قولا حسنا بضم الحاء وسکون السین وبفتحہا جیسا کہ حزن اور حزن دونون درست ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ثانی صورت مین صفت ہے مصدر محذوف کی اور اول مین مضاف محذوف ہے۔

اے ذا حسن واانتم معرضون جملہ حال موکدہ ہے فاعل تولیتم سے ۔

تفسیر

پہلے نے یکہ چند آیات تک اللہ تعالیٰ یہود کے اس خیال باطل کو رد کرتا ہے کہ جو وہ کہتے تھے کہ ہمکو صرف چند روز عذاب ہوگا اول بار تو یون رد کیا تھا کہ تمنے خدا سے قرار لیا ہے کہ وہ تمکو چند روز سے زیادہ عذاب نکریگا۔ ؟ حالانکہ قرار نہین لیا پھر کس اعتبار پر یہہ کہتے ہو۔ اب یہان ایک اور دلیل قائم کرتا ہے کہ جسکو وہ بھی تسلیم کرتے تھے وہ یہہ کہ خدا نے تمسے عہد لیا تھا کہ تم خاص اسکی عبادت کرو اس باپ سے اور قرابت داروں سے اور یتیمون اور بیکسون سے سلوک کرنا اور اچھی بات کہنا اور نماز پڑہنا زکوۃ دینا پس بجز تھوڑے سے لوگونکے تم نے اس عہد کو توڑ دیا۔ اب کہو کہ جو ایسا عہد موثق توڑ دے وہ اس جرم کی عوض مین ہمیشہ جہنم مین رہے گا کہ نہین ؟

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ
اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور نہ اپنے لوگوں کو جلاوطن کرنا پھر تم نے اقرار کیا اور تم
تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ
حاضر ہو کر پھر تم ہی وہ ہو کہ جو قتل کرتے ہو اپنے لوگوں کو اور اپنی ایک کروہ کو انکے گھروں سے باہر نکالتے ہو انکے برخلاف
عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط
جرم اور زیادتی کرکر اور اگر وہی لوگ قیدی ہوکر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم اونکو فدیہ دیکر چھڑا لیتے ہو حالانکہ انکا نکالنا ہی تمپر حرام تھا
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ط فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ
پس کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصہ کے منکر ہو پس جو تم میں سے ایسا کرے اسکی یہی سزا ہے کہ دنیا میں
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب میں ڈالے جاویں اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی کو لیا پس نہ اُنکے عذاب میں کمی ہوگی اور نہ انکی مدد کو کوئی آویگا ۔

ترکیب: وَاِذْ ظرف کا لئے جو ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر چلا آتا ہے۔ اَخَذْنَا فعل یا فاعل مِيْثَاقَكُمْ مفعول لَا تَسْفِكُوْنَ الخ بدل ہے میثاق سے اتم مبتدا ہے اَقْرَرْتُمْ علی حذف مضاف خبر اسی شکل ہوا اور تَشْهَدُوْنَ اور تُخْرِجُوْنَ حال ہیں اور عامل ہیں معنی تنبیہ تظاہرون الخ جملہ موضع نصب میں ہے اسلئے کہ یہ حال ہے فاعل تخرجون سے تظاہرون اصل میں تتظاہرون تھا ایک ت حذف ہوگئی اور بعض ت ثانی کو طا سے بدلکر ظا میں ادغام کرکے مشدد پڑھتے ہیں۔ عُدْوَان مصدر ہے وزن کفران بمعنے ظلم سارے جمع سیر ہے حال یا تو سے اور بعض نے اسکو سری بھی پڑھا ہے تفادیم جواب شرط ہے جو ہمیر شان مبتدا محرم خبر اخراجہم مرفوع بسبب محرم کے۔ اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اخراجہم مبتدا اور محرم خبر مقدم اور جملہ خبر ہو۔ اور ہو اخراج کیطرف بھی رجوع ہوسکتا ہے۔ اور یہ جملہ معترضہ ہے تا فائدہ جزاء الخ اسم خزی خبر فی الحیوۃ الدنیا صفت موصوف کا مجموعہ خزی کی صفت ہے

تفسیر: حضرت کے زمانہ کا ذکر ہو رہا ہے یہ تین آیتیں ہیں پہلی آیت میں یہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ برا بیان ہیں تو تمہارے بزرگوں کی ہیں پس ہم جو کہ بنی یعقوب اپنے ہی ہیں تو ہم آتش دوزخ سے باستثنا چند روز بری ہیں اسلئے اس آیت میں انکے قبائح بیان کرکے کہتا ہے کہ تم کیا بھلے ہو؟ اس عہد میں تم ہی شریک ہو کہ باہم خونریزی نہ کرنا گو تم ظلم ہی چھپائی کرکے انکو جلاوطن نہ کرنا سو تم ہی اس عہد شکنی میں شامل ہو۔ مدینہ میں دو قوم آباد تھیں ایک اوس دوسرے خزرج اور [illegible] پاس ہو کر کبھی دو گروہ ہو ایک قریظہ دوسرا نضیر اور دونوں میں باہم صدہا سال سے سخت عداوت اور جنگ جدل تھا [illegible] تھا اسلئے قریظہ نے اوس سے باہم عہد دوستی محکم کیا اور نضیر خزرج کا طرف دار ہوا اوس اور انکے حلیف قریظہ پر جب ہی تو اسوقت کو طلوع کو تیر بلند کیا کرتے ہیں تک نبی صلعم مدینہ میں آئے ہیں تب تک یہی حال رہا آخر حضرت کی برکت سے انصار کے دونوں قبیلوں نے [illegible] یعنے مان لیا اور انصار کے ساتھ ملکر دوسرے یہود یوں پر جب ہاتھ کرتے ہیں اور قتل و جلاوطنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھتے ہیں مگر پھر اپنے ہی بھائی بند کے پوجا وہ جنات تمہارے دل میں قوم کو روپیہ سے انکو فدیہ دیکر چھڑا لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انکو الزام دیتا ہے کہ دل کی زمین میں خدا کی نافرمانی اور انبیاء کا قتل جانکر معاندانہ انکار کرنا اور خدا کی عہد عبادت و صدق کی [illegible] دنیا اور آخرت میں کہنا پڑے گا جسکو تم خلاف

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسکے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بیٹے مریم کو کھلی نشانیاں دیں

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

اور روح القدس سے اسکی مدد کی کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ لایا جو تمہارے نفس نہ چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے تھے۔

اوکو قتل جلد وہن کیا کرتے ہو؟ توارث کی بنا کو نہیں بتاتے۔ اور ہر جب قومی اوکو جھڑائی ہو سیات کو، ہی ہو پس کو یا کتاب میں سے ایک جزو پر ایمان کہتے ہو اور ایک کا انکار کرتے ہو جو ایسا کرے اسکی یہ سزا ہے کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت کو سخت عذاب میں ڈالا جاوے جو چاہے کہ چند روز عذاب کچھ اسکا کم ہو تمام قوم سلف و خلف کیطرف متوجہ ہو کر فرماتا ہے کہ ان کو ان کی نافرمانی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایسی ہی سزا ملنی چاہئے کہ ہمیشہ عذاب میں رہیں کسی کے عذاب میں تخفیف ہو گی نہ کوئی انکی مدد کر سکیگا

ترکیب اتینا فعل فاعل موصول اول الکتاب مفعول اول فی۔ قفینا میں ی واو سے بدل گئی ہوتی ہیں قفا یقفو اذا اتبع چونکہ واو جو تہ میں واقع ہوئی سے بدل گیا۔ بالرسل میں یہ مفعول قفینا کا حرف جر اور بکر تم جو اب ط فریقا مفعول مقدم کہ تم اسیطرح یقتلون کا فریقا مفعول مقدم ہے۔

تفسیر فسان کو خدا نے دو قوتیں عطا کیں اگر انکی اصلاح ہو گئی تو نجات ہو گئی اور نہ آفات اول و عمدہ قوت نظریہ یعنے علمی حصہ اسکے ہیں اصلاح خدا تعالے اور اسکے انبیاء و رسل کو خاص تعلق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا دوسری قوت عملیہ یعنی عملی حصہ اسکی اصلاح ہر قسم کا عمدہ اور نیک عمال کرنا اور اسکی خرابی سے ہر طرح کی بچنا ہے۔ یہاں تک بنی اسرائیل کی وہ خرابیاں بیان ہوئیں جو قوت عملیہ سے متعلق تھیں جیسا کہ ماں باپ اور اقارب و یتیموں اور مسکینوں کے حقوق میں دست اندازی کرنا اور اس قوت کے خراب ہونے سے انسان عیاذاً باللہ فاسق ہوتا ہے کہ جو ابدی جہنم کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ کبائر سے ایمان نہیں جاتا۔ پس ہنوز بنی اسرائیل کے ذمہ یہ بات باقی تھی کہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کے لائق ہوں (کہ یہ چیز ہر یہود کے ذمہ میں نہیں رہ سکتی) پورا پورا ابطال نہیں ہوتا اب اس آیت میں اسکا ابطال کر دیا کہ یہ قوت نظریہ میں کامل درجہ کا فساد ہے کہ خدا کے انبیاء کی تکذیب کیجائے۔ اور اسکے انبیاء کو قتل کیا جاوے اور جس احکام کو دل چاہے تکبر از راہ نفسانیت ان میں سے جو یہ سب تین بنی اسرائیل کے ذمہ میں ثابت ہوئے تو ظالمون ہوا اور ابدی جہنم کا سزاوار ہونا ثابت ہو گیا۔ پس فرماتا ہے کہ ہمنے موسیٰ کو کتاب یعنے توراۃ دی اور پھر وقتاً فوقتاً دین موسوی کے اصلاح کو لئے ہوئے انبیاء بھیجے جسطرح کہ امت محمدیہ میں ہر صدی پر مجدد قائم ہوتا ہے یہانتک کہ بنی اسرائیل کے دین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے کھلے معجزات عیسویہ اور روح القدس سے انکی مدد کی کہ جسکی آثار عجیبہ ہو ذی دیکھو ہیں یہانتک کہ جب کسی رسول نے کوئی حکم دیا تو سرکشی کر کے ٹال دیا اور اسپر ہی بس نہیں کیا بہت سے انبیاء کو جھٹلایا اور بہت کو ناحق قتل کر دیا جیسا کہ حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کو پہلے ایک چیز ایات لگا ہے ہو اب کس اعتماد پر خدا کی محمد اور برگزیدہ ہونے کا دعوی کر کے اخیر میں نبی علیہ السلام سے انکار کرتے ہو۔ اب ہی وقت ہے کہ نبی آخر الزمان اول بار تو یوں رد کیا تھا کہ ہمیشہ بعض روح القدس کہکو کہتے تثلیث میں قرار قوم کہتی ہیں اور وہ خدا اور عیسیٰ کا بیٹا کہتے ہیں جو کہ جاہلانہ طور ایک کہدیتے ہیں اعتماد پر یہ کہتے ہو۔ اب یہ ان باتوں کی دلیل قائم کی بعض کہتے ہیں کہ انجیل مراد ہے جو کچھ ہو مگر حضرت جبرئیل کی حضرت عیسیٰ کو ایک واسطہ خاص تھا کہ انکو دم کر کے مریم کو دیا تھا

عیسیٰ کو عبرانی میں یشوع کہتے ہیں کہ جسکو انجیل میں یسوع کہتے ہیں۔ اور مسیح آپ کا لقب ہے ۱۲

ماں باپ اور قرابت داروں نے اور یتیموں اور مسکینوں سے معجزات نہیں کی قوت کا فیض تھا +

اب کہو کہ جو ایسا اور قتل ہی کیا مگر چونکہ قتل سے زیادہ سخت کیا تھا تو اسکو بصیغہ مضارع تعبیر کیا تا کہ ناظر کو بروز انکی

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۭ بَل لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ
اور دوسرے کہ ہماری دل غلاف میں ہیں (نہیں بلکہ انپر انکے کفر کے سبب سے لعنت (راحق) ہے ایمان لاتے ہیں اور جبکہ انکو پاس خدا کی طرف سے کتاب (قرآن) آئی
اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ
جو سچا جتلاتی ہوا سکو جو انکے پاس ہے (اسکی برکت سے) کافر ہونیپر انکی پاس پہلے سے فتح مانگتے تھے (دعا کرتے تھے) کہ جسکو پہچانتے تھے جب وہ انکی پاس آیا تو اسکو نہ مانا سو انکافروں پر خدا کی مار ہے

ترکیب قالوا فعل ہم ضمیر مرفوع فاعل قلوبنا مبتدا غلف (بضم لام جمع غلاف اور لام کا سکون بھی ہو سکتا ہے کیونکہ مضموم کو ساکن بعض موقع میں عرب دیتے ہیں جیسا کہ کُتُب اور کُتْب ۱۲) خبر جملہ مقولہ ہے۔ بل اضراب کے لئے بلکفرہم کی با لعن سے متعلق ہے فقلیلا منصوب ہے اسلئے کہ صفت ہے مصدر محذوف کی اور یا زائدہ ہے ای ایمانا قلیلا یؤمنون لما حرف شرط جا بفعل ہم مفعول کتب موصوف من عند اللہ صفت مصدق صفت دوم اور بعض نے مصدقا بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر یہ حال ہے۔ یستفتحون الخ جملہ خبر کانوا یہ سب جملہ حال ہے ضمیر ہم سے (تفسیر) یا جملہ معترضہ ہے فلما جاءھم الخ شرط کفروا جواب شرط ہے

جبکہ قرآن مجید نے انکی تمام شبہات باطلہ اور خیالات سدیدہ کا کماحقہ بطلان کر دیا اور کوئی جواب معقول اور حجت صحیحہ اسلام کے قبول نکرنیمیں اُن پاس نہ رہی تو جاہلانہ یہہ جواب دیا کہ ہم اپنے دین قدیم پر نہایت ثابت قدم ہیں۔ آپکی ہم کوئی بات قبول نکرینگے کیونکہ ہمارے دلونپر غلاف ہیں جس وجہ سے غیر دین کی بات ہم قبول کرنہیں کر سکتے۔ اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ غلاف و لاف کچھ نہیں بلکہ انکا کفر کیونکہ خدا نے انپر ہمکا ردالدی ہے وہی حجاب اکبر ہے۔ اسی لئے کمتر ایمان لاتے ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اسکے دل ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے پھر وہ بڑھتے بڑھتے تمام دل چھا جاتا ہے۔ یہانتک کہ پھر اُسمیں کوئی حق بات اثر نہیں کرتی اور خدا فرماتے ہیں کلا بل ران علی قلوبھم الایہ تو اس سے یہی مراد ہے کہ توبہ استغفار کرتا ہے تو وہ نکتہ مٹ جاتا ہے (رواہ الترمذی) اسمیں کوئی شک نہیں کہ معصیت کی ظلمت دلکو گھیر لیتی ہے سو یہی غلاف اور پردہ اور دیوار رنکا راہ حق پر نہیں آنے دیتا اور آئندہ اور گناہ سخت بلکہ کفر بھی اسکی نزدیک ایک ادنی سی بات ہو جاتی ہے بلکہ بڑی باتیں اچھی اور اچھی بُری دکھائی دینے لگتی ہیں۔ معنی الدر آخرت میں یہی پردہ آتش دوزخ بنکر ہمیشہ دلکو جلاتی ہے نار تطلع علی الافدۃ سے یہی مراد ہے واللہ اعلم۔ اُنکے دلونپر غلاف پڑنے کی تاثیر بیان فرماتا ہے کہ جب انہوں نے خدا کیطرف سے ایک ایسی کتاب پائی کہ جسمیں اصول دین موسوی کی تصدیق ہے اور جو کہ مشرکین کے مقابلہ میں یہود کی ممد و مبشر اشاعت عدل کے ہے یعنے قرآن مجید تو اُسکے بھی منکر ہو گئے اور لطف یہہ ہے کہ (موجب بشارت تھا بآثار دیگر کتب انبیاء مثل صموئیل و خرقیل و دانیال) ایک نبی آخرالزمان کی یہود منتظر تھے کہ جسپر مخالفوں کا مقابلہ ہو زمانہ کو پابند کر رکھا تھا اور مدینہ کی یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز

اللھم بنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان و کتابک الذی تنزل
کہ الٰہی ہمکو برکت نبی آخرالزمان محمد اور برکت قرآن مجید ہمارے دشمنونپر فتحیاب کر (رواہ الحاکم بسند صحیح)
روایت کیا کہ ہمارے محلہ بنی عبدالاشہل میں ایک یہودی رہتا تھا اُسنے ہمکو عالم آخرت کے ثواب

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى
بیشک برا ہے وہ جس کے عوض بیچ ڈالا اپنی جانوں کے وہ یہ کہ انکار کرتے اس چیز کا کہ جسکو خدا نے نازل کیا اس ضد سے کہ نازل کرتا ہے اللہ اپنے فضل
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے پس وہ لوٹے غضب پر غضب پر اور کافروں کو عذاب ہے ذلت کا۔
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ
اور جب کہا جاتا ہے ان کو کہ ایمان لاؤ ساتھ اس کے جو نازل کیا اللہ نے کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے جو نازل کیا گیا ہم پر اور انکار کرتے ہیں ساتھ اس کے سوا
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ
(قرآن) جو حق ہے تصدیق کرتا ہے اسکی جو انکے پاس ہے (تو اے محمد) کہدے کہ پھر کیوں قتل کرتے تھے تم پیغمبروں کو اگلے زمانہ میں قتل کرتے تھے اگر تم ایمان رکھتے تھے۔ اور
لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝
اور بیشک آئے تمہارے پاس موسیٰ معجزات لے کر پھر آپ پیچھے اسکے بچھڑا بنا لیا تم نے اور تم ظالم تھے

عنقریب اور دین کی طرف سے ایک ہی مبعوث ہو گا تو ہم سبکو تو نابود کریگا ہمنے پوچھا وہ کب ظاہر ہو گا اسنے یہ طرف نظر کر کے کہا اگر یہ لڑکا عمر عیسیٰ تک جیتا رہیگا تو وہ قیامت سلمہ کہتے ہیں چند روز بعد آنحضرتؐ کی خبر مشہور ہوئی پس جب مدینہ میں آئے تو ہمنے اس یہودی سے کہا اب تو اپر کیوں ایمان نہیں لاتا اسنے جواب دیا کہ کہا ہے یہ شخص نہیں ہے جب نبی ظاہر ہوتے ہیں تو تمام اوصاف سے پہچانا جاتا ہے کہ نبی ہے اور یہ شخص ایسا نہیں ہے۔

ترکیب بِئْسَمَا فعل ذم نا مکرہ موصوفہ اشتروا بہ بتفسیم جملہ اسکی صفت ہے ہم سب ہم بئس ان یکفروا الخ بتاویل مصدر خبر مبتدا محذوف جملہ مخصوص بالذم (یہاں اور بھی احتمالات ہیں) بغیا مفعول لہ ہے یکفروا کا ان ینزل الخ ہی لام تعلیل الخ یہ جملہ بتاویل مفعول لہ ہے یعنی انکی ضد اسلئے ہے کہ خدا اپنے فضل سے جسپر چاہتا ہے نازل کرتا ہے بنی اسرائیل کا مقید نہیں + اذا قیل الخ شرط قالوا الخ جواب شرط ویکفرون الخ جملہ حال ہے اس ضمیر سے جو قالوا میں ہے وراءہ ضمیر کی طرف راجع ہے وراء کی ہمزہ حق سے بدل گئی ہے لانہ یقال توارت اور ابن جنی کے نزدیک ہمزہ اصلی ہے وراء اصل میں مصدر ہے ظرف بنایا گیا۔ مصدقا حال مؤکدہ ہے اور عامل اسمیں معنی حق ہیں اور اسمیں ضمیر مستتر ذو الحال ہے ان کنتم الخ شرط جواب محذوف دلالت کرتا ہے اسپر جملہ انتم ظالمون حال ہے فاعل اتخذتم سے یا الگ جملہ۔

تفسیر پہلی آیت کا تتمہ ہے یعنی ان یہود نے جو قرآن مجید کا اس ضد کی وجہ سے انکار کر دیا کہ خدا تعالیٰ کیوں جسپر چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے وحی نازل کرتا ہے اسکے واسطے ہمارے خاندان بزرگ میں سے نبی آخر الزمان مبعوث نکلا ہے تو انکی اس سعی اور اس تجارت کا کہ جسمیں انہوں نے اپنی جان کو صفت کفر کا خریدا اچھا نتیجہ نکلا یہ بہت برا کام کیا جسکی عوض اپر یہ دو چند غضب الٰہی بھڑکا اول تو انبیاء علیہم السلام کی قتل و تکذیب اور اسپر غضب الٰہی تھا اب نبی آخر الزمان کی انکار و عداوت سے اور بھی اپر غضب الٰہی نازل ہوا جسکا ثمرہ آخرت میں لت ظہور کریگی + یہاں ایمان کا اثبات ہے کہ یہود کا کفر و انکار شبہ اور شک کی وجہ سے نہ تھا۔ نسے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا نے نازل کیا ہے اسپر ایمان لاؤ تو اسکی جواب میں بجائے اقرار کے یہ کہتے ہیں انبیاء پر نازل ہوا ہے (سو یہ جواب بیجا عناد ہے کیونکہ اسکی کیا خصوصیت کہ جو پیغمبر نازل ہوا ہے) پر اور کلام الٰہی کا انکار کرتے ہیں کہ جسمیں انکے اصول دین کی تصدیق ہے اور وہ حق ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَ
(اور یاد کرو) جبکہ ہمنے تم سے عہد لیا اور تم پر کوہ طور کو اٹھایا کہ جو کچھ تمکو دیا ہے (توراۃ) اُسکو مضبوط ہوکر لو اور سنو ہمنے سن لیا اور نہ مانا اور
اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ
انکے دلوں میں بچھڑے کی محبت بٹھائی گئی تھی انکے کفر کے سبب سے کہہ دے اگر تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تمکو بری بات کرنے کا حکم دیتا ہے کہہ دے اگر آخرت کا
الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ
گھر خدا کے نزدیک سب کے علاوہ خاص تمہارے ہی لئے ہے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ اُسکے ہرگز نہ چاہیں گے
اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ
آرزو نہ کرینگے بسبب اُس عمل کے کہ جو اُنہوں نے کئے ہیں اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اور ضرور تو اُنکو زندگانی پر سب سے زیادہ حریص پاویگا اور شرکہ نہیں سے ایسے بھی ہیں کہ
يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝
جنمیں سے ہر ایک آرزو کرتا ہے کہ کاش ہزار برس کی عمر دی جاوے اور وہ عذاب سے نجات ہی نہیں سکتا اگر عمر بھی دیجاوے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ۝

اب سکا انکار کرتا ہو سکا انکار کرنا ہے خدا تعالیٰ اس امر میں بھی انکو قائل کرتا ہے کہ اچھا اگر آپنے انبیا پر جو کلام نازل ہوا تھا اگر تم اسپر ایمان بھی
لاتے تو پھر اُن انبیا کو کیوں قتل کرتے ہو پس تم اس دعوی میں بھی سچے نہیں سب سے بڑکر یہہ بات ہے کہ خود حضرت مسیح جنکو تمہارے پاس بیشمار کھلے معجزات
لائے تھے اُنکو بھی تمنا نا اُنکی غیبت میں مرتد ہوکر بچھڑے کو پوجنے لگے پھر جب اُنسے تمہاری یہہ کیفیت ہے تو اور کو تم ظالم اور سرکش کیا سمجھتے ہو

ترکیب قل تو فعل فاعل ہمسا مفعول واشربوا فی قلوبہم العجل اسے حب العجل بکفرہم اسی سبب کفرہم یہہ جملہ مقدر قد حال ہے
ضمیر قالوا سے قل بئسما یامرکم الخ جواب ہے اُسکے قول سمعنا وعصینا کا ✦ قل فعل یا فاعل ان کانت الخ جملہ شرطیہ مقولہ الدار وصوف الاخرہ صفت
موصوف اسم کان لکم متعلق ہے کانت سے خالصۃ خبر کان عند الہ ظرف خالصۃ سے من دون الناس سبب خالصۃ کے موضع نصب میں ہے ہو لئے ہیں
خلص کذا من کذا یہہ سبب جملہ شرط اور فتمنوا الموت شرط اول وان کنتم صادقین شرط ثانی ہو دونوں کے ساتھ متعلق ہے (جلالین) ابدا ظرف ہے
بما قدمت کا ومن الذین اشرکوا میں دو وجہ ہیں ایک یہہ کہ یہہ معنی الناس پر معطوف ہے اے احرص من الناس (الذین فی زائم) ومن
واحرص من الذین اشرکوا اپنے بہ المجیبس دوم یہہ کہ جملہ مستانفہ مانا جاوے اے من الذین اشرکوا قوم یودا احدہم لو یعمر میں ضمیر ہم الذین
ہے ما ہو بمزحزحہ مانافیہ ہو ضمیر یراجع احد کیطرف اور مزحزحہ خبر ما اے وما ذلک المعنی بمزحزحہ من العذاب متعلق ہے مزحزحہ سے ان یعمر ہو
رفع میں ہے بسبب مزحزحہ کے اے وما الرجل بمزحزحہ تعمیرہ سنۃ کی اصل سنوات ہے بدلیل سنوات کے جمعے معنی سال اور برس میں الزحزحۃ اور کرانا
تفسیر یہاں یہہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارا دعوی نومن بما انزل علینا بھی صریح غلط ہے اول تو تمنے خود موسی علیہ السلام کے معجزات بینات کا
انکار کیا اور انبیا کو قتل کیا دوم جس کتاب کو تم اپنا ایمان سمجھتے ہو اُسکو بھی تو تمنے نمانا حالانکہ جب تمکو دی گئی تھی تو اُسوقت کوہ طور کو تمپر بلند کیا
اور تمنے یہہ جان لیا کہ اگر اب سکو نہیں لیتے ہیں تو تمپر پہاڑ پڑتا ہے پس اُسوقت بھی تمہارا یہہ قول سمعنا وعصینا تھا یعنے سن کر یعنے مان لیا اور
دلمیں عصینا یعنے نہیں مانا۔ اسکا باعث یہہ تھا کہ باوجود بیشمار معجزات و کرامات دیکھنے کے تمنے بچھڑا بنا کے پوجا وہ بات تمہارے دلوں میں
اسطرح پلائی گئی کہ جسطرح زمین پانی کو پیتی ہے پھر جب استعداد نبات اُگاتی ہے اسیطرح تمہارے دل کی زمین میں خدا کی نافرمانی اور انبیا کا قتل کرنا
اور دلمیں عصینا کہنا اور خدا کی منزل کتابوں کا انکار کرنا اور نبی آخر الزمان اور قرآن کو حق جانکر معاندانہ انکار کرنا اور خدا کی عہد عبادت و صلہ رحمی کو
توڑنا وغیرہ وغیرہ خبیث و ناپاک خار دار و زہریلی جڑی بوٹیاں اُگتی ہیں جسکا کہ دوا میں تمہیں کو دنیا اور آخرت میں کھانا پڑے گا جسکو تم خلاف

دنیا نہیں مکمل کہتے ہو وہ بھی بلا ہے۔ اور اگر تمہارا یہی ایمان کا بھی فتویٰ ہے کہ تم ایسی باتین کرو تو ہی نبی اُنسے کہدے کہ یہ بڑا فتویٰ ہے +

سنبلا و ایمانی باطلہ کے یہود کو ایک یہ بھی سوار خام تہا کہ جنت خاص ہمارے لئے ہے اور کوئی ملت مذہب اسکے پیرو مستحق جنت نہین۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہین کہ توراۃ کے بعد کوئی توراۃ کہ ہم پر کوئی آسمانی کتاب اور موسیٰ کے بعد ہم کوئی ایسا نبی نہین کہ ہم اُسکی پیروی کرین اسلئے ہم علاوہ اسکے اور دیگر انبیاء اور کتب کے کچھ اصل نہین سمجھتے اور اُنکا انکار کرتے ہین۔ یہ خیال چونکہ انسانکی سعادت کا متضمن ہر قاتل تہا اور یہ ایک ایسا خیال فاسد ہے کہ نہ تنہا یہود بلکہ اور اقوام یہود و مجوس نصاریٰ کے لئے بھی روشنی آسمانی اور حیات جاودانی اور ترقی دینی کے لئے سد راہ ہے تو اسکو خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب مقدس مین اسطرح باطل کیا کہ انسے کہدا اگر تمکو اسبات کا یقین کامل ہے کہ دار آخرت خاص تمہارا حصہ ہے تو تمکو لازم ہے کہ موت کی آرزو کرو کہ اسکے وسیلہ سے دار آخرت مین اپنے درجات کو حاصل کرو کسلئے کہ جبتک وہ تمکو یقین کامل اور عیان مشاہدہ نہو جاتا ہے تو وہ اس عالم کا زبس مشتاق ہو کر اُسکی نیر سی موت کی آرزو کیا کرتا ہے اسلئے نبی صلعم دم اخیر بار بار یہ فرماتے تہے اللھم الرفیق الاعلیٰ (رواہ البخاری) کہ الٰہی جلد محکو عالم قدس مین پہنچا دے اور اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف ہونیوالون مین ملا دے۔ اور اسلیے جو مومن شہادت کے اسدرجہ پر مشتاق ہوتے ہین کہ دنیا و مافیہا کو اسکا آگے کچھ نہیں چنانچہ جنگ اُحد مین ایک انصاری نے جبکہ آنحضرت سے درجات آخرت سُنے تو از حد مشتاق ہو کر پیالہ خرما کو پھینکدیا اور تلوار شمشیر بیدریغ کے مقابلہ کو چلا اور کہا کہ اب جلکر جنت مین کہاونگا اور اُسکو جام جسمانی کہا کہ خدا نے جنت کا مشاہدہ کرا دیا جسکے شوق مین شہید ہو گیا اور اسیطرح خدا کے مشتاق ہمیشہ یہی آرزو کیا کرتے ہین انہیں کے حق مین تعالیٰ فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور انہین کو خدا نے زندہ فرمایا ہے اور اسیلئے صحابہ تابعین مین ہر شخص شہادت کا سخت آرزومند تہا چنانچہ جب سعد بن وقاص رضی نے ایران کے سردار رستم بن فرخ زاد کو نامہ لکھا تو اُسمین یہ فقرہ تہا فان معی قوما یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر کہ ورنہ میرے پاس وہ لوگ ہین کہ خدا کی راہ مین قتل ہونیکو اسطرح چاہتے ہین کہ جسطرح ایرانی شراب پر مرتے ہین ؎ درمیان من و تو ہمچو تو یار حجاب ست ہمام + کاش ہین پردہ دوری نرمیان برخیزد + مگر جنکو یہ یقین نہین ہوتا تو وہ اپنی جان بچاتا اور حرام و حلال جسطرح سے ہو دنیا اور اُسکی تلذذات فانیہ کے لئے جان کہپاتے ہین اور جب کسی صدمۂ دنیا سے تنگ ہوتے ہین تو بے صبر ہو کر موت کی آرزو کرتے ہین کہ کاش اس مصیبت سے چھوٹ جاتے لہذا اس موت کی آرزو حرام ہے چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ (صحاح ستہ) کہ کسی مرد دنیا سے موت نہ مانگو پس انعالی پیشینگوئی کرتا ہے کہ یہ لوگ کبھی دنیا دار ہین اُنکا یہ دعویٰ زبانی ہے وہ اپنے اعمال کی نتیجہ کو دلمین خوب سمجھ رہے ہین اسلئے وہ ہرگز کبھی اسکی آرزو نکرینگے بلکہ آپ ہی نبی علیک السلام انکو سب سے زیادہ زندگانی دنیا کا حریص دیکھینگے + اور اسلیئے انکے نزدیک نیاکا آگے کسی چیز کی وقعت نہین + اور پھر کیا موقوف ہے جو لوگ روحانی برکت سے بے نصیب ہین اور انکو انبیا علیہم السلام کی نبوت کا حصہ نہین ملا یعنی مشرکین عرب مین سے ایسے لوگ ہین کہ اُنکی طمع کاری پر عش ہین اسلیئے عمر طویل کی آرزو کرتے ہین ایک دو سو کیا دو ہزار برس کی عمر ہو۔ اور بالفرض اُنکی ہزار برس کی بھی عمر ہو تو کیا ؟ وہ جو کچھ اُنکے اعمال پر اُس عالم مین عذاب متشکل ہے اُس سے دور نہین ہو سکتے بالجملہ کار موت ہو گی اور وہان اپنے کیے کو پاوینگے اور اب جو کچھ وہ کر رہے ہین خدا سے مخفی نہین +

فائدہ بما قدمت ایدیھم کے لفظی معنی یہ ہین بسبب اُسکے کہ جو اُنکی ہاتھون نے آگے بھیجا۔ مگر مراد یہ ہے کہ جو کچھ اعمال اُنہون نے کیا اُسکے سبب سے۔ زبان عرب مین انسان کے افعال کو اُسکی ہاتھونکی طرف منسوب کر دیتے ہین کسلئے کہ غالباً اعمال و افعال کا ذریعہ انسان کے ہاتھ ہین۔ اور اسیطرح انسانکو اُسکی جزو اعظم سے

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝
کہدو جو دشمن ہے جبرئیل (تو وہ خدا کا، کیونکہ) اس نے تو اس (قرآن) کو تمہارے دل پر خدا کے حکم سے اتارا ہے جو تصدیق کرتا ہے اپنی سے پہلی کتابوں کی اور ہدایت اور مژدہ ہے مومنوں کے لئے

مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ
جو کوئی خدا کا اور اسکے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے اور بیشک تجھ پر ہم نے تیرے پاس کھلی ہوئی آیتیں اتاری ہیں اور انسے نافرمان لوگ منکر ہوتے ہیں

بھی تعبیہ کیا کرتے ہیں رقبہ یعنے گردن بولکر انسان مراد لیتے ہیں ۔

بیان اس بات سے یہ بھی بتلادیا کہ انسان پر آخرت میں جو کچھ مصیبتیں نازل ہونگی طوق وزنجیر گرز آتشین سانپ بچھو دوزخ میں جلیگا یہ سب اسکے اعمال ہی ہیں کہ جو اپنی مناسبت تو نہیں ظہور کرینگی اور متشکل ہوکر اپنے ہمنشینوں کے جسطرح کہ عالم خواب میں انسانکی خیالات اور دیگر معانی اپنی مناسبت صورتوں میں متشکل ہوکر دکھائی دیتے ہیں ۔ اور یہ کچھ عجیب بات نہیں اس عالم حسی میں کسقدر جو کہ انقلابات و استحالات ہیں کہ بیان سے باہر ہیں غذائیں انسانکی پیٹ میں جاکر خون صفرا و سودا بنتی ہیں پھر منی ہوجاتی ہیں ۔ پھر وہ منی عورت کے رحم میں جاکر کچھ کی کچھ بنجاتی ہے یعنے انسان ۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہود (بلکہ ہر شخص صاحب عقل سلیم) اپنے اعمال بد کے نتیجہ سے ڈرتے تھے گو زبانی بہت کچھ باتیں بناتے تھے ۔

ترکیب ۔ قل من کان من شرطیہ اور جواب اسکا فہو عدو اللہ وغیرہ محذوف باذن اللہ موضع حال میں ہے ضمیر فاعل نزل سے جو جبرئیل کیطرف پھرتی ہے والتقدیر نزلہ ومعہ اذن او ماذونا لہ مصدر قا حال ہے نزلہ کے ہا سے اور اسیطرح ہدی و بشری ۔

تفسیر جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع کی تو یہودیوں نے اپنے چند علماء کو (کہ جنکو سرغنہ عبد اللہ بن صوریا ساکن فدک تھا) آپکے پاس بھیجا ان لوگوں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ ہم آپسے چند وہ باتیں پوچھتے ہیں کہ جنکو سوا انبیاء کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپنے صحیح جواب یا تو آپ متقی و نبی ہیں کہ جنکی خبر موسیٰ نے دی ہے چنانچہ انہوں نے سوال کیے اور آپنے صحیح جواب دیئے اور اُن علماء یہود نے وہ جواب تسلیم کرلیے تب انہنے پوچھا کہ اب کیوں صحیح ایمان نہیں لاتے انہوں نے کہا ایک وجہ ہے وہ یہہ ہے کہ آپکے پاس جو وحی لاتا ہے وہ جبرئیل فرشتہ ہے اس سے ہمکو سخت دشمنی ہے کیونکہ اُسنے کئی بار ہمپر عذاب الٰہی بھیجا یا ہے ۔ (رواہ ابن جریر و ابن حاتم والطبرانی واحمد وغیرہ) خدا تعالےٰ اُنکے اس شبہ کا جواب دیتا ہے کہ جبرئیل جو کچھ کرتا ہے حکم الٰہی سے کرتا ہے ۔ اور اسنے یہہ قرآن جو حضرت کے قلب پر نازل کیا ہے تو اُسکے حکم سے بیشک اُسکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے دوم تم خود اس قرآن میں غور کرو کہ یہہ کیسا ہے وسیلہ کیطرف نظر کرو اس سے کوئی عقل سلیم انکار نہیں کرسکتا کسلئے کہ جو لوگ انبیاء کے مقلد ہیں تو یہہ مصدق لما بین یدیہ ہے کہ سب کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اسکے اصول و عمدہ مطالب حرف بحرف قانون الہام کے مطابق ہیں اس صورت میں اسکا انکار اُنکا انکار ہے اور جو کسی سابق نبی یا کتاب کے مقلد نہیں بلکہ جو کتاب دلائل عقل سلیم کے موافق ہو اور جسمیں تمام باتیں مصالح دین و دنیا کو حاوی ہوں اُسکو مانتے ہیں تو انکو بھی اس سے انکار نکرنا چاہیئے ۔ یہہ ہدیٰ یعنے ہدایت ہے ۔ اور جو صاحبان قلب سلیم ہیں خدا سے محبت رکھتے ہیں اور اوسکا شوق اور تسلی بخش باتوں کے طالب ہیں انکو بھی اسکا ماننا ضرور ہے کیونکہ یہہ بشری للمومنین ہے کہ اہل ایمان کو تسلی اور خوشخبری اس سے حاصل ہوتی ہے یہہ تین اوصاف جسمیں قرآن ہیں ہر اسوجہ سے انکار کرنا کہ اوسکو جبرئیل لائے ہیں محض حماقت ہے ۔

یہہ بات کہ جبرئیل ہمارے دشمن ہیں کل یہود کا مقولہ تھا بلکہ انکا کہ جو مدینہ اور اُسکے اطراف میں رہتے تھے ۔

أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ
عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: کیا جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا اس کو ان میں سے ایک فریق نے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں رکھتے اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول آیا جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا پھینکا گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہے

فائدہ نزول علی قلبک۔ ہم مقدمہ کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ بندہ کو علاقہ جسمانی کیوجہ سے ہر وقت خدا سے وہ اتصال روحانی نہیں رہتا کہ جو بسبب تجرد ملائکہ بالخصوص اعظم الملائکہ جبرئیل کو ہے اسلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے القاء مضمون بجبرئیل کو ہے اور جبرئیل کے قلب پر وحی القا کرنے کی یہ صورت ہوتی ہے کہ مضمون کا نور تک پہنچتا ہے پھر اسکی ذریعہ سے قلب تک جاتا ہے۔ اسیطرح خاصان خدا کو بلا ذریعہ سماعت قلب بکلام کی سماعت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت بڑی بڑی سورتوں کو جبرئیل سے سنکر نہ ہو لیتے تھے بلکہ وحی کی اقسام اور اسکا سر ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اور جب یہ وقوف جبرئیل کے متعلق ہیں انکا ذہن میں تحویل کر چکے ہیں اسکے بعد خدا تعالیٰ یہود کو الزام دیتا ہے کہ جو شخص اسد اور اسکی رسولوں اور ملائکہ بالخصوص جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو وہ خدا کا دشمن ہے۔ یہ بات علماء یہود بھی مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں اس بنا پر جو ملائکہ بالخصوص اعظم ملائکہ جبرئیل یا میکائیل کا دشمن ہے تقلی کافر ہے:۔ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا نام لینا تخصیص بعد تعمیم ہے کہ جو انکی شرف و فضل کی دلیل ہے اور یہ تخصیص فصحاء بلغاء کے کلام میں بلکہ روزمرہ زبان میں بھی کثرت مستعمل ہے۔ یہ وجہ جو بعض ناسمجھ یہود نے اسپر اعتراض کرکے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں عیب لگایا ہے یہ ایسی بات ہے کہ کوئی احمق مکھی کی جسم میں یہ عیب بتا کر کہ اسکی اک مٹھ پر کیوں ہے؟ یا اسکے دو آنکھ کیوں ہیں؟

فائدہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا یہود سے اس بارہ میں کچھ کلام ہوا جبرئیل حضرت عمر نے یہود سے کہا کہ جبرئیل جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے پس اسکا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ پھر جب حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو اسی مضمون کی یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں سے بعض ناسمجھ یہ بیہودی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جملہ حضرت عمر کے سیکھ کر قرآن میں درج کیا۔ اولاً تو بحمد اللہ ذرہ ذرہ پکار رہا ہے کہ یہ جملہ انہیں بیہودہ لغو نہیں تاہم ہو جاوے تو اس سے کیا شاگرد کی یا استاد کی آیات ہو سکتی ہے۔ سوم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں کہ کبھی ہر شاگرد کا فیض صحیح شاگرد میں وہ اثر کرتا ہے کہ جو بات اپنا دکھنی چاہتا ہے وہی شاگرد کے منہ سے پیشتر نکلواتی ہے:

ترکیب

او واو عطف کے لئے اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے اور یہ عطف کلام متقدم پر ہے۔ محل جار بعض کہتے ہیں واو زائدہ ہے بعض کہتے ہیں ہمزہ نے واو کو متحرک کر دیا۔ عہدا مفعول مطلق من غیر لفظہ مذکور اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو۔ نبذہ الخ جملہ جواب کلما۔ اسی طرح لما جاء جملہ شرط مصدق صفت رسول نبذ فعل فریق الخ فاعل کتب اللہ مفعول وراء ظرف یہ سب جملہ جواب شرط کا لما الخ موضع حال میں ہے۔

تفسیر

یعنی یہ عذر کہ اس قرآن کو جبرئیل لاتے ہیں اسلئے ہم اسپر ایمان نہیں لاتے بیجا عذر ہے کس لئے کہ نہ فقط اسکی آیات واضحہ اور روشن ہیں انمیں کوئی ایسی بات نہیں کہ جسکو عقل سلیم غلط بتائے پس انکا انکار کرنا تمام فرمانوں کا کام ہے کہ جنکی عادت ہمیشہ سے فرمانی چلی آتی ہے کس لئے کہ ان یہود نے جب کوئی عہد خدا یا رسول کی معرفت پایا یا لوگوں سے عہد کیا ہے تو انمیں سے ایک فریق نے جب اسکو توڑ دیا بلکہ سمجھ بیٹھے یا بلکہ ایک فریق کی کیا خصوصیت ہے بلکہ

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

اور تابع ہوگئے (پیرو) اس چیز کے کہ پڑھتے تھے شیاطین سلیمان کے عہد میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے

النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى

(اور تابع ہوئے اس چیز کے کہ جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتری تھی) اور وہ کسی کو نہ سکھاتے تھے جبتک کہ

يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ

نہ کہدیتے کہ ہم تو صرف آزمائش کے لیے ہیں تو کافر نہ بن۔ پس اُسنے لوگ وہاں سے سیکھتے تھے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالیں حالانکہ وہ اس سے کسیکو ہرگز ضرر نہ دے سکتے تھے مگر اذن خدا کے

اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۭ

ضرر پہنچا سکتے اور (یہ) سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور نفع نہیں دیتی۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے جس نے خریدا اسکو کہ اسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور جسکا وہ بدلہ ہوتے اپنی جانوں

انمیں سے اکثر کا اسپر اعتقاد رہا ہو۔ اسپر یہ جان لینے میں سے ہوکر رہتا ہے کہ جب آدمی کا پاس ضعیف کا وہ سوال یا (محمد صلعم) کہ جو توراۃ و زبور و انجیل کی تصدیق کرتا ہو اور جسکی خبر توراۃ میں ہے اور ان اہل کتاب نے اس کتاب کو بھی عمل کیا بلکہ اوسکو پشت پیچھے پھینکدیا گویا اُس سے خبر ہی نہیں ہے ٭ ٭ ٭

اور یہ مضمون ہم سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل کتاب نے کتاب تو نہیں یعنے توراۃ کو سچ مچ پیٹھ کے پیچھے پھینکدیا تھا بلکہ اس سے مراد بے التفاتی ہے یہ محاورہ ہے کہ جس چیز کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا تو کہتے ہیں اسنے اسکو پیٹھ پیچھے پھینکدیا۔

ترکیب - وَاتَّبَعُوْا معطوف ہے اکثر پر جو پر یا بند پر علی ملک سلیمان کی علی زمن ملک محذوف مضاف والمعنی فی زمن دولۃ ملک سلیمان شیاطین اسکا اسم کفروا خبر بعض نے مخففہ پڑھا ہے اس تقدیر پر اسم مرفوع ہوگا علی الابتداء یعلمون اسکی جملہ موضع نصب میں ہے کسلئے کہ یہ حال ہے ضمیر کفروا سے وما انزل معطوف ہے ما تتلوا پر بعض کہتے ہیں سحر پر ان صورت میں موضع نصب میں ہے۔ بعض کہتے ہیں نافیہ ہے معطوف ہے ما کفر پر (اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ سلیمان کافر نہ تھے نہ بابل میں کچھ ہاروت و ماروت پر نازل ہوا جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں) ملکین کو جمہور نے بفتح لام پڑھا ہے اور بعض نے بکسر لام جسکے معنی بادشاہ کے ہیں بابل غرف ہے انزل کا ہاروت ماروت عطف بیان ہے ملکین سے حتی معنی الی ان یتعلمان معطوف ہے یعلمان پر اور نفی میں شامل ہیں نہی کی ضمیر ملکین کی طرف پھرتی ہے من شتراہ الخ جملہ مفعول علموا ولبئس جملہ جواب قسم محذوف لو کانوا کا جواب محذوف ہے تعلمون وغیرہ۔ اگرچہ وہ جانتے تھے لیکن انہوں نے اپنے علم پر عمل نکیا تو انکو جاہل بنا کر لو کانوا یعلمون سے خطاب کیا۔

تفسیر اور یہ کمال بلاغت ہے اسمیں مقتضی حال کی پوری رعایت ہے

ان آیات میں خدا تعالے یہود کو ایک یہ بھی وقیعہ سزا دہی ہے کہ یہ لوگ علم میں اور احکام توراۃ کو چھوڑ کر لغو باتوں میں مصروف ہوگئے منجملہ جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں جادو سیکھا کرتے تھے اور اسکو سلیمان کیطرف منسوب کرتے تھے (اور دراصل سلیمان اس سے کفر کو مرتکب نہ ہوئے تھے بلکہ یہ شیاطین اس کفر کو مرتکب ہوئے تھے) اور لوگوں کو یہ جادو سکھایا کرتے تھے) یہ لوگ اسکے تابع اور مقتدا ہوگئے اور اسی پر عمل کرنے لگے جب بخت نصر نے یہود کو اسیر کرکے شہر بابل میں لیگیا تو وہاں بیچارے اسکے کرتوتوں سے توبہ کرتے اور دم ہوتے شریعت کو یاد کرتے اللہ تعالے نے انکی [illegible] دو شخصوں کو سحر معلوم تھا [illegible] سیکھ کر اپنی دنیا و دین کا باعث سمجھ لیگا اگر وہ اسکے حقیقی [illegible] اور اس سے سوا اسکے درمیان بیوی میں کچھ مخالفت پیدا ہو [illegible] اور اسکو کیا ضرر دے سکتے ہیں؟ اور البتہ [illegible] ہوجاتے ہیں کہ جو اس علم کو سیکھا آخرت کی نعمتوں سے محروم رہیگا (کیونکہ ایمان اور [illegible] کی حمایت کو بھی) باوجود اسکے ایک بڑا حصہ یہود کا سحر کو [illegible] اس علم کو جو انہوں نے

ابحاث

نباتات

(۱) تحریر ہے "یہ کچھ اسکا اثر ہے جسکو کہتے ہیں" سحر اسباب خفیہ سے ہوتا ہے جو قوت الٰہی نے انسان عیبہ رکھی ہے جس پر قدرت حاصل کرنیکو کہتے ہیں۔ اور وہ اسباب خفیہ یا تو شیطانی ہوتے ہیں یا تاثیر روحانیات۔ پھر روحانیات یا تو عامہ ہیں جیسا کہ کواکب افلاک عناصر کے روحانیات یا خاصہ جیسے کہ انبیاء و مرسلین و شہداء و صالحین و نفوس مصفا قدسیہ جنکی آدم کو سجدہ ملائکہ سے کرایا گیا۔ پھر سحر کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جسکو کہتے ہیں کہ اسباب خفیہ کے جمع کرنے سے ایک ایسا امر پیدا ہو جاتا ہے جو عجیب و غریب ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ہیئت و شکل بھی عجیب و غریب ہوتی ہے جسکو دیکھکر عقل حیران رہ جاتی ہے اور اسکی حقیقت کو نہیں سمجھتی اور اسکو سحر کہتی ہے دوسرا سحر وہ ہے جو محض تخیل ہوتا ہے جسکی حقیقت کچھ نہیں ہوتی اور اسکو سحر کہتے ہیں جیسا کہ **یہود** کے نزدیک سحر ہے اور اسی کی مذمت میں قرآن میں آیا ہے اور اسی کی ممانعت کی گئی ہے اور اسی کی مذمت میں حدیث

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا

اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے ہاں کا اجر (انکے لئے) کہیں بہتر تھا۔ کاش انکو علم ہوتا۔ اے مسلمانو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ) راعنا نہ کہو

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا

اور (یوں) کہو کہ (حضور) ہم پر نظر (شفقت) کیجئے اور (جو کچھ آپ فرمائیں) سنو اور کافروں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ اہل کتاب کے جو کافر ہیں (خواہ) وہ

الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ

مشرک (ہی) یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر کوئی نعمت نازل ہو۔ اور اللہ تو اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے۔ ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے

نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسکے برابر اور (کوئی آیت) بھیج دیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے (اور) اس پر جو ہر چیز پر قادر ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار

فرمائیں ہیں ہر عالم میں قدرت علمی کی تجلی ہے کہ ہر ذرہ اپنی جگہ ایک مستقل کائنات ہے اسکی تعلیم دیا ہے اور اسکی تسبیح ہے بعض مفسرین (لفظ انزال سے یہ سمجھ لیا کہ وحی ہوتی ہے جو کچھ

اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہر ایک شخص ملک میں ہر روز نئی وحی لاتا تھا۔ یہ بات میں خواہ مخواہ زیب ہوگی کہانیاں ہیں ۔ ۔ ۔

ہر کہ [illegible] تفسیر [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

جھگڑے کے بادی بھی ہوں مگر کفار ہی شبہ پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض نے تو اس آیت کو اور کتاب بین الکتبۃ الین۔ اس شبہ کا جواب خلفا شارۃ تو ہا یا ان کفروا ان کفر والا ہی ہے یہ کہنا سب سے بڑا شبہ حسد ہے کہ قرآن کے خلاف ہمارے خاندان میں نبوت کیوں نہیں کیا اسلئے کہ شبہات میں ذات قرآن نہ تھا کہ تم اس فیض نبوت سے محروم ہو مگر اس جگہ سب سے کہ خوب کہ ہو کر دیا کہ اگر تم کسی عالم کو کسی صفت سے موصوف کر دیں تو اسمیں بندے کی کیا سر سبزی ہے ہم اس سے بہتر اسکی مانند اور سہل العمل اور کوئی حکم دیتے ہیں ۔

واضح ہو کہ نسخ لغت میں بمعنے کسی شے کو دوسری شے کا قائم مقام کرنا یا نقل و تحویل (اصطلاح علماء میں) نسخ اطلاق تو ہی ہے لیکن اس کے اندر انتقال) اطلاق ہوتا ہے جیسے نسخت الکتاب (ہم نے کتاب کو دوسرے صفحہ پر نقل کیا) اور اصطلاح علماء میں نسخ ایک ایسے حکم شرعی کا نام ہے کہ جسکو بعد کے دوسرے حکم شرعی کا حکم شرعی جو وقت تھا اٹھا دے اول حکم کو منسوخ دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں یہود سے نسخ کے متعلق منکرین۔ اور بلکہ کا رد صرف اسلئے ہے کہ قرآن مجید کا حکم نا نسائیہ ہو اور دین اسلام پر اعتراض کی گنجائش رہے مگر اگر کلمہ بلکہ کا بدل جائے (۱) اسلئے کہ توراۃ میں بہت سے احکام ایسے ہیں کہ جنکو قرآن مجید نے منسوخ قرار دیا ہے اور عیسیٰ نے تقدیم دیگر احکام موکدہ توراۃ پر منسوخ کر کے بلکہ یقینی پولوس تمام شریعت موسوی کو باطل حق کہدیا اور اسپر عمل کرنیکا حکم دیا (۲) اسلئے کہ عقلاً بھی اس قسم کے نسخ میں کوئی قباحت یا جناب رسالت مآب کی نسبت کوئی عیب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ یہ اعتقادات اور احکام کا تعلق ہے نہ کہ توراۃ و انجیل و دیگر کتب انبیاء کو سابقہ میں کی نسخ نہیں کہتا باقی رہی احکام شرعی کی دو قسم میں ایک تو ان شرائع جیسا کہ خدا کی عبادت بتسمی کی نماز مع اصل اصف فعلہ و تحمیلہ و بر خصائل کی نسبت وغیرہ ایسوں قسم کی احکام میں بھی ہم نسخ کو قائل نہیں ہمارا تمام تر جھگڑا دوسری قسم کی احکام شرعیہ میں ہے جو کہ ذوات اشیاء کی ہمہ نسبت اور زنا یا سفید ہیڈ و پاکی ناپاکی کی نہیں ہیں جیسے نماز اور اسکی عبادات اسکے احکام ہیں ہر شریعت میں مختلف رہے ہیں اور اسکی نسبت ہرگز کوئی نہ کہیگا کہ یہ منسوخ ہیں۔ غرض اسکے سوا اس قسم میں نسخ واقع ہوا اور ضرور ہوا چاہیئے کیونکہ خدا علام الغیوب کا مقصد شریعت اپنے بندوں کی بھلائی اور انکے حال پر رحمت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زمانہ اور اقوام و بلاد کا حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا اکثر اوقات مصلحتیں انقلاب پذیر رہتی ہے مثلاً جب قوم شراب کی عادی ہو تو اس کے مستاصل کرنے کو تبہا شراب کو حرام کیا جاوے بلکہ اسکی دواعی اور بادی والی باتوں کو بھی منع کر دیا جاوے اور شراب کے برتنوں کا مطلقاً استعمال ہی ناجائز کر دیا جاوے پھر جب انکی عادت جاتی رہے تو ان چیزوں کا استعمال کی اجازت دیگر ضرور ہے اب اس زمین خدا کے علم میں کیا قصور لازم آتا ہے اسپر بھی اعتراض کرنا اور ہر واقع استدلال میں اول قسم کے احکام کو پیش کرنا یا اعتقاد رکھنا مولانا الانصاف کی گروپ چیری ہے بہتر ہے معاند من ذلک اب **ناسخ قرآن** کی آیا اسکی آیات میں سے تم حکم یا دونوں کا نسخ خود دوسری آیت یا حدیث سے ثابت ہے واقع ہوا ہے یا نہیں سو **ابو مسلم** بن بحر وغیرہ اسکا مطلقاً انکار کرتے ہیں اور اکثر علما اسکی قائل ہیں وہ کہتے ہیں بعض آیات کا آنحضرت کے عہد میں صریح حکم منسوخ ہو جیسا کہ والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا (اس آیت میں سال بھر کی عدت وفات تھی پھر جو عدت وفات کی رہ گئی وغیرہا من الآیات اسکو منسوخ الحکم کہتے ہیں اور بعض آیات کی میں حکماً الفاظ منسوخ التلاوۃ اور حکم باقی ہے جیسا کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم وغیرذلک یہ سب منسوخ میں داخل ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جو حضرت اور تمام صحابہ کو اسی بھلا دی گئیں چنانچہ بیہقی اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ ایک صحابی نے شب کو تہجد پڑھنا چاہا ہر چند یاد کیا مگر ایک حرف بھی یاد نہ آیا صبح کو حضرت سے دریافت کیا تو انحضرت نے فرمایا کہ یہ سورۃ منسوخ التلاوۃ ہو گئی سب کو اسی طرح بھلا دی گئی اور اسکا نقوش بھی مٹا دیئے گئے۔ اور سیوطی صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عشر رضعات معلومات یحرمن قرآن میں پڑھی جاتی تھی مگر اسکا حکم اور مابعد اور اسکا محل بالکل نسیاً منسیاً کر دیا گیا اور سیوطی نے بہت سی آیات میں یہ بات کہی ہے مصداق ہیں۔ مگر اس سے قرآن میں کوئی تحریف تغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ آیات تین مصلحت الٰہیہ سے آنحضرت کے عہد میں ہو چکیں اور پھر بعد ہر ایک کی کسی نہ کسی وجہ سے منسوخ ہو گئیں جمہور میں آئی۔ اور دلیل اس مسئلہ پر یہ آیت ما ننسخ الایہ و دیگر آیات ہیں کہ ابو مسلم کہتے ہیں کہ نہ احکام میں نسخ ہوا ہے نہ اسکے کہ جسکو تم منسوخ کہتے ہو وہ اور جہت سے ناسخ ہو اور جہت سے اور نسخ میں تضاد جہت شرط ہے اور تلاوت آیات میں جن آیات کو تم منسوخ التلاوۃ کہتے ہو یہ اصل قرآن مجید کی آیات نہیں کیونکہ قرآن منقول تواتر ہے اور یہ آیات خبر احاد میں اور بعض تو موضوع یا صحیف یہود سے ہیں کہ انحضرت صلعم نے بطور تعریف کے طور پر یہ جملہ کہا ہو گا کہ جسکو لوگ منسوخ التلاوۃ سمجھ لیے ہیں اور حضرت عمر کی آیت رجم کو بھی اسی قسم سے سمجھ لیا یا مقدس سمجھکر اپنے مصاحف میں لکھ لیا مگر جب آنحضرت سے تمام قرآن شریف مصحف کو دکھایا اور ان آیتوں سے ان جملوں کو قرآن میں نہ پایا تو منسوخ سمجھ لیا۔ اور اس آیت سے استدلال صحیح نہیں کس لئے کہ اس سے مراد توراۃ و انجیل کے احکام ہیں اور بفرض آیات قرآنیہ ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ احکام پر بھی اسکا اطلاق ہو تا ہے اور سیوطی اور آیات سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ **فقیر** کا تب الحروف کہتا ہے کہ نسخ حکم آیت متنازعہ کا اور اتحاد جہت کی قید نہ ہی اور جمہور کا استدلال دیگر آیات سے ہے ہمارا مگر نسخ حکم

اس کتاب کی اشاعت کا حق صرف ادارہ اسلامیات کو حاصل ہے اس کی کسی بھی طریقہ سے نقل کرنا سختی سے منع ہے

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

کیا تم بھی (اے مسلمانو) چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے سوال خروج کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ

لیوے تو وہ بھولا سیدھے رستہ سے اکثر اہل کتاب تو یہ چاہتے ہیں کہ کسیطرح تمکو ایمان لانے کے بعد پھر

كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

کافر کردیں اپنے حسد کی وجہ سے بعد اسکے کہ انپر حق ظاہر ہو چکا تم معاف کرو اور جانے دو جبتک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اللہ ہر چیز پر قادر ہے ✦

ترکیب

أم اس جگہ منقطع ہے والتقدیر بل اتریدون ان تسالوا کما میں کاف موضع نصب میں ہے مصدر محذوف کی صفت ہے ای سوالا کما اور ما مصدریہ ہے سواء السبیل یعنی وسط السبیل ظرف ہے ضل کا ودّ فعل کثیر من اہل الکتاب فاعل لو مصدریہ یردکم جملہ تاویل مصدر مفعول۔ کفارا حال ہے کم سے جو یردونکم میں ہے اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی ہو کس لئے کہ یردّ بمعنی یصیّر ہے حسدا مفعول لہ ہے فاعل ودّ سے یا یردونکم سے من عند انفسہم کا ئن کے متعلق ہو کر صفت ہوا حسدکی ✦

تفسیر

یہودی اہل اسلام کو طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا کیا کرتے تھے تاکہ یہ لوگ دین سے برگشتہ ہو جاویں اور باوجودیکہ آنحضرت علیہ السلام کی نبوت کا بشارات کتب انبیاء و معجزات سے یقین ہو چکا تھا مگر حسد کے مارے بیہودہ باتیں کرتے تھے جس پر بعض سیدھے سادھے مسلمان آنحضرت علیہ السلام سے الٹے سیدھے سوالات کرتے تھے کوئی یہ سمجھکر کہ نسخ احکام تو ہوتا ہی ہے یہ سوال کرتا کہ فلاں احکام قایم ہونے چاہئیں اور یہ احکام باعث مشقت ہیں اٹھ جانے چاہئیں بعض پوچھتے تھے کہ اس حاملہ کے پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی اور اسی قسم کی لغو اور محال باتوں کو پیش کرتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کر دیا کہ کیا تم بھی اپنے رسول سے ایسے سوالات کیا چاہتے ہو کہ جیسے موسےٰ سے ان یہود کے بزرگوں نے کر کے غضب الٰہی اپنے اوپر ڈھایا تھا سو تم ایسا نہ کرو کیونکہ یہ کفر ہے اور جو ایمان چھوڑ کر کفر میں پڑتا ہے وہ نجات اور حیات ابدی کے سیدھے رستہ سے بہکتا ہے اور یہ یہودی تو اپنے جبلی حسد سے تمکو پھر کفر میں لایا چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا حق ہونا انپر ظاہر ہو چکا ہے۔ اس حسد کے مقابلہ میں تم ان سے حتے المقدور گزر کرو۔ یہاں تک کہ دنیا یا آخرت میں جو کچھ خدا کی طرف سے انپر عذاب مقرر ہے وہ نازل ہو جاوے ✦

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو کچھ نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے تو اسکو خدا کے ہاں پاؤ گے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

ترکیب

واقیموا الخ جملہ انشائیہ معطوف ہے فاعفوا پر وما تقدموا میں ما شرطیہ من خیر بیان ہے اسکا یہ سب جملہ شرط تجدوہ الخ جواب شرط

تفسیر

یعنی تم کسی مشکک اور مغوی کے بہکانے میں نہ آؤ ایمان پر ثابت قدم رہکر عالم آخرت کے لئے کہ جہاں تمکو ہمیشہ رہنا ہے زاد کو مستور کرو بدنی عبادتوں میں سب سے اعلے نماز ہے اسکو ادا کرتے ہو اور مالی عبادت سے بھی غافل نہ ہو زکوٰۃ دو اور علاوہ اسکے ہر قسم کی نیکی اور خلق خدا سے بھلائی اور اپنے بیگانوں کے ساتھ نیک سلوک جو کچھ کرو گے وہ ضایع نہ جائیگا انسان کے سب اعمال عالم مثالی میں موجود رہتے ہیں مرنیکے بعد سب کو وہاں جاکر ضرور پاویگا کسی عمل کی جزا سے خدا غافل نہیں تم جو کچھ کر رہے ہو وہ سب دیکھ رہا ہے +

فوائد

(۱) ام تریدون سے لیکر ان اللہ بما تعملون بصیر تک ایک مضمون متصل تھا۔ اسکا اصل شان نزول تو وہی ہے کہ جو ہمنے بیان کیا کہ لوگ یہودیوں کے بہکانے سے آنحضرت علیہ السلام سے بیجا سوالات کرتے تھے جن میں نفع دنیا نہ نفع آخرت بلکہ ضرر ایمان تھا اسلئے منع کر دیا گیا مگر بعض مفسرین نے ان تسئلو کے متعلق مختلف روایتیں بیان کی ہیں **ابن عباس** - اور مجاہد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے مع چند قریش حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر یہہ کہا کہ ہم آپ پر جب ایمان لائینگے کہ آپ ہمارے لئے مکہ کے خشک پہاڑوں سے چشمہ جاری کردیں یا کوئی وہاں انگور اور کھجور کا باغ پیدا ہوجاوے یا کوئی سنہری گھر یا آپ سیڑھی لگا آسمان میں چڑھ جاویں یا ہمپر کوئی خدا کی کتاب ترے کہ جس میں یوں لکھا ہو کہ اے عبداللہ تو محمد پر ایمان لا اور صحم اور جبائی اور ابی مسلم کہتے ہیں کہ یہ خطاب اہل اسلام کے اُن لوگوں سے ہے کہ جو بیجا سوالات کرتے تھے اور یہی صحیح ہے +

(۲) حسد کسیکی نعمت خداداد کا زوال چاہنا ہے خواہ وہ نعمت اپنے لیئے چاہے جیسا کہ کسیکا باغ یا مکان یا روپیہ یا عورت اپنے لئے چاہے یا اپنے لئے نچاہے اور یہ حسد **حرام** ہے اس آیت و دیگر آیات واحادیث سے یہ وہ مرض ہے کہ جو انسان کی تمام برائیوں کا سرچشمہ و نیکیوں کا جلانیوالا چنگارہ ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حسد نیکیوں کو اسطرح جلاتا ہے کہ جسطرح آگ لکڑیوں کو ابلیس کو اسی مرض نے ہلاک کیا تھا اور **غبطہ** حلال ہے وہ یہہ کہ کسیکی برائی تو نچاہے مگر خدا سے اسطرح کی نعمت اپنے لئے بھی مانگے اور اسکو منافسہ بھی کہتے ہیں۔ اور اس پر بھی مجازاً کبھی اطلاق حسد ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے لاحسد الا فی اثنتین رجل نا اللہ مالا فھو یحدث (۳) یہاں سے یہہ معلوم ہوا کہ جن باتوں سے مسلمانوں کے عقائد میں شبہ پڑے اُن کا سننا

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اور کہتے ہیں (اہل کتاب) کہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ تو انکے ڈھکوسلے ہیں تو (اے محمد) ان سے کہہ کہ تم (اپنے) اپنی دلیل قوی لاؤ اگر سچے ہو

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ

بلکہ جس نے اللہ کے سامنے اپنا منہ جھکایا اور وہ ہونکی کرنیوالا نیکوکار بھی ہے اُسکا بدلا اُسکے رب کے ہاں اور نہ انپر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے اور یہود نے کہا کہ عیسائی کسی راہ پر نہیں

عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

اور عیسائیوں نے کہا کہ یہود کسی راہ پر نہیں حالانکہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہیں اسیطرح کہی تھی بے علموں نے ان کی سی بات پس اللہ انمیں فیصلہ کردیگا جس امر میں کہ وہ اختلاف کررہے ہیں

بھی حرام ہے۔ اس بنا پر ستورات کا پادریوں کے مدارس میں تعلیم کے لئے جانا اور انکے مدارس کی ملازمت کرنا یا انتی ان امور میں اعانت کرنا حرام ہے بلکہ تبدل کفر بالایمان اور یہی حال دیگر مذاہب کا ہے۔ نعوذ باللہ منہ +

ترکیب

وقالوا فعل با فاعل لن یدخل الجنۃ الخ جملہ مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ تامہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا وقدیر۔ الا محل رفع میں ہے بسبب یدخل کے۔ ہود جمع ہائد کی ہے جیسا کہ عائد کی عُود۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جمع کا مفرد نہیں وفیہ مافیہ نصاریٰ جمع نصران کی ہے جیسا کہ سکاری سکران کی تلک مبتدا امانیہم خبر قل فعل انت ضمیر فاعل ہاتوا امر حاضر معروف معتل اللام تصریفہ ہاتا یہاتی مہاتاۃ مثل رامی یرامی مرامۃ وہاتو مثل رامُوا اور اصل اسکی ہاتیو تھی تعلیل ہوگئی برہان مضاف کم مضاف الیہ۔ مجموعہ مفعول ہوا ہاتوا کا پھر یہ سب جملہ مقولہ ہوا قل کا من شرطیہ اسلم فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف وہ فاعل ذی الحال وجہہ مفعول لہ متعلق فعل وہو محسن جملہ اسمیہ حال یہ تمام جملہ شرط فلہ اجرہ الخ تمام جملہ اسمیہ جواب شرط وقالت فعل الیہود فاعل لیست النصاریٰ الخ جملہ اسکا مقولہ وقس علیہ۔ وہم یتلون الخ جملہ خبریہ حال ہے قالت سے کذلک کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے مصدر محذوف کی مثل قولہم یا بدل ہے محل کاف سے یا مفعول ہے لایعلمون کا۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ اہل کتاب دلی آرزو کرتے ہیں کہ کسیطرح تمکو پھر کفر میں مبتلا کردیں اور اسی لئے تمہارے دل میں شکوک وشبہات ڈالتے ہیں اور ان شبہات کو خدا تعالیٰ نے زائل کردیا تھا اسکے بعد اب انکے ایک اور مکر وفریب کو زائل کرتا ہے یہ تمہارے کافر کرنیکے لئے اور اپنی اس دلی آرزو پورا کرنیکے واسطے یہ بھی کہتے ہیں کہ جنت ہمارا حصہ ہے چنانچہ مدینہ کے کوئی مسلمانوں سے یہہ کہا کہ تم ہزار عبادت کرو کیسے ہی نیک اور موحد بنو مگر جنت میں سوائے یہود کے اور کوئی نہیں جائیگا

اور نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حیات ابدی اور تسلی اور جنت حقیقی وہ خاص عیسائیوں کا حصہ ہے بغیر اسکے کہ کوئی مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا اور تمام گناہوں کا کفارہ سمجھے کبھی نجات نہ پائیگا تسلی اور روح کو اطمینان اسی مذہب میں حاصل ہوتا ہے (جیسا کہ جنگل کے پادری بھی یہی کہا کرتے ہیں اور جب دلائل سے عاجز ہو جاتے ہیں تو سیدھے سادے لوگوں کو ایسی ابلہ فریبانہ باتوں سے پرچایا کرتے ہیں) خدا تعالیٰ اُنکی اِس دلیل پوچ کو یہی رد کرتا ہے کہ یہ تو تمہارے دلوں کے خیالات خام ہیں اگر سچ ہو تو کوئی قوی دلیل لاؤ بلکہ نجات ابدی اور جنت کا مستحق ہونا خدا کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے (سو یہ بات مذہب اسلام میں منحصر ہے جسکے نام میں فرمانبرداری پڑی ہے کسی نبی اور کسی کتاب الہامی سے اور کسی حکم الٰہی سے اسکو انکار نہیں) اور صرف تمہارے مقابلہ ہی میں اے مسلمانو یہ لوگ ایسی باتیں نہیں بناتے بلکہ باہم بھی ایک دوسرے کو یہی کہتا ہے چنانچہ یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ سراسر بیراہ ہیں اور نصاریٰ یہود کو سراسر بیراہ بتاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ دونوں ایک کتاب کے مقر اور اسکو پڑھتے ہیں یعنی تورات و صحف انبیاء پھر اس پر یہ بے انصافی اور اختلاف اور یہ خیالات کچھ انہیں میں نہیں بلکہ ان سے پیشتر عرب کے بت پرست جو جاہل تھے وہ بھی کہا کرتے تھے کہ بغیر فلاں بت کی نذر و نیاز کے انسان کی نجات اور قضاء حاجات نہیں ہو سکتی پس حق مذہب سے تو ہمارا ہے اور دیگر مذاہب ہیچ و پوچ ہیں حالانکہ اُنکا گمراہ ہونا تو تمام عقلاء کے نزدیک متحقق عایہ ہے پھر کیا اُنکے خیالات سے دین حق میں کچھ فرق آسکتا ہے اسیطرح اُنکے یہودہ خیالات ہیں قیامت کو ہم ان میں آپ فیصلہ کر دینگے کہ کون حق پر اور کون ناحق پر تھا +

متعلقات

(۱) جب خدا تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کے جھوٹے دعوی کو رد کیا اور اسپر دلیل طلب کی تو یہ کہہ سکتے تھے کہ فلانی خاص کر جنت میں جاوینگے مگر یہ نکہا کیونکہ اسکے مقابلہ میں دوسرا شخص کہہ سکتا تھا کہ تمہارا ہی یہ دعوی بلا دلیل ہے ہر شخص اپنے ملت و مذہب کے مقابلہ میں اور مذاہب کو غلط سمجھا کرتا ہے۔ بلکہ ایک ایسی بات کہی کہ جس کا کوئی بھی اہل عقل انکار نہیں کر سکتا اور جسکو ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ بالاتفاق مانتے ہیں وہ یہ کہ نجات خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے جسکو کہ اسلام بھی کہتے ہیں اس میں عرب عجم ہندو عیسائی یہود کی کچھ خصوصیت نہیں کیونکہ خدا تمام عالم کا خدا ہے اسکو اپنے سب نیک اور فرمانبردار بندوں سے مساوی تعلق ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تمام ہدایتوں کا یہی اصل اصول ہے پس جو شخص تعصب قومی یا تقلید رسمی سے اس کتاب اور نبی کو نہیں مانتا وہ ہرگز مستحق نجات نہیں جب اور کوئی مستحق نجات نہیں تو اُنکا انحصار باطل ہو کر اُسکا انحصار صحیح ہو گیا لازم کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت کر دیا +

(۲) اسلام لغت میں جھکنے اور مطیع ہونیکو کہتے ہیں اور جہاں زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری مطلوب ہوتی ہے تالا آخر یا سر جھکانا بولتے ہیں اور چونکہ مذہب اسلام میں خدا تعالیٰ کی بیحد فرمانبرداری ہے جان سے اور مال سے تو اس لئے سننا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ۭ

اور اُس سے بڑھکر کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ کی مسجدوں میں اُسکے نام لینے کی ممانعت کردی اور اُنکے اجاڑنے میں سعی کی انکو تو یہی لائق تھا کہ ان میں ڈرتے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ہوئے جاتے انکو دنیا میں رسوائی ہے اور انکو آخرت میں بڑا عذاب ہے

نام ہی اسلام قرار پایا۔ (۳) یہود و نصاریٰ چونکہ یہ دعوی کرتے تھے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت کا مستحق نہیں تو اسکے رد میں صرف یہہ نہ فرمایا کہ اور لوگ بھی جنت میں جاوینگے یا خاص اور ہی داخل ہوں گے بلکہ جنکیتا وصاف ہوں گے (اسلام یعنی ایمان واحسان یعنی ہر قسم کے نیک عمل اور خدا تعالیٰ سے ارتباطِ قلبی) وہ صرف جنت میں داخل ہوں گے بلکہ لاخوف علیہم کہ آئندہ وہاں سے نکلنے اور کسی مصیبت مرض وافلاس موت وغیرہ سے انکو کوئی خوف نہ ہوگا ولا ہم یحزنون اور نہ پچھلی باتوں پر انکو کبھی کوئی غم ہوگا نہ رنج پاس آویگا۔ دو باتوں کے مقابلہ میں دو باتیں ذکر کرکے پوری تسلی بخشدی ✦ لے عیسائیو اب غور کرو اس کلام ربانی سے سچی تسلی اور حقیقی اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے یا پولوس کے تراشے ہوئے اس مسئلہ سے کہ شریعت سے تم آزاد ہوگئے جو چاہو کرو۔ سب گناہ حضرت مسیح اٹھا لیگئے؟ یہ بات تو نفس کو شتر بے مہار کرنیکے حق میں شیطان کے افسوں سے بڑھکر ہے معاذ اللہ خدا اور الہام کی یہہ شان نہیں ✦

ترکیب

من استفہامیہ انکاریہ محل رفع میں ہے بسبب مبتدا ہونیکے اور اظلم اسکی خبر ہے یعنے اُس سے کوئی زیادہ ظالم نہیں ممن میں من نکرہ موصوفہ یا بمعنی الذی ہے۔ ان یذکر بتاویل مصدر موضع نصب میں ہے اسلئے کہ یہہ مساجد مفعول منع سے بدل الاشتمال ہی تقدیر اذکر اسمہ فیہا خراب بمعنی تخریب اولئک مبتدا، ما کان لہم الخ جملہ اسکی خبر۔ الا خائفین حال ہے ضمیر یدخلوہا سے ✦

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ اس قسم کی باتیں (کہ ہم ہی جنت میں جاوینگے) مشرکین عرب ہی کہتے ہیں کہ جنکو اہل کتاب ہی بدتر سمجھتے تھے اس آیت میں مشرکین عرب کے اور ضمناً یہود کے وہ حالات بیان کردیئے کہ جن سے انکو بھی معلوم ہوجائے کہ یہہ کام اہل جنت کے نہیں تقریر اے اہل کتاب جنت کے لئے جس طرح تم دعوی کرتے ہو اسیطرح مشرکین عرب بھی کرتے ہیں کہ جنکا فعل شنیع یہ ہے کہ وہ اُسکے بندوں کو اُسکی مسجدوں (مسجد الحرام۔ اور مسجد ابوبکر۔ اور مکہ اور اُسکے اطراف میں وہ مقامات کو جو اہل اسلام نے عبادت کے لئے خاص کئے تھے) خدا کا نام لینے نہیں دیتے بلکہ انکی بربادی اور بے رونقی میں کوشش کرتے ہیں اور مسجد کو ڈھانے سے چنانچہ ایسے جبوتروں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور مسجد حرام میں جب اسکا نام لینے کی ممانعت کردی تو اسکی بھی

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق و مغرب سو تم جدھر منہ کرو گے وہیں خدا کا منہ ہے (یعنی ہر جگہ) اللہ وسیع اور داتا ہے اور کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنایا ہے وہ پاک ہے۔ بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں

وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اور زمین میں ہے سب اسکے فرمانبردار ہیں۔ پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جب کرنا چاہتا ہے کوئی کام تو اسکو یہی کہتا ہے کہ ہو جا سو ہو جاتا ہے

برابری میں کوشش کی اور یہ مکانات تو اس قابل ہیں کہ وہاں ادب اور خوف سے جانا چاہئے سوایسے لوگوں سے بڑھکر کون ظالم ہے؟ اور جس حال میں کہ تم ان مشرکین عرب کے مددگار ہو اور ان مسلمانوں سے اسلئے کینہ رکھتے ہو کہ وہ خاص اللہ کا نام لیتے اور اسکی عبادت کرتے ہیں تو تم ہی انکے شریک حال ہو تو ایسے لوگوں کو تو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم ملتا ہے نہ کہ جنت پھر اس حال پر یہ دعوی کہ ہمیں جنت میں جاویں گے ؎ باین خواری توقع ملک داری ایکبار نبی صلعم مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے کہ ابوجہل نے گلے میں پٹکا ڈالکر یہانتک کھینچا کہ حضرت کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ ایک بار کفار نے نماز پڑھتے میں حضرت پر مردہ اونٹ کی ناپاک انتڑیاں اور اوجھڑی ڈالدی۔ ایکبار ابوذر کو خانہ کعبہ کے پاس ایسا مارا کہ لوہو میں سر سے پاؤں تک رنگین ہو گئے۔ حضرت ابوبکر کے جو تورہ کو جسپر وہ عبادت کرتے اور قرآن پڑھتے تھے توڑ ڈالا۔ ایکبار جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ سے عمرہ کے لئے مکہ میں آئے تو مشرکین مکہ نے بمقام حدیبیہ آپ کو روکدیا۔ اسیطرح ہزاروں ستم کئے خدا پرستوں کو ستایا اور اب بھی لوگ کہیں کہیں ستاتے اذان یعنی اسکا نام پکار کر لینے سے منع کرتے ہیں اسکی عبادتگاہ کو ڈھاتے ہیں لیکن جو ایسا کرتا ہے اسکو خدا دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرتا ہے جیسا کہ مشرکین عرب اور انکے معین و مددگار یہود و نصاری کو کیا انکی قدیم سلطنتوں کے تخت الٹ دیئے ان مظلوموں کو روئے زمین کا حاکم کردیا آخرت میں بجائے جنت کے جہنم میں جلتے ہیں سچ ہے خدا پرستوں کا ستانا اچھا نہیں ؎ ما آنگبینیم و شومیم از شکست تیز + آزار یابد آنکہ بود در شکست ما

ترکیب

اللہ خبر مقدم المشرق والمغرب مبتدا موخر جملہ مستانفہ ہوا فاینما شرط تولوا مجزوم ہے بشرط فثم وجہ اللہ جملہ اسمیہ خبریہ بجواب شرط اللہ اسم ان واسع خبر موصوف علیم صفت جملہ مستانفہ۔ وقالوا فعل مع ضمیر فاعل اتخذ فعل اللہ فاعل ولدا مفعول بہ جملہ لکلمقولہ ہوا۔ سبحانہ جملہ معترضہ بدیع یعنی مبدع مضاف السموات والارض مضاف الیہ مجموعہ خبر مبتدا محذوف کی لے ہو واذا قضی الخ شرط فانما یقول الخ جواب شرط +

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ مشرکین باوجود دعوی نجات خاصہ کے خدا کی مساجدوں کو برباد کرتے ہیں جگہ یہ بات کھولدی کہ اُنکے

برباد کرنے سے خدا کی عبادت کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام مشرق و مغرب خدا کے لئے ہے جدہر چاہو مونہہ کرکے اور جسجگہ میں بیٹھ کر عبادت کروگے وہیں خدا تعالیٰ حاضر و ناظر موجود ہے (اسلئے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد کر دیا یعنے عبادت کی کوئی جگہہ خاص جسطرح کہ اور اُمتوں کے لئے تھی نہیں (مشکوٰۃ) خدا بہت وسیع ہے اور ہر بات جانتا ہے ۔

مفسرین کے اسکے **شان نزول** میں اور بھی اقوال ہیں چنانچہ عبداللہ بن عامر نے روایت کیا ہے کہ ہم جہاد میں ایک اندھیری رات میں آنحضرت کے ساتھ نماز میں مشغول ہوئے اندھیرے کی وجہ سے قبلہ نہ معلوم ہوا کسی طرف کسی سمت کسیطرف منہ کرکے نماز پڑھی پھر صبح کو معلوم ہوا کہ قبلہ رخ نماز نہ پڑھی گئی اور ہم نے یہ بات آنحضرت سے ذکر کی تو یہہ آیت نازل ہوئی کہ مشرق و مغرب سب خدا کے لئے ہے ہر طرف میں اُسکا جلوہ ہے ایسے عوارض میں تعلق جہت کچھہ شرط نہیں (تفسیر کبیر) ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نماز سفر کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی کہ سفر میں جو شخص سواری میں بیٹھ کر نوافل پڑھنا چاہے اور اُس کی سواری کا مونہہ قبلہ کیطرف نہو تو کچھہ مضایقہ نہیں اُسیطرف مونہہ کرکے نماز پڑھ لے اُسکو بھی ترمذی اور نسائی اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے **ابن عباس** اور مجاہد اور حسن اور قتادہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ اسکے نازل ہونیکا یہ سبب ہوا تھا کہ جب آنحضرت کو بیت المقدس کیطرف سے خانہ کعبہ کیطرف مونہہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو یہودنے طعن کیا اُس پر یہہ آیت نازل ہوئی کہ ہر طرف اُسکا جلوہ ہے اور مشرق و مغرب اُسیکا ہے کچھہ وہ جسم نہیں کہ مشرق کی طرف ہے یا مغرب کی طرف یا جنوب یا شمال کی طرف ۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہدایت تحویل قبلہ کے لئے تمہید ہے جسکا بیان آگے آتا ہے ۔

پھر اور بھی ان مدعیوں کے لغو اعتقاد بیان فرما کر اُسکو شرماتا ہے کہ ان مدعیوں نے یہہ بھی اعتقاد کر رکھا ہے کہ خدا نے بیٹا جنا ہے اگرچہ تمام یہود اسکے قائل نہیں اور نہ تھے مگر مدینہ کے یہود میں سے کعب بن اشرف اور کعب بن اسد اور وہب بن یہودا یہہ کہتے تھے کہ عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں (وقالت الیہود عزیر ابن اللہ) اور نصاریٰ تو باعتقاد چند فریق تمام کلیسا حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور اب بھی اس نجس اعتقاد کو موجب نجات جانتے ہیں اور پولوس نے اسکا رواج دیا ہے اس پولوس اور اُس کے شاگردوں کی کتابوں میں کہ جنکو عیسائی انجیل اور کلام خدا کہکر دل خوش کرتے ہیں یہہ کفر اب تک موجود ہے اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (الا ان الذکر ولہ الانثی) ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اس بات سے پاک ہے کہ وہ عقل کے اندھے اسقدر کہنے سے کب اس بدعقیدہ سے باز آسکتے تھے اسلئے اسکے بعد اسکے بطلان پر ایک **برہان قاطع** اس طرح سے قایم کی کہ جسکو حکماء فلاسفہ بھی سمجھہ سکیں اور عرب کے اور دیگر ملکوں کے ان پڑھ بھی سمجھکر اس خیال سے باز آویں ۔ برہان عامی کی تقریر یہہ ہے (۱) باب بیٹے میں مجانست اور مماثلت

ضرور ہے نا بیٹے تو باپ کے کمالات و صفات میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں اور نالائق کم اور خدا تعالیٰ میں تین یا تیس سب کے نزدیک مسلّم الثبوت ہیں اول آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا جو بدیع السموات والارض میں مذکور ہے دوم اُس کے احکام کو کسی کام پر نافذ ہونا ہر بات پر قادر مستقل ہونا جو اذا قضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون سے سمجھا جاتا ہے سوم مخلوقات میں سے ہر ایک چیز کا اُسکے آگے مسخر ہونا جو کل لہ قانتون میں مذکور ہے حالانکہ یہ تینوں باتیں اُسکے سوا کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں حضرت مسیح اور عزیر اور فرشتوں نے آسمان و زمین تو کیا ایک پہاڑ کے پتھر کو بھی پیدا نہیں کیا اور ہر بات پر اُنکی قدرت تو الگ خود حضرت مسیح بقول نصاریٰ دار پر کھینچے جانے کے وقت کس آہ و زاری کے ساتھ چلاتے رہے مگر مخالفوں سے نجات نہ پا سکے اسیطرح عزیر موت نقرس کا کچھ نہ کر سکے اور ایران کے بادشاہوں کی مدد و حکم بغیر بیت المقدس کی مرمت نہ کر سکے یہی حال فرشتوں کا ہے اور اسیطرح عالم کی ہر چیز اُنکے آگے مسخر نہیں وہ خود اپنے ہی وجود اور عدم اور صحت و مرض پر حکمران نہیں یا یوں کہو

(۲) عالم میں دو قسم کے تصرفات ہیں ایک یہ کہ ابتداءً کسی چیز کا پیدا کرنا سو یہ کامل تصرف ہے یا پیدا کی ہوئی چیزوں میں اُلٹ پھیر کر کے ایک نئی صورت پیدا کر دینا یہ تصرف ناقص ہے۔ اگر غور کر دیکھا جاوے تو یہ دونوں تصرف خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اول میں کسیکو کچھ بھی حصہ نہیں مگر دوسری قسم میں کسیقدر مشابہت بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ معمار اور بڑھئی اینٹوں اور لکڑیوں میں تصرف کر کے ایک مکان یا تخت بنا دیتا ہے یا کمہار مٹی اور گارے میں تصرف کر کے عمدہ عمدہ برتن اور مورتیں بناتا ہے اور باپ اور بیٹے میں جو کچھ تصرف ہے تو از قسم ثانی ہے بلکہ وہ بھی از حد ناقص کس لئے کہ باپ کا صرف یہی کام ہے کہ نطفہ کی ماں کے رحم میں مٹی ڈالتا ہے جس سے پھر بتدریج بچہ پیدا ہوتا ہے سو جسکو اول اور دوم قسم کی قدرت کاملہ حاصل ہو وہ اس تیسری قسم اول کیطرف کیوں محتاج ہونے لگا وہ تو بدیع السموات والارض ہے کہ ہر ایک آسمان و زمین کو ابتداءً پیدا کر دیا (۳) علاوہ اسکے جو کوئی بیٹے کا خواستگار ہوتا ہے تو دو باتوں کے لئے ایک یہ کہ کوئی اُسکا اپنا اور حکم بردار ہو سو لہ ما فی السموات والارض کل لہ قانتون آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسکی مخلوق و مملوک ہے بیٹا تو مخلوق و مملوک ہی نہیں ہوتا اور ہر چیز اُسکی فرمانبردار اور اُسکے آگے مسخر ہے ہر ایک یا دو یا دس پانچ کو بیٹا بنا کر فرمانبردار کرنا کیا فائدہ؟ دوم یہ کہ بوقت ضرورت کام آوے اور اُسکی پیری میں اُسکا نائب بنکر کام کیا کرے سو یہ بھی نہیں کس لئے کہ وہ بدیع السموات والارض ہے ایسا قادر قدیم ہے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا اُسکو ضرورت اور پیری کب لاحق ہو سکتی ہے وہ ازلی ابدی ہے اُس پر ضعف و ناتوانی کا کیا دخل ہے اور نائب بنا کر اُسکو کام لینے کی کیا حاجت ہے اذا قضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون اُسکے حکم سے فوراً ہر چیز موجود ہو جاتی ہے

اور برہان خاصی کی یہ تقریر ہے۔ یہ مقدمہ بدیہی ہے کہ ولد اور والد میں مجانست ضرور ہے اور خدا کے لئے اگر کوئی ولد ہو تو مجانست لازم آوے اور یہ محال ہے تو ولد کا ہونا ہی محال ہے۔ مجانست کا محال ہونا اسطرح پر ہے کہ جب دو چیزیں باہم

ہمجنس ہوتے ہیں تو انمیں ایک فصل ممیز ہی ضرور ہوتی ہے تو ہر ایک کے لئے دو وجز حقیقت قرار پاوینگے ایک جنس دوسری فصل اور جو مرکب ہوتا ہے تو حادث ہوتا ہے پس خداوند تعالیٰ کا حادث ہونا ثابت ہوجاویگا۔ اور یہ محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس دلیل کے دوسرے مقدمہ کے بطلان پر (یعنے مجانست کے بطلان پر) اس آیت میں اشارہ کردیا لہ مافی السموات والارض کل لہ قانتون کہ خدا کی ہر چیز مملوک ومخلوق ومسخر ہے پھر اُس کا ہم جنس کون ہے پھر اس آیت بدیع السموات والارض میں اور بھی سبانیت کلی بیان کردی کہ کوئی مافی السموات والارض سے یہ نہ سمجھ لے کہ خود آسمان وزمین قدیم اور واجب الوجود ہوں بلکہ یہ آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے اندر ہے سب حادث اور ممکن ہے سبکا وہ خالق ہے پس ولدیت کیسی اور مجانست کیسی اسکے بعد صفات میں بھی تفاوت صریح بیان کردیا وہ یہ کہ اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون کہ اُسکو یہ قدرت ہے کہ جو کسی دوسرے میں نہیں یعنے جب وہ کن کہتا ہے اُسیوقت وہ چیز پیدا ہوجاتی ہے۔ خاص اس آیت سے اور بھی دلائل نفی ولدیت پر مستنبط ہوسکتے ہیں مگر یہاں اُردو خوانوں کی استعداد فہم پر نظر کرکے اسی قدر پر بس کرتا ہوں ؎

فوائد

(۱) بعض عیسائی جب ان دلائل سے عاجز ہوجاتے ہیں تو لاچار ہوکر ایک اور حیلہ کرتے ہیں وہ یہ کہ ہماری مراد بیٹے ہونے سے اس قسم کا بیٹا نہیں یعنی اسکے حقیقی معنی مراد نہیں مسلمان حقیقی معنی خیال کرکے اعتراض نہ کرتے ہیں مگر جب اُنسے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا مجازی معنی لیتے ہو یا کچھ اور اول شق میں تو اسکے معنے محبوب اور معزز کے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے اور بھی انبیاء پر بائیبل میں لفظ ابن اس معنی کو کہکے بولا گیا اور اب دُبارہ شریعت محمدیہ میں اسکی ممانعت ہوگئی ہے اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اسکو بیان کرو مگر الوہیت میں شریک کروگے تو پھر انہیں دلائل سے رد کیا جاویگا کس لئے کہ دوالہ ہو نہیں سکتے بعض پادری لاچار ہوکر یہ کہدیتے ہیں کہ یہ سرالٰہی ہے ہم اسکو بیان نہیں کرسکتے جیسا کہ تمہارے ہاں آیات متشابہات مگر یہ بھی عذر بدتر از گناہ ہے کس لئے کہ ہم آیات متشابہات کے ایک خاص معنی تجویز کرکے اُسکے ماننے کو باعث نجات تو نہیں کہتے بلکہ مجملاً تسلیم کرنے پر بس کرتے ہیں اور تم لفظ ابن اور اب کی نسبت ایسا نہیں کرتے بلکہ اسکے معنے باپ اور بیٹا قرار دیکر سب کو سمجھاتے اور اسیکو موجب نجات ٹھہراتے ہو پھر اسپر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے فی الحقیقت یہ ایسا اغوا اور غلط عقیدہ ہے کہ ہر سمجھدار کو تنفر طبعی ہے اسلئے آجکل یورپ میں لاکھوں آدمی اس عقیدہ سے بلکہ مذہب نصرانی سے نفرت کرکے کچھ اسلام کی طرف اور کچھ الحاد کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں صرف پادری اور مشن کے ملازم یا چندہ سادہ لوح عیسائی ہیں جو اسکو مانتے ہیں والمدالہادی وبیدہ ازمۃ المقاصد والمبادی (۲) ابداع لغت میں ایسی چیز پیدا کرنے کو کہتے ہیں کہ جو نئی ہو اور اسی سے بدعت ہے یعنے دین میں کوئی نئی بات نکالنا اور اسی لئے قرآن میں ماکنت بدعا من الرسل آیا کہ میں انوکھا رسول

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ

اور بے سمجھ کہتے ہیں کیوں نہیں ہم سے کلام کرتا اللہ یا کیوں ہمارے پاس کوئی آیت نہیں آتی ایسا ہی کہہ چکے ہیں جو اگلے ان کے پہلے کہنا انہیں کی باتیں ہو گئیں

قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

انکے دل ہم نے بیان کر دیں تمہیں یقین والوں کے لئے ۔ ہم نے تجھ کو دین حق دیکر خوشی اور ڈر سنانے بھیجا ہے اور تجھ سے کچھ پرسش نہیں دوزخیوں کی

نہیں ہوں انجلہ جو بدیع السموات الخ لہا موجد السموات نہ لہا اتیں یہ اشارہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے اور آدم کو لے ماں باپ کے اس نے پیدا کیا تو اس وجہ سے وہ خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے خدا نئی نئی اور طرح طرح کی چیزوں کا پیدا کرنیوالا ہے

ترکیب

قال فعل الذین موصول لا یعلمون صلہ موصول فاعل لولا کلمہ تحضیض کلمنا اللہ جملہ معطوف علیہ او تاتینا آیۃ معطوف مجموعہ معطوف علیہ مجموعہ مقولہ ہوا قال فعل الذین من قبلہم صلہ موصول فاعل لذالک مفعول مقدم مثل مضاف قولہم مضاف الیہ مجموعہ بدل ہے یا بیان ہے لذالک سے تشابہت فعل قلوبہم فاعل جملہ یا محل حال میں ہے حذف قد الذین سے بالحق جار مجرور منصوب حال ہیں ہے تقدیر ہے ارسلناک ملتبسا بالحق بشیرا و نذیرا دونوں حال ہیں کاف ارسلناک سے ۔

تفسیر

یہ شبہ خدا تعالیٰ نے انصاریٰ کا دعا باطل بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا ہے ہم اسکے ذریعہ سے نجات حاصل کر لینگے اس دعا باطل کے یہاں یہ بات ثابت کرتا ہے کہ اس قول کا منشا جہالت ہے کیونکہ وہ رسول کے مقابلہ میں یہ کہتے ہیں کہ کیسلئے خدا ہمسے خود کلام نہیں کرتا اور کیوں ہماری پاس آیات نہیں بھیجتا رسول کے ذریعہ سے کیوں کلام کرتا اور آیات بھیجتا ہے ؟ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ انکو ابتک ہم کلامی کا واسطہ نہیں جس سے معلوم ہوا کہ اب جو کچھ ذات وصفات کے بارہ میں کہتے ہیں یا محض اپنی عقل سے یا کسی اس شخص سے سنکر جو خدا سے ہم کلام ہوتا ہے ہم کلام تو رسول ہوتا ہے اسکا تو یہ لوگ انکار ہی کر رہے ہیں دوم یہ کہ انکی عقل بھی سلیم نہیں کیسلئے کہ خدا تو محض بندہ کثیف محض وہاں تک کہ شخص کو بس طرح سے رسائی ہو سکے اسکے لئے تو وہ نفوس مقدسہ درکار ہیں جو تمام بنی آدم میں ممتاز ہیں جنکو انبیاء کہتے ہیں پس جب عقل کا یہ حال ہے تو اب نقل کا کیا اعتبار ہے کہ خدا کے سچے بیٹے ہیں اس جہالت پر یہ دعوی کہ ہمیں جنت میں جاوینگے ۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ کچھ اپنے منحصر نہیں انسے پہلے اور لوگ بھی ایسی باتیں کہہ چکے ہیں آپ رسول برحق ہیں لوگونکو عذاب و نجات کا مژدہ اور ڈر سنانا آپ کا کام ہے آپ ازلی بدبختوں اور جہنمیوں کے ذمہ دار نہیں ہیں جو زمانے اسکا قصور ہے کہ آپکی رسالت کا پس انہوں نے جسطرح خدا کی ذات میں بیٹے ہونیکا عیب لگایا اسیطرح

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ

اور ہرگز راضی نہونگے تجھ سے یہود اور نہ نصارے جبتک کہ تابع نہو تو اُنکے مذہب کا۔ تو کہدے ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی طرف سے ہے اور اگر تو بعد اسکے کہ

بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ

تیرے پاس علم آچکا ہے انکی خواہشوں کا تابع ہوگا تو تجھ سے اللہ کے ہاتھ سے نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار ✦ جسکو ہمنے کتاب دی ہے اور وہ اسکو پڑھتے ہیں جیسا کہ اسکے پڑھنے کا حق ہے

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وہی اسپر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اسکے منکر ہیں سو وہی نقصان پانیوالے ہیں ✦

آپ کی نبوت میں کلام کیا تو کچھ تعجب نہیں۔ اسکے بعد اور بھی تسلی دیتا ہے ✦

ترکیب

ولن ترضی فعل عنک اسکے متعلق الیہود ونصاری فاعل حتی تتبع فعل انت فاعل ملتہم مفعول جملہ غایۃ قل فعل انت فاعل ان ہدی اللہ اسم ان ہو ضمیر فصل الہدی خبر جملہ مقولہ ولئن میں لام تاکیدان شرطیہ اتبعت انت شرط مالک من الخ جواب شرط الذین موصول اتیناہم الکتاب جملہ خبریہ یتلونہ حق تلاوتہ حال مقدرہ ہم سے یا کتاب سے حق منصوب بوجہ مفعول مطلق ہونیکے تقدیرہ تلاوۃ حقا اولئک مبتدا یؤمنون بہ جملہ خبر محمولہ خبر الذین ومن شرطیہ یکفر بہ جملہ شرط فاولئک ہم الخاسرون جواب شرط ✦

تفسیر

اسمیں خدا تعالیٰ آنحضرت کو یہ بات جتلاتا ہے کہ آپکے معجزات سے اور اس کلام الٰہی سے یہود و نصاری کو تعصب اور جانفشانیت سے انکار ہے وہ نہیں چاہتے کہ ہم اور کی بات کو مانیں خواہ وہ حق ہو یا ناحق خواہ آسمانی فرشتہ ہی نے آکر کیوں نہ کہی ہو چنانچہ نصاریٰ کا پیرو مرشد **پولوس** یہ کہتا ہے کہ اگر تمکو آسمان کا فرشتہ بھی کلام الٰہی سناوے تو اسکو بھی نہ مانیو (نامہ گلاتیون کا اول باب) معاذ اللہ اس تعصب کا ٹھکانا ہے بلکہ اسپر بھی بس نہیں وہ خود آپکو اپنے مذہب باطل کا مرید بنانا چاہتے ہیں تو اُنسے کہدے کہ تمہارے مرشد و نبی کے خیالات باطلہ ہدایت نہیں کہ جنکو اُنکا ماننا ضرور ہو ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی طرف سے ہو۔ اور اے نبی آپ ہرگز اُنکے خیالات باطلہ کا اتباع نہ کیجئے کیونکہ آپکے پاس وحی اور دین حق آچکا ہے اور جو ایسا کروگے تو خدا کے غضب سے پھر تمکو کوئی بچا نہ سکیگا اور وہ اپنی اہل کتاب ہیں پڑھتے نماز نہ کریں کیونکہ دراصل اہل کتاب تو وہی ہیں کہ جو اُسکو عمدہ طرح پڑھتے یعنے اُسپر عمل کرتے اور اسپر یقین رکھتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور نجاشی کہ جنہوں نے موافق بشارت حضرت موسیٰ اور پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کی آنحضرت صلعم کو پہچانا مانا اور آپ پر ایمان لائے ورنہ اور تو سب زیاں کار ہیں درحقیقت جسطرح بلاوجہ یہودی حضرت عیسیٰ کا انکار کرتے ہیں اسیطرح یہودی بلکہ نصاری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں **اہواء** ہوا کی جمع ہے جسکے معنے خواہش نفس کے ہیں اسمیں نکتہ ہے کہ یہود و نصاری

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ

اے بنی اسرائیل یہ میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمکو دی تھی اور یہ کہ میں نے تمکو جہان پر بزرگی دی تھی اور ڈرو اُس دن سے کہ جسمیں کوئی کسیکے کچھ کام آویگا

شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ

اور نہ اُسکی طرف سے مدد قبول ہوگی اور نہ سفارش فائدہ دیگی اور نہ اُنکی مدد کی جائیگی

مذہب میں جو باتیں حق ہیں وہ حق ہیں اُنکے اتباع کا مضائقہ نہیں کیونکہ یہ مذہب بنیاد کیطرف سے پہلے ہیں ہاں جو کچھ پہلے لوگوں کے زوائد اور مشائخ کی قلعی چڑھائی ہوئی ہو وہ مواہے اُسکا اتباع نچاہیئے اُسکی اصلاح کو نبی آخرالزماں علیہ السلام بھیجے گئے ہیں اور چونکہ انکی کتابوں میں اصل و زوائد کو مخلوط کردیا گیا ہے اسلئے اُنکے اتباع سے منع کیا گیا ؛

ترکیب

یا حرف ندا بنی مضاف اصل میں بنین جمع ابن بمعنی پسر ان اضافت سے ساقط ہوگیا اسرائیل مضاف الیہ مجموعہ منادی اذکروا فعل امر حاضر معروف ضمیر انتم فاعل نعمتی مفعول موصوف التی موصول انعمت علیکم جملہ صلہ مائد محذوف مجموعہ صفت صفت موصوف کا مجموعہ معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العلمین جملہ معطوف پھر سب ملکر مفعول ہوا اذکروا کا۔ اذکروا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ ندائیہ ہوا۔ واتقوا الخ اسکی ترکیب بیان ہوچکی وہاں دیکھ لو ؛

تفسیر

اس سورہ میں خدا تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل سے کلام شروع کیا تھا تو وہاں بھی یہی فرمایا تھا کہ یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الایہ اور پھر جب اُنکی نصیحت اور اُنکے مکائد پر نصیحت سے فراغت پائی تو پھر کلام کو تمام کرتے وقت بھی یہی فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تم احسانات کو یاد کرو کہ جو تمہارے ساتھ مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں کیا کیا احسان کئے یہانتک کہ تمہارے خاندان کو ایکوقت میں دنیا کے تمام خاندانوں سے افضل اور اشرف کردیا تھا اور تمنے پھر حسقدر نافرمانیاں کیں اُنکے بُرے نتایج دنیا میں بھگتے اب اگر تم اپنی نافرمانی اور سرکشی سے باز نہیں آتے تو یہ بھی یاد رہے کہ میں جسطرح کریم و رحیم غصہ کا دیا ہوا سیطرح قہار و جبار بھی ہوں پھر تم روز قیامت سے ڈرتے رہو کہ جہاں کسیکی سفارش کام آتی ہے نہ کچھ معاوضہ لیا جاتا ہے نہ کوئی مددگار مدد کرکے چھڑا سکتا ہے۔ یہ کمال بلاغت ہے کہ اول موکد نزاع کو قایم کرکے اُسپر بہت کچھ دلائل لائے جائیں اور پھر نتیجہ میں وہی دعوی ذکر کیا جاوے اور نیز نصیحت قبول کرانیکے حق میں یہ بات کہ منافع اور رحمت سے اُمید دلائی جاوے اور پھر انجام کا خوف بھی دلایا جاوے ؛ اکسیر کا اثر رکھتی ہے ؛ (اسکے بعد)

خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسیقدر حالات بیان فرماتا ہے کہ جنکی نسل سے ہونے پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ

اور (یاد کرو) جبکہ ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتوں میں آزمایا سو اُس نے اُن کو پورا کر دیا خدا نے کہا میں تم کو لوگوں کا پیشوا کرنیوالا ہوں اُس نے (خدا سے) عرض کی (خدایا) میری اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ پیدا فرما) خدا نے فرمایا میرا قرار ظالموں کو نہیں پہنچتا

بڑا ناز تھا تاکہ خود اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری کی کیفیت معلوم ہو جاوے اور انہیں کے بیان سے نبی آخر الزمان کا برحق ہونا ثابت ہو جاوے اور ان کا ابراہیم علیہ السلام کے عہدۂ نبوت سے محروم ہونا معلوم ہو جاوے ✦

ترکیب

واذا محل نصب میں ہے اذکر محذوف سے۔ ابتلی فعل ابراہیم مفعول ربہ فاعل بکلمات متعلق ہوا ابتلی کے فاتمھن فعل ضمیر ہو راجع ابراہیم کیطرف فاعل ہن مفعول راجع کلمات کیطرف قال فعل ضمیر ہو راجع رب کی طرف فاعل انی الخ جملہ مقولہ۔ انی میں ذا اہم ان جاعلک الخ جملہ خبریہ مفعول اول جاعل کا اماما مفعول ثانی للناس متعلق جاعل کے یہ تمام جملہ یا ابتلی کا بیان ہو یا جملہ مستانفہ ہے ومن ذریتی اسکا عطف کاف پر ہے وبعض ذریتی لما تقول وزیادتی جواب ساکرک لے واجعل فریقا من ذریتی اما مالا ینال فعل عہدی فاعل الظلمین مفعول سب جملہ مقولہ ہوا قال کا جو جواب ہے سوال ابراہیم کا ✦

تفسیر

مکہ بلکہ تمام عرب کے لوگ اور یہود اور نصاریٰ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے (بلکہ اب بھی مانتے ہیں) اور ہر فریق کو اس بات پر بڑا غرہ تھا کہ ہم ابراہیم کی نسل ہیں اور انکے طفیل کے یہ وعدہ اُنکے لئے اور اُنکی اولاد کے لئے برکت کا وعدہ کر لیا ہے سو وہ ہمکو ہر حال میں کافی ہے خدا تعالےٰ اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ تم ابراہیم کے طریق پر نہیں وہ ہمارا نہایت فرمانبردار تھا جسنے اُسکو کئی باتوں میں آزمایا وہ سچا نکلا بیٹے کی قربانی کا حکم دیا وہ بھی تن آمادہ ہو گیا اور ستارہ پرستوں کی محبت اور برادری بلکہ وطن چھوڑنیکو کہا اُسنے ویسا ہی کیا سب کو چھوڑ ملک شام میں آ رہ رکھتا تھا عرب میں خدا کے لئے عبادت خانہ بنانے اور اسکی محافظت کے لئے اپنی اولاد بسانیکو کہا اُسنے اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیل کو وہاں بسایا اور خانہ کعبہ بنایا غرض وہ اگ میں ڈالا امتحان پر قایم رکھا اُسمیں کھرا نکلا (من الحسن) توحید قائم کرنے اور نماز روزہ کو اور طہارت ظاہریہ و باطنیہ وختنہ وغیرہا۔ اسکے صلہ میں ہمنے اُس سے کہا کہ ہم تجھکو تمام عالم کا پیشوا یعنے نبی بنانا چاہتے ہیں اُس نے کہا کہ الٰہی میری اولاد میں سے بھی انبیاء اور بابرکت لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری خدمتگاری اور فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان میں رہے ہمنے کہا البتہ ایک گروہ تیری اولاد میں سے ایسا ہوگا مگر جو بدکار ہونگے اُنکے لئے میرا اقرار نہیں اُنکو یہ برکت نصیب نہ ہوگی ✦

پس اے بنی اسرائیل اور اے عرب کے مشرکو قوم کو لازم ہے کہ اپنے مسلم الثبوت بزرگ کی پیروی کرو خدا کی اور اُسکے

بنی آخر الزمان کی اطاعت کرو کیونکہ جسکے سبب تم ابراہیم نے دعا دی من ذریتی اگر تم دل سے دین ابراہیمی کے مطیع ہو تو تمکو لازم ہے کہ اس نبی ابراہیمی کا اتباع کرو اور اے اہل کتاب تم اس بات کا خیال نکرو کہ یہ نبی ہمارے خاندان سے کیوں نہیں ہوئے کیونکہ ابراہیم نے صرف اپنے بیٹے اسحاق ہی کے خاندان کے لئے برکت نچاہی تھی بلکہ اسمعیل کے لئے بھی۔ چنانچہ سفر پیدائش کے ستہ ہویں باب میں یہ ہے اور اسمعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا سو یہ اسمعیل کے خاندان سے ہے اور اگر تم اطاعت نکروگے تو تمکو ابراہیم کی برکت سے کچھ حصہ نہ ملیگا

فوائد

(۱) کلمات کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں قوی وہی ہے جو ہمنے بیان کیا مگر کلمات سے عجائب صنع باری اسجگہ مراد لینا خلاف نقل بعقل ہے (۲) امام کے معنے پیشوا کے ہیں جسکا فرد کامل نبی ہے اور خلیفہ اور قاضی اور جماعت کے امام پر بھی صادق آتا ہے مگر مراد نبی ہے تورات سفر پیدائش کے بارہویں باب میں ہی اسکا ذکر ہے اور خداوند نے ابرام کو کہا تھا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھاؤنگا نکل چل اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجھکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا اور تو ایک برکت ہوگا اور انکو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دونگا اور اسکو جو تجھ پر لعنت کرتے ہیں لعنتی کرونگا اور دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پاوینگے بلاشک یہود اور عیسائی اور مسلمان اور مجوس سب حضرت ابراہیم کو پیشوا جانتے ہیں ٭

(۳) ذریت جمعنی نسل ہو زان فعیلۃ و فعل جمعنی خلق سے مشتق ہے اور ممکن ہے کہ ذرء جمعنی تفریق سے مشتق ہو کیونکہ انسان کی نسل مخلوق سے اور جبلتی ہی ہے (۴) لا ینال عہدی الظالمین سے انبیاء علیہم السلام کا فسق و فجور سے بری ہونا ثابت ہوتا ہے دو وجہ سے **وجہ اول** یہ کہ عہد سے مراد امامت ہے اور ہر نبی امام ہے اور امام فاسق نہیں ہوتا جیسا آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے پس نبی بھی فاسق نہوگا **وجہ دوم** اگر عہد سے مراد نبوت ہے تو کوئی ظالم یعنی فاسق نبی ہونا چاہئے اور اگر امامت ہے تو ہر نبی امام ہے اور امامت فاسق کو پہنچتی نہیں۔ رہی یہ بات کہ فاسق کیوں ظالم ہے سو اسکا ثبوت یہ ہے کہ ظلم بمعنی شئی فی غیر محلہ یعنے بیجا کرنا سو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کہ جو گناہ کی وجہ سے اسکو سعادت اخرویہ سے محروم رکھتا ہے اس بیجا حرکت سے وہ ظالم ہے خلاصہ یہ کہ کچھ حقوق العباد ہی میں تعدی کرنیکا نام ظلم نہیں بلکہ حقوق الٰہی میں تعدی کرنا بھی ظلم ہے۔ اسجا یہ **شبہ** ہوتا ہے کہ اگر یہ ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام نے کیوں اپنے آپ کو ظالم کہا جیسا کہ یونس نے کہا انی کنت من الظالمین اور حضرت آدم کہتے ہیں ربنا ظلمنا انفسنا اسکا جواب یہ ہے کہ اس ظلم سے مراد معصیت ہے کہ جو منافی عصمت انبیاء ہے اور کبھی اچھے لوگ ذرا سی لغزش اور بھول و

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا

اور جبکہ ہمنے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے مرجع اور امن کی جگہ بنایا۔ اور مقرر کرو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ۔ اور ہمنے ابراہیم اور اسمعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھیں

بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

طواف کرنیوالوں اور معتکف کرنیوالوں اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے لئے

چوک کو بھی عاجزی اور استغفار کے موقع میں ظلم تعبیہ کرتے ہیں سو اس مقام پر انبیاء اس زلت کو ظلم کہہ رہے ہیں سو یہ مظلم نہیں کہ جو منافی عصمت ہے شیعہ اس آیت سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضہ کی امامت یا خلافت کا ابطال اس طرح پر کیا کرتے ہیں کہ بقول اہل سنت بھی یہ لوگ معصوم نہ تھے پس فاسق ہوئے اور فاسق کے لئے امامت نہیں ہو سکتی جواب یہ ہے کہ عصمت شرط نبوت ہے لازم نہیں آتا کہ فاسق یا ظالم ہوا کرے صد ہا مومن صالح ہیں کہ جو فاسق و ظالم نہیں ہیں حالانکہ وہ معصوم ہونیکا کوئی بھی قائل نہیں۔ اسیطرح یہ بزرگوار تھے اور جن روایتوں میں انکی نسبت معصیت مذکورہ ہے وہ سب غلط اور متعصب لوگوں کی بنا ش ہیں۔ ایسے بے بنیاد شبہ پر شیعہ نے حضرت امام حسین کی اولاد میں سے بعض لوگوں کو معصوم مانکر نبوت بلکہ الٰہی کے درجہ پر پہنچا دیا ہے جسپر محققین شیعہ سخت تاسف کرتے ہیں +

ترکیب

واذ معمول ہے عامل محذوف کا البیت مفعول اول جعلنا کا مثابۃ مفعول ثانی وامنا اسپر عطف اتخذوا امر حاضر معروف اتتم فاعل من بمعنی فی ویجوز ان یکون للتبعیض ویجوز ان یکون زائدۃ علی قول ہے اتخذہ کا وعہدنا فعل با فاعل ابراہیم و اسمعیل متعلق ہے عہدنا کا ان طہرا الخ میں ان مفسرہ ہے بمعنی ای اسے اس تقدیر پر یہ عہد کی تفسیر ہے اور ممکن ہے کہ مصدریہ ہو لے بان رکع رکع کی جمع اور السجود ساجد کی +

تفسیر

پہلی آیت میں اس بات کا ذکر تھا کہ ہمنے ابراہیم کو کئی باتوں میں آزمایا تو پورا پایا چنانچہ اور باتوں کو اہل کتاب بھی تسلیم کرتے ہے مگر منجملہ انکے ایک بڑی بھاری بات کعبہ کی تعمیر اور اسکا حج مقرر کرنا تھا اسکے اہل کتاب منکر تھے اور یہ کو ایک لغو حرکت جانتے تھے کہ یہ صرف عرب کے جاہلوں کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم کا طریقہ نہیں اور نہ اس کعبہ کو ابراہیم نے بنایا ہے نہ حاجیوں اور طواف کرنے والوں کے لئے مقرر کیا ہے سو اسکو جہت عبادت اور قبلہ بنانا بھی تم مشرکین ہے محمد منکرین ہی تم کو جب ملک و جب قوم سے بناہ رہے ہیں اور اسلئے دل سے چاہ رہے ہیں پس ان آیات میں خدا تعالیٰ انکے اس خیال باطل کا رد کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ثواب حاصل ہونیکی جگہ اور مرجع اور امن کی جگہ ہمیں نے بنایا ہے ہم حکم

کہ سب لوگ مقام ابراہیم کو مصلے بناؤ یعنی وہاں نماز پڑھو اور ہم نے ابراہیم اور اسکے بیٹے اسمٰعیل کو بڑی تاکید سے یہ کہا تھا کہ تم میرے اس گھر کو طواف کرنیوالوں اور اعتکاف کرنیوالوں اور نمازیوں کے لئے پاک و صاف رکھیو۔ یعنی یہ بھی منجملہ اُن باتوں کے ہے کہ جن میں ابراہیم آزمائے گئے + اسمیں مشرکین عرب کی طرف بھی تعریض ہے کہ تم باوجود یکہ ملت ابراہیمی کی پابندی کا دعوےٰ کرتے اور خانۂ کعبہ کی تعظیم بھی کرتے ہو مگر تم ملت ابراہیمی کے برخلاف ہو سکتے کہ ابراہیم کو ہم نے جو اس گھر کے بنانیکا حکم دیا تھا تو نماز و طواف و اعتکاف عبادت الٰہی کے لئے حکم دیا تھا نہ یہ کہ اسمیں بت رکھکر اُنکی پرستش کی جائے اور تعظیم میں بھی تم پورے نہیں کیونکہ یہ جگہ جسے امن ہے تم مسلمانوں کو یہاں امن سے آنے نہیں دیتے + اس مقام پر چند **تحقیقات** قابل غور ہیں +

(**تحقیق اول**) مثابۃ ثاب یثوب مثابۃ اذا رجع سے مشتق ہے جسکے معنی رجوع کرنا یا رجوع کی جگہ عرب بولتے ہیں۔ ثاب اسلام جبکہ وہ بھر بلفظہ میں آکر مجتمع ہوجاتا ہے اور اسی سے **ثواب** یعنی نیکی کرنے والے کی نیکی لوٹ کر اُسکے پاس آتی ہے جبکہ وہ اُسکا اجر پاتا ہے۔ اس مقام پر مثابۃ ظرف ہے تا زائد ہے جیسا کہ مقام و مقامۃ میں ہے یہ قول فراء اور زجاج کا ہے اور قتال کہتا ہے کہ تا مبالغہ کے لئے ہے جیسا کہ نسابۃ اور علامۃ میں ہے۔ مثابۃ کے معنی مرجع کے ہیں کہ خدا نے اہل ایمان کے دل میں خانہ کعبہ کا شوق جذب مقناطیسی کی طرح ڈالدیا ہے اسلئے اکثر لوگ

دور دراز سے وہاں آتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم مگر یہاں اگر ثواب آخرت نصیب ہوتا ہے اسلئے اس لفظ کے معنی ثواب پانے کی جگہ بھی ہیں۔ البیت سے مراد خانہ کعبہ ہے (۲) واتخذوا کو نافع اور ابن عامر نے بفتح خا بلفظ ماضی بھی پڑھا ہے اسکا عطف جعلنا پر قرار دیا ہے یعنی لوگوں نے مقام ابراہیم کو مصلے بنایا اور جمہور تو بلفظ امر پڑھتے ہیں + **مقام** ظرف کا صیغہ یعنے کھڑے ہونے کی جگہ۔ پس مقام ابراہیم بقول ابن عباس وہ پتھر ہے کہ جس پر چڑھکر حضرت ابراہیم کعبہ کی دیواریں چنتے تھے اور جوں جوں دیواریں بلند ہوتی جاتی تھیں وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا تھا اور حضرت اسمٰعیل نیچے سے پتھر اور گارا دیتے اور یہ دعا کہتے جاتے تھے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ تفسیر کبیر + اس پتھر پر حضرت ابراہیم کے پاؤں کا نشان بھی تھا کہ جو لوگوں کی کثرت سے ہاتھ پھیرنے کی وجہ سے اب بخوبی معلوم نہیں ہوتا۔ بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ یہ پتھر جناب رسول اللہ صلعم کے عہد میں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں کعبہ سے متصل تھا عمرؓ کے عہد میں جو سیلاب آیا کہ جسکو ام نہشل کہتے ہیں یہ پتھر بہ گیا اور حضرت عمرؓ نے اسکو منگا کر کعبہ کے پاس ایک جگہ میں رکھدیا اور اسکے ارد گرد پتھروں کی دیوار چُن دی چنانچہ ابتک وہ پتھر وہیں ہے اور اسکے گرد اگرد جالیاں بنی ہوئی ہیں

اس تقدیر پر آیت کے یہ معنی ہیں کہ اس پتھر کو نماز کی جگہ بناؤ اور ائمہ اربعہ امام اعظم اور امام شافعی وغیرہما علماء یہ فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ کے بعد دو رکعت نماز اس پتھر کے سامنے پڑھنی چاہیں کہ یہ بمنزلہ امام کے کہ آگے ہو اور جائز و مستحب ہوا تو اسکے متصل پڑھے چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ صلعم نے کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کو بطور قبلہ قصد کیا اور اسکے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اور کتب صحاح ستہ میں یہ بھی ہے کہ اس امر میں تو نے اپنے رب سے موافقت کی اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی چونکہ یہ پتھر متبرک ہے اسلئے ایسے مقام پر بیٹھکر مسلمان عبادت الٰہی کرنا اعظم قربات سے ہے دو رکعت امام اعظم کے نزدیک واجب ہیں اور امام شافعی سنت یا فرض کفایہ ہیں مگر استحباب میں سب کا اتفاق ہے (تفسیر عزیزی) ہم اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم سے مراد کل حرم ہے اور صلی بمعنی دعا ہے مراد یہ ہے کہ اس پتھر کی خصوصیت نہیں (۳) جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور برکات کا ظہور ہے ایسے مقامات کی ہیبت اور عظمت اس کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں پڑ جاتی ہے علاوہ اسکے کبھی غیرت الٰہی ایسے مقامات مقدسہ کی گستاخی کرنیوالے کو سزا بھی دیدیتی ہے کہ جس سے لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے عہد سے لیکر آنحضرت کے زمانہ تک بلکہ اب تک لوگوں نے بارہا ان ہاتھیوں کا مشاہدہ کیا ہے کہ انہوں نے آکر جو حرکت بیجا کی اسکی شامت سے پتھر کے ہو گئے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں ابرہہ کی صورت مسخ شدہ کعبہ کے دروازہ پر عبرت کے لئے لٹکی رہی تھی اسطرح ابرہہ ہاتھی لیکر کعبہ کو گرانے آیا مع لشکر ہلاک ہوا ان حیوانات سے عرب کے مشرک بھی اس گھر کی نہایت تعظیم کرتے تھے اور ایام حج میں کوئی کسیکو مارتا نہ تھا بلکہ شتر کو بھی جنگل میں چرنے نہ دیتے تھے اسلئے اسکعبہ کو خدا نے اس کیخانہ فرمایا اور بیتہ کے بعد اسنا کا لفظ آیا کیونکہ جو زیارت گاہ ہے تو وہاں امن بھی ضرور ہے

(۴) اگرچہ دنیا کے سب گھر خدا ہی کی ملک ہیں اور وہ گھر اور مکان سے پاک ہے مگر اسوجہ سے کہ یہ گھر خاص اسکی عبادت کے لئے بنایا گیا اور اسکے حکم سے اسکا دربار اور محل تجلیات قرار پایا تو اپنی طرف مضاف کیکے بیتی یعنی میرا گھر فرمایا۔ واضح ہو کہ خدا نے انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں ایک عقل دوسرے شوق و محبت یہ دونوں قوتیں اسکے لئے بمنزلہ دو پاؤں کے ہیں کہ جو اسکو شہر مقصود تک پہنچاتے ہیں نہ تنہا عقل کافی ہے نہ تنہا شوق۔ انبیائی طریق اور حکمائی طریق میں یہی تو فرق ہے کہ حکماء صرف عقل کے پابند ہیں انبیاء عقل کے ساتھ شوق سے بھی کام لیتے ہیں جو منازل عقل سے سالہا سال میں طے نہیں ہوتے انکو شوق یا عشق دم بھر میں طے کرا دیتا ہے۔ اس نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذہب میں جسقدر عقل کو معتبر رکھا ہے اسی لئے کوئی حکم شرعی خلاف عقل نہیں بخلاف اور ادیان کے اسی طرح عشق پر مدار رکھا ہے اگر آپ بغور دیکھیں گے تو ہر عبادت اسلامیہ کو دونوں جزوں سے مرکب پاوینگے نماز میں اسکی ثنا و صفت سوال رحمت عقل کے متعلق ہیں اسکے آگے سجدہ میں کہ پیشانی دست بستہ کھڑا ہونا شوق کے متعلق ہے اسی طرح حج میں اسکی ثنا و صفت دعا

و استغفار مثل کے متعلق ہے عاشقانہ ہیئت بنا کے کہ جسکو احرام کہتے ہیں اُسکے گھر کے اردگرد قربان ہونا منیٰ اور عرفات وغیرہا مقامات میں آواز بلند لبیک پکارنا سب حضرت عشق کا جلوہ ہے تا کہ اس مکان کو مرجع وجہت قبلہ کے لئے لیوں مخصوص کیا سو اسکی چند وجوہ ہیں۔ (وجہ اول) یہ ہے کہ یہ مسجدیں بزرگواروں کے ہاتھ سے خدا نے تعمیر کرائی کہ جو تمام رسل آدم اور کل موحدین کے پیشوا ہیں یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ پس جو یہاں اُسکے اُسکو ضرور ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کی عبادت اور اُس سے دعا و استغفار کرے کیونکہ ایسے معابد کا مشاہد وان بزرگوں کے وقائع گزشتہ کی یادگاری کے لئے بڑا بھاری وسیلہ ہے اور ان واقعات کا دل پر نقش مجسم ہونا انکی پیروی کرنے کا سبب ہے بالخصوص جبکہ ہزارہا آدمیوں کا مجمع ہو اور جو وہاں نہیں آسکے تو اسطرف منہ کر کے متعدد عبادت کریں کیونکہ عبادت کے وقت اسطرف منہ کرنا اُس معبد اور اُن بزرگوں کے خلوص کو یاد دلاتا ہے جس سے نفس کو عبادت کی طرف کامل توجہ ہوتی ہے +

(وجہ دوم) ہر جگہ کی ایک خاصیت ہوتی ہے دیکھئے جس جگہ خدا کے نافرمانوں کا مجمع ہوتا ہے وہاں تو ں تک قہر کے آثار نمایاں رہتے ہیں اور فرمانبرداروں کی جگہ میں آثار رحمت نمودار رہتے ہیں۔ اسی لئے جنگ تبوک میں جب نبی صلعم اور صحابہ کا اُن بستیوں کے پاس گزر ہوا جنکو خدا نے برباد کر دیا تھا تو فرمایا کہ یہاں سے جلدی نکل چلو پس جس جگہ اُسکے مقدس لوگوں نے اپنے جان فدا کی ہے اور وہاں اسکی تجلی اور نزول برکات کا بھی از حد ظہور ہے (چنانچہ توراۃ سفر استثنا کے ۳۳ باب میں یہ ہے۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُنپر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا + اور فاران مکہ کو کہتے ہیں جیسا کہ توراۃ سفر پیدائش کے بائیسویں باب میں اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت یہ لکھا ہے۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں جا بسا اور تیر انداز ہو گیا اور وہ فاران کے بیابان میں تھا۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام مکہ میں رہتے تھے پس جب فاران مکہ ہے اور وہاں خدا تعالےٰ جلوہ گر ہوا تو خدا کے طالبوں اور اُسکے عاشق صادقوں پر لازم ہے کہ ایکبار تو ضرور عاشقانہ بنا کر اسکے دربار میں بار پائیں اور جو وہاں نہ جا سکیں تو وہ اپنا شوق ظاہر کریں کہ اُس تجلی گاہ کیطرف بوقت عبادت منہ کریں تا کہ انوار و برکات کا حصہ پاویں

(وجہ سوم) کہ یہ جو خانہ اسلام کا مبدء ہے و ملت اسلامیہ کا خمیر طبعی اور ہر چیز کا اپنے مبدء اور خمیر طبعی کیطرف میلان طبعی اور رغبتی چیزیں خود بخود اوپر سے نیچے آیا کرتی ہیں) پس اسلام کو ادھر رجوع کرنا ضرور ہوا منجملہ اور دینیات کے حج اور غازا اسلام کے رکن ظاہر میں خلاف روزہ اور کلمہ کہنے اور زکوٰۃ دینے کے اور زیادہ تر ہر مذہب سے امتیاز انہیں دونوں باتوں سے ہوتا ہے اسلئے ان دونوں چیزوں کا کعبہ کیطرف رجوع ہونا ضرور ہوا مگر چونکہ پانچ وقت نماز کعبہ کے پاس پڑھنا نہایت مشکل امر تھا اسلئے اسمیں صرف جسکے المقدور اسکی طرف منہ کرنا ہی کافی سمجھا گیا اور حج چونکہ عمر بھر میں ایکبار ہوتا ہے تو یہ بغیر کعبہ کے جائز قرار نہ دیا گیا +

(تحقیق پانچویں کعبہ کی تاریخ میں) بیہقی نے شعب الایمان میں اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے

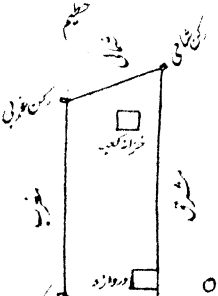
کہ جب حضرت آدم جنت سے زمین پر آئے تو وحشت تنہائی سے گھبرا کر عرض کی کہ بار خدایا اسجگہ نہ کوئی مسقف مکان ہے نہ فلک عبادت کرنیکا سامان ہے وہانسے حکم ہوا کہ تو ہماری عبادت کے لئے ایک گھر بنا کہ یہ سب گھروں سے اول گھر ہو کسیلئے کہ اسکے بعد تو تیری اولاد بہت سے مکانات بنائیگی آدم نے عرض کیا کس جگہ جبرئیل نے کعبہ کی جگہ تبلائی آدم نے تہہ و بنی بنیاد زمین تک چنی اسپر ایک خیمہ نورانی جو ملاء اعلیٰ میں ملائکہ کا طواف گاہ ہے اور جسکو بیت المعمور کہتے ہیں) رکھا پس آدم وہاں طواف کرتے اور اسکی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفان نوح میں وہ سب مفقود ہو گیا اور ایک سرخ ٹیلہ سا بعد طوفان کے باقی رہا لیکن لوگ وہاں آکر اکثر عبادت و دعا کرتے تھے تو آثار قبولیت پاتے تھے پھر جب حضرت ابراہیم عرب میں حضرت اسمٰعیل سے ملنے آئے تو انہوں نے اسی بنیاد پر بحکم الٰہی اس مکان کو بنایا اور تفصیل اسکی یہ ہے۔ طوفان نوح کے بعد جب حضرت نوح کی اولاد پھیلی تو مسیح سے تخمیناً دو ہزار دو سو ۲۲۰۰ برس پیشتر شہر بابل اور اسکے برج کی بنیاد ڈالی گئی یہ شہر ملک عراق میں بابل دجلہ اور فرات کے میان دوآب میں بلکہ بقول بعض فرات کے کنارہ پر تھا اور اسکے قریب دریاے دجلہ کے کنارہ پر شہر نینوا تھا جہاں کہ حضرت یونس پیدا ہوئے تھے اس شہر کو نینوس بادشاہ نے آباد کیا تھا۔ یہ بھی بابل کیطرح بڑا شہر تھا پچیس فرسخ کے دور میں اسکی شہر پناہ تھی اسیطرح بابل تھا اسکی شہر پناہ تیس فرسخ کی چوڑی اور سو گز بلند تھی بخت نصر ہی اسی شہر کا بادشاہ تھا ان لوگوں کو کلدانی اور سریانی اور کسدی بھی کہتے ہیں طوفان کے بعد یہیں سے مختلف زبانیں پیدا ہوئی ہیں اور یہانکے لوگوں میں بڑے علوم و فنون تھے مگر اب یہ شہر بالکل اجاڑ ہے سیاحوں کو بجز کھنڈر کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے ہیں کہ جنکو آزر بھی کہتے ہیں اور آزر ناحور کے بیٹے ہیں اور ناحور ساروغ کے اور جنکو رعو بھی کہتے ہیں اور سروج رعو کے بیٹے ہیں اور رعو فالغ کے جسکو فلجہ کہتے ہیں اور فلج عابر (عبر) کے اور عابر شالح (صلح) کے اور شالح ارفخشذ (ارفکسد) کے اور یہ سام کے بیٹے ہیں اور سام حضرت نوح کے بیٹے ہیں (توراۃ سفر پیدائش باب ۱۱) مگر صحیح یہ ہے کہ شالح کا باپ قینان اور قینان کا باپ ارفخشذ ہے + ابراہیم قصبہ اہواز میں پیدا ہوئے تھے کہ جو بابل کے پاس تھا بعض کہتے ہیں کہ خاص بابل میں پیدا ہوئے تھے واللہ علم عند اللہ کلدانی لوگ عموماً بت پرست تھے چنانچہ حضرت ابراہیم نے والد ہی بت بنا کر بیچا کرتے تھے اور وہ لوگ آفتاب ماہتاب اور ستاروں کو بھی پوجتے تھے خدا تعالےٰ نے ابتداء عمر سے ابراہیم کو نبوت سے مشرف کیا تھا اسلئے بت پرستی اور ستارہ پرستی سے انکار کیا کہ یہ نہ کسیکو نفع دیسکتے ہیں نہ نقصان قابل پرستش نہیں اسیطرح تمام عمر خلق کو منع کرتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ متغیر اور مخلوق ہیں خالق اس میں بہت کچھ جھگڑے ہوئے آخر الامر نمرود نے کہ جو شاہ ضحاک کیطرف سے عراق کا حاکم تھا بعض کہتے ہیں مستقل بادشاہ تھا حضرت ابراہیم کو جلتی آگ میں ڈالدیا لیکن وہ بفضل خدا سے صحیح و سلامت باہر آئے پھر بھی بہت سے آدمی حضرت ابراہیم پر ایمان لائے اور خدا نے ابراہیم کو حکم کیا کہ تو یہانسے ہجرت کر چنانچہ ابراہیم اپنی بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے لوط بن ہاران کو لیکر ملک شام میں آئے اور حران میں ٹھیرے پھر جب قحط پڑا تو وہانسے مصر گئے مصر کے بادشاہ نے جو سارہ کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اسکو بیچا

بلایا مگر جب قصد کیا تو خدا نے اُنکو شل کر دیا آخر اُس نے سارہ کو مع ساز و سامان کے ابراہیمؑ کے پاس بھیجدیا اور اُنکے ساتھ اپنے خواصوں میں سے ایک نوجوان عورت ہاجرہ بھی دی ابراہیمؑ وہاں سے لوٹکر پھر ملک شام میں آئے۔ لٹہ کنعان میں حبرون کے پاس مقام کیا۔ سارہ نے اولاد نہونے کے سبب ابراہیمؑ سے کہا تم ہاجرہ کے پاس جاؤ شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔ پس ہاجرہ حاملہ ہوئی تو سارہ سے اپنے اوپر سختی کی ہاجرہ بھاگ کر اور جگہ چلی گئی وہاں فرشتے نے ظاہر ہو کر اُسکو بشارت دی کہ تم کو ایک بیٹا ہوگا اُسکا نام اسمٰعیل رکھنا سو ہاجرہ نے اسمٰعیلؑ کو جنا اور ابراہیمؑ کی عمر اسوقت چھیاسی برس کی تھی پھر تانوین برس کی عمر میں ابراہیمؑ نے بحکم الٰہی اپنا اور اپنے تمام نوکروں کا اور اسمٰعیل کا ختنہ کیا اسوقت تیرہ برس کی عمر تھی ختنہ کیا اور ننانوے برس کی عمر میں خود سارہ کے پیٹ سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا اُسکا نام اسحاقؑ رکھا اور اُنکے دودھ چھٹنے کی شادی میں کسی بات پر خفا ہو کر سارہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ لونڈی اور اُسکا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہوگا اُسکو اور اُسکی ماں کو کسی جنگل میں چھوڑ آؤ مگر یہ بات ابراہیمؑ کی نظر میں نہایت بُری معلوم ہوئی خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تو اس بات سے برا نہ مان اے خدا الامر حضرت ابراہیمؑ نے اُنکو لیکر منزل بمنزل اُس جگہ پہنچے کہ جہاں اب کعبہ ہے جسجگہ اب چاہ زمزم ہے وہاں ایک درخت تھا وہاں ہاجرہ کو اور اسمٰعیل کو بٹھایا اور ایک مشک پانی کی بھر کر اور کچھ کھجوریں اور روٹیاں اُنکے پاس رکھکر چلے مگر دل اس سے کھچے جوں رہا تھا مجبور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے لمبی آہ و نالہ لیکر واپس چلے جب غیب کی نظر سے غائب ہو گئے تو ایک جگہ ٹھہر کر گریہ زاری کے ساتھ خدا سے دعا کی تنہائی کی سخت

سن ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم الٰہی میں نے تیرے گھر کے پاس کہ جہاں کھیتی نہیں اپنی اولاد کو آباد کیا تاکہ تیری عبادت کریں پس تو لوگوں کے دل اُنکی طرف مائل اور اُنکو ہر طرح کے سامان خورش بہم پہنچا اور اب جو کچھ پیش آنیوالا حال ہے تو مجھکو خوب معلوم ہے اُسوقت وہاں آبادی تھی نہ پانی نہ کوئی سبزہ و ترکاری بلکہ دو خشک پہاڑوں میں جنگل میدان تھا حضرت ہاجرہ اُسکا کیطرف دیکھکر دلجمعی تسلی کرتی تھیں کہ الٰہی اگر تیرے حکم سے میں اس بیابان میں ڈالی گئی ہوں تو مجھ ضعیفہ اور بیکس کا تو ہی والی ہے اور روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل اسوقت شیر خوار بچے تھے پس ابراہیم تو ملک شام میں چلے آئے اور جب تک مشک میں پانی رہا تو یہ ہاجرہ اُسکا پی کر اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں پس جب پانی ہو چکا اور پیاس کی سخت غلبہ ہوا اور بچہ بھی پیاس کے مارے زمین پر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا تو ہاجرہ مجبور ہو کر پانی کی تلاش میں اُٹھیں قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی کہ جسکو صفا کہتے ہیں اُسپر پانی دیکھنے کو چڑھیں کہ کہیں کوئی آدمی یا جانور دکھائی دیوے تو وہاں پانی تلاش کرے لیکن پہاڑی پر اسقدر چڑھیں کہ اُنکا نظر سے غائب ہو وہاں ادھر اُدھر بہت کچھ دیکھا کچھ نظر نہ آیا مایوس ہو کر وہاں سے اُترنے لگیں اُسکے مغازی دوسری پہاڑی مروہ کیطرف متوجہ ہوئیں درمیان میں خیال آیا کہ مبادا کوئی درندہ آکر میرے بچے کو نہ پھاڑے اس خیال سے کہ اُس میدان کے نشیب میں کہ جسکو بطن الوادی کہتے ہیں جلدی جلدی دوڑنا شروع کیا اور دامن اُٹھا کر تیزی سے چلیں جبکہ نشیب سے کہ جو اُس پہاڑ کے نیچے تھا نکل کر ہموار جگہ پر آئیں تو دوڑنا موقوف کیا اسلئے کہ اُس جگہ سے اُنکا نظر آنا تھا پس جب وہ پہاڑی پر پہنچیں تو اسقدر بلندی پر چڑھکر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا مگر کچھ نظر نہ آیا پھر معاً خیال

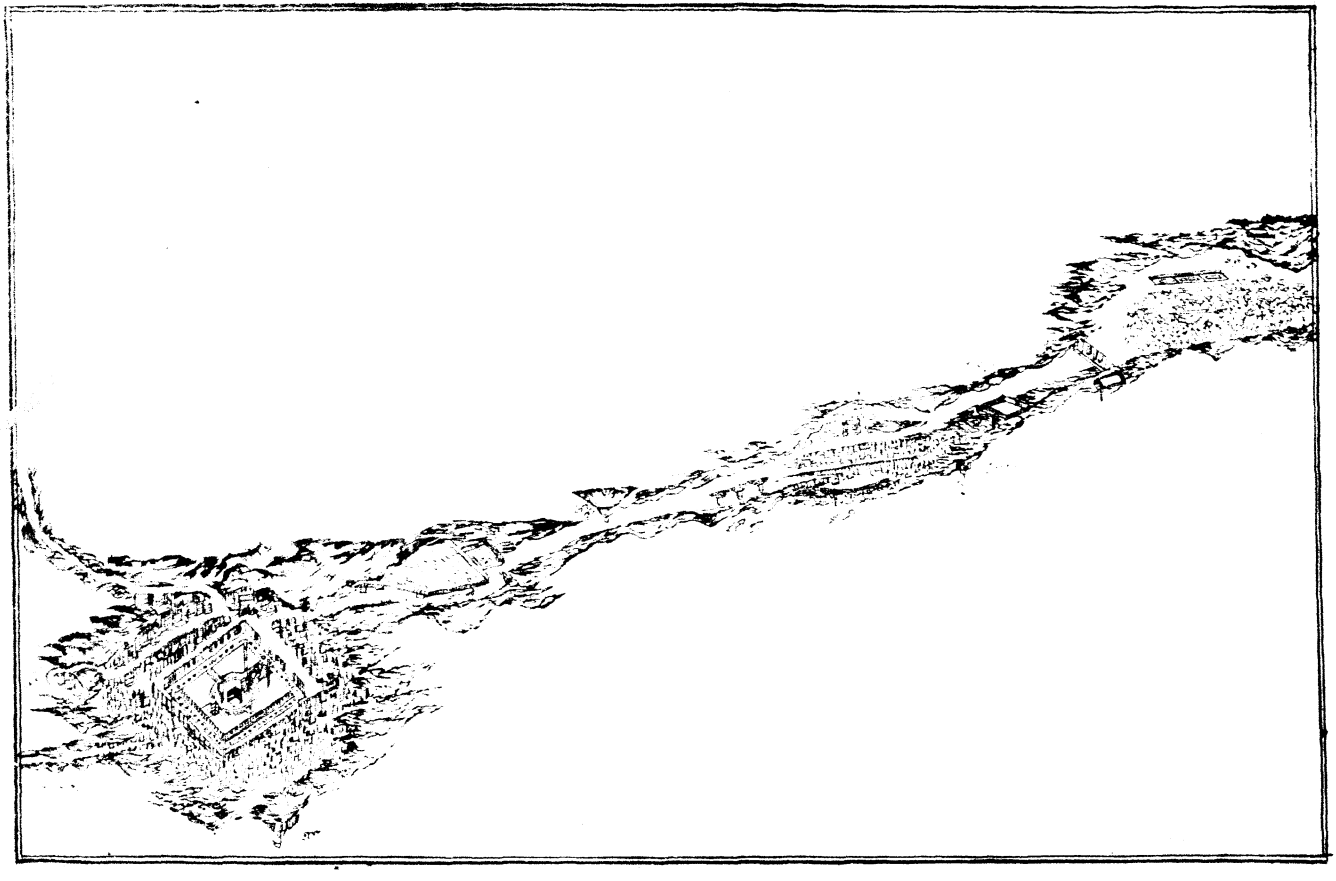
متوجہ ہوئیں اور اسی نشیب میں پھر اسیطرح سے دوڑ کر چلیں جسطرح صفا سے مروہ تک سات بار اس بیقراری کے ساتھ آمدورفت کا اتفاق ہوا اس مقام پر حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حج میں جو صفا اور مروہ پر سات بار سعی کرنیکا حکم ہے اسلئے ہے کہ لوگ جرہ کی بیکسی اور اضطراب اور خدا کی فریادرسی کو یاد کریں اور اپنے تئیں خدا تعالے کے آگے ایسی حالت بیچارگی میں پیش کریں کہ رحمت نازل ہو ظاہر ہے کہ بیکسوں کی صورت بنانی اور انکی طرح گریہ وزاری کرنی بھی نزول رحمت کا باعث ہے اسلئے بوقت مصائب استسقاء وغیرہ میں فقراء اور بادشاہوں کا فقیرانہ حالت بنا کر دعا کرنا باعث حل مشکلات ہوتا ہے اور تمام خدا پرست قوموں کا دستور ہے اسپر طعن کرنا عقل کا قصور ہے۔ آخر جب مروہ پر آواز آئی کہ کچھ اندیشہ نہ کر یہاں بھی آواز سنی تو لوٹ کر بچہ کے پاس آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ بچہ کے پاس سے ایک پانی کا چشمہ جاری ہے زمین میں سے پانی خود بخود نکل رہا ہے ہاجرہ دیکھکر بہت خوش ہوئیں اور اُس پانی کے ارد گرد مٹی اور پتھروں سے آڑ بنا کر حوض کی طرح اُسکو جمع کر لیا اور اپنی مشک کو بھر لیا کہ مبادا یہ پانی تمام ہو جائے اور ہم پھر پیاسے مرنے لگیں (آنحضرت فرماتے ہیں کہ خدا ہاجرہ پر رحم کرے اگر وہ اُسوقت بند نہ لگاتیں تو زمزم جاری چشمہ ہوجاتا) اسکے بعد بچے کو تسلی دی کہ تم خاطر جمع رکھو یہاں خانہ خدا ہے اسکو یہ لڑکا جوان ہو کر باپ کے ساتھ تعمیر کریگا اور اسجگہ کے رہنے والوں کو خدا ضائع نہیں کرتا اسجگہ ایک ٹیلا تھا اسکے آس پاس برساتی پانی کے نالے بہا کرتے تھے۔ اسمٰعیل اور انکی والدہ وہاں تنہا رہنے لگے اتفاقاً قوم جرہم کا ایک قافلہ ملک یمن سے اُدھر آنکلا دور سے دیکھتا ہے کہ ایک جگہ بہت سے پرند اڑ رہے ہیں آپس میں کہنے لگے کہ جہاں یہ جانور اڑ رہے ہیں وہاں ضرور پانی ہوگا ہم کئی بار ادھر سے آئے گئے ہیں پہلے تو کبھی یہ بات نہ دیکھی تھی ایک شخص کو بھیجا دیکھتا ہے کہ ایک عورت اور اسکا بچہ بیٹھا ہے اور پانی کا چشمہ زمین سے جاری ہے قافلہ وہاں آیا اور ہاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت مانگی انہوں نے تنہائی سے بچنے کے لئے اسکے رہنے کو غنیمت جانا مگر یہ شرط کی کہ اس پانی میں تمہارا کوئی حق اور حصہ نہوگا انہوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور وہیں رہنے لگے اور اب ایک چھوٹا سا گاؤں بس گیا اور کچھ اور لوگ بھی آ رہے اسمٰعیل نے ان لوگوں سے عربی زبان سیکھی اور نوعمری میں اپنی لیاقت اور کرامت موروثی کو لوگوں کے دل میں تہ نشین کر دیا کہ جس سے وہاں کے سردار نے نہایت آرزو سے اپنی بیٹی کا نکاح انسے کر دیا اس عرصہ میں ہاجرہ کا انتقال ہوگیا۔ اس عرصہ میں عرب کے ہاں لحاق جو پیدا ہوئے تھے بڑے ہوئے تو انکا کچھ رشتہ نہ ملا تو حضرت ابراہیم انکی اجازت سے اسمٰعیل کے دیکھنے کو عرب میں آئے اور شرط یہ تھی کہ اسمٰعیل کے گھر میں شب باش نہوں جب آئے اور بہو کو جو انکی والدہ ہاجرہ انتقال کر گئیں اور وہ باہر شکار کو گئے ہیں کیونکہ انکی یہی گزارہ وقات تھی حضرت ابراہیم اسمٰعیل کے گھر آئے انکی بیوی سے حال پوچھا اُس نے اثنا کلام میں تنگی معاش کا بھی ذکر کیا حضرت ابراہیم یہ سمجھکر کہ اب وہ بیٹا بہو تو شب باش ہو بیٹھا وہاں سے واپس آئے اور چلتے ہوئے یہ کہہ آئے کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہدیجو اور کہنا کہ تمہارے گھر کا دروازہ اچھا نہیں اسکو بدل دو جب شام کو اسمٰعیل آئے تو حال معلوم ہوا سمجھ گئے کہ میرے والد ابراہیم تھے عورت نے پیغام ادا کیا انہوں نے فی الفور اس عورت کو چھوڑ دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا دوبارہ پھر اسی شرط پر حضرت ابراہیم انکے ملنے کو آئے دوسری بیوی نے نہایت خاطر تواضع کی معاش کے بارہ میں شکر و رضا کی

اور اُن سے کہا حضرت آپ ٹھہریے اُنہوں نے عذر کیا اور چلتے وقت یہ کہا کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ یہ سردال اچھا ہے اسکو رہنے دو شام کو اسمعیل آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم تھے اور اس معاملے کے معنے بتلائے کہ تجھکو میں ہمیشہ رکھونگا۔ تیسری بار کچھ مدت تک رہنے کی اجازت لیکر پھر حضرت ابراہیم آئے اور گھر میں ٹھہرے اور اسمعیل سے ملاقات ہوئی باپ بیٹے گلے لگ کر بڑی دیر تک روتے رہے۔ ابراہیم نے اسمعیل سے کہا کہ خدا نے مجھکو کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا اگر تو مجھکو مدد دے تو بہتر اُنہوں نے عرض کیا بسر و چشم پس ابراہیم کو تعین اس جگہ کی معلوم نہ تھی خدا کی طرف سے ایک ابر اسی مقدار کا کہ جسقدر تعمیر کعبہ مقصود الٰہی تھی نمودار ہوا اور وہ ایک جگہ پر ٹھہر گیا ابراہیم نے اُسی مقدار پر کعبہ بنایا یعنی ایک لمبا چوکھونٹا مکان بنایا جسکا چوڑان مشرقی جانب سے حجر اسود سے رکن یمانی تک بیس گز تھا اور مغربی جانب سے رکن یمانی سے لیکر رکن غربی تک بائیس گز اور طول میں شمالی دیوار حجر اسود سے رکن شامی تک تنتیس گز لمبی اور جنوبی دیوار رکن غربی سے لیکر رکن یمانی تک اکتیس گز کی تھی۔ سب ہیئت مجموعی بشکل مستطیل مگر عرض کے دونوں سرے برابر نہ طول کے دونوں دیواریں برابر تھیں اور بلندی اس مکان کی نو گز تھی اور دروازہ کی کچھ کرسی نہ تھی حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسمعیل پتھر اور گارا دیتے جاتے تھے اور یہ پتھر کہ جسکو مقام ابراہیم کہتے ہیں پاڑ تھا اسپر چڑھکر چنتے تھے۔ اور یہ شکل تھی



واضح ہو کہ **رکن** خانہ کعبہ کی گوشوں کا نام ہے اس چوکھونٹے مکان کے چار گوشہ ہیں اور ہر ایک گوشہ یا کونے کا ایک نام ہے جنوب و مشرق کے رخ باہر کی جانب دو ڈیڑھ گز بلندی پر کونہ میں ایک سیاہ پتھر مدور توے کی برابر لگا ہوا ہے اُسکو **حجر اسود** کہتے ہیں اور جنوب و غرب میں بلندی قد آدم پر ایک سرخی مائل پتھر کا ٹکڑا ہے اُسکو **رکن یمانی** کہتے ہیں اور شرقی و شمالی کونہ کا نام **رکن شامی** ہے اسلئے کہ جانب ملک شام ہے اور دوسرے کو غربی کہتے ہیں۔ جب ایک مدت بعد حضرت ابراہیم کا بنایا ہوا مکان پہاڑی نالہ کے سبب سے گر گیا تو **بنی جرہم** نے پھر اُسکو اسیطور سے تعمیر کیا پھر ایک عرصہ کے بعد جو یہ عمارت گر گئی تو **عمالیق** نے اُسکو پھر تعمیر کیا (عمالیق بنی حمیر کا ایک قبیلہ تھا) اسکے بعد جب یہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ گئی تو **قصی بن کلاب** نے اسکو بنایا اور اسکی چھت لکڑیوں سے پاٹ دی اور اسپر غلاف سیاہ ڈال دیا یہ عمارت مدت تک رہی یہانتک کہ جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دس بارہ برس کی ہوگی کہ ایک عورت نے پردہ کعبہ کے پاس بخور روشن کرنا چاہا تو پردہ میں آگ لگ گئی اور تمام عمارت جلگئی پھر **قریش** نے چاہا کہ اس عمارت کو پھر تعمیر کریں۔ ان دنوں میں قحط سالی تھی قریش نے کعبہ تو بنایا مگر کئی تصرف اُسمیں کر دیئے


جبل نور
مقام ابراهيم
زمزم شريف
باب عباس



اول یہ کہ حطیم کی جانب سے کئی گز زمین چھوڑ کر کعبہ کی دیوار غربی اُٹھائی۔ **دوم** یہ کہ دروازہ کی چوکھٹ تخمیناً دو گز اونچی کرکے لگائی تاکہ اُنکی مرضی بغیر ہر شخص اچھی طرح کعبہ میں داخل نہو سکے۔ **سوم** یہ کہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی دو صف قایم کیں ہر ہر صف میں تین تین ستون تھے چنانچہ جب مکہ آنحضرت نے فتح کیا اور کعبہ کے اندر جاکر نماز پڑھی تو انہیں ستونوں کے بیچمیں پڑھی تھی **چہارم** یہ کہ دیوار رکنو دو چند بلند کردیا **پنجم** یہ کہ رکن شامی کے قریب کعبہ کی چھت چڑھنے کیلئے زینہ بھی بنایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ میں غلبہ و شوکت کے ساتھ تشریف لائے تو جسقدر اہل مکہ نے کعبہ کے اندر اور اُسکے آس پاس ابراہیم اور اسمٰعیل اور دیگر اشخاص کی مورتیں رکھ چھوڑی تھیں سب کو نکال کر پھینکدیا اور توڑ دیا یہ بت ہمیشہ سے نہ تھے بلکہ **عمرو بن لحی** کے عہد سے کہ جو آنحضرت سے تخمیناً تین سو سال پیشتر تھا اور اُسوقت کعبہ بنا قریش پر قایم تھا۔ ایک بات رہگئی وہ یہ کہ جب قریش کعبہ کی تعمیر کرچکے اور حجر اسود کو لگانا چاہا تو باہم اختلاف ہوا ہر شخص کہتا تھا کہ میں اسکو اپنے ہاتھ سے قایم کروں سب نے متفق ہوکر یہ امر آنحضرت کے سپرد کیا آپنے کہا کہ اسکو ایک چادر پر رکھو اور اسکو ہر رئیس ہاتھ سے اُٹھاوے چنانچہ سب اسبات پر بڑے راضی ہوئے۔ آنحضرت نے ایک بار **عائشہ** رضہ سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کعبہ کو پھر قدیم بنیاد ابراہیم پر بناؤں اور دروازہ زمین سے ملادوں اور دو دروازہ رکھوں ایک سے لوگ داخل ہوا کریں دوسرے سے خارج اس عرصہ میں آنحضرت دنیا سے تشریف لیگئے پھر جب **عبد اللہ** بن زبیر رضہ خلیفہ ہوئے اور اُنہوں نے یہ حدیث اپنی خالہ حضرت عائشہ سے سنی تو حضرت کے ارادہ کو پورا کردیا یعنے بہ ستور قدیم کعبہ کو ہٹ کر بنایا اور دو دروازہ رکھے ستانیسویں رجب سن چونسٹھ ہجری میں اس تعمیر سے فراغت پائی۔ اسکے تھوڑے دنوں کے بعد بنی امیہ کا دور دورہ ہوگیا اور **حجاج** بن یوسف نائب عبد الملک بن مروان کو تعمیر عبد اللہ بن زبیر ناپسند ہوئی کعبہ کو گرا کر پھر بنیاد قریش پر بنایا اور صرف ایک دروازہ مشرقی جانب میں رکھا اور اندر سے قدآدم بہت کرکے اونچا دروازہ لگایا اور ایک دروازہ طولانی جانب میں سے اُسی طرح باہر رکھا کہ جسکو حطیم کہتے ہیں یہ تعمیر سن چوہتر ہجری میں ہوئی (بعضے کہتے ہیں کہ حجاج نے کل کو نہیں گرایا بلکہ عبد اللہ بن زبیر کے تفرقات میں تصرف کیا تھا) پھر بنی العباس کے عہد میں ہارون رشید نے قصد کیا کہ بناء عبد اللہ بن زبیر پر پھر کعبہ کو بنائے مگر علماء نے منع کیا کہ بار بار بنانا اور گرانا کھیل ہوجائیگا سو وہ بناء حجاج سلطان **مراد بن احمد خان** سلطان روم کے عہد تک قایم رہی اور شاہان اسلام اُسی عمارت کی مرمت کرتے رہے مگر یہ عمارت جب بہت کہنہ ہوگئی تو سن ایک ہزار چالیس ہجری میں سلطان مراد نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا اور سوا اُس کونہ کے کہ جس میں حجر اسود لگا ہوا ہے سبکو گرا کر پھر نئے سر سے بنیاد حجاج کے موافق اُسیطور سے کعبہ کو بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش بچھایا اور اندر کی دیواروں میں بھی اکثر سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور کسی عمدہ لکڑی کے دو صف

ستونوں کے ہیں ایک ایک صف میں تین تین ستون ہیں اور اندر سے چھت پر نفیس مخملی چھت گیری ہے اور اوپر سے
چھ ہے اور باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونہ میں چنی ہوئی ہیں اُنکی لپائی نہیں ہوئی ہے مگر نہایت نفیس ریشمی سیاہ
پردہ ہر وقت پڑا رہتا ہے جس پر خط ثلث کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہوتا ہے اور نصف طول سے اوپر کئی
بالشت چوڑا کامدنی حروف سے کچھ اور بھی نہایت خوشنمائی سے لکھا ہوا ہوتا ہے اُس میں سلطان وقت کا نام بھی
ہوتا ہے یہ پردہ ہزار روپیہ کی تیاری سے مصر میں بنتا ہے اور ہر سال بڑے تجمل کے ساتھ آتا ہے کہ جو دیکھنے سے
متعلق ہے اور سال گزشتہ کا پردہ شریف مکہ اور دیگر اراکین کو ملجاتا ہے اُن سے اہل مکہ تبرکاً لاتے ہیں کعبہ کا وہ
ٹکڑا کہ جو تعمیر میں قریش نے چھوڑ دیا تھا وہ ابتک چبوترا ہوا ہے اور ایک قوسی شکل سے سنگ مرمر کی دیوار تخمیناً گز بھر
اونچی بطور نمونہ بنیاد قدیم پر ہوئی ہے اُسکو لوگ **حطیم** کہتے ہیں یہ تھوڑی سی جگہ ہے اسیطرف کعبہ کا سنہری پرنالہ
پڑتا ہے کہ جسکو **میزاب** کہتے ہیں یہاں انسان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے اور اسمیں ایک سر ہے کہ جسکے بیان
کرنیکا یہاں موقع نہیں۔ چونکہ زمین اکثر بلند ہوجایا کرتی ہے بالخصوص اباویوں میں جس لئے دو سو سال بعد بہت
کرسی دینے کی ضرورت پڑتی ہے مگر کعبہ کو ابتک اُسی قدیم زمانہ کی زمین پر قائم رکھا ہے۔ کعبہ کے آس پاس دس بارہ قدم
کے فاصلہ تک ہموار زمین ہے اُسپر بھی سنگ مرمر کا فرش ہے اُسکو **مطاف** کہتے ہیں یعنے اسی فرش پر لوگ کعبہ
کے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور اُسکے اخیر میں بیشمار ہانڈیوں کا حلقہ ہے وہ رات کو سب روشن کیجاتی ہیں اسکے بعد جو طرف
بڑا صحن کشادہ ہے اور اسمیں سیاہ کنکریوں کا فرش ہے مگر یہ زمین گاؤدم ہے یعنے جوں جوں یہ صحن پہلیتا جاتا ہے
اُتنا ہی اونچان ہوتا جاتا ہے پھر اسکے اخیر میں چوطرفہ کئی کئی درجہ کے دالان بنے ہوئے ہیں جنکے سنگ مرمر کے ستون
ہیں اور اوپر چھوٹے چھوٹے قبہ بنے ہوئے ہیں پھر ان دالانوں کے باہر کی دیواریں اور دروازہ بازار کی طرف بھی ہیں مگر
باہر کے دروازہ سے جو اندر دیکھو تو تمام حرم ایک حوض یا تالاب سا پستی میں معلوم ہوتا ہے اس تمام عمارت کو **حرم کعبہ**
کہتے ہیں یہ لاکھا روپیہ کی عمارت سب سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے صحن خانہ کعبہ کے جو لوگ اس عمارت کعبہ کو عمارت
حجاج سمجھ گئے ہیں وہ تاریخ کعبہ سے بیخبر ہیں۔ اب ہم کعبہ کے اُن مقامات مشہورہ کو بیان کرتے ہیں کہ جنکے جاننے پر بہت سے
مسائل شرعیہ موقوف ہیں +

(۱) **میقات** وہ مقامات ہیں کہ جب کوئی باہر سے وہاں آوے اور مکہ میں حج وغیرہ کے لئے آنا چاہئے (شافعی) یا
اسکی بھی قید نہیں بلکہ کسی کام کے لئے آئے (ابوحنیفہ) تو بغیر **احرام** باندھے نہ آوے یہ اسلئے کہ بیت اللہ کی تعظیم و عظمت
مدنظر رہے کیونکہ دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں بغیر عجز و انکسار و آداب دربار نہیں آسکتا تو وہ تو اللہ جل جلالہ کا دربار

عام ہے وہاں کے آداب ضرور ملحوظ ہونے چاہئیں۔ اور وہ مقامات یہ ہیں **ذوالحلیفہ** اُنکے لئے کہ جو مدینہ کیطرف مکہ میں آنا چاہیں عام ہے کہ اہل مدینہ ہوں یا نہوں یہ مقام مدینہ سے مکہ کی طرف دو فرسخ پر ہے۔ **جحفہ** (کہ جو ذوالحلیفہ کے محاذی ہے) اُنکے لئے کہ جو شام کے رستہ سے آنا چاہیں **قرن** نجد کے رستہ پر ہے اُنکے لئے کہ جو اُس رستہ سے آنا چاہیں **یلملم** یمن کے رستہ پر ہے یہ سمندر کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو لوگ کہ ہندوستان یا ایران سے عدن ہوکر جدہ میں جاتے ہیں تو جدہ اور عدن کے بیچمیں یہ پہاڑی مشرقی کنارہ پر دکھائی دیتی ہے انکو بھی وہیں سے احرام باندھنا پڑتا ہے جیسا کہ اہل یمن کو **ذات عرق** یہ ایک جگہ مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے یہ اہل عراق کے لئے ہے اور جو اس راستہ سے آویں ان مقامات کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالہام الٰہی فرمائی ہے عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مہل اہل المدینہ من ذی الحلیفۃ والطریق الاخر الجحفۃ (ولاہل الشام الجحفۃ۔ بخاری) ومہل اہل العراق من ذات عرق ومہل اہل نجد قرن ومہل اہل الیمن یلملم رواہ مسلم مہل یعنی تلبیہ کہنے اور احرام باندھنے کی جگہ۔

(۲) **حرم** شہر مکہ کے چوطرف کئی کئی میل تک کی جگہ کا نام ہے آنحضرت کے عہد میں صرف ٹیلوں کے نشان تھے اب سلاطین روم نے اُسکے ہر حد پر دروازہ بنا دئے ہیں۔ جدہ کیطرف جی کیت کئی میل کے فاصلہ پر ایک بڑا دروازہ بنا ہوا ہے اسی طرح مدینہ کے رستہ میں بمقام تنعیم دروازہ بنے ہوئے ہیں۔ ان حدود کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالہام مقرر کیا ہے کہ انکے اندر نہ کوئی شکار کھیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ لکڑی کاٹے نہ گھاس کھاڑے یہ سب تعظیم بیت اللہ کے لئے ہیں ایام جاہلیت میں بھی عرب اسکا ادب کرتے تھے۔ ان حدود کے باہر جو زمین ہے اُسکو **حل** کہتے ہیں۔ کہ یہاں یہ امور حلال ہیں اور کعبہ اور اُسکے اردگرد جسقدر مکانات ہیں اُنکو بھی حرم کہتے ہیں اس مقام پر علاوہ رعایت احکام سابقہ کے جو احکام کہ مساجد کے ساتھ متعلق ہیں وہ بھی جاری ہیں یعنی کوئی ناپاک مرد یا عورت اس مسجد شریف میں داخل نہ ہو نہ اس حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرے الغرض ان تمام عمارت کو مسجد بلکہ افضل المساجد سمجھے۔

(۳) **حجر اسود** یعنی سیاہ پتھر یہ گول تخمیناً دو ڈیڑھ فٹ کے دور میں ہے اسکا رنگ نہایت سیاہ ہے اسکو عقیق سیاہ تصور کرنا چاہئے یہ کعبہ کے شرقی وجنوبی گوشہ میں باہر کیجانب گز بھر کی بلندی سے چاندی کے حلقہ میں جڑا ہوا ہے خدا جانے کسی زمانہ سے اُسکے کئی ٹکڑے ہوگئے تھے بنکو ملاکر ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس پتھر کو نہ کوئی مسلمان پوجتا ہے نہ اسکو جائز

لہ امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے عن ابن عباس قال وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہل المدینۃ ذا الحلیفۃ الخ قبل ہذا ومن اتی علیہن من غیر ارادۃ الحج والعمرۃ رواہ البخاری ومسلم۔ کہ جو ان مقامات سے گزر کر مکہ میں حج وعمرہ کے لئے جاوے تو احرام باندھکر جاوے۔ امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے لا یہلن احد منکم المیقات الا محرما کہ ان مقامات سے بغیر احرام باندھے کوئی نجاوز نکرے اس میں حج وغیرہ کی قید نہیں۔ لمعات ۱۲ منہ

یا پھر وہیم بتاتے ہیں اسلئے کہ یہ پتھر حضرت ابراہیمؑ کا قائم کیا ہوا ہے اور جنت سے حضرت آدمؑ کے ساتھ آیا تھا اسلئے اسکو مقدس سمجھتے ہیں اور چونکہ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ان بزرگوں کی یادگار سمجھکر محبت سے چوما دیا تھا (جیسا کہ جب ہم اپنے محبوب کی کسی چیز کو پاتے ہیں تو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اور یہ چومنا اور آنکھوں سے لگانا دراصل اُس شخص کی محبت و عظمت کا اظہار ہے کہ جسکی یہ نشانی ہے) بالخصوص طواف کعبہ کے وقت حج و عمرہ میں کہ جو نہایت درجہ خدا سے نفرت اور خدا اور اُسکے برگزیدوں سے محبت کا وقت ہوتا ہے اسلئے تمام اہل اسلام میں اسی غرض سے طواف کے وقت بالخصوص ایام حج میں اسکا چومنا دستور ہوگیا اور ازدحام کی وجہ سے چومنا نہ سکے تو اشارہ ہی کر دے یہ دستور ایک عمدہ طریقہ اور اچھی سنت ہے کیونکہ ہمیں نبی علیہ السلام کا اتباع اور اُسکے بزرگوں کے ساتھ محبت اور اُنکے طریقہ کو دل سے پسند کرنے پر دلالت کرتا ہے تو ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی کی اُمید بھی بجا ہے جسکا فرقہ وہابیہ کے کئے ہوئے معانی ہی ہوں پس وہ جو اس بارہ میں احادیث صحیحہ مار دیتے ہیں وہ سب برحق ہیں اُنپر اعتراض کرنا حماقت اور تعصب جاہلانہ ہے عقل سلیم کے نزدیک اسمیں کوئی قباحت نہیں یہ اور بات ہے کہ کوئی بیوقوف اسکو بت پرستی سمجھے۔ یا خدائے غیور نفوس کا اسکو شیطان سمجھ کر اُن پر اعتراض کرے ۔

(۴) زمزم یہ وہی چشمہ ہے کہ جسکو خدا نے حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کیا تھا۔ یہ چشمہ چند مدت کے بعد خشک ہوگیا لیکن اُسکے انعام کی یادگاری اور تبرک کے لئے پھر اسی مقام پر کنواں کھود لیا گیا۔ یہ کنواں حوادث دہر سے کئی بار کھلا بند ہوا کرتا ہے اس زمانہ میں نہایت عمدہ کنواں جب کے متصل حرم میں بنا ہوا ہے اسپر گنگ عرب کا قبہ بنا ہے اور اردگرد جالیاں ہیں ایک دروازہ ہے اُسمیں جا کر لوگ پانی بھرتے ہیں شب و روز پانی کھینچنا نہیں ٹوٹتا نہیں۔ یہ پانی ذائقہ دار ہے مگر شہر مکہ میں عام استعمال کے لئے نہر زبیدہ کا پانی کام میں آتا ہے یہ نہر زبیدہ بارون رشید بادشاہ کی بیوی نے بنائی تھی کہیں دور سے یہ پانی اگر مکہ میں لائے بڑے حوضوں کو بھرا اور ایک عالم کو سیراب کرتا ہے یہ نہر چھوٹی نہر ہے ہمیشہ جاری ہے اہل اسلام اس پانی کو اسی علاقت متبرک سمجھتے ہیں بخلاف عیسائیوں اور ہنود کے کہ وہ دریا گنگ وغیرہ میں غوطہ لگانے اور ہمیشہ پانی کو گنا ہوں کی معافی کے لئے صابن سمجھتے ہیں

(۵) مقام ابراہیم بقول جمہور مفسرین کے اس پتھر سے ہے کہ جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر کعبہ بنایا تھا اُسپر نشان قدم بھی ہیں (بقول بعض تمام حرم ہے) (۶) صفا حرم کے متصل جنوب شرق میں ایک پہاڑی ہے اب اُسکے اوپر اور گرد آبادی ہوگئی ہے اور چند سیڑھیاں بنادی گئی ہیں (۷) مروہ یہ اُسکے مقابلہ میں حرم سے شرق و شمال کیجانب چھوٹی سی پہاڑی ہے اب یہاں بھی آبادی ہے اور ان دونوں پہاڑیوں کے بیچ میں جسکو کہ حضرت ہاجرہ دوڑ کر چلیں تھیں اور پہلے وہاں جنگل اور کنکر تھے اب نہایت عمدہ بازار ہے اور اس دوڑ کر چلنے کی جگہ پر مینارہ سبز بنادئے گئے ہیں جنکو مسلمین اخضرین کہتے ہیں (۸) منیٰ شہر مکہ سے دو پہاڑوں کے بیچ میں بسا ہے یہ بھی سلسلہ پہاڑوں کا شرق و شمال کیطرف دو تین میل چلا گیا ہے مکہ سے تین میل پر اسی سلسلہ کے میدان میں یہ مقام ہے یہاں اب

بہت سے مکانات تعمیر ہوگئے ہیں ایام حج میں تین روز تمام لوگ یہاں رہتے ہیں۔ اسجگہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کے ذبح کرنے کا قصد کیا تھا اور یہیں شیطان نے مجسم دکھائی دیکر اُن کو تین جگہہ بہکانا چاہا تھا حضرت ابراہیم نے اُسپر کنکریاں ماریں تھیں اب تینوں مقامات پر نشان کے لئے تین چھوٹے چھوٹے منارہ بنادئے ہیں اُنکو **جمرات** کہتے ہیں۔ ایک کو **جمرۂ اولےٰ** دوسرے کو **جمرۂ وسطےٰ** تیسرے کو **جمرۂ عقبےٰ** ۔ اب ایام حج میں مسلمان بھی دستور ابراہیم کو جاری رکھنے کے لئے اُن کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں تاکہ اُس حالت کو یاد کرکے ہمیشہ نفس کے مقہور کرنے کا عہد کیا جاوے۔ اور اسی مقام پر لوگ حج میں عرفات سے لوٹ کر دسویں تاریخ احرام کھولتے اور قربانیاں کرتے ہیں +

(۹) **مُزدلفہ** یہ اُس مشرقی وشمالی سمت میں منیٰ سے دو تین میل آگے بڑھکر ایک میدان ہے جسکے اس سے دو تین میل آگے عرفات ہے۔ عرفات سے لوٹتے وقت شب کو یہاں ٹھہرتے ہیں +

(۱۰) **عرفات** اسی سمت میں آگے بڑھکر ایک بڑا لمبا چوڑا پہاڑوں کے بیچ میں میدان ہے نویں ذی الحجہ کو یہاں سب حاجی آتے ہیں اور غروب آفتاب تک اسی میدان میں خیموں اور غیر خیموں میں رہتے ہیں۔ یہاں دعا مانگتے ہیں اور شام کے وقت امام ایک پہاڑی پر چڑھکر خطبہ پڑھتا ہے جس میں خدا کی توحید و تقدیس اور گناہوں سے معافی اور اسکی حمد و ثنا اور احکام حج کا بیان ہوتا ہے دن غروب ہوتے ہی یہاں سے تمام خلق خدا چل پڑتی ہے اور مغرب و عشا کی نماز لوٹ کر مزدلفہ میں پڑھتے ہیں اور پھر صبح کو یہاں سے اُٹھکر منیٰ میں آکر قربانی کرتے ہیں شیعہ لوگ دسویں کو بھی عرفات میں رہتے ہیں +

آگے چلکر

ہم اسرار و احکام حج بیان کرینگے اب ان آیات کی تفسیر کرتے ہیں کہ جن میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل سے کعبہ تعمیر ہونے کا ذکر ہے +

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

اور جبکہ کہا ابراہیم نے اے رب سکو امن کا شہر کرنے۔ اور جانکے باشندوں کو میووں کی روزی دیجیو اُسکو جو انمیں سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے (اللہ نے) فرمایا جو کافر ہوگا سکو بھی میں

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

کسو قدر فائدہ دیکھا پھر اسکو پہنچکر لاچار کرونگا عذاب میں اور وہ برا ٹھکانا ہے

ترکیب

وعطف جملہ بر کلام سابق قال فعل ابراہیم فاعل رب اجعل الخ جملہ مقولہ۔ اجعل بمعنی صیر ہذا مفعول اول بلدا مفعول ثانی موصوف آمنا صفت جملہ معطوف علیہ وارزق معطوف بر اجعل انت اسکا فاعل اہلہ مفعول من الثمرات متعلق ہے ارزق سے من الخ ابدل بعض ہے من موصولہ آمن منہم باللہ والیوم الآخر جملہ اسکا صلہ قال فعل اللہ اسکا فاعل ومن کفر الخ جملہ اسکا مقولہ۔ من بمعنی الذی کفر اسکا صلہ محلاً منصوب ہے تقدیر یہ قال وارزق من کفر پس ارزق فعل محذوف ہے اسپر فامتعہ دلالت کرتا ہے ٭

تفسیر

خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ خیر و برکات اور یہ تمام رسوم شریعت جو کعبہ سے متعلق ہیں ابراہیم کی دعا سے ظہور میں آئی ہیں یاد کرو جبکہ ابراہیم نبا کر کعبہ سے فارغ ہوئے تو ہمسے دعا کی کہ الٰہی اگر تو نے کعبہ کو مثابہ اور امن بنایا ہے تو اسجگہ ایک شہر دارالامن بھی بنا دیا کہ آنے والوں کے لئے ہر قسم کا آرام رہے اور یہ لوگ ہمیشہ اس گھر کی خبر گیری کیا کریں) اور یہاں کے رہنے والوں کو جو کہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں میووں بھی کھلانا کیونکہ یہ خشک پہاڑ ہے اگر ایسا نہوگا تو یہاں قیام مشکل ہوگا۔ حضرت ابراہیم نے پیشتر عہد نبوت کے اپنی ذریت کے لئے عموماً دعا کی تھی اُسپر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر اسکے مستحق نہیں یہاں حضرت ابراہیم نے دعا میں اس بات کا لحاظ کرکے رزق روزی کی مسلمانوں کے لئے خاص کرکے دعا کی چونکہ نبوت اور رزق روزی میں فرق ہے نبوت کا ہر شخص سزاوار نہیں بخلاف رزق روزی کے کہ وہ اسکی رزقیت کے طفیل سے سب نیک و بد کو ملتی ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ چند روز کافر بھی یہیں دنیا سے بہرہ مند کرونگا یعنی تا حیات دنیا پھر اسکے بعد تو وہ کہینچکر عذاب جہنم میں ڈالدئے جاوینگے کہ جو نہایت خراب جگہ ہے ف خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول کی کہ شہر کو دارالامن ہی کر دیا کہ ہمیشہ یہاں کا ہر کوئی ادب کرتا تھا کوئی کسیکو یہاں نہ ستاتا تھا اور ثمرات کے لئے یہ تدبیر کی کہ مکہ سے تھوڑی دور خاصلہ پر ایک ایسا قطع شاداب و سرسبز بنایا کہ جہاں روئی زمین کے اعلے سیر حاصل زمینوں سے بڑھکر میوے پیدا ہوتے ہیں انار انگور اور بہت سی عمدہ عمدہ چیزیں وہاں سے آکر مکہ میں ارزاں اور تروتازہ فروخت ہوتے ہیں اسجگہ کا نام طایف ہے ٭

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ

اور جبکہ ابراہیم بھی کی بنیادیں اٹھاتا تھا اور اسمٰعیل بھی (اور دعا کرتے تھے) اے ہمارے رب ہم سے قبول کر تو ہی ہے سنتا جانتا اے ہمارے رب اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھیو اور

ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار رکھنا اور ہمکو ہمارے حج کریکے دستور بتلا اور ہم پر مہربانی رکھ تو ہی ہے تھامنے والا مہربان۔ اے ہمارے رب اور انکی اولاد میں ایک رسول بھی بھیجیو

اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

جو انکو تیری آیتیں سنادے اور انکو کتاب اور حکمت سکھادے اور انکو پاک بنادے تو ہی ہے زبردست حکمت والا +

ترکیب

واذ یرفع فعل ابراہیم فاعل القواعد جمع قاعدۃ بمعنی بنیاد مفعول من البیت کائنۃ کے متعلق ہو کر حال ہے قواعد سے واسمعیل معطوف ہے ابراہیم پر یہ دونوں ذی الحال اور یقولان محذوف فعل با فاعل ربنا تقبل منا الخ اسکا مفعول برفع اپنے فاعلوں اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اجعلنا میں نا مفعول اول مسلمین مفعول ثانی لک متعلق ہے مسلمین سے وحرف عطف برنا من ذریتنا مفعول اول امۃ موصوف مسلمۃ صفت لک متعلق مسلمۃ سے یہ سب مفعول ثانی اجعلنا۔ الخ علیہم العزیز الحکیم سب جملہ رسولا کی صفت واقع ہو کر ہیں

تفسیر

اسجگہ خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کے خلوص اور اُس دعا کا ذکر کرتا ہے کہ جس میں حج کے احکام کی طرف اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی طرف مجملاً اشارہ ہے فرماتا ہے کہ اسوقت کو یاد کرو کہ جب ابراہیم و اسمٰعیل کعبہ کی دیواریں چنتے جاتے اور نہایت عجز و انکسار سے یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ الٰہی ہماری اس سعی کو قبول کیجیو کیونکہ تو جو کچھ ہم زبان سے دعا کرتے ہیں خوب سنتا ہے اور دل کے حال سے بھی خوب واقف ہے اے خدا ہمکو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری میں رکھیو کبھی کوئی کام تیری مرضی کے خلاف ہم سے سرزد نہ ہو اور ہمارے بعد بھی ہماری اولاد میں سے اپنے فرمانبردار لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری غلامی ہم میں ہمیشہ پائی جائے اور اس گہری خدمتگاری میں نسل ہمیں رہے اور ہمکو ہمارے لئے جو کچھ آپنے عبادت اور حج کے دستور قایم کئے ہیں وہ بھی تعلیم کر دے کہ اُسکے مطابق ہم کریں اور جو کچھ ہمسے بمقتضائے بشریت اسمیں قصور واقع ہو جاوے تو معاف کر دیجیو اور ہمیشہ مہربانی رکھیو کس لئے کہ تو ہی بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور اے رب ہماری نسل میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کرنا کہ جو لوگوں کو تیری آیتیں پڑھکر سنایا کرے اور اسپر بس نکرے بلکہ اس سلسلہ کے جاری رکھنے کے لئے لوگوں کو تیری کتاب تعلیم بھی کرے اور تعلیم کے بعد حکمت یعنی اسرار شریعت اور رموز احکام بھی بتلاوے تاکہ لوگوں پر جبر معلوم نہو بلکہ وہ اپنے فیض نبوت اور انوار معرفت سے لوگوں کو آراستہ بھی کرے کہ پھر وہ باطنی برکتوں کے لئے بنی کا نمونہ اور ہدایت کا سرچشمہ رہیں کیونکہ اسکی مصلحت اور فوائد کو بھی تو جانتا ہی اور ہر چیز پر تو قادر بھی ہے +

فوائد

۱ مناسک، منسک کی جمع ہے۔ اور منسک بفتح سین بمعنی فعل اور بکسر سین بھی موضع ہے۔ نسک کے معنے عبادت کرنا ہے اور اسلئے عابد کو ناسک کہتے ہیں۔ پھر خدا کے نام پر قربانی کرنیکو بھی عبادت ہونیکی وجہ سے منسک کہنے لگے اور ذبیحہ کو نسیکہ۔ اور اسیوجہ سے افعال حج کو بھی مناسک کہتے ہیں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خذوا عنی مناسککم یعنی لاالقاکم بعد عامی ہذا اور اسلئے جہاں اور جن مقامات میں افعال حج ادا کئے جاتے ہیں اُنکو مناسک بولتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ اسجگہ بعض مفسرین مناسک سے شرائع حج مراد لیتے ہیں اور بعض عموماً عبادات مراد رکھتے ہیں واللہ اعلم

۲ اِس آیت میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہم السلام کی دعا کو یاد دلایا تاکہ یہ بات معلوم ہو (۱) یہہ کہ کعبہ کی تعمیر کوئی امر منجملہ عادت یا کار دنیا نہ تھا بلکہ نہایت دینی کام تھا کہ جسکے بعد وہ اپنی اس سعی کے مقبول ہونیکی دعا کرتے تھے (۲) یہہ کہ وہ خود اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے خدا کا فرمانبردار اور اس گھر کا خدمتگذار ہونا اور شرائع حج و اسلام کا برپا اور قایم رکھنا دل سے چاہتے اور واجعلنا مسلمین و ارنا مناسکنا کہہ کے دعا کرتے تھے (۳) اُنکی دلی آرزو اور خدا سے بڑی التجا یہ تھی کہ وہ اُنکی نسل میں سے ایک رسول نہایت اولعزم پیدا کرے کہ جسکا مصداق سوائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں کس لئے کہ ابراہیم و اسمعیل کی نسل میں اور کوئی ایسا شخص نہیں ہوا ہے کہ جو ایسا رسول ہو کہ جو تعلیم کتاب اور حکمت کرتا اور تزکیہ کرتا اور آیات الٰہی پڑھکر سناتا تھا۔ تورات میں جو اسمعیل علیہ السلام کی نسل میں برکت کا خدا نے وعدہ کیا ہے اور فاران سے خدا کا جلوہ گر ہونا فرمایا ہے اُسکا ظہور بجز ذات بابرکات کے اور کوئی شخص معلوم نہیں ہوتا یہ ظاہر ہے کہ حضرت سے پیشتر کیسی بت پرستی اور ظلم و جہل کی تاریکیاں عرب پر عموماً محیط تھیں اور نسل اسمعیل میں مکہ یا اُسکے اطراف میں ایسا کوئی نہیں گذرا کہ جسکی بدولت لوگوں نے علم و حکمت و تزکیہ حاصل کیا اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم عن بدء امری انا دعوۃ ابراہیم و ہو یرفع القواعد من البیت ربنا وابعث فیہم رسولا منہم وبشری عیسی ورویا امی التی رات حین وضعتنی رورت انہ خرج منہا نور اضاءت لہ قصور الشام بصری رواہ احمد والبیہقی عن کثیر الصحابۃ وہ کہ میں علم الٰہی میں اسوقت خاتم النبیین تھا کہ جب آدم کی سرشت بھی نہوئی تھی اور میں تمکو اپنی ابتداء حالت سے مطلع کرتا ہوں وہ یہہ کہ میرے لئے ابراہیم نے اسوقت دعا کی ہے کہ جب وہ خانہ کعبہ چن رہے تھے اور میرے لئے عیسےٰ نے بشارت دی ہے اور میرے حق میں میری والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت یہ دیکھا تھا کہ اُنسے ایک ایسا نور پھیلتا ہے کہ جس سے شام کے محل روشن ہو گئے پس جو شخص کعبہ کا اور حج اور اُسکے شرائع کا انکار کرتا ہے اور جو خاتم النبیین کو نہیں مانتا ہے وہ حضرت ابراہیم سے برگشتہ ہے۔

۳ جسطرح کہ حضرت ابراہیم نے تین دعائیں کعبہ کے بناتے وقت کیں تہیں ربنا تقبل منا ربنا واجعلنا مسلمین لک الخ

ربنا وابعث فیہم رسولا اسیطرح تیسری دعا میں رسول کے لئے تین اوصاف کی استدعا کی تیلو علیہم آیاتک یعلیہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم اور اس کا سبب یہ ہے کہ رسول کی اُمت میں مختلف استعداد کے لوگ ہوتے ہیں کہ جنکے چار مرتبہ ہیں (۱) عام لوگ ہیں جنکو خدا تعالی کی آیات اور اس کا کلام مقدس پڑھکر سنایا جاتا ہے اسلئے تیلو علیہم آیاتک کہا (۲) مرتبہ اور (۳) مرتبہ خاص لوگوں کا ہے کہ اُنکو وہ کتاب سکھائی جاتی ہے یہ عام علماء کا مرتبہ ہے اور بعض کو حکمت یعنی شریعت کے اسرار تبلائے جاتے ہیں یہ مرتبہ **علماء مجتہدین** کا ہے ان دونوں گروہوں کے لئے یعلیہم الکتاب والحکمۃ فرمایا اور یہ اسلئے کہ اگر نبی کی اُمت میں یہ دو گروہ نہوں تو اُسکی ہدایت کا سلسلہ بعد اُسکے منقطع ہوجاوے اور چونکہ جس رسول کے لئے حضرت ابراہیم دعا کرتے ہین وہ خاتم النبین ہے اُسکے بعد اور نبی کے آنے کی حاجت نہیں اسلئے اُسکے علوم کے وارث علماء و ائمہ مجتہدین ہونے چاہئیں کہ آپکے بعد اس سلسلۂ ہدایت کو قایم رکھیں اور اسی لئے آنحضرت نے یہ فرمایا ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل **ف** یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہر الفاظ قرآن کے معانی کے علاوہ اور بھی کچھ اسرار کتاب میں ہیں کہ جو خاص لوگوں کا حصہ ہے اور یہ امر بدیہی ہے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کی اس علم دین کے حاصل کرنے میں مختلف حالات ہیں الخ (رواہ البخاری) پس وہ جو بعض جہلاء صرف ظاہری مطالب پر انحصار کرکے ان لوگوں کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن کے سمجھنے کے لئے کیا چاہئے الخ وہ بیخبر ہیں ۔

۴ مرتبہ اخص الخواص لوگوں کا ہے کہ جن کا جوہر روح آئینہ کیطرح برکت نبی علیہ السلام سے پاک اور صاف ہے اور اسمیں پورا پورا انوار نبوت کا انعکاس ہوتا ہے جس طرح کہ آئینہ میں ہو بہو باہر کی چیز دکھائی دیتی ہے یہ لوگ نبی کے قایم مقام ہوتے ہیں اُنکو **اولیاء اللہ** کہتے ہیں سو اُنکے لئے یہ کیہم کہا ۔ یہ لوگ صحابہ میں تو عموماً تھے شام کے یہود و نصاری نے سیکڑوں کرامات اُن لوگوں کی مشاہدہ کی ہیں اگر میں ایک ایک صحابی اور تابعین کا حال لکھوں تو کتاب دراز ہوجاوے **شواہد النبوت** اور حلیۃ الاولیاء وغیرہا کتب محققین عیسائیوں کی کتاب **اعمال حواریین** سے بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ وہ اُسکو انجیل مسیح کہکے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں ہم اُنکو قرآن نہیں کہتے **مگر** بعد میں بھی بہت سے پائے گئے اور پائے جاوینگے **پس** جو شخص کعبہ اور اُسکے حج و شرائع اور خاتم النبین کا منکر ہے تو وہ حضرت ابراہیم کا منکر اور اُنکے دین سے برگشتہ ہے اسلئے خدا تعالی فرماتا ہے ۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ

اور کون ملت ابراہیم سے منہ پھیرتا ہے مگر وہ جو خود بیوقوف بنا ہو اور ہمنے تو اسکو برگزیدہ کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں بھی اچھے ہیں جب اسکو اسکے رب نے کہا

اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

کہ فرمانبردار ہوجا اسنے کہا حکم مانا میں رب العالمین کی اور یہی وصیت کر گیا ہے ابراہیم اپنے لڑکوں کو اور یعقوب بھی کہ اے میرے لڑکو اللہ نے تمہارے لئے یہ دین پسند کیا ہے پس تم مرنا مگر مسلمان ہوکر +

ترکیب

ومن واسطہ استفہام انکاری کے مبتدا یرغب عن ملت ابراہیم جملہ اسکی خبر الا من میں من محلا منصوب ہے بجہت استثنا اور ممکن ہے کہ مرفوع ہو ضمیر یرغب سے بدل ہوکر پس یہ موصولہ ہے اور سفہ فعل ضمیر ہو مستتر اسکا فاعل نفسہ مفعول یہ جملہ صلہ۔ فی الاخرۃ متعلق ہے صالحین سے اذ ظرف ہے اصطفینا کا اور اسکی علت ہے یا منصوب ہے باضمار اذکر۔ وصی فعل بھا ای بالملۃ ابراہیم فاعل بنیہ مفعول ویعقوب معطوف ہے ابراہیم پر اے ووصی یعقوب بنیہ یا بنی الخ یہ جملہ بیان ہے اس وصیت کا وانتم مسلمون حال ہے فلا تموتن سے والتقدیر لا تفارقوا الاسلام حتی تموتوا وانتم مسلمون +

تفسیر

یعنے تم جو امور مذکورہ کا انکار کرتے ہو تو ملت ابراہیمہ کا انکار کرتے ہو (کیلئے کہ یہ امور جو اسلام کے اصول قرار دئے گئے ہیں ملت ابراہیمہ کے اصل ہیں) اور ملت ابراہیم کا بجز اُس شخص کے کہ جو از خود نادان اور احمق ہوجائے اور کون انکار کرسکتا ہے کس لئے کہ ابراہیم وہ شخص ہیں کہ جنکو خدا نے برگزیدہ کیا ہے دنیا میں بھی سب موحدین اُنکو پیشوا جانتے ہیں اور ہر جگہ ذکر خیر اُنکا جاری ہے اور آخرت میں بھی خدا تعالی کے ہاں اُنکے مراتب بلند ہیں اور اُنکی یہ بزرگی اسلئے ہے کہ جب خدا نے اُن سے یہ فرمایا کہ ہمارا حکم بردار ہوجا اُنہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان اور دل سے تابعدار ہوں۔ پھر لے یہود اور اے عرب اور اے نصاری وغیرہم تم کیوں ملت ابراہیمہ سے انکار کرتے ہو حالانکہ خود ابراہیم نے پھر اُنکے بعد یعقوب علیہ السلام نے بوقت وفات اپنی اولاد کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ ہمیشہ اس دین الٰہی پر رہنا ایسا نہو کہ اسکے برخلاف ہوکر مرو + **فوائد**

۱ رغب کے بعد جب لفظ عن آتا ہے تو اُسکے معنے نفرت اور کراہت کے ہوجاتے ہیں اور جب اسکے بعد فی یا الی آتا ہے تو اُس کے معنے رغبت کے ہوتے ہیں +

۲ سفہ کہ جسکو سفاہت بھی کہتے ہیں لغت میں ہلکاپن اور خفت کا نام ہے پس چونکہ احمق خفیف الحرکات ہوتا ہے اسلئے اُسکو سفیہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ لازمی اور متعدی دونوں طرح سے مستعمل ہوتا ہے۔ اور از خود بیوقوف ہونے سے یہ مراد ہے کہ سب باتیں جانکر پھر غور نکرے اور عقل سلیم کے برخلاف عمل میں لاوے **عقل سلیم** حکم کرتی ہے کہ ضرور اس گوناگوں عالم کا

کوئی خالق و مالک ہے اور اسلیئے تمام جہان کے انسان شائستہ اور غیر شائستہ خدا تعالے کے وجود کو بغیر دیکھے تسلیم کرتے ہیں اور یہی عقل کا فتوی ہے کہ خدا نے جسطرح انسان کو اُمور دنیاوی میں سب حیوانات سے اشرف پیدا کرکے تمام مہمات کا سرانجام کیا ہے اسیطرح اُسنے اسکے لئے **آخرت** کے رہنما بھی بھیجے ہیں کہ جنکی معرفت ان اُمور کو کہ جو دنیا اور آخرت میں مضر ہیں اور جنکی تاریکی روح پر پھیلتی ہے حرام کر دیا اور جنکی ضرورت تھی اُنکو فرض و واجب کر دیا اور اس قانون کو **ملت** کہتے ہیں پس جب یہ ہے تو جو شخص عقل چاروں طرف میدان وجود میں آنکھ اُٹھا کر دیکھتی ہے کہ وہ کون کون سے لوگ ہیں کہ جنکی معرفت خدا نے اس مہم کا اہتمام کیا ہے سو ان میں پیشتر حضرت **ابراہیم** علیہ السلام پر نظر پڑتی ہے کس لئے کہ باستثنا چند اقوام غیر مہذب تمام روئی زمین کے خدا پرست ان کو دینی بزرگ بلکہ تمام دینی بزرگوں اور مقدسوں کا جدامجد جانتے ہیں (ولقد اصطفیناہ فی الدنیا۔ کا محصل یہی ہے) اور اُنکو عالم آخرت میں ہر طرح سے فائز المرام بھی مانتے ہیں۔ (وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین کا یہی مطلب ہے) پس جو شخص باوجود علم ان امور کے پھر حضرت ابراہیم کے طریقے سے روگردانی کرتا ہے تو از خود احمق بنتا ہے۔ اور یہ بات پیشتر بیان ہو چکی ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے پیدا ہونیکی اور ملت ابراہیمہ کے متمم ہونیکی ابراہیم و اسمعیل نے دعا کی ہے کہ جسکے ظہور کی حضرت موسے نے بھی تورات میں خبر دی ہے اور یہ کہ اس نبی کی شریعت انہیں اصول ملت ابراہیمہ پر قایم ہے پس جو اسکا انکار کرتا ہے وہ ملت ابراہیمہ کا منکر ہے ✦

۳ حضرت ابراہیم کے آٹھ بیٹے تھے بڑے اسمعیل اُن سے چھوٹے اسحاق یہ نبی ہیں۔ پر قتورہ کنعانیہ کے پیٹ سے **زمران - یقسان - مدان - مدیان - اسباق - شوخ** پیدا ہوئے مدیان کی اولاد میں سے حضرت شعیب تھے۔ اور یقسان سے صبا اور دوان پیدا ہوئے تھے اسمعیل مکہ میں اور اسحاق شام میں اور یہ بیٹے اور اطراف جوانب میں آباد ہوئے تھے **اسمٰعیل** کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے بڑے سے چھوٹا **قیدار** تھا کہ جسکی نسل سے جناب سید المرسلین پیدا ہوئے۔ اسحاق کا بڑا بیٹا **عیص** اور جو اسکے عقب میں پیدا ہوئے **یعقوب** ہیں انکو اسرائیل بھی کہتے ہیں یہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے جدامجد ہیں انکے بارہ بیٹے تھے **لیاہ** کے پیٹ سے روبن شمعون لاوی۔ یہوداہ پیدا ہوئے اسکے بعد اشکار اور زبلون پیدا ہوئے پھر بلہ راحیل کی لونڈی سے **دان** نفتالی ہوئے۔ پھر لیاہ کی لونڈی زلفہ سے جد آشر۔ پیدا ہوئے پھر خود راحیل کے پیٹ سے جو لیاہ کی چھوٹی بہن تھی یوسف۔ بنیامین پیدا ہوئے یہاں خدا تعالی عرب اور تمام اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ اگر تم ابراہیم اور یعقوب کو مانتے ہو تو انہوں نے مرنیکے قریب بڑی تاکید سے اس ملت پر قایم ہونے کی اپنی اولاد کو وصیت کی تھی اب تم اُنکی وصیت سے اعراض کرتے ہو ✦

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ

کیا تم (اے یہود) موجود تھے جبکہ یعقوب کی موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کسی عبادت کرو گے۔ سو انہوں نے کہا ہم تیرے خدا کی عبادت کریں گے اور تیرے بزرگوں ابراہیم

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور اسمٰعیل و اسحاق کا خدا واحد ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یہ ایک جماعت تھی کہ وہ گزر گئی وہ جو کچھ کر گئے تو اپنے لئے اور تم جو کچھ کرو گے تو اپنے لئے اور تم سے ان کے اعمال کی کچھ پرسش نہ ہوگی

ترکیب

ام منقطعہ ہے بل کنتم علی جہۃ التوبیخ۔ شہداء خبر کان اذ ظرف شہداء۔ حضر فعل یعقوب مفعول الموت فاعل وقرئ بالعکس اذ بدل ہے اذ سابق سے قال فعل ضمیر ہو راجع یعقوب کی طرف فاعل لبنیہ متعلق قال سے ما بمعنی من استفہامیہ مفعول تعبدون قالوا کا فاعل بنین الٰہک و الٰہ آبائک مفعول۔ ابراہیم الخ بدل آبا سے الٰہا واحدا صفت و موصوف بدل ہے الٰہ اول سے اور ممکن ہے کہ حال مؤطئہ ہو کقولک رایت زیدا رجلا صالحا یہ سب جملہ جواب ہوا اذ قال لبنیہ کا یہ اذا اپنے جواب سے ملکر بدل ہوا اذا اول کا اور پھر تمام جملہ استفہام تو یعنی ہوا و نحن لہ مسلمون جملہ یا حال ہے فاعل نعبد سے یا معطوف ہے نعبد پر تلک مبتدا امۃ موصوف قد خلت صفت لہا ما کسبت صفت ثانیہ مجموعہ خبر ولا تسئلون الخ جملہ مستانفہ ۔

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ حضرت ابراہیم اور یعقوب نے اس ملت پر قایم رہنے کی وصیت کی تھی اس پر یہود نے یہ کہا کہ ہرگز یعقوب نے یہ وصیت نہ کی تھی بلکہ یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی اس پر خدا تعالیٰ ان سے بطور توبیخ کے پوچھتا ہے کہ تم جو یہ جھوٹا دعوی کرتے ہو کیا وصیت کے وقت کہ موت کا قریب زمانہ ہوتا ہے تم حاضر تھے جبکہ یعقوب نے مصر میں جا کر لوگوں کو بت اور ستارے اور بیل اور بلی وغیرہ اشیاء کو پوجتے دیکھا اور اسبات کا خوف پیدا ہوا کہ مبادا میرے بعد یہ بھی کہیں انکی صحبت میں بت پرست نہ ہو جائیں تو سب اولاد کو بلا کر پوچھا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کرو گے انہوں نے کہا آپ کے خدا کی جو کہ آپ کے باپ دادا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا خدا واحد ہے اور ہم تو ہمیشہ اُسیکے فرمانبردار رہیں گے۔ اور اب بھی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تم اسوقت موجود نہ تھے پھر کس لئے انکار کرتے ہو؟ اور اس بات پر ناحق مغرور ہو کہ "ہم ان بزرگوں کی اولاد ہیں خواہ مخواہ جنت میں جاوینگے اور علاوہ اسکے ہم پورے پورے اُنکے متبع ہیں اور ہمارے اعمال انہیں کے موافق ہیں اب کچھ باز پرس ہوگی تو ہم اُنکے اعمال کو پیش کر دینگے"، اسپر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم کو ان سے کیا علاقہ ہے وہ پاکباز لوگ تھے سو گزر گئے اُن کے اعمال سے اُنکو نفع ہوگا اور تم کچھ بدلہ پاؤ گے تو خاص اپنے اعمال کا اور نہ تمسے کوئی قیامت کے روز اُنکے اعمال پوچھیگا ۔

فوائد

۱ - اس مقام پر بعض ناسمجھ ایک سوال کیا کرتے ہیں وہ یہ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا وقت موت آیا تو اُسوقت وہ ملک کنعان میں تھے کیونکہ مرنے سے پیشتر اُن کو حکم ہوا تھا کہ تو اس ناپاک جگہ سے چل دے اور تیری وفات کا وقت قریب آگیا ہے تو اپنے باپ دادوں کے ملک میں جا اور اُن میں جاکر ملجا چنانچہ وہ تمام اولاد سے رخصت ہوکر ملک کنعان میں آئے اور وہیں جاں بحق ہوگئے پس وہاں اولاد کہاں تھی کہ جو اُن سے وصیت کرتے وہ تو ملک مصر میں تھے اس کا **جواب** بہت آسان ہے وہ یہ کہ جب فرشتے نے مصر میں اُن سے پیام موت دیا تھا جب سے ہی موت کے حاضر ہونے کا زمانہ سمجھا گیا سو اُس وقت اُن کی تمام اولاد موجود تھی اُنسے وصیت کی اور ممکن ہے کہ کچھ لوگ اُن کے ساتھ بھی آئے ہوں +

۲ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو اُن کو مناسب تھا کہ یوں کہتے اللہ کی یا جس نے آسمان و زمین پیدا کیا ہے پھر کیوں کہا کہ تیرے خدا اور تیرے بزرگوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کے خدا کی عبادت کریں گے اس میں کیا نکتہ ہے اس میں یہ نکتہ ہے (۱) یہ کہ وہاں کے لوگ عناصر اور ستاروں کو خالق جانتے اور اُن کو الٰہ کہتے تھے پس اگر یہ یہی الٰہ یا آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کہتے تو صاف معلوم نہ ہوتا کہ ان کی اس سے کون شخص مراد ہے جب کہا تیرا اور تیرے باپ دادوں کا خدا تو وہ احتمال جاتا رہا (۲) اس سے دینی بزرگوں کی پیروی اور اُن کی **تقلید** کی طرف اشارہ ہے کہ ہم جیچون و چرا اُن بزرگوں کے طریقہ پر چلیں گے - بلاشک از خود فکر میں مارنے سے کسی کامل اور رسیدہ کا دامن پکڑ لینا اور اس کی تقلید کرنا باعث امن ہے - اسی طرح جزئیات مسائل میں آئمہ مجتہدین کی پیروی اور تقلید کرنا از خود شتر بے مہار ہونے سے بہتر ہے پس تقلید مشرکین و جاہلین پر (کہ جس کی مذمت قرآن و حدیث میں ہے) اس تقلید کو محمول کرنا سخت بے انصافی ہے +

۳ - حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گو حضرت یعقوب علیہ السلام کے باپ نہ تھے مگر چونکہ حقیقی چچا تھے اور اُسکو عرف میں باپ کہتے ہیں اس لئے اباء میں اِن کا ذکر کیا یا یوں کہو کہ آباء کے معنے حقیقی مراد نہیں بلکہ بزرگ سو اس میں حضرت اسمٰعیل بدرجہ اولے ہیں ۱

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٣٥﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا

اور کہتے ہیں (یہود نصاریٰ) ہوجاؤ یہودی یا نصاریٰ سو راہ پاؤ گے۔ تو کہدے نہیں بلکہ پابند ہوئیں ملت ابراہیم کا خالص اور وہ نہ تھا۔ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر

وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ

اور جو نازل ہوا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور انکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ اور عیسےٰ اور سب نبیوں کو انکے رب کی طرف سے بلا

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾

ہم فرق نہیں کرتے کسی میں کسی سے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ہم راجع یہود و نصاریٰ کی طرف فاعل کونوا فعل انتم فاعل ہودا او نصاریٰ خبر جملہ مفعول قالوا لے قال الیہود کونوا ہودا و قالت النصاریٰ کونوا نصاریٰ تہتدوا جواب امر۔ ملۃ منصوب ہے بتقدیر نتبع حنیفا حال ہے ابراہیم سے اور ممکن ہے کہ فاعل نتبع سے ہو۔ وما کان من المشرکین جملہ مستانفہ قولوا فعل با فاعل آمنا باللہ الخ جملہ مفعول وما انزل معطوف ہے اللہ پر وقس علیہ۔ احد چونکہ حیز نفی میں ہے تو جمع کے معنی دیتا ہے اس لئے لفظ بین کی اضافت احد کی طرف درست ہوئی اور بعض کہتے ہیں احد بمعنی فریق ہے اور بین ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

تفسیر

یہودی کہتے تھے قدیم مذہب ہمارا ہے بے اسکے ہدایت ممکن نہیں اسی طرح عیسائی اپنے مذہب کی فوقیت جتلاتے تھے اسکے جواب میں خدا فرماتا ہے اگر بزرگوں کی تقلید اور مسلم لوگوں کی پیروی پر مدار ہدایت جانتے ہو تو ابراہیم قابل اتباع ہے پھر دیکھو وہ تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح وغیرہ اصول مذہب نصرے سے بالکل پاک تھے وہ ہرگز مشرک نہ تھے کہ جو ان باتوں کو روا رکھتے اس بزرگ کا طریقہ اسلام تھا اسلمت لرب العالمین انکا شیوہ تھا اور اگر اس سے قطع نظر کرکے صحیح اور ٹھیک رستہ ہدایت کا تلاش کرتے ہو تو وہ یہ ہے کہ ایمان بلا تفریق سب بزرگان خدا یعنی انبیاء پر اور خدا پر ایمان لاوے سو یہ بات عین اسلام ہے نہ عین مذہب یہودیت و نصرے پھر کس طرح سے اسکو چھوڑ کر مذہب یہودیت یا نصرے سے نجات اور ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔

متعلقات

حنیفا حنیف بمعنی مستقیم اور جملہ تفاولا اندہے کو بصیر اور سانپ وبچھو کے ڈسے کو سلیم کہتے ہیں اسی طرح لنگڑے کو حنیف کہتے ہیں پس جو خدا کی فرمانبرداری میں مستقیم ہوا اور ادھر ادھر نہ بھٹکے وہ حنیف ہے بعض کہتے ہیں حنیف لغت میں میلان کرنیوالے کو کہتے ہیں اور چونکہ حضرت ابراہیم نے جمیع ادیان سے خدا کی طرف میلان کیا تھا اس لئے انکا لقب حنیف ہوا

اور اسی لئے ہر موحد کا یہ لقب ہے ۔ (تفسیر کبیر) ۔

الاسباط سبط کی جمع ہے لغت میں سبط شاخ اور درخت کو کہتے ہیں اس مناسبت سے اسکا اطلاق خاندان اور قبیلہ پر ہوا۔ (سبط بیٹے اور اسکی اولاد کو کہتے ہیں اور چونکہ امام حسنؓ و حسینؓ قبیلہ سادات حسنی و حسینی کا منتار ہیں اسلئے آنکو سبطِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ کبیر) پس جس طرح عرب میں لفظ قبیلہ استعمال ہوا اسی طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو اسباط کہنے لگے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے انکی اولاد انکے نام سے مشہور ہوئی مگر یوسف کی جگہ انکے دونوں بیٹے قائم ہوئے پس ہر ایک جماعت کو سبط کہتے تھے۔ سبط فلاں سبط فلاں۔ اس جگہ مراد وہ انبیا ہیں کہ جو ان بارہ قبیلوں میں گزرے ہیں جیسا کہ عنریا و شیعا اور یرمیا اور حزقیل علیہم السلام ۔ واضح ہو کہ ہر دین میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ **اوّل** اصول عقائد جیسا کہ خدا تعالےٰ کو وحدہ لاشریک جاننا اور اسکی تمام صفاتِ کمالیہ پر ایمان لانا اسکے انبیاء کو برحق سمجھنا قیامت کا اعتقاد کرنا وغیرہ۔ **دوم** قواعد کلیہ شریعت کہ جنکی طرف جزئیات احکام اور فروع مسائل رجوع کرتے ہیں اور ہر حکم میں ان کلیات کا ضرور لحاظ ہوتا ہے گویا کہ وہ کلیات مقصود اصل ہوتے ہیں اور یہ فرعیات اسکے محافظ دیکھو نماز درزکوۃ ایک حکم اصل ہے کیونکہ یہ بدنی اور مالی عبادت ہے مگر نماز کی نیت کرے پہلے وضو کرے اس طرح سے اور اتنی رکعت پڑھے اور انمیں یہ اذکار ہوں یہ سب باتیں اس حکم اصل کی محافظ ہیں اس پر اور سب باتوں کو قیاس کر لیجئے۔ اگرچہ شارع کا حکم دونوں کے بجالانے کا برابر ہے مگر اصل شریعت انہیں قواعد مرعیہ کا نام ہے۔ اور انکے محافظات کے تغیر کا بھی نبی کے سوا اور کسی کو اختیار نہیں۔ **سوم** یہ احکام جزئیہ کہ جنکو محافظ شریعت کہتے ہیں۔ اول قسم میں تمام انبیا علیہم السلام اور کل خدا کے برگزیدہ متفق ہوتے ہیں بلکہ جتنے مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں اگر انکے بانی انبیا تھے تو گو لوگوں کی افراط و تفریط سے اس دین کی شکل بالکل بگڑ گئی ہو مگر جب اس افراط اور تفریط کے تودے کو کھود کر دیکھو گے تو بنا شک اسکے نیچے وہ جواہر بہت سے ہوئے ملیں گے یہ احکام نہ کبھی منسوخ ہوتے ہیں نہ زمانہ کی رفتار سے بدلتے ہیں۔ ان میں ایک پچھلا نبی پہلے انبیاء کا مصدق کہا جاتا ہے اسی لئے ہی صلعم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۲ + کہ اگلے انبیاء کی ہدایت کا اقتدا کر۔ اور اسی لئے فرمایا قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط الخ تمام پر گزیدوں کا مانا دین اسلام میں فرض ہے تو اسکی صداقت کی دلیل ہے ۔ قسم دوم کو ملت کہتے ہیں ان میں بھی تفاوت رتبہ و اختلاف مصلحت کم ہوتا ہے مگر بعض امور کسی قوم اور کسی زمانہ کے لائق نہیں ہوتے ہیں تو انمیں تغیر و تبدل ہوتا ہے مثلاً حج کہ شریعت موسوی میں فرض نہوا کیونکہ یہود کی استعداد میں قصور تھا وہ صرف اہل ظاہر تھے اسرار باطنیہ سے بے بہرہ بالعکس اس کے

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ صِبْغَةَ اللَّهِ

پس اگر وہ (اہل کتاب) ایمان لائے تمہاری طرح تو راہ پر آئے اور اگر وہ پھر جاویں تو وہ ضدی ہیں ہیں پھر کفایت کرتا ہے تمکو اللہ سے اور وہ سنتا جانتا ہے۔ اسکا رنگ لیتے ہیں

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اور کس کا رنگ ہے اچھا اللہ سے اور (کہو) ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں ۝

وفا کے رشتے سے ناواقف تھے سو خوف اور طمع کے اور کچھ نہ جانتے تھے پس اُنکے لئے اُسی قسم کے احکام صادر ہوئے پھر جب اہل کمال پیدا ہوئے کہ جو ظاہر و باطن میں منور تھے اور اُنکے قلوب میں محبت اور وجد و شوق کی استعداد تھی تو پھر بھی احکام کہ جو حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں تھے قائم ہوئے بمنزلہ اُنکے حج ہے چونکہ ان امور میں حضرت ابراہیمؑ اور جناب خاتم النبیین علیہ السلام نہایت متشابہ ہیں تو اسلئے حضرت کو حکم ہوا ملۃ ابراہیم حنیفا کہ ملت ابراہیمؑ کا اتباع کر +

قسم سوم ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی انکو ہمیشہ قائم رکھا حکیم مطلق کی شان سے نہایت بعید ہے اس قسم کو شریعت کہتے ہیں۔ موسیٰ کے بعد جسقدر انبیاء بنی اسرائیل تھے شریعت موسےٰ کے تابع تھے مگر جناب خاتم النبیین اس امر میں کسی پہلی شریعت کے تبع نہ تھے بلکہ آپکی شریعت اس جلوہ کمال کے زمانہ میں مستقل تھی فاحفظ ہذا التحقیق + اسکے بعد بھی جو کوئی بے سمجھ پادری نسخ شریعت پر اعتراض کرے تو اُسکی استعداد فہم کا قصور ہے +

ترکیب

فان شرطیہ آمنوا فعل بامثل میں ب زائدہ مثل صفت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ ہے تقدیر یوں ان آمنوا ایمانا مثل ایمانکم۔ پس یہ جملہ شرط ہے اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ مثل زائد ہو جیسا کہ لیس کمثلہ شیئ میں ک زائد ہے اور ما موصولہ ہے جس سے مراد قرآن اور نبی ہے اور بہ کی ضمیر اسکی طرف پھرتی ہے تقدیرہ ان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اسپر یہ لوگ لاوینگے تو راہ پاوینگے۔ فقد اہتدوا جملہ جواب شرط۔ اور اسی طرح وان تولوا صبغۃ اللہ منصوب ہے فعل محذوف سے ای الزموا صبغۃ اللہ ومن استفہام انکاری کے لئے مبتدا۔ احسن ممیز صبغۃ تمیز مجموعہ خبر +

تفسیر

یہود و نصاریٰ کے دعوے کا الزامی اور تحقیقی جواب دیکر خدا تعالےٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہدایت اسلام میں ہے جیسا کہ اُوپر کی آیت میں بیان ہوا پس اگر یہ لوگ بھی مسلمانوں کی طرح ایمان لاوینگے ہدایت پاوینگے ورنہ ضدی ہیں سو اب نبیؐ انکی ضد اور دشمنی سے اسرح کے ظاہر کرنے میں کچھ تردد نہ کیجئے خدا تعالےٰ انکے شر سے محفوظ رکھیگا وہ دانا بینا ہے (چنانچہ خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کیا

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

کہہ (اے) کیا تم ہم سے اللہ میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے لئے ہمارا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل اور ہم اسی کے مخلص ہیں یہ بات کہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور

وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

اور یعقوب اور اسباط یہودی • یا نصرانی تھے کہہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو چھپائے گواہی کو جو اس کے پاس ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

تمہارے کام سے (یہ) ایک امت تھی جو گزر گئی اس کے لئے ہے جو کمایا اس نے اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا ان کے اعمال کی جو وہ کرتے تھے

حضرت کو اپنے خسر سے محفوظ رکھا یہ پیشین گوئی صادق ہوئی) • عیسائیوں میں قدیم دستور ہے کہ جب کوئی اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں یا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکو حوض میں غوطہ دیتے ہیں بعض عیسائی جیسا کہ کلیسا عرب اس پانی میں کچھ زردی وغیرہ رنگ کا بھی آمیز کرتے تھے ورنہ سادے غوطہ کے صرف رنگین کرنے ہی پر بس کرتے تھے اسکو اصطباغ یعنی بپتسمہ کہتے ہیں • اس ظاہری رنگ پر انکو بڑا اعتماد تھا اور اسکو نجات کی کنجی سمجھتے تھے اسکے حق میں خدا فرماتا ہے کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہو سکتا ہے کوئی کھمی حوض میں ہزار غوطہ لگائے اور سر سے پاؤں تک رنگ میں رنگا جائے مگر کیا فائدہ؟ رنگ تو خدائی رنگ ہے یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو انسان کی روح اور دل کو رنگین کر دیتا ہے۔ خدا کے اس رنگ باطنی سے کونسا رنگ اچھا ہو سکتا ہے؟ انسان اس رنگ میں رنگین ہو کر ہمیشہ اسی کی عبادت میں مستغرق رہتا ہے ف یہودیوں اور عیسائیوں کے دعوے کا براہین مسلمہ سے ابطال کر کے اسکے برخلاف دعوی کیا کہ نجات اور حقیقی ہدایت دین اسلام میں ہے نہایت پر اثر اور عمدہ دلائل سے ثابت کر دیا اور یہ بات جتلا دی کہ اسلام کے مقابلہ میں اصطباغ وغیرہ رسوم ظاہریہ کچھ فائدہ مند نہیں ہے •

ترکیب

قل فعل با فاعل آ ہمزہ استفہام انکاری تحاجوننا الخ جملہ استفہامیہ سکا مقولہ۔ ام معادلہ للہمزۃ فی قولہ تعالیٰ اتحاجوننا یعنی ان دونوں باتوں میں سے کونسی کرتے ہو۔ تم سے خدا میں جھگڑا کرتے ہو کہ وہ خاص ہمارا ہی خدا ہے بغیر یہودی یا نصرانی ہوئے نجات ممکن نہیں اسپر کوئی دلیل اور برہان رکھتے ہو یا محض تقلید اور افترا اسے کام لیتے ہو کہ یہ کہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق یہودی یا نصرانی تھے اور ہم انکے پیرو ہیں مقصود یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں ام اللہ مبتدا۔ والخبر محذوف لے ام اللہ اعلم ام متصلہ ہے لے ایکم اعلم استفہام انکاری ہے شہادۃ موصوف عندہ ثابت کے متعلق ہو کر صفت اول من اللہ کا تتمہ کے متعلق ہو کر صفت ثانی ہوئی لے لا احد اظلم ممن فعل کذا •

تفسیر

یعنی یہود جو کہتے ہیں کہ ہدایت کا مدار یہودیت پر ہے اور عیسائی کہتے ہیں مدار ہدایت مذہب عیسوی پر ہے اور کبھی

کہتے ہیں کہ جنت میں یہودی ہی جاوینگے نصرانی کہتے ہیں ہمیں اُسکے مستحق ہیں تو اے نبی اُنسے یہ کہہ کہ کیا تمہارا خدا ہے کہ جس میں تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اُس سے اپنی جداگانہ خصوصیت جتلاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے اور ہر شخص اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتا ہے باوجود اسکے تم اُس سے نازو تجبر سے پیش آتے ہو اور ہم سراسر عجز و نیاز اور اس سے دلی اخلاص رکھتے ہیں پھر کیا وجہ کہ تمہارے خانہ ساز ڈھکوسلوں پر کہ جنکو نہ عقل سلیم تسلیم کرتی ہے نہ نقل) نجات اور ہدایت کا انحصار ہو اگر وہ اپنے دعوی کی دلیل سے عاجز ہو کر یہ کہیں کہ اسلئے یہودیت یا عیسائیت پر ہمارا نجات ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و اسباط و بزرگان دین یہودی یا عیسائی تھے تو یہ بھی غلط ہے صدہا ہزارہا سال کی بات وہ جانتے ہیں یا خدا خوب جانتا ہے حالانکہ وہی خوب جانتا ہے نہیں بلکہ یہ لوگ خود بھی واقف ہیں کہ ان بزرگوں سے صدہا بلکہ ہزارہا سال بعد یہ مذہب قرار پائے ہیں بھلا ان بزرگوں کے عہد میں سبت وغیرہ رسوم اور عقیدۂ تجسم الشکل الٰہی کا جو مذہب یہود میں ہے کہاں تھا اسیطرح اُلوہیت مسیح اور تثلیث اور کفارہ اور عشاء ربانی اور بپٹسمہ کو جو کہ مذہب عیسوی کے اُصول ہیں کون جانتا تھا اور ان بزرگوں میں سے کس کا عقیدہ ایسا تھا پھر اسپر لطف یہ ہے کہ یہ لوگ اسبات کا بھی یقین رکھتے ہیں اور اُنکی کتابوں اور روایتوں میں بھی ہے کہ ان بزرگواروں نے نجات حاصل کی تھی اور وہ راہ ہدایت پر تھے پھر کسطرح سے اِس شہادت کو جو پاکر کہتے ہیں کہ ہمارا نجات اور انحصار ہدایت یا نصرانیت پر ہے اسپر اس شہادت کو چھپایا اُس سے کون زیادہ ظالم ہے۔ خدا تعالےٰ اُن کے تعصب و عناد اور شر و فساد سے بے خبر نہیں اُنکو سزا دیگا ان بزرگوں کا نام یہ لوگ عبث لیتے ہیں وہ اچھے لوگ تھے گزر گئے اُنکے لئے اُنکے اعمال ہیں اُنکے لئے اُنکے اعمال

تمت

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحہ
علوم عقلیہ ونقلیہ جو مسلمانون نے ایجاد کئے	۳
شان نزول فاتحہ	۷
نکات متعلقہ بالفاظ بسم اللہ	۹
تفسیر الحمد	۱۸
اسرار کہ جو الفاظ سورہ الحمد مین ہین	۲۶
اہدنا الصراط المستقیم کے اسرار	۴۵
اسرار مجموعہ سورہ	۶۲
علم شریعت وطریقت وحقیقت	۶۲
سورہ الحمد کا تورات - زبور - دساتیر رگوید - انجیل کے ساتھ مقابلہ	۷۰
فضائل سورہ	۷۵
آمین - اور قرارت فاتحہ کی بحث	۷۶
سورہ بقرہ کی سورہ الحمد سے مناسبت	۸۰
وہ دلائل جو کہ الم ذلک الکتاب الخ سے دین اسلام کے برحق ہونے پر مستفاد ہین	۸۶
حروف مقطعات کے متعلق بحث	۹۱
وما انزل من قبلک کی تحقیق	۱۰۱
مذہب برہمو اور نیچر اور اونکے بانی کی سرگذشت	۱۳۲
جنت اور اسکے نعماء کی بحث اور مخالفونکے لئے جواب باصواب	۱۴۶
آسمان اور زمین کی پیدائش کی تحقیق اور اسمین حکماء کے مذاہب اور امر حق کا اظہار	۱۶۰
حضرت آدم کا خطاء عمدی سے بری ہونا	۱۸۰
حضرت آدم دنیا مین اول کہان آکر بسے	۱۸۴
تاریخ بنی اسرائیل مع جغرافیہ	۱۹۷
عبور قلزم کے متعلق بحث	۲۱۹
ہاروت و ماروت اور سحر کے متعلق بحث	۲۴۶
ناسخ ومنسوخ کی بحث	۲۴۸
دلایل اسباب پر کہ کعبہ کیطرف مونہہ کرنا کیون ضرور ہوا	۲۷۰
تاریخ کعبہ من ابتداء تا زمانہ حال مع نقشہ	۲۷۱
مسجد حرام ونقشہ منی وعرفات	
مقامات مشہورہ کی تشریح	۲۷۶
اصول مذاہب کا بیان -	۲۸۹

شکریہ

کارگزار ماہنامہ ثانیہ

مین ان حضرات کی حمیت اسلامی اور حمایت قرانی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ جنہون نے پیشتر اس کتاب کے طبع مین مدد قرانی یا جنہون نے محض بود کتاب کچھ عطا کیا یا اس امر مین سعی فرمائی - اور باوجودیکہ اس جلد کے چھپنے مین بہت سی دقتون اور موانع سے عہدہ نکلنا گران دینداروں نے تقاضا کیا استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا ہزار آفرین - الحمد للہ اس زمانہ مین بھی انصار دین اسلام موجود ہین اور حیدرآباد کے مسلمانون کی ہمت بھی قابل تحسین ہے کہ جنہون نے اس ہونہار شجر اسلامی عین وقت پر پانی دیا جلد ثالث کے لئے پورا بندوبست کر دیا کہ جسکی تفصیل آیندہ ہوگی شکر اللہ سعیہم

جناب مولوی عبدالغفور صاحب شہابی محمدآبادی ۱۰۰
ایضاً جناب موصوف بدوکتاب ۱۰۰
جناب مولوی سید حامد حسین صاحب رئیس پیٹہ ۱۰۰
جناب میر میر حسین صاحب رئیس پیٹہ ۱۰۰
جناب خواجہ خانصاحب بنجیر تعمرات ۱۰۰
جناب مدار خانصاحب میر کونسل پیشکار ۱۰۰
جناب مولوی سید عبدالمقتدر صاحب شستہ دار شملہ ۱۰۰
جناب مرزا محمد ظفر اللہ خانصاحب ۱۰۰
جناب سید محمد حسن صاحب دیر ریاست پٹیالہ ۱۰۰
جناب مولانا حکیم نعیم صاحب دکن محصلین علیگڑھ ۱۰۰
جناب میر ذوالفقار علی بیگ صاحب ۱۰۰
جناب شیخ محمد بہاءالدین صاحب ۱۰۰
حضور شاہجہان بیگم صاحب رئیسہ بھوپال ۱۰۰
جناب مولوی حکیم خانصاحب ممتاز تحصیلدار ۵۰
جناب محمد نور خانصاحب محرر تحصیل پیشکار ۱۰۰
جناب شیخ انصاحب تحصیلدار گلبرگہ ۱۰۰
جناب حکیم میر فیاض الدین خانصاحب اکبر پیشہ علاقہ ۱۰۰
جناب شیخ محمد مشتاق صاحب سامی ۱۰۰
جناب محمد عبدالشکور خانصاحب رئیس مکھیر ۱۰۰
جناب شیخ محمد اسحاق صاحب سوداگر بلی ۱۰۰
جناب شیخ احمد خانصاحب تحصیلدار گلبرگہ ۱۰۰
علاقہ پٹیالہ
جناب سید محمد حسین صاحب سامانوی ۱۰۰
جناب بلوی محمد اسحاق صاحب ساکن پٹیالہ ۱۰۰
جناب میر مرلو علیخانصاحب ساکن گلبرگہ ۵۰
جناب وکیل صاحب ۱۰۰
جناب سید فرامرز علی صاحب ممبر کونسل جیپور ۱۰۰
جناب مولوی سید نصیر صاحب رئیس پیشکار ۱۰۰
جناب میان میر الدین صاحب ساکن گجرات ۱۰۰
جناب منشی داؤد میان صاحب ۱۰۰
جناب شیخ مہادر خانصاحب
جناب میر ابراہیم علیخانصاحب رئیس بڑودہ ۱۰۰
جناب منشی محمد زین العابدین صاحب عوف چھوٹے میاں صاحب مقیم کڑی گجرات ۱۰۰
جناب مولوی سید احمد حسین صاحب کاکا مارہ دیوری سرکار بھوپال ۱۰۰
جناب میر مقدس علیصاحب ناظم سانبر ۱۰۰
جناب منور علیخانصاحب ناظم ناہیہ ۱۰۰
جناب حکیم غلام رضاخانصاحب یونی ۱۰۰
جناب حکیم سعد اللہ صاحب ساکن کراچی ۱۰۰
جناب حاجی فتح محمد صاحب مہتمم مدرسہ کبامارہ ۱۰۰

حیدرآباد

جناب نواب احمد حسین خانصاحب خلف نواب منور جنگ بہادر ۱۰۰
جناب نواب علی خانصاحب دارغہ الضاحہ موصوف ۱۰۰
جناب محمد فاضل الدین خانصاحب ۱۰۰
جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب ناظم کروڑگری ۱۰۰
جناب نواب بدرالدولہ اکرام جنگ بہادر ۱۰۰
جناب شجاعت خانصاحب ہدوگار خزانہ ۱۰۰
جناب عبدالستار خانصاحب ہنگار تعلقہ ۱۰۰
جناب سید محمد مغربے صاحب ۱۰۰
جناب سید محمد نورالدین حسنی صاحب ۱۰۰
جناب سید بدرالدین صاحب منشی دفتر انعام ۱۰۰
جناب ملا مراد صاحب ۱۰۰
جناب سید عبدالرزاق صاحب قادری ۱۰۰
جناب عبدالقادر محی الدین صاحب ۱۰۰
جناب مولوی عبدالعلی صاحب مدرس دارالعلوم ۱۰۰
جناب میر زاحمت اللہ بیگ صاحب ۱۰۰
جناب عبدالکریم صاحب پوسٹ ماسٹر ۱۰۰
جناب مولوی تراب محی الدین صاحب
جناب حکیم میر نور علی صاحب
جناب حافظ غلام حسین صاحب
جناب مولوی محمد مظفر الدین صاحب
منتہم ذاکخانہ سرکار نظام
جناب نواب معز یار جنگ صاحب بہادر ۱۰۰
جناب صدر الدین صاحب ۱۰۰
جناب مولوی حافظ محمد انوار الدین صاحب
استاد حضور پر نور دام ملکہ
جناب سید محمد صاحب مدنی ۱۰۰
جناب مولوی نور الظہور صاحب
جناب مولوی محمد شاکر صاحب
جناب میر الدین صاحب بدری ۱۰۰
جناب محمد ظہیر الدین صاحب
جناب سید عبدالمجید صاحب
جناب بلوی سید محمد حسین صاحب بخاری ۱۰۰
جناب عبدالصمد خانصاحب
جناب مولوی وکیل احمد صاحب سکندرپور ۱۰۰
جناب خانصاحب مولوی شیر علی صاحب ۱۰۰
جناب مولوی سید محمد ابوالعلائی
جناب محمد سید الدین صاحب سررشتہ دار اضافہ
اضافہ بلدہ
جناب فاضل صاحب سپرنٹنڈنٹ کشمر گلبرگہ ۱۰۰
جناب حاجی سید غوث محی الدین صاحب ۱۰۰
جناب محمد اسحاق صاحب سورتی ۱۰۰
جناب حاجی عضد الدین صاحب رئیس گلبرگہ ۱۰۰
جناب مولوی عبداللہ صاحب ساکن ذہاکہ ۱۰۰

التماس

اے مسلمانون کیا تمہاری دولت و حشمت و شوکت کا سرچشمہ یہ قرآن مجید نہین ہے کیا تمہارا گزرانی اور دینی سرمایہ یہی چیز نہین ہے دیکھو تمہارے بزرگون نے اسی کے سرسبز سلطنتون کو چمنستان دنیا مین لیلیا اور چپہ چپہ پر دولت اہل اسلام تمام دنیا کی آدم کی نظرون مین معزز اور بالکل اچھی پیرایہ کچھ قرآن مجید کیوجہ سے تھا جب سے لوگون نے اس سے اعراض کیا ان سب باتون نے لوگون سے موہ پھیرلیا اس ملک ہندوستان مین خیال کیجئے کہ کروڑ مسلمان آباد ہین اور اونکی زبان عربی نہین پھر اونکو قرآن تک مطالب قرآن بغیر ایسی تفسیر کے کیونکر پہونچ سکتے ہین جو وہ اسکے ہمکلام ہین جسقدر مخالفین ہیں وہ قرآن کے ہندو دیوتا ہین انہون نے تو کسیقدر خوانہ دکھاکر اپنے شوک و شبہات اور علوم جدیدہ کے پرزور حملونسے حیران و پریشان کر رکھا ہے جس سے صدہا بلکہ کئی روشنی کے پرہار پرزور ایسے ہین کہ بڑے نام مسلمان ہین ورنہ درحقیقت قرآن اور دین علیہ السلام بلکہ جملہ ادیان سے کوسون دور ہے اور حق تعالی کے بھی منکرین اور شریعت کو تمسخر مین اڑاتے ہین بلکہ اکثر انپر اخلاس روز افزون دولت آسمانے برسنے لگی ہے پر جب یہ حالت ہے تو وہ امراء اسلام کہ جو رفاہ قوم اور ملت کے حامی ہین کہان ہین کہ جو اسطرف متوجہ نہین ہوتے کیا اونکے تئیں عبادت و صدقات سے بڑھکر کوئی زمانہ مین اس قسم کے تعمیر کی تعمیر سے زیادہ فایدہ کرنیکے سایہ مین جو کروڑ مسلمان مامون محصون ہیں شاید ایک حضور نظام کے گرش حق نیوش تک یہ خبر نہین پہونچی کہ ایک مفلس بےسروسامان نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور ہندی اہل اسلام کی عاجز بیکس حالت پر رحم کھایا اور ہندی اہل اسلام کی عاجز بیکس حالت پر رحم کھایا

بمشکل کام حل رہا ہے جب تیسین جمع ہوتی ہین تو ایک جلد چھپنے کا انتظام ہوتا ہے اور یہ بیچارے مشتاق پیتر رہتے ہین ؛

واضح ہو کہ

کہ بخیہ اس تفسیر کا یا حاشیہ اجادیث کہین زیادہ ہوگیا ہے اسلئے اب جو کوئی صاحب ہمت پیش کرے تو سلیمان ہوجائے اور انصاری آخر الزمان مین شامل ہوجائے تو بجا ہے ۱۰۰ روپیہ کے سوا دو سو روپیہ ارسال فرمادے

اعلان

اس کتاب کو بغیر اجازت تحریری مصنف کوئی طبع نکرے ۔

الملتمس

ابو محمد عبدالحق سلمہ اللہ الرحمان

اجری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ان آنہ یومیہ جرمانہ لیا جائے گا۔